خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
July 2014
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

فہرست

پبلشر: مشتاق احمد قریشی۔ پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم، راشد منہاس روڈ کراچی، 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو اس سے زیادہ مال دار ہو اور اس سے زیادہ اچھی شکل و صورت کا ہو (اور اس کو دیکھ کر اپنی حالت پر ناشکری ہو) تو اسے چاہیے کہ وہ اس شخص پر نظر ڈالے جو اس سے کم تر ہو۔" (متفق علیہ)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
جولائی ۲۰۱۴ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

اس بار آپ سے بہت سی باتیں اور مشورے کرنا ہیں، میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ اپنی بہنوں کی پسند ناپسند کو مقدم سمجھوں اور ان کے صائب مشورہ پر عمل کروں۔ تقریباً تین چار ماہ سے نئی اور پرانی لکھنے والی بہنوں کا اصرار ہے کہ یا تو آنچل کے صفحات بڑھا دیے جائیں اگر ایسا ممکن نہیں تو کوئی نیا پرچہ نکالا جائے یا آنچل کو ہر ماہ میں دو بار شائع کیا جائے تاکہ تمام لکھنے والی بہنوں کی تحریریں زیادہ سے زیادہ جلد از جلد شائع ہو سکیں۔ وہ اپنے افسانے کی اشاعت کے انتظار سے تھک چکی ہیں یقیناً ان تمام بہنوں کی اپنے آنچل سے محبت ہی تو ہے کہ وہ اپنی تحریریں افسانے ناول کہانیاں آپ تمام قارئین بہنوں کی دلچسپی اور دل بستگی کے لیے ہمیں ارسال کر رہی ہیں یقیناً انتظار کی زحمت شدید اور بھی شدید تر ہوتی ہے۔ ہمارے پاس بھی اچھی اور خوب صورت افسانوں اور دیگر تحریریں بتدریج ایک انبار کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کیا جائے۔ لکھنے والی بہنوں کو رد کا بھی نہیں جا سکتا۔ اب اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے نا صرف مجھے بلکہ آنچل کے ادارے کو بھی آپ کے مشورے اور معاونت کی شدید ضرورت ہے چند تجاویز ادارے کو ملی ہیں وہ پیش خدمت ہیں جنہیں آپ کی منظوری سے ہی اختیار کیا جائے گا۔

(۱) کوئی نیا پرچہ نئے نام سے نکالا جائے (جو فی الحال ممکن نہیں)
(۲) 32 صفحات کا کم از کم اضافہ کر دیا جائے اور قیمت ساٹھ روپے کر دی جائے۔
(۳) 24 صفحات کا اضافہ کر دیا جائے اور قیمت ساٹھ روپے کر دی جائے (قیمت میں اضافے کا مطالبہ تمام ایجنٹ حضرات بھی کر رہے ہیں)
(۴) خاص نمبر جو عید نمبر، بقرہ عید نمبر، سالگرہ نمبر کے طور پر شائع کیے جاتے ہیں انہیں کم از کم 96 صفحات کے اضافے کے ساتھ شائع کیا جائے اور قیمت 75 روپے مقرر کر دی جائے۔

محترم بہنوں ہم اب تک تمام تجاویز کو جمع کرتے رہے ہیں اب صرف لکھنے والی بہنوں کا بلکہ قاری بہنوں کا بھی کہنا ہے کہ آنچل ایک بیٹھک بھی نہیں چلتا بہنوں کی محبت اور اصرار اب چونکہ ناراضگی میں بدلنے لگا ہے اس لیے مجبوراً ہم اپنا مقدمہ اپنی قاری بہنوں کی عدالت میں لے کر حاضر ہیں فیصلہ آپ نے کرنا ہے آنچل کی قیمت اگست سے کیا ہونی چاہیے یقیناً میں بھی اور ادارہ آنچل بھی آپ کی موثر رائے کا احترام کرتا ہے اور ہمیشہ کرے گا ان شاء اللہ۔

اس ماہ کے ستارے

☆برف کے آنسو	بہن نازیہ کنول نازی طویل عرصے کے بعد ایک شاہکار مکمل ناول کے ساتھ شریک محفل ہیں۔
☆وہی ایک لمحہ زیست کا	بہن فاخرہ گل اپنے مخصوص انداز کے ساتھ شریک محفل ہیں۔
☆یہ جو عشق ہے	بہن سباس گل اپنے مخصوص انداز کے ساتھ شریک محفل ہیں۔
☆محبتوں کے گلاب	فرح طاہر محبتوں کے گلاب تقسیم کر رہی ہیں۔
☆خطاوار تھے ہم	صوفیہ ملک نے بہت ہی اچھے پیرائے میں افسانہ تحریر کیا ہے۔
☆تعاقب جاں	سمیرا ادریس اپنے افسانے کے ساتھ پہلی بار شریک محفل ہیں۔
☆بہار کے رنگ	فاطمہ خان نئی کونپلیں میں شریک محفل ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
قیصر آرا

حمد

آفت میں مصیبت میں خدا ہی یاد آتا ہے
حسرت میں ضرورت میں خدا ہی یاد آتا ہے

ہر حادثہ نشانی ہے یہاں ہر ذات فانی ہے
دنیا کے سامان عبرت میں خدا ہی یاد آتا ہے

کبھی تو جسم نوری تو کبھی جسم خاکی ہے
ہر بندے کو ہر صورت میں خدا ہی یاد آتا ہے

اسی کے آسرے پہ سب کارواں رواں ہیں
بحر و دشت کی وسعت میں خدا ہی یاد آتا ہے

بھٹک جانا تو بشر کی پرانی کمزوری ہے مگر
اسے گناہ کی ندامت میں خدا ہی یاد آتا ہے

اس درجے میں ہی نام آنا بڑی بات ہے شمیس
جن لوگوں کو فرصت میں خدا ہی یاد آتا ہے

شمیس احمد ..... جھنگ صدر

نعت

جہاں فیض کا سمندر رواں رہتا ہے
وہاں ہر پل عجب سماں رہتا ہے

نعت کہتے پلکیں میری جھک جاتی ہیں
اختیار میں یہ میرے کہاں رہتا ہے

کسی لمحہ آجائے پیغام حاضری
ہر اک پل پہ گماں رہتا ہے

مدینہ کی گلی میں ہو میرا گھر
دل میں یہ میرے ارماں رہتا ہے

سر زمین مدینہ پہنچ جائے جو بھی
بن کے آپ کا مہماں رہتا ہے

بلا لیں اپنے غلام کو بھی پاس
اسی جانب افسر کا دھیاں رہتا ہے

نعیم افسر ہاشمی ..... جھنگ

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

درجوابِ آں

مدیرہ

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

ڈیئر نازی! شادو آباد رہو' آنچل کی مشہور مصنفہ و مایہ ناز شاعرہ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ انہوں نے جو بھی لکھا گویا لکھنے کا حق ادا کردیا' قلم کی طاقت کو جہاد بالقلم کے لیے استعمال کیا اور کررہی ہیں' گزشتہ سال آنچل میں مقبولیت حاصل کرنے والا ناول "جھیل کنارہ کنکر" کتابی صورت میں شائع ہونے پر آنچل کی پوری ٹیم کی جانب سے آپ کو ڈھیروں مبارک باد۔ امید ہے آپ کا یہ ناول دیگر ناولوں کی طرح شہرت کی بلندیوں کو چھو جائے گا' اللہ تعالیٰ آپ کو شہرتِ دوام عطا فرمائے آمین۔

مہر گل...... اورنگی ٹاؤن' کراچی

مہر گڑیا! شاد رہو' خفگی و ناراضگی سے بھرپور خط موصول ہوا' ساتھ ہی طنز میں ڈوبا ایک عدد شعر بھی ماتھے پر جگمگا رہا تھا۔ بہرحال ہمیں آپ کا خفا خفا انداز بھی بے حد بھایا اور بے تحاشا پیار بھی آیا' اب جواب شکوہ بھی سن لیں ہم نے آپ کی کمی ضرور محسوس کی تھی اور اسی لیے آپ کی دیگر نگارشات جو ہمارے پاس محفوظ تھیں وہ شامل کرلی تھیں دیگر سلسلوں میں اپنی پرانی نگارشات دیکھ کر آپ کو ہماری بات پر یقیناً یقین آہی جائے گا' شعر کے جواب میں عرض ہے

جو تو نہیں تھا شریکِ محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا؟
اب فیصلہ آپ کو خود کرنا۔

چندہ چوہدری...... حویلیاں

کینٹ

چندا! مثلِ چندا روشن رہو' پانچ سال کی طویل غیر حاضری کے بعد ایک مرتبہ پھر بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کا کہنا بجا ہے شادی کے بعد ذمہ داریاں بے شک بہت بڑھ جاتی ہیں' یہ تو قیدِ حیات بامشقت کا نام ہے اسی مناسبت سے آپ کا شعر بھی پسند آیا بہرحال آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے' بہت جلد پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔

حمیرا نگاہ...... ملک وال

ڈیئر حمیرا! سدا سکھی رہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ایک بار پھر اپنی رحمت سے مالا مال کیا آپ کو بہت بہت مبارک باد۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ دونوں کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے آمین۔

امبر گل...... جھڈو' سندھ

ڈیئر امبر! شاد و آباد رہو' یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ کے والد ربّ تعالیٰ کے گھر کے مہمان بننے جارہے ہیں' حج جیسی عظیم سعادت کے حصول پر ہماری جانب سے بھی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیوں سے بھرپور زندگی عطا فرمائے...... آمین' جان کر بے حد اچھا لگا۔

عائشہ خان...... ٹنڈو محمد خان

عاشی ڈیئر! جگ جگ جیو' آپ کی دیگر نگارشات کافی تاخیر سے موصول ہوتی ہیں اس لیے شرفِ قبولیت سے محروم رہ جاتی ہیں۔ اب بھی دیگر تمام سلسلے فائنل ہوچکے ہیں جہاں گنجائش تھی وہاں آپ کو موقع دیا گیا ہے' آئینہ اور درجوابِ آں کے علاوہ دیگر سلسلوں کی ڈاک ہم رکھ لیتے ہیں وہ آئندہ ماہ بھی استعمال ہوجاتی ہے۔ امبر گل سے آپ پیغامات کے ذریعے ہی رابطہ کرسکتی ہیں' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

سلمیٰ فہیم گل...... لاہور

اچھی سلمیٰ! سدا خوش رہو' ہماری جانب سے آپ کو بھی رمضان مبارک۔ موسم کا حال کیا پوچھتی ہیں ملکی حالات کی طرح یہ بھی شدید گرم ہیں آپ کا افسانہ "مستحق تو تھے ہم مگر" ضرور شائع ہوا ہے لیکن اب اسے

قسط وار صورت میں آگے بڑھانا فی الحال مشکل ہے' قسط وار کہانیوں کا پہلے ہی ایک ڈھیر موجود ہے اس لیے معذرت امید ہے سمجھ پائیں گی۔

مہر کش ملک...... نامعلوم

پیاری مہر! جیتی رہو آپ کی تحریر "یقین محکم" آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ نہ بنا سکی وجہ یہ ہے کہ آپ نے موضوع کے انتخاب میں غلطی کی ہے بہرحال اس غلطی سے یہ اندازہ ہوا کہ آپ کا انداز تحریر کافی بہتر ہے بس تھوڑی محنت اور مطالعہ وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ گڑیا آپ کسی اور موضوع پر مختصر اور جامع افسانہ لکھ بھیجیں جو اصلاحی رنگ میں دلچسپی سے بھرپور ہو امید ہے تشفی ہو پائے گی۔

سبین...... چنیوٹ

پیاری بہن! جگ جگ جیو آنچل سے آپ کی گہری وابستگی جان کر اچھا لگا' یہ تو آپ کا حسن نظر ہے بہرحال آپ اپنی تحریر بھیج دیجیے اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی' آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

مونا شاہ قریشی...... کبیر والا

مونا ڈیئر! خوش رہو اس قدر بدگمانی و مایوسی ٹھیک نہیں بعض اوقات آپ کی نگارشات تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شامل اشاعت ہونے سے محروم رہ جاتی ہیں آئینہ کے علاوہ دیگر ڈاک آئندہ پرچوں کے لیے روک لی جاتی ہے' رد ہونے کے پیش نظر آئندہ نہ لکھنا تو حماقت ہے۔ "گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں" امید ہے ناراضگی دور ہوگئی ہوگی۔

شگفتہ جاوید...... کنگن پور' چونیاں

شگفتہ ڈیئر! شاد و آباد رہو آپ کی تحریر "انتظار کے لمحے" موصول ہوئی لیکن کچھ خاص تاثر قائم نہ کرسکی۔ کہانی حقیقت سے دور لگ رہی ہے بہرحال اس سے یہ اندازہ ضرور ہوا ہے کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے اگر تھوڑی توجہ اور محنت کریں تو ضرور بہتر لکھ پائیں گی' ابھی آپ مختصر افسانے کو ہی منتخب کریں ناول لکھنے کی کوشش مت کریں' افسانے پر عبور حاصل ہونے کے بعد اس صنف پر طبع آزمائی کیجیے گا۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اچھی پروین! شاد رہو' مستقل سلسلے "ہم سے پوچھیے" میں آپ کے سوالات شگفتہ اور برجستہ ہوتے ہیں دیگر بہنوں کی آراء سے آپ کو بخوبی اندازہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کے سوال ہمارے لبوں پر بھی تبسم بکھیر دیتے ہیں آپ اپنا تعارف بھیج دیجیے لیکن دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا ہو' ان شاء اللہ باری آنے پر لگ جائے گا۔

روبی علی...... سید والہ

روبی گڑیا! سدا سلامت رہو آپ افسانہ دلبرانہ آنچل کی زینت بڑھانے کے لیے ضرور بھیجیں اور اسی پتے پر ارسال کردیں جس پر آپ نے خط بھیجا ہے موصول ہوجائے گا۔ بہرحال اتنا خیال رکھنا کہ مختصر جامع اور موثر تحریر ہو' خوب صورت الفاظ سے سجا آپ کا انداز تحریر پسند آیا' اللہ تعالیٰ آپ کو ہر امتحان میں کامیاب کرے آمین۔

عطیہ زاہرہ...... باغبان پورہ' لاہور

پیاری عطیہ! سدا مسکراؤ' یہ جان کر بے حد اچھا لگا کہ آپ کا قلمی سفر کامیابی سے ترقی کی جانب گامزن ہے اس سلسلے میں آپ نے دیگر جو حوالے دیے ہیں ہم آپ کی بات سے متفق ہیں لیکن آپ کی تحریر "میری بچی" آنچل کے لحاظ سے اس کا موضوع ٹھیک نہیں' آپ کا انداز تحریر پختہ اور کہانی پر گرفت بھرپور ہے لیکن آپ کسی اور موضوع پر قلم اٹھائیں آپ کی تحریر کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

اقراء اکبر...... سانگلہ ہل

اقراء ڈیئر! مسکراتی رہو آپ کے بل اسٹیشن کا جان کر اچھا لگا' خواب انجوائے کرو۔ دوستوں کے لیے آپ کا دیا گیا سرپرائز خود آپ کے لیے بھی سرپرائز

بن گیا ویسے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ سرپرائز محکمہ ڈاک کی نذر ہوگیا ہو بہرحال ہم نے آپ کو جواب دیا ہے یاد رکھیے گا تعارف ارسال کردیں لیکن انتظار کرنا ہوگا وقت آنے پر شائع کیا جائے گا۔

صبا نواز بھٹی ..... سانگھڑ

پیاری صبا! جیتی رہو سرخ گلابوں کی مہک لیے خوشبو میں بسا خط موصول ہوا آپ اپنا افسانہ اسی طرح ڈاک کے لفافے میں رکھ کر بھیج دیں ان شاء اللہ موصول ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ اور صبر و استقامت عطا فرمائے آمین اور آپ کے خالہ زاد کی جوان موت کا سن کر بے حد رنج ہوا اللہ کریم مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ سالانہ خریدار بننے کے لیے آپ آفس کے نمبر پر فون کرکے معلومات حاصل کرلیں۔

طیبہ نذیر ..... شادیوال گجرات

ڈیئر طیبہ! سدا مسکراؤ' سب سے پہلے تو ہماری جانب سے آپ کو اپنی سالگرہ پر ڈھیروں مبارک باد۔ عظمیٰ شاہین اور عظمیٰ فرید کو ہم بھی یاد کررہے ہیں آپ تک ان کا پیغام پہنچارہے ہیں۔ عظمیٰ فرید شادی کے بعد کچھ زیادہ ہی مصروف ہوگئی ہیں۔ آپ کی طرح دیگر بہنوں نے بھی صفحات بڑھانے کی فرمائش کی ہے' ان شاء اللہ جلد آنچل آپ کی اس خواہش کی تکمیل کردے گا' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

فائزہ بتول ..... نامعلوم

فائزہ گڑیا! جیتی رہو آپ نے اس قدر عجلت میں خط لکھا کہ اپنے شہر کا نام بھی لکھنا بھول گئیں بہرحال آئندہ خیال رکھیے گا اگر آپ طنز و مزاح کے انداز میں افسانہ لکھنا چاہتی ہیں تو ضرور لکھیں لیکن اتنا خیال رکھیے گا کہ افسانہ مختصر اور موثر ہو' پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔

حلیمہ سعدیہ ..... میرپور' آزاد کشمیر

پیاری حلیمہ! سدا مسکراؤ' آپ کی تحریر ''ارمان'' پڑھ ڈالی لیکن کوئی خاص تاثر قائم نہ کرسکی' انداز تحریر اور کہانی دونوں ہی کمزور ہیں۔ ابھی آپ پہلے اپنے مطالعہ پر توجہ دیں' وسیع مطالعہ اور مشاہدہ کی بناء پر آپ کے انداز تحریر میں بہتری آئے گی' امید ہے سمجھ پائیں گی۔

ثمینہ بٹ ..... لاہور

پیاری ثمینہ! شاد رہو آپ کے قلمی سفر کے آغاز اور پھر پہچان کا مرحلہ طے کرلینے پر مبارک باد۔ آپ کی تحریر ''ہیں کواکب کچھ'' ہمارے پاس منتخب شدہ کہانیوں کی لسٹ میں موجود ہے' ان شاء اللہ باری آنے پر ضرور لگ جائے گی' دوسری کہانی ابھی موصول ہوئی ہے فی الحال کوئی رائے دینے سے معذرت' بہرحال نظر انداز تو آپ کو نہیں کرتے لیکن باری کے لیے انتظار کی زحمت ضرور ہوگی۔

ثوبیہ نواز اعوان ..... کنڈان' سرگودھا

ثوبی ڈیئر! سدا سہاگن رہو ہماری جانب سے آپ کو شادی کی ڈھیروں مبارک باد' اپنی مصروف زندگی سے کچھ پل آپ نے ہمارے نام کیے جان کر بے حد اچھا لگا' آپ کی جو نگارشات محفوظ ہیں وہ گاہے بگاہے شائع ہوتی رہیں گی۔

نورین مسکان ..... ڈسکہ

مسکان ڈیئر! سدا ہونٹوں پر مسکان رہے' آپ کی تحریر ''مقدر کا سکندر'' بے جا طوالت کا شکار ہے' اسی طوالت کی بنا پر آپ نے رشتوں کو آپس میں الجھا دیا ہے' کہانی پر گرفت بھی کمزور ہے آپ محنت جاری رکھیں طوالت سے گریز کرتے ہوئے ابھی صرف افسانہ پر ہی طبع آزمائی کریں۔

حلیمہ زمان ھمایوں ..... ٹوپی

پیاری حلیمہ! جگ جگ جیو' ہارٹ شیپ میں بنے دیدہ زیب انداز لیے آپ کا خوشبو میں بسا خط موصول

ہو' دعاؤں کے انمول تحفے بھیجنے پر جزاک اللہ۔ ہم تو آپ کی محبتوں کے مقروض ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو شاد و آباد رکھے...... آمین۔

شیریں گل...... تمن' تلہ گنگ

شیریں ڈیئر! اسم با مسمیٰ بن کر سب میں شیرینی و مٹھاس بانٹتی رہو' ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے اور امتحان میں کامیاب کرے آمین' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

حرا زینب...... بھلوال

اچھی حرا! خوش رہو' آنچل کے بارے میں آپ کے والہانہ جذبات جان کر ہمیں بے حد خوشی محسوس ہوئی' بے شک آنچل دونوں صورتوں میں عزت فراہم کرتا ہے۔ بہت اچھی بات کہی ہے آپ نے' آپ کا تعارف باری آنے پر لگ جائے گا البتہ غزلیں نظمیں متعلقہ شعبے میں بھیج دی جاتی ہیں اگر معیاری ہوئیں تو جلد حوصلہ افزائی کی جائے گی' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عائشے گل انصاری...... توبہ ٹیک سنگھ

پیاری عائشے! سدا مسکراؤ' ہر ماہ شرکت کرتی رہو' آپ بھی مستقل قاریہ بن جاؤ گی آنچل کی بزم میں خوش آمدید۔ آپ کی تحریر موصول ہوئی ہے' پڑھ کر ہی اندازہ ہو پائے گا کہ تحریر کا معیار کیا ہے' جلد آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کر دیں گے۔

قرۃ العین عینی...... فیصل آباد

عینا ڈیئر! شاد رہو' بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید' اچھی اور معیاری چیزیں اپنی جگہ خود بنالیتی ہے' رد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر آپ کی شاعری معیاری ہوئی تو ضرور آنچل کے اوراق پر اپنی جگہ بنالے گی آپ دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کر سکتی ہیں۔

سدرہ فرید خیال...... شادن لنڈ

پیاری سدرہ! سدا مسکراؤ' گویا آپ نے جس طرف توجہ دلائی ہے بے شک وہ ایک نازک معاملہ ہے بہر حال آپ کی تجویز نوٹ کرلی ہے' عمل کرنے کی کوشش ضرور کریں گے' پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید۔

ناقابل اشاعت:۔

میری بچی' یقین محکم' مقدر کا سکندر' ارمان' میرے مولا کرم ہو کرم' رنجشیں کچھ ایسی' انتظار کے لیے' میرے ہم نشیں کر میری چارہ گری' صرف پانچ سو روپے' محبت کا قرض' باجی' اک پل میں' بے جا روک ٹوک' یہ دل کچھ اور سمجھا تھا' انتظار' آہ اک معصوم خواہش' بھرم' وصل شب' بساط جاں پر پھیلی تنہائیاں' بددعا' زندگی نے وفا نہ کی' مسافر من ہو تم' بس آئینہ کوئی اور ہے' سکھ کی آس' فرسٹ پوزیشن' اجنبی۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں' صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتہ پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مسائل یوم الدین

مشتاق احمد قریشی

(۷) تین بڑے خسف یعنی سورج گرہن جو ایک بار مشرق میں ہوگا دوسری بار مغرب میں ہوگا تیسری بار عرب میں ہوگا جو دنیا کا مرکز ہے۔

(۸) ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔

تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ انسان سے اس کے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ خالق ومالک نے اپنی باز پرس کی ابتدا سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام سے ہی کی۔ آقا ومالک اپنے غلام اپنے بندے سے باز پرس یا جواب طلبی اسی کام یا احکام کی کرتا ہے جو وہ اپنے غلام کو دے اور غلام اس کی پیروی نہ کرے اور مالک کے حکم کے خلاف کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام کو اولین ہدایت سے فرمائی

حضرت آدم کے واسطے سے تمام بنی آدم کو جنت کا یہ راستہ دکھایا بتایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے جو میری ہدایت یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنے کے احکام وضابطے بتائیں جائیں ان پر جو عمل کرے گا وہ جنت کا مستحق ہوگا اور جو نہیں کرنے کا یا انکار کرے گا کفر کرے گا وہ عذاب الٰہی کا سزاوار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے بعد کے عرصے کو یوم الدین اسی سبب کہا ہے کہ اللہ کے احکام وہدایات سے انحراف وانکار کرنے والوں سے اس روز حساب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی عادل ومہربان ہے وہ تمام نافرمانوں کافروں کو ایک صف میں کھڑا کرکے ایک ہی سزا نہیں دے گا بلکہ ہر ایک کے انحراف وانکار اور شرک وکفر کے مطابق ان کی سزاؤں کا تعین فرمائے گا۔ جیسے جیسے جس جس کے اعمال وافعال اور اقوال ہوں گے ان کے مطابق ہی ان کے جرم کے حساب سے ان کا فیصلہ فرمائے گا۔

اب تک گزشتہ سطور میں قیامت برپا ہونے اور یوم حساب ہونے اور آخرت کی زندگی کے جواز کے طور پر غور وفکر کررہے تھے قیامت کے بارے میں خود رب کائنات کیا فرما رہا ہے یہ کیسے اور کیونکر واقع ہوگی اس کے بارے میں قرآن کریم میں کیا ارشادات ہیں انہیں ان کو سمجھنا ضروری ہے۔

ترجمہ:۔ لوگو! اپنے پروردگار کے غضب سے ڈرو، بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ (الحج۔۱)

آیت مبارکہ میں پروردگار عالم اپنے تمام بندوں کو تمام انسانیت کو خبردار فرما رہا ہے کہ قیامت کوئی معمولی چیز نہیں ہوگی یہ تو بڑا ہولناک ہیبت ناک واقع ہوگا جب زمین یکا یک الٹی گردش کرنے لگے گی اور سورج مشرق کے بجائے از خود مغرب سے طلوع ہوگا۔ ایک حدیث مبارک ابن جریر اور طبرانی اور ابن حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ ''نفخ صور کے تین مواقع ہیں۔ ایک نفخ فزع' دوسرا نفخ صعق اور تیسرا نفخ قیام لرب العالمین۔ یعنی پہلا نفخ سے عام سراسیمگی پیدا ہوگی اور دوسرے نفخ سے سب مخلوقات انسانوں سمیت مرگر جائیں گے اور تیسرے نفخ پر سب لوگ زندہ ہوکر اللہ تعالیٰ

کے حضور پیش ہو جائیں گے۔ پھر پہلے نفخ کی تفصیلی کیفیت بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت زمین کی حالت اس کشتی کی سی ہوگی جو موجوں کے تھپیڑے کھا کر ڈگمگا رہی ہو یا اس معلق قندیل کی سی جس کو ہوا کے جھونکے بری طرح جھنجوڑ رہے ہوں۔ اس وقت زمین پر موجود انسان پر جو کچھ گزر رہی ہوگی اس کا نقشہ قرآن حکیم میں رب کائنات نے پیش فرما دیا ہے تاکہ انسان سمجھ لے اور اپنی آخرت کا بروقت بندوبست کرلے۔

اس سے پہلے کہ ہم قیامت کے بارے میں مزید جستجو کریں بہتر ہوگا کہ یہ سمجھ لیں کہ صور کیا چیز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب ایک دیہاتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صور (نفخ) کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ ”کہ وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔ (زھد ابن المبارک مسند احمد ابوداؤد ترمذی دارمی حاکم)

ایک حدیث حضرت وہب بن منبہؒ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صور کو سفید پتھر سے شفاف شیشے کی شکل میں پیدا کیا پھر عرش کو حکم دیا کہ صور کو اٹھا لے تو صور اس سے چمٹ گیا پھر کن (ہوجا) فرمایا تو حضرت اسرافیل پیدا ہوئے پھر ان کو حکم دیا کہ وہ صور لے لیں تو انہوں نے صور لے لیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”کہ میں کس طرح آسودہ حال ہو جاؤں جبکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور کو منہ میں لیا ہوا ہے اپنے ماتھے پر بل ڈال دیا ہے اور اپنے کان متوجہ کر دیئے ہیں اور انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ پھونک مارے۔“ (ابن المبارک ترمذی مسند احمد ابن جریر طبرانی صغیر)

صور میں پھونک مارنے کا احوال رب کائنات نے مختلف آیات میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ پھر جب ایک دفعہ صور میں پھونک ماردی جائے گی اور زمین اور پہاڑ اٹھالئے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ اس روز ہونے والی قیامت ہو جائے گی۔ (الحاقہ۔ ۱۳ تا ۱۵)

آیات کریمہ میں صور میں پہلی پھونک سے جو احوال واقع ہوگا کہ پہاڑ اٹھالئے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ سے ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے یہی قیامت واقع ہونے کا وقت ہوگا یعنی ساری کائنات درہم برہم ہو جائے گی۔ قیامت حضرت اسرافیل کی ایک ہی پھونک سے برپا ہو جائے گی۔ سورۃ الزلزال میں قیامت کی اس انداز میں منظر کشی کی گئی ہے۔

ترجمہ:۔ جب زمین پوری طرح جھنجوڑ دی جائے گی اور (وہ) اپنے اندر کے بوجھ باہر نکال پھینکے گی انسان کہنے لگے کہ اسے کیا ہو گیا ہے؟ (الزلزال۔ ۱ تا ۳)

آیات مبارکہ میں رب کائنات باخبر کر رہا ہے کہ پہلا صور پھونکا جائے گا تو سخت بھونچال سے ساری زمین لرز اٹھے گی اور ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور زمین میں دفن جتنے انسان ہیں اور جو کچھ زمین کے اندر موجود ہے ان سب کو زمین اپنے اندر سے باہر نکال کر پھینک دے گی۔ یہ پہلے صور میں پھونک مارے جانے سے ہوگا۔

ترجمہ:۔ جس روز ہلا مارے گا زلزلے کا ایک جھٹکا اور اس کے بعد دوسرا جھٹکا اس دن دل کانپ رہے ہوں گے اور نگاہیں خوف زدہ ہوں گی۔ (النزعت۔ ۶ تا ۹)

آیات میں پہلے صور پھونکنے کی کیفیت کو ظاہر کیا گیا ہے اس نفخہ کو فنا کا نفخہ بھی کہا گیا ہے اس کے پھونکتے ہی

ساری کائنات شدید زلزلے سے کانپ اٹھے گی اور ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی اگلی آیت میں دوسرے نفحہ کی کیفیت کا بھی اظہار کر دیا گیا ہے جس میں پھونک مارنے کے سبب مردے زندہ ہو کر اپنی اپنی قبروں سے نکل آئیں گے اور دوسرے نفخے کے درمیان کہتے ہیں کہ چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ سورۃ الواقعہ میں صور کے پھونکے جانے کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔ جبکہ زمین زلزلہ کے ساتھ ہلا دی جائے گی اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پھر وہ غبار کی طرح اڑنے لگیں گے۔ (الواقعہ۔۴تا۶)

آیات کریمہ میں رب کائنات جس زلزلے کی خبر سنا رہا ہے وہ کوئی نہ تو مقامی زلزلہ ہوگا نہ کوئی معمولی نوعیت کا زلزلہ ہوگا نہ کسی محدود علاقے میں آئے گا بلکہ پوری کی پوری دنیا کی زمین بیک وقت ہلا دی جائے گی۔ اس کو یک لخت ایک زبردست جھٹکا لگے گا جس سے سارا نظام حیات و کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔

اگرچہ مفسرین کرام نے اس زلزلے کا وہ وقت بتایا ہے جب مردے زندہ ہو کر اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے لیکن قرآن کریم کے مطابق وہ وقت ایسا ہوگا جب مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتے چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔ اگر قرآن کریم کی اس صراحت پر غور کیا جائے تو یہ زلزلہ پہلے نفحہ کے وقت آئے گا جب دنیا اپنے معمولات زندگی میں مصروف ہوں گی۔ کیونکہ آخرت کے روز جب سب رب ذوالجلال کے سامنے جمع کر دیئے جائیں گے تو وہ وقت تو ایسا ہوگا کہ کسی کو کسی کا ہوش ہی نہیں ہوگا قرآن حکیم کی واضح صراحت ہے کہ وہاں سب رشتے ناطے منقطع ہو چکے ہوں گے ہر شخص انفرادی حیثیت میں اللہ کے سامنے جوابدہی کر رہا ہوگا عجب نفسا نفسی کا عالم ہوگا' قیامت کا احوال کے کس حالت میں کس طرح واقع ہوگی سورۃ الحج کی پہلی آیت میں پڑھ چکے ہیں۔ اب دوسری آیت کریمہ میں رب کائنات لوگوں کا احوال بتا رہا ہے کہ انسان اس روز قیامت کس حال میں ہوگا کیسی نفسا نفسی ہوگی۔

ترجمہ:۔ جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا۔ (الحج۔۲)

آیت کریمہ میں رب کائنات نے جو منظر کشی فرمائی ہے وہ صور میں پہلی پھونک سے کچھ قبل ہوگا اور صور میں پہلی پھونک لگتے ہی دنیا فنا ہو جائے گی اور تمام مخلوقات الٰہی کو موت آنے لگے گی۔ سب مر جائیں گے سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا' جیسا کہ اس ہی سورۃ کی پہلی آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔ سورۃ الکہف کی درج ذیل آیت میں دوسرے صور کی کیفیت کی منظر کشی کی گئی ہے جب مردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکلنا شروع ہو جائیں گے۔

ترجمہ:۔ اور اس روز (قیامت کے روز) انہیں چھوڑ دیں گے ایک دوسرے سے گڈمڈ (گتھم گتھا) ہوتے ہوئے اور صور پھونک دیا جائے گا پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کر لیں گے۔ (الکہف۔۹۹)

آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کی منظر کشی فرمائی ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو لوگوں کے تمام رشتے ناطے ختم ہو چکے ہوں گے جب صور کی آواز سن کر تمام مخلوقات جو پہلے صور سے مر گئی تھی زندہ ہو کر نکلنے لگے گی تو وہ پریشانی اور گھبراہٹ کے مارے ادھر ادھر بھاگنے لگے گے' اس بھاگ دوڑ میں ایک دوسرے سے الجھ الجھ جائیں گے' گتھم گتھا ہو جائیں گے کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہوگا کہ کدھر جائے کیا کرے ہر ایک پر خوف

اور گھبراہٹ طاری ہوگی یہ دوسرا نفخہ سب انسانوں کو میدان حشر میں جمع کرنے کے لئے ہوگا۔ سورۃ الزمر میں بھی دو صوروں کا ذکر اسی طرح آیا ہے اور قیامت کا منظر پیش کیا گیا ہے۔

ترجمہ:۔ اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنا چاہئے تھی' ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنا ئیں۔ (الزمر۔ ٦٧)

انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا کچھ اندازہ ہی نہیں ہے کہ خالق ومالکِ کائنات کی ہستی اس کا مقام کتنا بلند ہے جبکہ انسان اس کی مخلوق بندہ اور غلام ہے اس کے باوجود وہ اللہ کی کبریائی کو تسلیم نہیں کرتا اور شیطان کے بہکائے میں پھنس کر دنیا کی حقیر ترین ہستیوں کو اپنی نادانی کے سبب اللہ کے اختیارات اور معبودیت کا شریک بنا لیتے ہیں۔

آیت کریمہ میں اللہ کے جلال واقتدار اور تصرف کا مکمل نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس منظر میں دنیا کو اس کی مٹھی میں ہونے اور آسمانوں کو یعنی وسیع تر عظیم کائنات کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے بتایا گیا ہے۔ یقیناً یہ اللہ ذوالجلال والاکرام کے لئے بڑا ہی معمولی کام ہے جس طرح کوئی شخص اپنی مٹھی میں کسی گیند کو دبا لیتا ہے' وہ اس کے لئے معمولی کام ہوتا ہے ایسے ہی دنیا کو مٹھی میں لینا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے اس سے بھی زیادہ معمولی ہوگا جس طرح ہم اگر اپنے ہاتھ پر کوئی رومال لپیٹ لیں تو کوئی زحمت کی بات نہیں ہوتی ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بہت معمولی کام ہوگا' جو افراد اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اقتدار وقوت کا اندازہ نہیں کرسکتے وہ یہ منظر روز قیامت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ زمین اور آسمان اللہ کے دستِ قدرت میں ایک حقیر گیند ایک ذرا سے رومال کی طرح سے ہیں۔ (مسند احمد' بخاری' مسلم' نسائی' ابن ماجہ' ابن جریر وغیرہ) ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ دوران خطبہ یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی اور فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں (سیاروں) کو اپنی مٹھی میں لے کر اس طرح پھرائے گا جیسے کوئی بچہ گیند پھراتا ہے۔ اور فرمائے گا میں ہوں اللہ واحد' میں ہوں بادشاہ' میں ہوں جبار' میں ہو کبریائی کا مالک' کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں جبار؟ کہاں ہیں متکبر' یہ کہتے کہتے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا لرزہ طاری ہوا کہ ہمیں خطرہ ہوا کہ کہیں آپ منبر سمیت گر نہ جائیں۔

(جاری ہے)

اقصیٰ منظور

ملیحہ احمد

تعارف کے لیے اپنے یہی اک بات کافی ہے
وہ رستہ چھوڑ دیتا ہوں جو رستہ عام ہوجائے

جناب یہ تو شاعر کا فلسفہ ہے ہماری منطق الگ ہے وہی رستہ جو عام ہوجائے اس پہ ہم اس نرالی ادا سے چلتے ہیں کہ وہی عام رستہ خاص لگے۔

اب تعارف کا مرحلہ طے کیے لیتے ہیں مجھے اقصیٰ منظور کہتے ہیں۔ ویسے میرے دوسرے نام بھی ہیں مثلاً صدف ساحر، اقصیٰ ملک اور بنت حوا مگر زبان زد عام اقصیٰ منظور ہی ہے۔ چاہنے والے کبھی والے پیار سے غصے سے دھونس سے بھی بلاتے ہیں۔ 21 جولائی کو چکوال کے ایک نواحی گاؤں سرکال ماہر میں میری پیدائش کا سانحہ رونما ہوا۔ ہم دو بہنیں دو بھائی ،اسٹار میرا سب سے ہونگا میری ہی طرح کینسر سرطان، ویسے میری سہیلیوں کا کہنا ہے کہ تم سارے اسٹارز کا مکسچر ہو کچھ کا فرمانا ہے کہ تمہارا تیرہواں اسٹار ہے۔ بولنے کی بے انتہا شوقین، بولتے ہوئے سانس لینا بھی بمشکل یاد رہتا ہے۔ کتابوں سے مجھے عشق ہے لگتا ہے ایسے ہی کسی دن اوراق میں الفاظ اوڑھ کے ہم سو جائیں گے۔ پرفیوم کی دیوانی ہوں۔ موسم خزاں کا بہت پسند ہے۔ خوبی تو شاید چراغ کیا سورج لے کر بھی ڈھونڈیں تو نہ ملے ہاں البتہ خامیاں آپ کو بغیر کسی تردد کے تھوک کے حساب سے ملیں گی۔ انا پرستی مجھ میں بہت زیادہ ہے۔ پھول مجھے سورج مکھی، فلپائن کا قومی پھول سمپاگت اور ٹیولپ کے بھاتے ہیں۔ پسندیدہ رنگ سفید، کالا اور تمام ہلکے رنگ۔ پھول، دھنک، بارش، تتلیاں، خواب، چاند ان چیزوں میں تو جان اٹکی ہے۔ اگر مجھے ایک شام کسی کے ساتھ گزارنے کا موقع ملے تو کچھ عرصہ پہلے اے حمید اور ابن انشاء اے کیو خان اور طارق اسماعیل ساگر کے ساتھ گزاروں گی۔ مجھے اپنا آپ دوسروں پر آشکار کرنا اچھا نہیں لگتا۔ ریڈیو سے والہانہ لگاؤ ہے اگر کبھی ریڈیو سے دور کرنے کی کوشش کی جائے تو پھر ہماری ہڑتال شروع تاوقتیکہ کارروائی ترک کردی جائے۔ حس مزاح بھی فراخی سے پائی ہے۔ پڑھے لکھے لوگ بہت انسپائر کرتے ہیں میں نے ایف اے کیا ہے سارا کریڈٹ والدہ محترمہ کو جاتا ہے انہی کی کوششوں سے یہ ممکن ہوا۔ آئی لو یو امی جی ارادہ جرنلسٹ بننے کا ہے آپ کی دعا چاہیے۔ میں ادھار رکھنے کی قائل نہیں نہ کسی کی طرف نہ اپنی طرف فوراً حساب بے باق کردیتی ہوں۔ اچھی آوازیں اور آنکھیں اٹریکٹ کرتی ہیں۔ پڑھنے کی بہت شوقین ہوں۔ چاہے وہ اخبار کا ٹکڑا ہی ہو چھوڑتا نہیں ہے۔ آنچل سے وابستگی بہت گہری ہے۔ ماشاءاللہ سب لکھاری اچھا لکھ رہی ہیں۔ سادگی کو ترجیح دیتی ہوں لڑکا ہوتی تو پائلٹ بنتی۔ محبت سے محبت کی حد تک بلکہ محبت سے بڑھ کر محبت ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے والہانہ عقیدت ہے۔ شخصیات کے حوالے سے بات کی جائے تو قائداعظم اور عطا اللہ شاہ بخاری کو آئیڈیلائز کرتی ہوں میری نیند تو مثال بن چکی ہے۔ میں گدھے گھوڑے کیا پورا اصطبل بیچ کر سوتی ہوں۔ محب وطن ہوں اور محبان وطن کو از حد چاہتی ہوں۔ سیر کے لیے مصر اور یونان جانا چاہتی

ہوں۔ مجھے فیس نیٹ کرتے ہیں محنت کشوں کے ہاتھ، سپاہی کا لہو، مصنف کا دل، صحافی کا قلم، مزدور کا پسینہ، وکیل کا کالا کوٹ، ابن آدم کی بار حیا سے جھکی آنکھیں، بنت حوا کے ڈھکے سر۔ دن گھنٹے نان اسٹاپ بول لیتی ہوں بہت سارے لوگوں نے کہا جو باتیں کرتی ہو وہ تمہیں دس سال بعد کرنی چاہیے تھیں۔ میں بہت بے پروا اور نالائق ہوں۔ مشغلہ وزیٹنگ کارڈ جمع کرنا، اگر کوئی اپنا وزیٹنگ کارڈ بھیجنا چاہے تو جی خوش آمدید۔ خواہشات عجیب سی ہیں بادلوں پر سائیکل چلانا، آسمان پر مارکر سے کچھ لکھنا، فرینڈز گرلز کلب بنانا، عمرو عیار سے ملنا، جن اور بھوتوں سے ملاقات، بس کے پیچھے لٹک کر سفر کرنا، گیلی ریت پر ننگے پاؤں ٹہلنا، ٹیلی پیتھی جاننا، بہت بڑی لائبریری کی ملکیت چہرے اور آنکھیں پڑھنا، پہاڑوں پر چڑھنا ایسے بندے سے ملاقات جو خالص اردو بولے۔ کشمیر اور بیت المقدس کی آزادی، میرا دیرینہ خواب ہے۔ سانپ بہت اچھے لگتے ہیں وطن سے شدید محبت ہے آپ سے بھی گزارش ہے کہ محبت کیجیے مگر رشتوں کی تخصیص کیے بغیر وطن کے وقار کا پاس رکھیے اور اپنے خیال کا دھیان رکھیے گا، اجازت دیجیے اللہ نگہبان۔

سمیرا تعبیر

آنچل کے تمام ہنستے مسکراتے چہروں کو اسلام علیکم، آپ فرینڈز اتنے حیران نا ہوں میں ابھی آپ کو اپنا تعارف کراتی ہوں ذرا سانس تو لینے دیں تو جی جناب میرا کیوٹ سا نیم ہے سمیرا تعبیر (پسند آیا نا) سب گھر والے پیار سے تابی کہتے ہیں۔ میری ڈیٹ آف برتھ 10 اکتوبر 1992ء ہے اور میرا تعلق شاہینوں کے شہر سرگودھا سے ہے۔ اسٹار میرا لبرا ہے لیکن میں اسٹار پر ذرا کم ہی یقین رکھتی ہوں ہم لوگ تین بہنیں پانچ بھائی ہیں ایک بھائی اور بہن کی شادی ہوچکی ہے بھائی سب جاب کرتے ہیں ابو بزنس مین ہیں میں سب سے چھوٹی ہوں بی اے کرنے کے بعد بہت مشکل سے کمپیوٹر کورس کرنے کی اجازت ملی ہے۔ اس شرط پر کہ جتنا پڑھ لیا ہے اتنا ہی کافی ہے ہم نے تم سے بزنس نہیں کروانا بہرحال آنچل سے میرا تعلق 8th کلاس سے ہے اور اب تک آنچل میرا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے۔ خامیاں تو میرے اندر بہت زیادہ ہیں اور خوبیاں تو سرے سے ہیں ہی نہیں یہ میری سسٹرز کا کہنا ہے۔ میری سب سے بڑی خامی کہ مجھے غصہ بہت زیادہ آتا ہے اور اتنا شدید آتا ہے کہ اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ مجھے جھوٹے حاسد تکبر کرنے والے اور دوسروں سے نفرت کرنے والے لوگ سخت ناپسند ہیں۔ میرے دل میں جو ہوتا ہے میں وہی کہہ دیتی ہوں چاہے اگلے بندے کو اچھا لگے یا برا اور ضدی تو میں انتہا درجے کی ہوں اگر کوئی چیز پسند آجائے تو اس وقت چین سے نہیں بیٹھتی جب تک اسے حاصل نا کرلوں مجھے کہیں آنے جانے کا شوق بالکل بھی نہیں ہے اگر کوئی کہیں جانے کا کہہ بھی دے تو میں فوراً سردرد کا بہانہ کردیتی ہوں جس پر سب سے ڈانٹ پڑتی ہے لیکن میں اس کو بھی دل میں انجوائے کرتی ہوں۔ کھانے میں مجھے بریانی، قیمہ کریلے، نرگسی کوفتے اور کڑھی بہت پسند ہے۔ مہندی بہت اچھی لگالیتی ہوں اگر آپ کو بھی لگوانا ہو تو آپ کے لیے فری ہے جیولری میں مجھے صرف ایئرنگز اور چوڑیاں

پسند ہیں لباس میں سادگی (جو کبھی پہنی نہیں ہے) اور دوپٹا شلوار قمیص پسند ہے۔ پسندیدہ رائٹرز کی فہرست میں ہر دل عزیز نام شامل ہیں سعدیہ امل، نازیہ کنول، اقرأ، عشنا کوثر، سمیرا شریف، ام مریم، عفت سحر، نبیلہ عزیز، آسیہ سلیم قریشی، رخ چوہدری، فائزہ افتخار، آمنہ، فرحت اشتیاق، نمرہ احمد، ماہا ملک اور نادیہ حسین، شاعری سے تو مجھے عشق ہے۔ پسندیدہ شعرا میں محسن نقوی، اعتبار ساجد، احمد فراز، منیر نیازی، امجد اسلام امجد، وصی شاہ، فرحت عباس شاہ، ارشد ملک، علامہ اقبال، سعدیہ امل اور نازیہ کنول شامل ہیں۔ ایف ایم 96 سننا تو میرا فیورٹ مشغلہ ہے۔ سلو اور سیڈ میوزک اچھا لگتا ہے۔ سنگرز میں عاطف اسلم، ابرار الحق، راحت فتح علی، احمد جہانزیب، وارث بیگ، فاخر ہارون، کمار سانو، سونو نگم ہیں۔ فیورٹ کلرز میں وائٹ براؤن پنک اینڈ پرپل کلر تو اس قدر اچھا لگتا ہے کہ آپ کہتی ہیں کسی دن اسی کلر کے ساتھ نکاح پڑھوا لینا۔ آئس کریم کی تو میں بہت زیادہ دیوانی ہوں بقول میرے بھائی کے اگر مجھے نیند میں بھی کھانے کی آفر کی جائے تو نیند میں بھی اٹھ کر کھانے چل دوں گی۔ مینگو، ونیلا، اسٹابری اور چاکلیٹ فلیور میں اچھی لگتی ہے۔ خوشبو گلاب اور مٹی کی بہت زیادہ پسند ہے پھولوں میں گلاب، چنبیلی اور موتیا کا اچھا لگتا ہے۔ موسم سردی، بہار اور برسات کا اچھا لگتا ہے۔ جنوری کی شامیں دسمبر کی راتیں اکتوبر کی صبحیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ جنجل جیسی اداس گہری سحر میں ڈوبی آنکھیں مجھے بہت اٹریکٹ کرتی ہیں۔ بارشوں میں بھیگنا، کھیلنا اور شرارتیں کرنا بہت اچھا لگتا ہے شہروں میں مری، سوات اور اسلام آباد بہت پسند ہیں بہت زیادہ حساس دل واقع ہوئی ہوں دوسروں کے دکھ پر میری آنکھیں بہت جلد آنسوؤں سے بھر آتی ہیں سب کا دکھ شیئر کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ مجھے چاندنی راتیں بہت کیوٹ لگتی ہیں جب میں اداس اور تنہا ہوتی ہوں تو چاند سے باتیں کر کے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی ہوں (ہوں نا پاگل)۔ اوکے جناب میرا بوریا بستر سمیٹنے کا وقت آ گیا ہے باتیں تو مجھے آپ سے ڈھیر ساری کرنی تھی لیکن کیا کروں میرا قلم وقت کی رفتار کے آگے بہت مجبور ہے۔ تعارف آپ کو کیسا لگا بتایئے گا ضرور۔ ہمیشہ مسکراتے رہیے کیونکہ مسکراہٹ کا آپ کی زندگی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اللہ حافظ۔

نورین شاہد

تمام آنچل اسٹاف و لکھنے اور پڑھنے والوں کو میرا سلام اور دعا امید کرتی ہوں کہ آپ سب ٹھیک ہوں گے میرا نام نوریشن شاہد ہے اور میں 30 جون 1993ء کی رات کو چاندنی بن کر (ہائے رے خوش فہمی) رحیم یار خان کے علاقے مد درباری میں پیدا ہوئی میرے دو بھائی بلال اور ابرار ہیں اور چار بہنیں نوشین، مہرین، فاریہ اور جویریہ ہیں سب کے سب مجھ سے چھوٹے ہیں میں سیکنڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ ہوں بلکہ تھی کیونکہ ایگزیم دے چکی ہوں پریکٹیکل باقی ہیں میرے امی اور ابو ہم سے بہت پیار کرتے ہیں اور ہمارا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اللہ انہیں لمبی عمر اور صحت و تندرستی عطا فرمائے آمین۔ میں نے آنچل دو سال پہلے پڑھنا شروع کیا۔ میرا پسندیدہ رنگ کالا، سفید اور فیروزی ہیں کھانے میں چاول، آلو اور امی

کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے پسند ہے میٹھے میں کسٹرڈ گلاب جامن اچھے لگتے ہیں مہندی لگانا اچھا لگتا ہے اور تھوڑی بہت لگا لیتی ہوں جیولری میں چین اور چوڑیاں اچھی لگتی ہیں اس کے علاوہ وہ چاند کو دیکھنا، ٹیرس پر کھڑے ہو کر چائے پینا، صبح سرسبز جگہ پر لمبی واک کرنا بارش کے موسم میں چائے، پکوڑے، آئس کریم اور کولڈ ڈرنک سے لطف اندوز ہونا (ارے یہ سب ایک ساتھ نہیں کھاؤں گی باری باری کھاتی ہوں) کھانا کھانے کے علاوہ کھانا پکا لیتی ہوں لیکن روٹی کے مختلف نقشے ہی ملتے ہیں خامیوں میں جلد غصہ کرنا اور باقاعدگی سے نماز نہ پڑھنا شامل ہیں۔ اور خوبی (بقول امی) ایک بھی نہیں ہے۔ میرے دوست بہت کم ہیں بنانا ہی نہیں آتے۔ ماریہ میری بہترین دوست ہے اس کے علاوہ تہمینہ جو ساتھ چھوڑ کے کبھی نا اور آسیہ ہیں۔ کزنز میں عائشہ اور آپی رافیہ ہیں ایف ایم بڑے شوق سے سنتی ہوں۔ مستقبل میں ایف ایم میں کام کرنے کی کوششیں جاری ہیں ڈائری بہت شوق سے لکھتی ہوں۔ تعارف کیسا لگا بتایئے گا ضرور۔ اللہ نگہبان۔

نوشین مشتاق

السلام علیکم! ویسے آپ میرا نام پڑھ تو چکے ہوں گے لیکن پھر بھی اپنا نام بتا ہی دیتی ہوں مجھے با بدولت کو نوشین مشتاق کہتے ہیں۔ 26 جون کو اس دنیا میں تشریف لاکر اس دنیا کو چار چاند لگا دیے۔ ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ فرسٹ ثمرین سیکنڈ میں پٹاخہ اور ایٹم بم اور تیسرے نمبر پر سمعیہ اور سب سے چھوٹا بھائی انس ہے۔ آنچل سے تین سال پرانا رشتہ ہے۔ میں نے اسے 9th کلاس میں پڑھنا شروع کیا تھا۔ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف مجھ میں خوبیاں تو کم ہیں لیکن خامیاں بہت زیادہ ہیں۔ اگر آپ پوچھتے ہیں تو بتا ہی دیتی ہوں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ میں دوسروں پر بڑی جلدی اعتبار کر لیتی ہوں۔ اگر کوئی کام میرے موڈ کے مطابق نہ ہو تو غصہ آ جاتا ہے اس لیے ایک دوست نے میرا نام چاچا جی رکھ دیا ہے اب آتے ہیں خوبیوں کی طرف۔ ہر کسی سے دوستی کرنا اچھا لگتا ہے جس سے میں ایک بار ملوں میں اس کو اپنا دوست بنا لیتی ہوں۔ دوسروں کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھ لیتی ہوں۔ لگتا ہے آپ میری باتوں سے بور ہونے لگے ہیں بس تھوڑا سا اور برداشت کر لیں میرا فیورٹ کلر پنک اور بلیک ہے ڈریس میں مجھے لمبی قمیص چوڑی دار پاجامہ پسند ہے۔ فراک اور ساڑھی بھی پسند ہے مجھے کھانے میں بریانی، چائنیز اور سبزی جو بھی ہو کھا لیتی ہوں۔ میٹھے میں آئس کریم اور رس ملائی پسند ہے۔ اجازت چاہتی ہوں۔ اللہ حافظ۔

نازیہ کنول نازی

ادارہ

وہ ایک خط جو تو نے لکھا ہی نہیں
میں روز بیٹھ کر اس کا جواب لکھتی ہوں

کمرے کی ملگجی سی روشنی میں، اپنے چاہنے والے قارئین کی ان گنت محبتوں کا سمندر سامنے پھیلائے، میں کھڑکی کے اس پار دھیرے دھیرے غروب ہوتے سورج کو دیکھ رہی ہوں اور یہ دل جو امت مسلمہ کے لیے درد سے چور ہے جانے کیوں اتنی بے شمار محبتوں کا سمندر سامنے پا کر بھی اداسی کے قلعے سے باہر نہیں آ رہا۔

قارئین بھارت میں اس وقت "مودی سرکار" حکومت بنا چکی ہے۔ وہ مودی سرکار کہ جس کی وزارت اعلیٰ میں بھارتی گجرات میں سیکڑوں معصوم اور نہتے مسلمانوں کو نہایت بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اسی ظلم کے پس منظر میں امریکہ جیسے ملک نے بھی مودی سرکار کی اپنے ملک میں داخلے پر پابندی عائد کر دی۔ اب وزیر اعظم بننے کے بعد اسی مودی سرکار کا آن دی ریکارڈ انٹرویو میں یہ کہنا ہے کہ اسے گجرات میں شہید ہونے والے سیکڑوں مسلمانوں کی شہادت کا اتنا ہی افسوس ہے جتنا کسی گاڑی کے ٹائر تلے آئے کتے کے مرنے کا، اس بیان میں آئندہ ہندوستان اور پاکستان کے مابین تعلقات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ہم کیسے مسلمان ہیں جو دشمن سے الفت کا دم بھرتے ہیں اور اپنوں سے جنگ کرتے ہیں وہ جو ہمارے محافظ ہیں جنہوں نے ہماری حفاظت کے لیے اپنی جانیں سرحدوں کے سپرد کر رکھی ہیں ہم امریکہ جیسے دشمن کے بہکاوے میں آ کر انہیں محافظوں کے لیے مشکلات کھڑی کر رہے ہیں۔ یہ کیسا جہاد ہے؟ اللہ وطن عزیز اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو اپنی پناہ و امان میں رکھے آمین۔

ماہ جولائی کے لیے میرے ہاتھ میں یہ سب سے پہلا خط۔ شاہ نکڈر سلانوالی سے بہت پیاری بہن فریحہ شبیر کا ہے آنچل کی معرفت اس ناچیز کے لیے انہوں نے بہت سے خوب صورت دیدہ زیب کارڈز بنا کر بھیجے ہیں بہت شکریہ فری، میں اکثر جب ایسے خط پڑھتی ہوں تو رو پڑتی ہوں کہ میرے مالک نے مجھ جیسی گناہ گار لڑکی کے لیے اپنے پیارے بندوں کے دلوں میں محبتوں کی شمعیں روشن کر رکھی ہیں فریحہ جس محبت اور دیوانگی کا آپ نے اپنے خط میں اظہار کیا ہے میں اس کا شکریہ تو ادا نہیں کر سکتی مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ اللہ آپ کو اس کا بہترین جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

آپ کی یہ بات بہت اچھی لگی کہ مجھ تک رسائی نہ ہونے کے باوجود آپ مایوس نہیں ہوئیں۔ اب آپ کے سوالات کی طرف۔

◉ فیس بک پر آپ کا جو آفیشل پیج ہے وہاں آپ سے بات کی جا سکتی ہے؟ میں اس پیج پر نہ کوئی کمنٹ کر سکتی ہوں نہ لکھ سکتی ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟

جاناں اس کی وجہ تو میری سمجھ سے بھی باہر ہے شاید پیج سیٹنگ میں کوئی مسئلہ ہو، بہرحال آپ ڈائریکٹ ان بکس میں اپنے پیغامات بھیج سکتی ہیں۔

◉ آپی کیا آپ نے کبھی اپنی ان فین گرلز کے متعلق ناول لکھنے کا سوچا جو آپ رائٹرز کے ناول ڈھونڈتے ڈھونڈتے خوار ہو جاتی ہیں جیسا کہ سرگودھا میں میری فرینڈ اور میرے ساتھ ہوا آپ کا ناول "اے محبت تیری خاطر" ڈھونڈتے ہوئے؟

ڈیئر فریحہ آپ کے سوال کو بہت انجوائے کیا ہے۔ ابتدا میں میں نے کچھ ایسے ناول لکھے تھے مگر اب کافی عرصے سے نہیں لکھا۔ ان شاء اللہ آئندہ کسی ناول میں ضرور تذکرہ کروں گی۔ آپ ڈائریکٹ پبلشر سے رابطہ کر لیں تو خوار ہونے کی مشقت سے بچا جا سکتا ہے۔ آپ کی بے لوث محبت اور دعاؤں کا بے حد شکریہ۔

لاکھوں کی گنتی مجھے آتی نہیں

پر دل کی ایک خواہش کہہ دوں
پانی کا ہر قطرہ اگر دعا بن جائے
تو تحفے میں تجھے سارا سمندر بھیج دوں

◉ جہانگیرہ ضلع پشاور سے محبت کی شیرنی میں ڈوبا خط ہے میری بہت پیاری دوست شہنیلا خان عرف شہنی خان کا جو خود بھی بہت اچھی لکھاری ہیں لکھتی ہیں۔

نازی سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ سے سوال پوچھوں یا اتنے خوب صورت شاندار ناولز تخلیق کرنے پر آپ کو خراج تحسین پیش کروں سب ناولز بے مثال ہیں چاہے وہ ریگ دشت فراق ہو یا وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا جھیل کنارہ کنکر ہو یا اے مژگان محبت، پتھروں کی پلکوں پر ہو یا اے محبت تیری خاطر آپ نے جب بھی لکھا جو بھی لکھا ہمیشہ شاندار لکھا میرے پاس تعریف کے لیے الفاظ نہیں، اگر میں کہوں کہ میں صرف اور صرف آپ کے ناولز کی وجہ سے آنچل خریدتی ہوں تو غلط نہ ہوگا۔ ایک نصیحت بھی کرنی ہے کہ پلیز جاناں اتنی نرم دل نہ بنیں کہ لوگ آپ کی پرخلوص محبت، بے ریا ہمدردی اور آپ کی نرم دلی سے ناجائز فائدہ اٹھائیں اور آپ کو ہرٹ کرتے رہیں اور پلیز کبھی بھی اپنا کوئی بھی ناول ڈراموں کے لیے مت دینا۔ کوئی اچھی سی بات یا نصیحت جو میں آپ کے حوالے سے اپنی ڈائری میں نوٹ کرسکوں ضرور کیجیے گا۔

عزیز از جان! آپ کے اتنے خوب صورت الفاظ اور محبت کے جواب میں، میں کیا کہوں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ جیسے دھوکہ قرض کی طرح ہوتا ہے ایسے محبت بھی قرض کی طرح ہوتی ہے اور میرے مالک کا مجھ پر یہ خاص کرم ہے کہ میرا دامن اس دولت سے بھرا ہے۔ میری ذات ان بے لوث محبتوں کے قابل نہیں ہے اس لیے میں کہوں گی۔

عزیز اتنا ہی رکھو کہ دل بہل جائے
اب اس قدر نہ چاہو کہ دم نکل جائے

جہاں تک ناولز کی پسندیدگی کی بات ہے تو میں اس کے لیے آپ کی شکر گزار ہوں میری بہنا جہاں تک خود کو بدلنے کی بات ہے تو شاید میں چاہ کر بھی ایسا نہ کرسکوں کہ یہ چیز میری مٹی کے اندر رچ بس گئی ہے۔ یہ جو محبت ہوتی ہے نا سنہری دنیا میں اس سے بڑا طاقت ور جذبہ دوسرا اور کوئی نہیں۔ بہرحال آپ نے ٹی وی ڈراموں کے لیے منع کیا ہے تو میری جان آپ خود اس کی گواہ ہیں کہ صرف آپ کے مان کو سلامت رکھنے کے لیے میں نے اے آر وائی، ہم اور جیو کے علاوہ اور بھی کتنے چینلز کو انکار کیا ہے۔ اگر کبھی ایسا ہوا تو آپ کی خوشی اور رضامندی کے بعد ہوگا۔ یہ وعدہ ہے آپ سے آپ کی محبت اور دعاؤں کا ایک مرتبہ پھر بے حد شکریہ۔

◉ عارف والا سے بہن عاصمہ لکھتی ہیں۔

لکھنے کے سفر میں کس نے آپ کا ساتھ دیا اور آپ کی رہنمائی کی؟

میرے اللہ نے اس کے بعد مجھے پڑھنے والے میرے قارئین نے۔ ان کے علاوہ الحمدللہ کسی کا سہارا نہیں لیا۔

آپی میں بھی آپ کی طرح بڑی رائٹر بننا چاہتی ہوں مگر بار بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تو کیا کرنا چاہیے، کیا ارادہ ترک کردینا چاہیے؟

ہرگز نہیں عاصمہ، آج کی نازیہ کنول نازی 2000ء میں درست لفظ لکھنے کے قابل بھی نہیں تھی۔ وہ پیسے جو مجھے جیب خرچ کے لیے ملتے تھے میں ان سے خط کے لفافے خرید لایا کرتی تھی۔ مجھے لکھنے کی ہوس تھی اور کوئی رہنما نہیں تھا سوائے میری مما کے، پتا نہیں کتنے عرصہ تک مجھے صرف ناکامیاں ملتی رہیں کیونکہ صحیح ایڈریس تک لکھنا نہیں آتا تھا کہ روزنامہ جنگ کے سنڈے میگزین کی طرف سے صفحہ انچارج جناب افسر خان ہزاروی صاحب کا موتیوں کی ہینڈ رائٹنگ میں لکھا ہوا مختصر سا خط مجھے آب حیات بن کر ملا اور اس کے بعد نازیہ نے کبھی ناکامیوں کی پروا نہیں کی شاید آپ نے سن رکھا ہو۔

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں

تو پیاری بہن وہ کامیابی ہی کیا جو بنا کسی ناکامی اور جدوجہد کے پلیٹ میں سجی سجائی مل جائے۔ اس لیے اپنا حوصلہ کبھی مت ہاریے ان شاءاللہ ایک دن ضرور کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گی۔

ہر انسان زندگی سے لڑتا ہے اور پیار بھی کرتا ہے کیا آپ کو کبھی اپنی زندگی بے معنی لگی؟

ہوں بھی کبھی، انسان کے اندر کے موسموں میں تغیر و تبدل سے احساسات میں بدلاؤ آتا رہتا ہے۔

اگر میں کہوں کہ میں آپ سے ملنا اور بات کرنا چاہتی ہوں تو کیا آپ میری یہ خواہش پوری کریں گی؟

آف کورس، بات تو آپ آنچل کے تھرو جب چاہیں کرسکتی ہیں ہاں ملنے کے لیے آپ کو خود آنا پڑے گا کیونکہ میں طویل سفر نہیں کرسکتی۔

آپ کی وہ کون سی ایسی کہانی ہے جو آپ کو لگتا ہو کہ یہی میری زندگی کی پہلی اور آخری کہانی ہے؟

"اسیر مژگان محبت"

آپ ایک حساس دل رکھنے والی مخلص لڑکی ہیں مجھے لگتا ہے آپ نے بہت گہری محبت کی ہے کیا محبت صرف ایک بار ہوتی ہے یا بار بار؟

محبت کسی ایسے جزیرے کا نام نہیں ہے عاصمہ جسے کوئی دریافت نہ کرسکے مگر جس کے قدم اس سرزمین پر پہلی بار پڑیں قدر اسی کی ہوتی ہے۔ بہت شکریہ آپ کی محبت اور دعاؤں کا۔

◉ روجین علی خان جہانگیرہ پشاور سے پوچھتی ہیں۔

اسلام علیکم ڈیئر نازی کیا حال ہیں مجھے اپنے بارے میں بتائیں پلیز؟

ڈیئر روجین الحمدللہ رب العزت کے کرم سے میں بخیر و عافیت ہوں دنیا میں شاید میں واحد لڑکی ہوں جسے اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں پتا۔

◉ حیات آباد پشاور سے عمارہ شاہ پوچھتی ہیں۔

کنول آپی مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ آپ کی تحریروں میں اتنی گہرائی کیوں ہوتی ہے جیسے یہ سب حقیقت میں ہوا ہے؟

آپ کی محبت ہے عمارہ ڈیئر جو آپ کو ایسا محسوس ہوتا ہے ورنہ میں تو کوئی ایسا کمال نہیں کرتی اصل میں یہ سب ہمارے اندر کے محسوسات پر ہوتا ہے کہ ہم نے کسی تحریر کو کیسے لینا ہے آپ نے اتنی گہرائی سے سمجھا اور محسوس کیا آپ کا بے حد شکریہ چندا۔

◉ عائشہ خان لکھتی ہیں کیا حال ہے نازی، مجھے آنچل پڑھتے ہوئے پانچ سال ہوگئے ہیں آپ کی کہانیاں اور ناول مجھے بے حد پسند ہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ماہ سے آنچل اپ لوڈ نہیں ہو رہا۔ مطلب اسٹوری اپ لوڈ نہیں ہوتی اور جو مکمل ناول دیے گئے ہیں وہ بھی نہیں پڑھے جاتے کیا آپ بتاسکتی ہیں کہ ایسا کیوں ہے؟

پیاری عائشہ خان آپ کی محبت اور پسندیدگی کا بے حد شکریہ آنچل سے متعلق آپ کی شکایت متعلقہ احکام تک پہنچادی ہے ان شاء اللہ بہت جلد آپ پہلے کی طرح آنچل کی ویب سائٹ پر ناول پڑھ سکیں گی۔

◉ نامعلوم مقام سے آرزو چوہدری اور کوٹلا سے میرب چوہدری کا سوال۔

آپی آپ اتنی اداس کیوں رہتی ہیں؟

آرزو اینڈ میرب جاناں

اداسیوں کا کوئی ہو سبب تو بتلائیں
کہ ہم اداس کبھی بے سبب بھی رہتے ہیں

کیا آپ کو محبت پر یقین ہے؟

جی ہاں مگر آج کل کی محبت پر نہیں۔

آپ کا بیسٹ فرینڈ کون ہے؟

جو بھی خلوص دل سے مل کر ملے۔ ان کے علاوہ جن کی دوستی میری زندگی کا سرمایہ ہے ان میں شبنم خان، کیفیہ خان، ایس اے شہزادی، حمیرا ندیم نفیس اور نوشین ابرار نوشی شامل ہیں۔

◉ راولپنڈی سے بہت پیاری بہن "شاہ زندگی" کا خط میری آنکھوں کے سامنے ہے بہت محبت اور خلوص سے لکھا گیا خط بے حد شکریہ زندگی لکھتی ہیں۔

دوست آپ بہت مغرور ہوگئی ہیں اتنے خط لکھے مگر کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔ خیر تو ہے۔ جھیل کنارہ کنکر بہت زبردست تھا مبارک باد قبول کریں اور نیا ناول جلدی لکھیں آنکھیں تھک گئی ہیں انتظار کرتے کرتے آنچل میں آپ کی کمی بہت شدت سے محسوس ہوتی ہے آپ اللہ سے دعا کرنا کہ میری دعا قبول کرلے اور مجھے معاف کردے اور اسی سے

کیسے گا آپ کی ایک بیٹی آپ سے بہت دور رہتی ہے جسے زندگی اور رشتوں پر بھروسہ تھا مگر ان رشتوں نے اسے بکھیر کر رکھ دیا ہے۔
پیاری زندگی! میں آپ کی زندگی کی الجھنوں کے بارے میں تو نہیں جانتی۔ مگر آپ بہت پیارے خوب صورت دل کی مالک ہو اس سے پہلے آپ کا کوئی خط ہی نہیں ملا تو جواب کیسے دیتی میری جان؟ یہ خط بھی لیٹ ملا ہے آنچل میں میری تحریروں کے لیے آپ کا انتظار ختم ہوا۔ میری امی کی طرف سے آپ کے لیے ڈھیر سارا پیار اور دعائیں۔
چشتیاں منڈی سے بہت پیاری دوست حمیرا ندیم نفیس کے شرارتی سوالات۔
شادی کب تک کریں گی اور اپنے لائف پارٹنر کے بارے میں کیا سوچا ہے کہ کیسا ہوگا؟
حمیرا ڈیئر کی بات بتاؤں تو مجھے لگتا ہے جیسے میرے ہاتھ میں شادی کی لکیر ہی نہیں ہے۔ کیونکہ جیسا لائف پارٹنر میں چاہتی ہوں ویسا آج کے اس مصنوعی اور مادی جذبوں کے دور میں تو کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ میں بہت نیچرل اور رومانوی لڑکی ہوں ٹوٹ کر پیار کرنے والی سو اس سوال کو ابھی رہنے دیں ویسے بھی لائف پارٹنر کے لیے مجھے آرمی سے منسلک کسی شخص کی خواہش ہے۔
کھانے میں کیا پسند ہے اور لیڈیز شاپنگ کا جنون کس حد تک ہے؟
کھانے میں گوشت کے ساتھ جو مرضی بن جائے مجھے پسند ہے مگر شاپنگ کا جنون نہیں لہٰذا سال ہا سال گزر جاتے ہیں میں بازار نہیں جاتی۔ ضرورت کی چیزیں بھی گھر والوں سے منگوالیتی ہوں۔
اچانک لائٹ چلی جائے تو آپ کے منہ سے بے ساختگی میں کیا نکلتا ہے؟
ڈیئر حمیرا، ہمارے گھر میں میرے بھائی نے یو پی ایس اور سولر کا ایسا سسٹم سیٹ کر رکھا ہے کہ لائٹ جانے کا پتا نہیں چلتا پھر بھی کبھی ایسا ہو تو میرے منہ سے یہی جملہ نکلتا ہے۔
"اُف اللہ، لائٹ کو بھی ابھی جانا تھا۔"

اگر کوئی فقیر یا ضرورت مند راستے میں مل جائے تو کم از کم کتنی بھیک دیتی ہیں؟
حمیرا، میں نے آج تک کبھی کسی کو بھیک سمجھ کر کچھ نہیں دیا، نہ ہی کبھی گنتی کر کے دیتی ہوں، پچاس سے کم کبھی نہیں دیتی میں ہمیشہ۔ جب بھی کسی کو کچھ دیتی ہوں تو اسی نیت اور سوچ کو مدنظر رکھ کر دیتی ہوں کہ یہ پیسے اللہ نے اپنے اسی بندے تک پہنچانے کے لیے دیے تھے اس میں میرا کوئی عمل دخل نہیں۔
ڈوگہ گجرات سے آنسہ کا سوال ہے۔
آپی جب آپ کی پہلی کہانی شائع ہوئی تو اس وقت آپ کے کیا تاثرات تھے؟
پیاری آنسہ، میری پہلی باقاعدہ کہانی جو شائع ہوئی وہ تھی "تیرا پیار نہیں بھولے" یہ ماہنامہ جواب عرض میں شائع ہوئی تھی۔ میں اس وقت اپنی ماں کے ساتھ اپنی ممانی کے گھر شادی کی تقریب کے سلسلے میں گئی ہوئی تھی اور میرے کزن جاوید نے مجھے اس کہانی کے شائع ہونے کا بتایا تھا۔ مجھے لگا جیسے میرا وجود ہوا میں تحلیل ہوگیا ہو۔ کزن نے مجھے اسی وقت جواب عرض لا کر دیا اور میں لوڈشیڈنگ میں بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بار بار اپنی کہانی پڑھتی رہی تھی وہ فیلنگز وہ احساسات بیان کیسے نہیں جاسکتے یار۔
آپ کا پسندیدہ ناول؟
پیر کامل، عشق آتش، امربیل، متاع جاں ہے تو، قراقرم کا تاج محل، لاحاصل، دربار دل، محبت دل پہ دستک، جنت کے پتے، وغیرہ وغیرہ۔
کوئی ایسی خواہش جو ابھی تک تکمیل نہ پاسکی؟
بہت ساری خواہشیں ہیں یار، کیا کیا شیئر کروں؟
میرے لیے کوئی اچھی سی دعا؟
اللہ آپ کا نصیب اچھا کرے اور آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دے آمین۔
چنیوٹ سے دل کش مریم لکھتی ہیں؟
پیاری نازیہ کنول نازی سب سے پہلے میری طرف سے حقیقت پر مبنی کہانیاں لکھنے پر مبارک باد قبول کریں۔

(کرلی جاناں) بہت شکریہ اب آپ کے سوالات کی طرف۔

آپ مزاجاً کیسی ہیں اور غصے میں آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

ڈیئر مریم

غصے میں میرا ردعمل بچپن میں تو یہ ہوتا تھا کہ اپنا بازو کاٹ لیتی تھی بہت شدت سے اب یہ ہے کہ چپ چاپ رونے لگ جاتی ہوں۔

کس مزاج کے اور کیسے لوگ پسند ہیں؟

سادہ، مخلص، ایمان دار اور سچے لوگ بے حد پسند ہیں جھوٹے اور منافق لوگوں کو میں بالکل پسند نہیں کرتی۔

آپ اپنے معاملات میں کس حد تک آزاد ہیں؟

جس حد تک میرے مذہب اور میری فیملی نے مجھے آزادی دی ہوئی ہے الحمدللہ۔

آج کے دور میں اپنی فیملی کے علاوہ اور کس پر بھروسہ کرسکتی ہیں؟

مریم ڈیئر دھوکہ اور فریب آکاس بیل کی طرح ہمارے ارد گرد اتنا پھیل گیا ہے کہ اب خود اپنے سائے پر بھی اعتبار کرنے کو دل نہیں کرتا۔ پھر بھی میں ہر کسی پر بھروسہ کرلیتی ہوں اور چونکہ میرا دل صاف ہے اس لیے آج تک الحمدللہ کبھی نقصان نہیں ہوا۔

آپ کی محبت اور دعاؤں کا بے حد شکریہ۔

◉ میرے پاس ایک طویل خط بہن عشرت محمد اسلم کا ہے۔

نازیہ جی یہ دنیا فانی ہے مگر اس فانی دنیا میں آپ حوا کی بیٹیوں کے لیے کچھ ایسا لکھیں جس سے انسانی سوچ میں وسعت پیدا ہو کیونکہ آپ کی شاعری اور کہانیوں میں ایک عورت کا درد شامل ہوتا ہے۔

میں شادی شدہ ہوں اور شادی شدہ لڑکیوں کی پابند زندگی سے آپ بخوبی واقف ہوں گی یہاں سسرال میں عورت صرف ایک غلام اور مرد کے لیے صرف ایک کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی نازیہ جی پلیز میری کامیاب ازدواجی زندگی کے لیے ضرور دعا کیجیے گا۔

پیاری عشرت مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کا پورا خط شامل نہیں کرسکتی۔ کاش میرے بس میں ہوتا تو میں آپ کے شوہر اور سسرال والوں کا دل آپ کی محبت سے بھر دیتی۔ دعا ہے اللہ آپ کو زندگی کی ہر خوشی نصیب کرے آمین۔

آپ کا ہر ناول "پتھروں" سے شروع ہو کر پتھروں پر ہی ختم ہوتا ہے اس کی کوئی خاص وجہ، جبکہ انفرادی طور پر ہر ناول الگ ہی تاثیر رکھتا ہے؟

عشرت ڈیئر مجھے پتھر پسند ہیں شاید اسی لیے یہ میری تحریروں میں بھی آجاتے ہیں ناولز کی پسندیدگی کے لیے بے حد شکریہ۔

نازیہ باجی آپ کے کتنے ناولز کتابی شکل میں آچکے ہیں اور کہاں مل سکتے ہیں؟

ڈیئر میں نے اب تک جتنے بھی ناولز لکھے ہیں سب کتابی شکل میں آچکے ہیں مختلف اداروں سے آنچل میں شائع ہونے والے ناولز کتابی شکل میں بھی دستیاب ہیں وہ اس جگہ پر دستیاب ہیں۔

القریش پبلی کیشنز، سرکلر روڈ، چوک اردو بازار لاہور،
042-37652546

نازیہ آپ آنچل کی سپرہٹ رائٹر ہیں دوبارہ انٹری کب دیں گی؟ اور مستقبل میں اپنی لائف سے متعلق کیا ارادے ہیں؟

ہاہاہا، بہت شکریہ عشرت آپ نے اتنا بڑا ایوارڈ دیا۔ مستقبل میں الحمدللہ میرے ارادے تو نیک ہی ہیں باقی جو اللہ کی مرضی۔

نازیہ آپ اپنی ہر تحریر میں عورت کے لیے بہت درد رکھتی ہیں یہ حقیقی اور ازدواجی زندگی سے کتنی مطابقت رکھتی ہیں کچھ اپنی نجی زندگی کے بارے میں بھی تفصیلاً بتائیں پلیز۔

پیاری عشرت آپ کا یہ سوال مجھ پر ادھار ہاں ان شاءاللہ اگلی کسی نشست میں ضرور فرصت سے جواب دوں گی۔ بہت شکریہ

◉ دبئی سے عباس بھٹی کا سوال آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہے اگر بولا ہے تو کس سے اور کیا جھوٹ بولا تھا؟

دانستہ ایسا کبھی نہیں ہوا اگر ہوا ہو تو یاد نہیں ہے۔

◉ دبئی سے ہی بہت پیارے بھائی ملک سلیم اور ان کی اہلیہ کا سوال ہے۔

زندگی میں عزت شہرت اور دولت کے بعد کس چیز کی کمی محسوس کرتی ہیں؟

طاقت کی، ایسی طاقت کی کہ جس سے میں ہر قسم کے شر اور ظلم کا خاتمہ کرسکوں۔

◉ اسلام آباد سے حیا سکندر پوچھتی ہیں۔

بچپن میں آپ کی کیا خواہش تھی کہ بڑی ہوکر کیا بنیں گی؟

ڈیئر حیا جب میں بہت چھوٹی تھی تو میری پائلٹ بننے کی خواہش تھی مگر یہ خواہش پوری نہ ہوسکی پھر لڑکپن میں میری خواہش ڈاکٹر یا وکیل بننے کی تھی۔ اس کے لیے میری اساتذہ نے میرا ذہن بنایا تھا کیونکہ میں بہت ذہین و فطین ہونے کے ساتھ ساتھ بے حساس بھی مگر میری ایک دوست نے ڈرا دیا کہ اگر تم میڈیکل لائن میں گئیں تو پھر دن رات بس پڑھنا ہی پڑھنا ہوگا۔ میں سو ڈی لڑکی تھی ہر وقت پڑھنے کو پسند نہیں کرتی سو اپنی اساتذہ کی ڈانٹ سن لی ان کو ناراض کردیا مگر میڈیکل لائن میں نہیں گئی وکیل میرے بھائی نے مجھے نہیں بننے دیا۔

رائٹنگ کی فیلڈ کی طرف کیسے آئیں، کوئی واقعہ یا حادثہ سبب بنا؟

جی نہیں الحمدللہ ایسا کوئی معاملہ نہیں ہوا یہ میرا فطری شوق اور جنون تھا کہ مجھے عام انسانوں کی طرح گمنامی کی موت نہیں مرنا۔ میں اگر دنیا سے جاؤں تو صرف میرے گھر والے ہی مجھے نہ روئیں اور بھی لوگ ہوں جن کو یہ پتا ہو کہ میں دنیا میں آئی تھی اور چلی گئی تو بس یہی خواہش اس فیلڈ کی طرف لانے کا سبب بنی۔

◉ کراچی سے ہمارے آرمی آفیسر محمد کلیم پوچھتے ہیں۔

اپنی فیملی میں سب سے زیادہ کس سے کلوز ہیں؟

اپنی ماں سے اس کے بعد اپنے بڑے بھائی سے۔

آپ کے ناولز میں آپ کا فیورٹ کریکٹر اور اس کی پسندیدگی کی وجہ؟

"ارے مژگان محبت" کا ارش احمر میرا فیورٹ کردار تھا کیونکہ اس نے ذرنیلا یعنی ایک عورت کی نفسیات کو سمجھ کر اس سے محبت نبھائی تھی۔

◉ نامعلوم مقام سے ذویا شاہ کا خط ملا پوچھتی ہیں۔

رائٹر بننے کے لیے کیا چیز سب سے زیادہ ضروری ہے؟

حساسیت، علم، معلومات، عاجزی اور ایک بہت خوب صورت گداز دل۔

آپ کی کہانیوں میں ہیروز اتنا روتے کیوں ہیں؟ مجھے نہیں لگتا کہ لڑکے محبت کرسکتے ہیں اور محبت نہ ملنے پر رو سکتے ہیں؟

یار لڑکوں کی محبت کے معاملے میں میرے خیالات بھی آپ سے مختلف نہیں، مگر شاید ہم غلط ہیں کیونکہ محبت مرد اور عورت سے بالاتر جذبہ ہے۔ مردوں میں چونکہ قوت برداشت زیادہ ہوتی ہے تو وہ عورتوں کی طرح اپنے دکھ درد کا واویلا نہیں کرتے برداشت کرجاتے ہیں ویسے میرے نظریے کے مطابق عورت زیادہ مخلص اور ایمان دار ہوتی ہے محبت کے معاملے میں۔

ہمارے ملک میں کیا ایسی تبدیلی آئے کہ جس سے دہشت گردی ختم ہوجائے ہمیشہ کے لیے؟

بہت خوب صورت اور دلچسپ سوال زویا، ہمارے ملک کو اس وقت ایک مدبر اور صالح قیادت کی اشد ضرورت ہے جو نڈر اور بے باک ہو۔ بالکل فرانس کے صدر "ڈیگال" کی طرح اس سرزمین سے مخلص ہو۔ اس وقت دہشت گردی سمیت تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اسلامی قوانین کے نافذ ہونے میں ہے۔

آپ کے بے حد خوب صورت اور دلچسپ سوالات کے لیے آپ کا بے حد شکریہ ذویا اللہ آپ کو خوش رکھے آمین۔

اور میرے پاس اس نشست کا سب سے آخری بے حد خوب صورت خط پیاری بہن ایمان فاطمہ کا فتح پور آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں۔

نازیہ جی میں آپ کو سلام پیش کرتی ہوں جو آپ نے بلال مسجد کے لیے لکھا میں اس کاوش کے لیے کوئی ری گارڈ آپ کو دوں تو خود کو خالی پاتی ہوں۔ میں آپ کی فین نہیں ہوں لیکن مجھے لگتا ہے میرا بہت گہرا تعلق ہے آپ سے مجھے آپ کے

اندر تاحد نظر پھیلی ہوئی اداسی سے عشق ہے۔

پیاری بہن ایمان فاطمہ لفظ جادو ہوتے ہیں اور یہ انسان کو اپنے سحر میں جکڑ لیتے ہیں آپ نے میرے لیے اتنے خوب صورت لفظ لکھے آپ کا بے حد شکریہ۔

اب آپ کے سوالات کے جوابات کی طرف آتی ہوں آپ کا پہلا سوال۔

نازیہ کنول نازی کو آپ کس طرح سے ایکسپلین کریں گی؟

میں اپنی نظر سے خود کو دیکھوں تو تن صحرا کے اندر کہیں کوئی سسکی رل رہی ہے۔ سیمنٹ پتھر سے سے بھی زیادہ مضبوط ذات کے قلعے میں زندہ چنی ہوئی کوئی انارکلی سسکتی پھر رہی ہے۔ ضرورت سے زیادہ حساس، سادہ، مخلص اور تنہائی پسند ہوں عزت نفس پر ضرب کسی صورت گوارا نہیں خودداری کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ اپنی ذات سے کسی کو بھی تکلیف دینا یا نقصان پہنچانا پسند نہیں۔ مستقل مزاج بالکل بھی نہیں۔ بہادر اتنی ہوں کہ حق بات کے لیے ساری دنیا سے لڑ سکتی ہوں مگر بزدل ایسی کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رو پڑتی ہوں۔

وہ لمحہ جب آپ نے خود کو بے بس پایا اور سب نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا، کیسے اس وقت آپ نے خود کو سہارا دیا؟

میری زندگی میں بہت بار ایسے لمحے آئے وہ لمحہ جب میرے اپنے خون کے رشتوں نے میرے بے مثال بھائی پر خالی چیک کا جھوٹا کیس بنوایا اس وقت میری ماں کے پاس ان کی سسکیاں سننے کے لیے میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ کوئی نہیں تھا اس وقت میرے ساتھ جو میرا حوصلہ بندھاتا سوائے میرے رب کی پاک ذات اور میرے پیارے آنچل کے۔

ایک طرف دنیا کے سارے شیطان تھے اور دوسری طرف صرف اپنے کمرے کی چار دیواری میں قید رہنے والی اکیس بائیس سالہ لڑکی جسے دنیا کا پتا ہی نہیں تھا تب میں نے خود کو بہت بے بس پایا تھا مگر میری زندگی کے اس موڑ پر بھی میرے اللہ نے مجھے بے آسرا نہیں چھوڑا۔

دوسرا لمحہ جو ناقابل فراموش رہا وہ اس وقت آیا جب اپنوں کی شیطانی کے باعث بھائی کو ملنے والی اذیت نے میری ماں کو اندر سے نچوڑ لیا اور وہ HODGING LAPHOMA کی گرفت میں آ گئیں۔ تب بھی میرے ساتھ سوائے میری دوستوں کی محبت اور دعاؤں کے اور میرے پیارے آنچل کی طرف سے ہمت افزائی کے اور کوئی نہیں تھا۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بہن بھائی جن کے لیے گھر کی چار دیواری ہی کل دنیا تھی اور میں تھی سب میری طرف آنسوؤں بھری مظلوم نگاہوں سے دیکھتے تھے کہ میں ان کی ماں ہوں، جو ان کے لیے دنیا میں جینے کا واحد رشتہ ہے بچا سکتی ہوں اور میں تڑپ کر رہ جاتی تھی۔

کوئی اس وقت دیکھتا ساری دنیا کے دلوں پر راج کرنے والی نازیہ کنول نازی شفاف سڑکوں پر سسکتی پھر رہی تھی۔ مگر ایک مرتبہ پھر مالک نے ایسے مجھے سرخرو کیا کہ میرا ایک ایک سانس اس مالک دو جہاں کے حضور اس کے شکرانے میں جکڑ گیا الحمدللہ۔

جہاں تک خود کو سہارا دینے کی بات ہے تو مجھے ہمیشہ اپنے رب پر کامل یقین ہوتا ہے کہ وہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔

وہ لمحہ جب آپ کو پتا چلا کہ آپ کی ماما صحت مند ہوگئی ہیں اس وقت آپ کی کیا کیفیت تھی؟

مت پوچھو یار جیسے بیابان صحرا میں سالوں پیدل چلتے کسی مسافر کو ٹھنڈے میٹھے پانی کی جھیل نظر آ جائے جیسے موت کے منہ میں جاتے کسی مریض کو زندگی کی نوید مل جائے بالکل ایسا ہی حال میرا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا میں اپنی ماما کے معالج ڈاکٹر کے ہاتھ چوم لوں۔ میں نے اپنی ساری کتابیں انہیں دے دیں۔ میری قابل فخر دوست بہن شفیع اس وقت بہاولپور کی سڑکوں پر قدم بقدم میرے ساتھ رہیں۔

میرے بارے میں آپ کی رائے۔ مجھ میں اور آپ میں کیا مشترک ہے؟

درد...... تنہائی...... اداسی بہت شکریہ ایمان آپ کی محبتوں اور پرخلوص دعاؤں کا۔

(باقی خطوط کے جوابات ان شاءاللہ آئندہ ماہ)
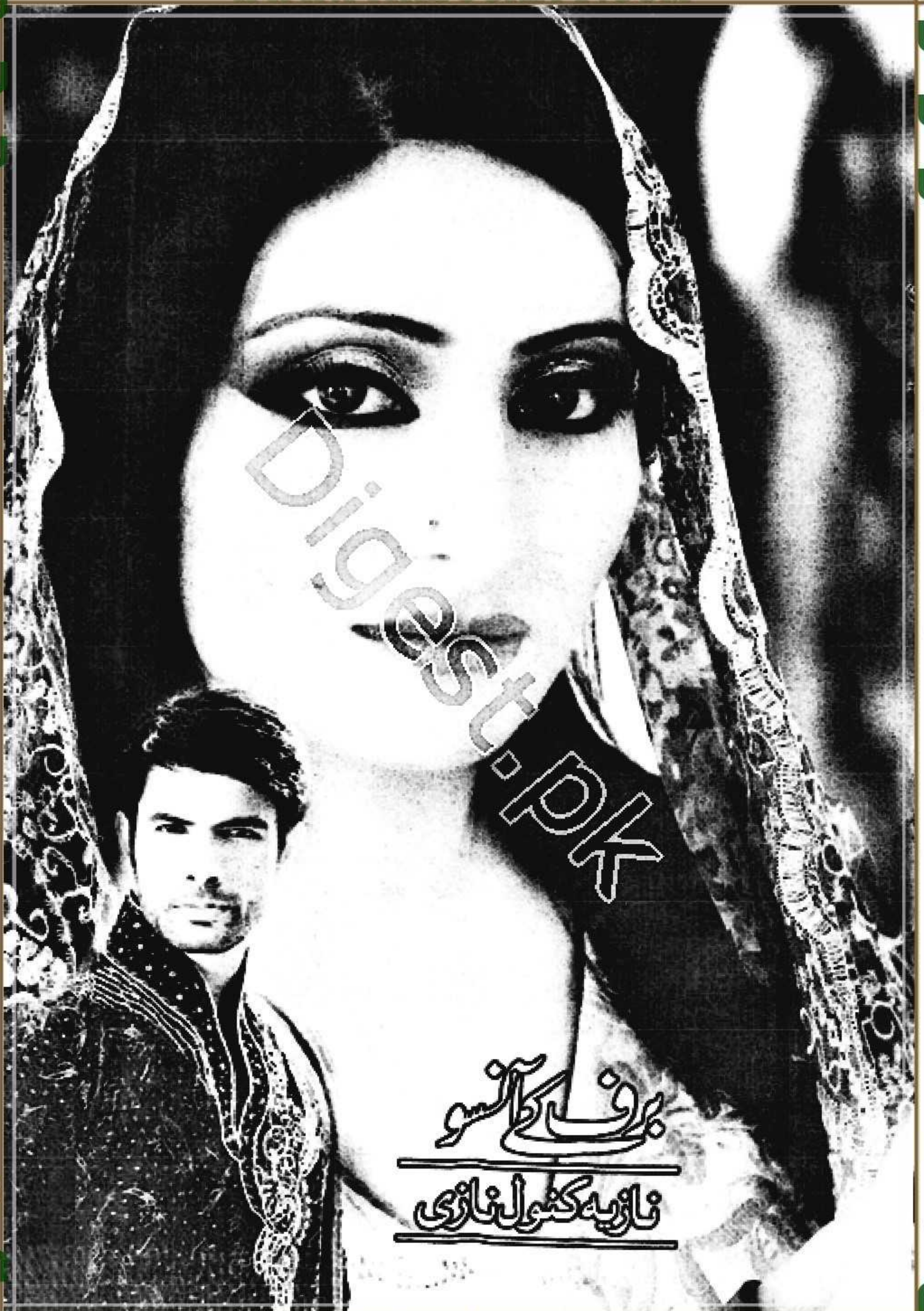
برف کے آنسو
نازیہ کنول نازی

احساس کی خوشبو کہاں، آواز کے جگنو کہاں
خاموش یادوں کے سوا گھر میں رہا کچھ بھی نہیں
سوچا تجھے، دیکھا تجھے، چاہا تجھے، پُوجا تجھے
میری خطا، میری وفا، تیری خطا کچھ بھی نہیں

میں رکھ جاؤں گا اپنی دھڑکنیں اس خالی کمرے میں
خاموشی سے انہیں سننا بھی تحریر کرلینا
ہوا جب کھڑکیوں پردستکیں دے روشنی جھانکے
کسی کاغذ پر میری یاد تحریر کرلینا
یہ سارے کام مشکل ہیں یہ سب تم کرنہ پاؤ گی
نہ خود کو پیار میں میرے بھی زنجیر کرلینا
اڑا دینا میری سب دھڑکنوں کو کھول کر کھڑکی سے
نکل جانا کہیں باہر کسی بازار میں
لوگوں کے ریلے میں
جہاں بس شور ہو ہنگامہ ہو اک بھیڑ ہو بے قابو لوگوں کی
سنو......
یہ کمرا چھوڑ جانا اور......
میری یادوں کے اس آسیب جنگل میں
کبھی واپس نہ آنا......!

رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی۔ پیاس کی شدت سے بے حال عائزہ کی آنکھ کھلی تو اس کا پورا وجود تیز بخار میں جل رہا تھا' پچھلی دو راتیں مسلسل جاگ کر رونے کے بعد آج بمشکل اسے نیند آئی تھی۔ پانی کی طلب میں وہ بیڈ سے اٹھی اور پھر چکرا کر گر پڑی تھی۔ کمرا روشن تھا مگر اس کے باوجود اسے کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی صرف دس دن رہ گئے تھے اس کی شادی میں مگر اسے لگ رہا تھا گزرتا ہر لمحہ جیسے اسے موت کی طرف دھکیل رہا ہو جیسے دس دن بعد وہ سسرال نہیں قبر میں جا رہی ہو۔

سندان حسن کی غیر متوقع بے وفائی کے بعد اس میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ اس قدر جلد اس شادی کو ذہنی طور پر قبول کرسکتی' نتیجہ اس کے تیز بخار کی صورت میں نکلا تھا' جو اگلے چند روز میں ٹائیفائیڈ میں تبدیل ہوگیا اور بھی مجبوراً اسے ہسپتال میں ایڈمٹ کروانا پڑا تھا عین دو روز قبل اس کی حالت کے پیش نظر اس کی شادی ملتوی کردی گئی تھی۔

زعیم کو اس کے سارے حالات کا پتا تھا' گاؤں میں ہو کر بھی اسے اس کی پل پل کی رپورٹ ملتی رہتی تھی۔ یہ وہی تھا جس نے سندان حسن کا سارا بائیو ڈیٹا نکلوا کر اس کی گزری ہوئی زندگی کے بارے میں مکمل چھان بین کی تھی اور تبھی اسے سندان کی زندگی کے ایک بدنصیب کردار ثانیہ نصیر اور اس کی بہن زرنگار کا پتا چلا تھا۔ شہر میں زرنگار تک رسائی اور پھر اسے سندان حسن سے شادی پر راضی کرنے والا وہی تھا۔ زرنگار کا مقصد صرف سندان کی بربادی اور اس سے انتقام تھا اور زعیم نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ اس معاملے میں آخری حد تک اسے سپورٹ کرے گا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یہ سب کیوں کر رہا ہے مگر وہ اتنا ضرور جانتا تھا کہ اس کے لیے عائزہ ملک کی ذات سے دستبردار ہوجانا اتنا آسان نہیں تھا۔

وہ اس کی محبت نہیں تھی نہ ہی اس کے لیے دنیا کی آخری لڑکی تھی مگر پھر بھی وہ ہر صورت اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ چاہے اس کے لیے اسے کسی بھی حد تک جانا پڑتا کیونکہ پہلے وہ صرف اس کے ماں باپ کی خواہش تھی مگر اب اس کے لیے ایک ضد بن گئی تھی۔

❁......❁......❁

کمرے میں گمبھیر خاموشی کا راج تھا۔ زرغلا کے دونوں بچے باپ کی آغوش میں سو چکے تھے مگر اس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ ریان ملک کے پیار کی شدت اور اس کی طلب نے اسے بے قرار کر رکھا تھا۔ ابھی تین روز قبل وہ اپنے شوہر کے ہاتھوں پکڑی گئی تھی اور زندگی میں پہلی بار اس نے اسے بہت مارا تھا' وہ بوڑھا ہو چکا تھا مگر پھر بھی اس کے

بازوؤں میں بہت طاقت تھی۔

زرنیلا کی ہر نادانی سے باخبر ہو کر بھی اس نے کبھی اسے تکلیف نہیں دی تھی وہ خوب صورت نہیں تھا اسے اس بات کا احساس تھا مگر اس نے زرنیلا کے مشکل حالات میں اس کی اور گھر والوں کی مدد کرنے کے بعد اس کی رضامندی سے اسے اپنی زندگی میں شامل کیا تھا وہ بہت زیادہ حساس اور ذمہ دار انسان تھا۔

زندگی میں بہت زیادہ محنت اور تنہائی نے اسے وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا مگر اب بھی اس کے نام اور دولت کی وجہ سے بہت سی لڑکیاں اس سے شادی کی خواہش مند تھیں تاہم اس نے زرنیلا کے سوا کبھی کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔

وہ ایک صلح جو اور ایماندار انسان تھا اسے زرنیلا کے ساتھ ساتھ اپنے دونوں بچوں سے بھی بے تحاشا محبت تھی صرف ان کے سکون کے لیے اس نے کبھی زرنیلا سے جھگڑا نہیں کیا تھا مگر اس کے باوجود وہ اس سے خوش نہیں تھی اور کیوں خوش نہیں تھی وہ جانتا تھا مگر اپنی صورت کو بدلنا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

وہ اس کی عزت کرتا تھا اور اسے زندگی کی ہر خوشی دینے کی پوری کوشش کی تھی اس کے باوجود زرنیلا نے چور راستے تلاش کر لیے تھے بے شک وہ ان عورتوں میں سے تھی جن کی خواہشات اور ہوس کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

جس رات وہ گھر سے بھاگی تھی اس رات وہ بہت رویا تھا۔ اسے اپنے بچے بہت یاد آ رہے تھے وہ زرنیلا کی نادانیوں کی وجہ سے اپنے بچوں کو نہیں کھونا چاہتا تھا اسے اپنے بچوں کو بہترین تعلیم اور شاندار مستقبل دینا تھا تبھی زرنیلا کی بازیابی کے بعد اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب پاکستان میں نہیں رہے گا۔

اس رات سونے سے پہلے اس نے زرنیلا کو بتایا تھا کہ وہ باہر سیٹل ہو رہا ہے اور اس بار زرنیلا بچوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے اس کے ساتھ رہے گی تبھی وہ بے چین ہو کر رو رہی تھی۔ پہلے کی بات اور تھی مگر اب وہ ریان کے اتنی قریب آ چکی تھی کہ اس سے جدائی کا تصور ہی اس کے لیے موت کے مترادف تھا۔

ریان نے اس سے کہا تھا کہ وہ عدالت کے ذریعے اپنے شوہر سے طلاق لے لے مگر وہ جانتی تھی کہ طلاق اس مسئلے کا حل نہیں تھا۔ عفان کے اس پر اور اس کی فیملی پر بہت احسانات تھے خلع کی صورت میں اسے عفان کی مہربانیوں کے ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں سے بھی ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھونے پڑتے۔ یہی نہیں بلکہ اس کا حق مہر اور بچے بھی اس سے چھن جاتے جبکہ وہ کسی بھی چیز کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔

ساری رات سوچ سوچ کر بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ اگر اسے اپنے خوابوں کو پانا ہے تو پھر عفان نام کے آسیب سے چھٹکارا حاصل کرنا بے حد ضروری ہے تبھی اس رات بہت سوچ و بچار کے بعد اس نے بے حد خاموشی سے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی مخروطی انگلیوں سے کسی کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

❁....❁....❁

اگلی صبح معمول کے مطابق ہوئی تھی۔ زرنیلا کچن میں تھی اور عفان ناشتے کی ٹیبل پر موجود بچوں کے ساتھ گپ شپ کر رہا تھا اس کے دونوں بچے بھی اسکول کے لیے تیار ہو چکے تھے۔

زرنیلا نے ناشتا لا کر اس کے سامنے رکھ دیا رات سے ایک مسلسل چپ اس کے لبوں پر ڈیرہ ڈالے بیٹھی تھی۔ عفان نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور فوراً جان گیا۔

”کیا بات ہے تم کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہو؟“

”نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔“ بمشکل وہ مسکرائی تھی حالانکہ جانتی تھی کہ عفان کی گہری نظریں اس کا چہرہ دیکھ کر اس کے اندر کا حال جان لیتی ہیں مگر آج اس کی شدید خواہش تھی کہ وہ اس کا چہرہ دیکھ کر اس کے اندر کا حال نہ جانے تبھی فوراً رخ پھیر گئی تھی۔

”کیا تم ڈسٹرب ہو رات والی بات کی وجہ سے؟“ عفان سے ناشتا کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

”ہاں۔“

”مگر کیوں لڑکیاں تو باہر جا کر رہنے کے خواب دیکھتی ہیں۔“

”میں نہیں دیکھتی۔“

”تو دیکھنا شروع کر دو کیونکہ تم جانتی ہو میں نے اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے اتنی محنت کی ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ میں تمہیں اور اپنے بچوں کو ایک بہترین

زندگی دے سکوں۔"

"مگر میں اور بچے نہیں خوش ہیں عفان۔"

"میں خوش نہیں ہوں' کئی کئی دن تم سے اور بچوں سے دور گھر سے باہر جیسے میں رہتا ہوں مجھے پتا ہے۔" وہ ذرا سا خفا ہوا تھا' زرنیلا گہری سانس بھر کر اٹھ گئی۔

"او کے بچوں کو اسکول سے دیر ہو رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے' شام میں بات ہوگی۔" ناشتا ادھورا چھوڑ کر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اس کے دونوں بچے گاڑی میں بیٹھ چکے تھے' عفان کمرے سے چند فائلز اٹھا کر جیسے ہی گھر سے باہر نکلا کسی نے اچانک اس پر فائر کھول دیا۔ اندر ڈائننگ ٹیبل کے قریب کھڑی زرنیلا نے گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور اپنے بچوں کے چیخنے کی آوازیں سنی تھیں اس کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ نکلا اور گریبان میں جذب ہوگیا۔

عفان احمد کو اس پر اندھا اعتبار تھا اور جو اندھا اعتبار کرتے ہیں انہیں اپنے حصے کی ٹھوکر تو کھانی ہی پڑتی ہے۔

❁ ❁ ❁

عفان احمد صدیقی کی وفات کو وہ تیسرا دن تھا جب ریان زرنیلا سے ملنے اس کے گھر آیا تھا اس کے بچے گھر پر نہیں تھے تبھی ریان کو سامنے پاکر وہ فوراً اس سے لپٹ گئی۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی زرنیلا! میں نے منع کیا تھا تمہیں کہ تم اس کی جان نہیں لوگی۔" بڑی سختی سے کہتے اس نے زرنیلا کو خود سے الگ کیا تھا۔

"میں نے اس کی جان نہیں لی وہ ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہوا ہے۔"

"جھوٹ مت بولو تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ مجھے پانے کے لیے تم نے خود یہ دیوار گرائی ہے۔"

"ہاں گرائی ہے پھر؟ میں نہیں رہ سکتی تمہارے بغیر اور وہ مجھے ہمیشہ کے لیے ایبروڈ لے جا رہا تھا۔"

"تو یہ بات تم مجھ سے شیئر تو کرسکتی تھیں۔"

"شیئر کرتی تو تم کیا کرتے روک لیتے اسے؟ وہ رکنے والوں میں سے نہیں تھا۔"

"پھر بھی تمہیں اس کی جان نہیں لینی چاہیے تھی۔"

"ریان تمہیں اس کا دکھ ہے میری کوئی پروا نہیں جس نے تمہارے عشق میں پاگل ہو کر جانے کیا کیا کیا ہے۔" فوراً وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی ریان کو اپنا غصہ ٹھنڈا کرنا پڑا۔

"بہت احمق لڑکی ہو تم قسم سے۔"

"جیسی بھی ہوں اب تم میرا حوالہ ہو۔" اگلے ہی پل وہ پھر اس کے بازو سے لپٹ گئی تھی' وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"بچے کہاں ہیں؟"

"اکیڈمی بھیجا ہے زبردستی ورنہ رو رو کر انہوں نے تو میرے سر میں درد کردیا تھا۔"

"اب آگے کا کیا پلان ہے تمہارا؟" وہ صوفے پر بیٹھ چکا تھا' زرنیلا اس کے پہلو میں اس کے کندھے پر سر ٹکا کر بیٹھ گئی۔

"میری پلاننگ تم جانتے ہو جیسے ہی میری عدت ختم ہوتی ہے تم یہاں ایک پل نہیں رہیں گے۔"

"اور بچے...... کیا وہ اتنی جلدی مجھے اپنے نئے باپ کے روپ میں قبول کریں گے۔"

"مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ وہ تمہیں قبول کرتے ہیں یا نہیں' مجھے صرف اپنے دل کی پروا ہے' جس نے تمہیں اپنا سب کچھ مان لیا ہے' تم نے کہا تھا ناں کہ نکاح کے بغیر ہمارا کوئی تعلق نہیں ہوگا تو اب نکاح میں کیا رکاوٹ ہے' بچوں کو ویسے بھی میں بورڈنگ بھجوا رہی ہوں۔"

"اچھا ٹھیک ہے' تم بچوں کو بورڈنگ بھجواؤ میں بھی ایک دوست کی مدد سے اپنا الگ کاروبار جمانے کی کوشش کر رہا ہوں' اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ہوں...... ان شاء اللہ۔" وہ اس کی قربت میں مدہوش ہو رہی تھی' ریان کو نا چاہتے ہوئے بھی اس رات اس کے گھر پر رکنا پڑا اور پھر جیسے ہی اس کی عدت ختم ہوئی دونوں نے کورٹ میں جا کر شادی رچالی۔

زرنیلا کے دونوں بچے تاحال بے حد چپ چپ اور سہمے ہوئے دکھائی دیتے تھے اس کا بیٹا بارہویں سال میں جا رہا تھا جبکہ بیٹی ابھی آٹھویں سال میں تھی۔ ریان جب بھی بچوں کے سامنے آتا اسے عجیب سی شرمندگی محسوس ہوتی۔ دونوں بچوں کی آنکھوں میں اس کے لیے خفگی اور نفرت کا سرد سا احساس واضح ہوتا تھا' تبھی اس کی زیادہ سے زیادہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ بچوں کا سامنا نہ کرے تاہم

زرنیلا کو اس بات کی پروا نہیں تھی زیان کو پانے کے بعد وہ جیسے ہواؤں میں اڑنے لگی تھی۔

خود زیان نے بھی اپنا تن من دھن اس پر وار دیا تھا فقط چند دنوں میں اس نے اسے اتنا پیار اور خوشیاں دی تھیں کہ اس کی پچھلی ساری محرومیوں کا ازالہ ہوگیا تھا۔ گھر میں ابھی کسی کو بھی اس کی ان نئی مصروفیات کی خبر نہیں تھی نہ ہی اس نے خبر ہونے دی تھی۔

وہ گھر سے ایبروڈ جانے کا بہانہ کرکے نکلا تھا اور زرنیلا کے ساتھ کراچی سے اسلام آباد آ بسا جہاں ہر دن ان دونوں کے لیے عید اور ہر رات شب برات تھی۔

زرنیلا کے دونوں بچے بورڈنگ میں تھے لہٰذا ان کی فکر بھی نہیں تھی وقت جیسے پر لگا کر اڑ رہا تھا۔ بہت دنوں کے بعد اس روز اسے نیو بزنس پارٹنر کی طرف سے کاروبار میں دھوکے کے بعد اسے گھر یاد آیا تھا اور وہ زرنیلا کو بتا کر اس رات کراچی چلا آیا۔

شب کے ساڑھے بارہ بجے کا ٹائم تھا جب اس کی گاڑی اپنے گھر کے اندر داخل ہوئی تھی سارا گھر اندھیرے میں ڈوبا تھا مگر لان کی لائٹس آن تھیں اور وہیں اعظم ملک صاحب بے حد شکستہ سے بیٹھے جاگ رہے تھے۔ زیان کو قطعی اندازہ نہیں تھا کہ اس وقت اس کا سامنا ان سے ہوگا تبھی وہ تھوڑا نروس ہوگیا تھا۔

"السلام علیکم پاپا۔" اعظم صاحب اسے دیکھ کر چونکے تھے۔

"وعلیکم السلام تم یہاں؟"

"جی...... ابھی ایک گھنٹہ پہلے آیا ہوں امی کیسی ہیں؟"

"مرگئی ہے۔"

"وہاٹ......"

"ہاں جو مائیں تم جیسے نافرمان ناخلف بیٹوں کو جنم دیتی ہیں وہ وقت سے بہت پہلے مرجاتی ہیں۔"

"پاپا آپ کیا کہہ رہے ہیں میری کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" اس کا دل بے حد زور سے دھڑکا تھا مگر اعظم ملک صاحب نے دوبارہ نظر اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا وہ اس وقت بے حد نڈھال دکھائی دے رہے تھے۔

"جہاں سے آئے ہو وہیں واپس چلے جاؤ زیان! کیونکہ اب اس گھر کے در و دیوار کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں رہا۔"

"مگر کیوں؟" بڑی مشکل سے اس کے حلق سے یہ سوال نکلا تھا۔ اعظم ملک صاحب کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے۔

"کیونکہ میں تمہیں اپنی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد سے عاق کرچکا ہوں۔"

"وہاٹ...... مگر کیوں؟" ایک دم سے زمین جیسے اس کے پیروں تلے سے کھینچ لی گئی تھی اعظم ملک صاحب کے چہرے کی سرخی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"اس کیوں کا جواب بھی خود سے پوچھنا کیونکہ میرا جواب شاید تمہیں اتنا شرمندہ نہ کرسکے۔"

"مگر بات کیا ہوئی ہے میں ایبروڈ تھا آپ کو بتا کر گیا تھا۔"

"تمہاری ایبروڈ کی کہانی میں دو ہفتے پہلے ہی جان چکا ہوں۔"

"کیا مطلب پاپا پلیز آپ کھل کر بتائیں آخر بات کیا ہے؟" اس بار تفکر سے پوچھتے ہوئے وہ گھٹنوں کے بل زمین پر ان کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

اعظم صاحب کی آنکھوں کے گوشوں میں چھلکنے والی نمی اب گالوں پر بہنے لگی تھی وہ بولے تو ان کا لہجہ بے حد شکستہ تھا۔

"کھل کر سننا چاہتے ہو تو سنو میں نے تمہیں تمہاری بے راہ روی اور سچے رشتوں کے ساتھ بے وفائی کے جرم میں اپنے دل، اپنے گھر اور اپنے کاروبار سے عاق کردیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ تم میرے جیتے جی دوبارہ نہ کبھی اس گھر میں قدم رکھو گے اور نہ ہی میرے مرنے کے بعد بھولے سے بھی میرے جنازے کو کندھا دو گے۔ آج کے بعد سمجھ لینا اس گھر کے مکین تمہارے لیے مرچکے ہیں۔ وہ لڑکی جو تمہارے لیے اپنے شوہر کو ٹھکانے لگا چکی ہے مت بھولو کہ میں اس سے باخبر نہیں ہوں۔ دنیا جانے یا نہ جانے مگر میں جانتا ہوں کہ صرف تمہارے لیے اس بدبخت لڑکی نے اپنی دنیا و آخرت تباہ کی ہے وہ آگ جس کی لپیٹ میں نا جانے کتنے مسلمان بچے اور بچیاں آئے ہوئے ہیں اس آگ نے میرے بیٹے کے ایمان کو بھی نگل لیا ہے اس بیٹے کو جو شادی شدہ ایک عدد بیٹے کا باپ ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ میں

تمہیں کوڑے ماروں سنگسار کروں مگر میرے بوڑھے وجود میں اب اتنی ہمت نہیں رہی ہے سو تمہیں تمہارے حال پر چھوڑتے ہوئے میں تم سے لاتعلق ہو رہا ہوں۔"

"ایم سوری ابو! مگر آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے۔"

"میں ایسا کر چکا ہوں' تباہی و بربادی کا یہ راستہ تم نے خود اپنے لیے چنا ہے۔ میں اس میں تمہارا حصہ دار نہیں ہوں۔"

"ابو وہ ایسی لڑکی ہے نا ہی میرا اس کے ساتھ کوئی غلط تعلق ہے' وہ میری بیوی ہے ابو! نکاح کیا ہے ہم دونوں نے کورٹ میں' آپ ایک بار اس سے ملیں تو سہی۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں اس پر اور اس کے ساتھ ہی تم پر بھی' اٹھو اور دفع ہو جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ کسی کی آنکھ کھلے اور وہ تمہیں یہاں دیکھے۔" رخ پھیرتے ہوئے اس بار جس حقارت سے انہوں نے کہا تھا ریان لب بھینچ کر رہ گیا۔

"جاؤ جا کر اس طوائف کے ساتھ اپنے دل کی خوشیاں پوری کرو مگر جانے سے پہلے میری بچی کو آزاد کر جانا۔"

ایک اور تھپڑ...... ایک اور دھچکا...... وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا۔

"وہاٹ......؟"

"ہوں...... علینہ کی طلاق کی بات کر رہا ہوں' تم اس کے قابل نہیں ہو۔"

"میں اس کے قابل ہوں یا نہیں یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے آپ کون ہوتے ہیں اس کی طلاق کا مطالبہ کرنے والے۔" وہ بھی انہی کا بیٹا تھا' بے حد ضدی اور خود سر' تبھی وہ بولے تھے۔

"باپ ہوں اس کا' وہ ظالم باپ جس نے بنا اس کی رائے لیے تم جیسے نالائق بیٹے کے ساتھ زبردستی اس کی شادی کروا دی۔"

"تو یہ آپ کو تب سوچنا تھا' اب دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے میں علینہ کو طلاق نہیں دوں گا۔" نہایت اٹل اور گستاخانہ لہجے میں کہتے ہوئے وہ فوراً وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا تھا پھر اس سے پہلے کہ اعظم صاحب اسے کچھ کہتے وہ بڑے بڑے قدم اٹھاتا علینہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"وہ بے خبر سو رہی تھی' دروازہ کھلنے کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی تھی' ریان نے بس ایک نظر اس کی طرف دیکھا پھر آہستگی سے اپنے بیٹے کو اس کے پہلو سے اٹھا لیا۔ علینہ خاموشی سے دیکھتی رہ گئی تھی' وہ لاؤنج میں پہنچا تو صرف ایک لمحے کے لیے اعظم ملک صاحب کے پاس رکا تھا۔

"اپنے بیٹے کو لے جا رہا ہوں میں' آپ مجھے اپنی جائیداد سے عاق کرسکتے ہیں' میری اپنی اولاد سے نہیں۔" اعظم صاحب کو اس سے ایسے ہی اقدام کی توقع تھی' تبھی وہ غصہ ہوئے تھے۔

"تم سے زیادہ اس بچے پر علینہ کا حق ہے' واپس کرواسے۔"

"ہرگز نہیں' آپ مجھے میرے بیٹے سے محروم نہیں کرسکتے۔" بے حد خود سر لہجے میں کہتے ہوئے وہ پھر وہاں ٹھہرا نہیں تھا۔ پیچھے اعظم ملک صاحب اسے آوازیں دیتے رہ گئے تھے۔

علینہ کسی انہونی کے خیال سے پیچھے آئی تو ریان بیرونی گیٹ پار کر چکا تھا' جبکہ اعظم ملک صاحب اس کے پیچھے تھے' وہ لپک کر گیٹ کے قریب آئی تھی مگر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ ریان گاڑی اسٹارٹ کرکے وہاں سے نکل چکا تھا' وہ ہکا بکا سی دیکھتی رہ گئی۔

"تایا ابو...... وہ میرے بیٹے کو اس وقت......" رنج کی شدت سے اس سے جملہ بھی پورا نہیں ہوا تھا۔ اعظم ملک صاحب نے پلٹ کر خاموشی سے اس کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا۔

"پریشان مت ہو' صبح تک واپس لے آئے گا۔"

اپنی دانست میں انہوں نے تسلی دی تھی مگر...... وہ صبح پھر کبھی نہیں آئی تھی' اسی رات نطعی آف موڈ کے ساتھ رش ڈرائیو کرتے ہوئے ریان زبردست ایکسیڈنٹ کا شکار ہو گیا تھا جس میں اس کا بیٹا جو ابھی صرف ایک سال کا تھا موقع پر ہی دم توڑ گیا جبکہ اس کا نچلا دھڑ متاثر ہو گیا تھا۔ اس نے ہوش میں آنے پر اپنے گھر والوں کی بجائے زرنیلا کو کال کروائی تھی اور پھر اسی نے اسے بتایا تھا کہ رات ایکسیڈنٹ میں وہ اپنے بیٹے کو کھو چکا تھا۔

زندگی میں حادثات ہوتے ہیں اور وقت کی گرد تلے دب کر رہ جاتے ہیں مگر کچھ حادثات ایسے ہوتے ہیں جو

انسان کو ریت کا ڈھیر بنا چھوڑتے ہیں۔ سال پر سال گزر جاتے ہیں مگر ان حادثات سے ملنے والے زخموں پر بھی کھرنڈ نہیں آتا ایسا چپ کا قفل لگتا ہے لبوں پر کہ انسان چاہے بھی تو لفظ زبان سے ادا نہیں ہوتے" کچھ ایسا ہی ریان ملک کے ساتھ ہوا تھا۔

اس رات ہوئے حادثے کے بعد اس کے لبوں کو جیسے چپ لگ گئی تھی۔ چند دن زرنیلا نے اس کا بہت خیال رکھا مگر جیسے ہی اسے پتا چلا کہ وہ دونوں ٹانگوں سے معذور ہو چکا ہے اور اب کبھی وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا اس نے اس کا خیال رکھنا چھوڑ دیا۔ سارا سارا دن وہ بھوکا پیاسا تاریک کمرے میں پڑا رہتا مگر اسے کمرے میں آ کر اس کا حال پوچھنے کی ضرورت بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

وہ صبح گھر سے نکلی تھی اور اپنے معمول کے عین مطابق رات دیر سے گھر واپس آئی تھی۔ ریان کی جگہ اب ایک اور نئے لڑکے عباد نے لے لی تھی۔ ریان اس روز بہت دنوں کے بعد وہیل چیئر کے سہارے اپنے کمرے سے باہر نکلا تھا' سامنے لاؤنج میں زرنیلا ایک قطعی اجنبی لڑکے کے ساتھ چپک کر بیٹھی جو چیپ حرکتیں کر رہی تھی وہ دیکھ کر ساکت رہ گیا تھا۔ اس کی دانست میں وہ اس سے بیزار ہو سکتی تھی مگر بے وفائی نہیں کر سکتی تھی مگر اسے شاید یہ نہیں پتا تھا کہ مرد ہو یا عورت جب ہوس کے رستے پر چل نکلے تو کوئی بھی ایک شخص ان کی منزل نہیں ہوتا۔

اس وقت زرنیلا کی بے وفائی پر اس کے جسم کا سارا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آ رکا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہتا زرنیلا کی نظر اس کی طرف اٹھ گئی تھی۔

"ارے ریان! کچھ چاہیے تمہیں؟"

"نہیں۔" خون ٹپکاتی آنکھوں سے بمشکل رخ پھیر کر اپنی آنکھوں کی نمی چھپائی تھی۔

"اوکے...... یہ عباد ہے میرا دوست اور عباد یہ ریان ہیں میرے شوہر۔ بتایا تھا ناں تمہیں کہ معذور ہیں چل نہیں سکتے۔" جتنی تکلیف اس کی بے وفائی نے دی تھی اس سے کہیں زیادہ تکلیف اس کی ڈھٹائی اور تعارف پر اسے ہوئی تھی مگر پھر بھی وہ چپ رہا تھا۔

"ہم باہر جا رہے ہیں ڈنر کرنے تم ٹی وی لگا لو یا پھر لان میں بیٹھ جانا میں جلدی آ جاؤں گی اوکے بائے۔" بنا

کسی شرمندگی اور احساس کے وہ اس کی کسی بھی تکلیف کی پروا کیے بغیر اس اجنبی مرد کے ساتھ ہال کمرے سے باہر نکل گئی۔ ریان کو لگا جیسے اسی ایک لمحے میں اس کا رتیلا وجود کھنڈر ہو گیا ہو۔

مرنا بھلا اور کس کو کہتے ہیں؟ پچھلے چھ ماہ میں پہلی بار اسے اپنا گھر اور علینہ یاد آئی تھی اور وہ رات بھر اپنے کمرے میں خود کو قید کر کے روتا رہا تھا۔ وقت نے اسے معاف نہیں کیا تھا وہ پلٹ آیا تھا اسے زندگی کے گہرے اور اذیت ناک سبق سے روشناس کروانے کے لیے بس فرق صرف اتنا تھا کہ وقت کی بساط پر اس بار عرفان احمد صدیقی کی جگہ ریان ملک تھا۔

❁......❁......❁

ملک ہاؤس میں عائزہ ملک کی شادی عین ٹائم پر ملتوی کر دی گئی تھی کیونکہ تیز بخار کے بعد وہ ٹائیفائیڈ کا شکار ہو کر ہسپتال پہنچ چکی تھی۔ پچھلے چار ماہ اس نے ہسپتال کے بستر پر گزارے تھے جانے یہ سندس حسن کی غیر متوقع بے وفائی کا غم تھا یا ایک قطعی ناپسندیدہ شخص کے ساتھ زندگی کا سفر شروع کرنے کا جسے اب تک اس نے دیکھا بھی نہیں تھا۔

شگفتہ بیگم اور علینہ ساری ساری رات اس کے سرہانے بیٹھی اس پر مختلف قرآنی آیات پڑھ کر پھونکتی رہتی تھیں۔ پچھلے چار ماہ میں ایک دن بھی ایسا نہیں تھا کہ جس میں اس کے سسرال سے کوئی اس کی خبر گیری کے لیے نہ آیا ہو مگر...... اس سب کے باوجود ایک مستقل چپ تھی جو اس کے ہونٹوں پر قبضہ جما کر بیٹھ گئی تھی بالکل ویسی ہی چپ جیسی علینہ ملک کے ہونٹوں پر جمی تھی جب سے ریان اس سے اس کا بیٹا چھین کر لے گیا تھا وہ روز مرتی تھی اور روز جیتی تھی۔

مرینہ بیگم کا دل اپنی دونوں بھتیجیوں کو دیکھ دیکھ کر کڑھتا رہتا تھا۔ دوسری طرف آسیہ بیگم تھیں کہ جن کی آنکھیں ہر وقت نم رہتی تھیں اور وہ زیادہ وقت ذکر و اذکار میں ہی مصروف رہتیں۔

عائزہ کی طبیعت اب تیزی سے بہتر ہو رہی تھی لہٰذا ایک مرتبہ پھر اس کی شادی کے دن طے کر دیے گئے۔

معید چند دن رہ کر گاؤں واپس چلا گیا تھا تاہم اس نے

وعدہ کیا تھا کہ وہ شادی سے دو ہفتے پہلے ضرور شہر واپس آجائے گا مگر اس نے اپنا وعدہ وفا نہیں کیا تھا۔ ازہان البتہ خطرہ ٹلتے ہی ضرور پاکستان واپس آگیا تھا ریان کی سرگرمیاں اس سے بھی پوشیدہ نہیں تھیں لہٰذا مجبوراً اسے ہی آفس میں ریان کی سیٹ سنبھالنی پڑی تھی۔ اس روز بہت دنوں کے بعد دل کے بے چین ہونے پر مرینہ بیگم نے معید کو کال ملائی تھی۔

"السلام علیکم!" دوسری بار کوشش کرنے پر ان کی کال پک کرلی گئی تھی مگر کال پک کرنے والا معید نہیں تھا۔ مرینہ بیگم کا دل زور سے دھڑک اٹھا اگلے دو تین لمحوں تک وہ کچھ بول ہی نہ سکی تھیں۔

"ہیلو......" وہی شناسا آواز ائیر پیس سے دوبارہ ابھری تھی انہیں لگا جیسے پچیس سال کے بعد وہ آواز سن کر ان کے وجود پر طاری طلسم پھر سے ٹوٹ گیا ہو ان کے ہونٹ ہلکے سے کپکپائے تھے۔

"و...... وعلیکم السلام...... معید کہاں ہے؟" اور اس بار سناٹوں میں اترنے کی باری دوسرے وجود کی تھی شاید نہیں یقیناً ان کی آواز کو بھی پہچان لیا گیا تھا تبھی کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد انہیں اطلاع دی گئی تھی۔

"بیمار ہے...... ہسپتال میں داخل ہے۔" اور مرینہ بیگم کو لگا جیسے اس اطلاع کے ساتھ کسی نے ان کا دل بھینچ لیا ہو۔

"ک...... کیا...... مگر کیوں؟"

"فوڈ پوائزننگ ہوگیا تھا اس لیے ایک ہفتے سے ہسپتال میں داخل ہے۔" دوسری طرف سے ملنے والی اطلاع انہیں شرمندگی کے سمندر میں غرق کرنے کے لیے کافی تھی پھر اس سے پہلے کہ جواد صاحب مزید کچھ کہتے انہوں نے آہستہ سے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

دل ایک دم سے بہت بے چین ہو کر رہ گیا تھا' ان کا اکلوتا بیٹا ہسپتال میں تھا اور انہیں خبر ہی نہیں تھی آنسو تھے کہ آپ ہی آپ گالوں پر لڑھک آئے تھے تبھی معظم صاحب کی نگاہ ان پر پڑی تھی جو وہاں سے گزر رہے تھے۔

"مرینہ...... کیا ہوا' سب ٹھیک تو ہے؟" پاس آکر انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا' مرینہ بیگم کا سر جھک گیا۔ وہ بولیں تو ان کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔

"معید کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے بھائی' وہ ہسپتال میں ایڈمٹ ہے۔"

"اوہ...... میرے خیال سے اس وقت تمہیں اس کے پاس ہونا چاہیے۔"

"مگر بھائی وہاں وہ سب......"

"ان سب کو بھول جاؤ مرینہ! وہ سب تمہارے بیٹے سے اہم نہیں ہیں' ویسے بھی اس وقت تم وہاں ان سب کے ساتھ رہنے نہیں جارہیں' صرف اپنے بیٹے سے ملنے جارہی ہو۔ میں بھائی صاحب کو بتا کر ازہان سے گاڑی نکالنے کا کہتا ہوں' تم چادر لے لو۔" آناً فاناً معظم صاحب نے ان کی الجھن دور کردی تھی۔

مرینہ بیگم اگلے پانچ منٹ میں چادر لے کر نم آنکھوں کے ساتھ گاڑی میں آبیٹھیں۔ ان کے گھر سے نکلتے ہی معظم صاحب نے جواد احسن صاحب کو کال ملائی تھی جو آج بھی ان کے بہترین دوست تھے' چند منٹ رسمی بات چیت کے بعد انہوں نے ان سے معید کی طبیعت اور متعلقہ ہسپتال کا پوچھ لیا تھا۔

ازہان نے جس وقت گاڑی متعلقہ ہسپتال کی عمارت کے قریب روکی شام ڈھل رہی تھی جواد احسن صاحب مرینہ بیگم کی آمد سے باخبر نہیں تھے تبھی جس وقت مرینہ بیگم اور ازہان نے ایک نرس کی ہمراہی میں جیسے ہی معید کے کمرے میں قدم رکھا وہ ان پر نگاہ پڑتے ہی پتھر کے ہوگئے تھے' کیسا حیران کن نظارہ تھا کہ پورے پچیس سال کے بعد ان کی آنکھیں وہ چہرہ دیکھ رہی تھیں جسے وہ آج بھی بھلا نہیں پائے تھے۔

کتنی دلچسپ بات تھی کہ گزرے ہوئے پچیس سالوں میں وہ کئی بار بیمار ہوئے تھے مگر مرینہ بیگم نے ایک بار بھی نہ ان سے ملنے میں نہ ہی فون پر ہی حال پوچھنا گوارہ کیا مگر اب بیٹے کی ذرا سی بیماری کا سن کر وہ اپنی ساری انا' ساری تکالیف بھلا کر دوڑی چلی آئی تھیں۔ جواد صاحب مسکرائے تھے اور وہ اس مسکراہٹ میں چھپی گہری اذیت کو محسوس کرتے ہوئے فوراً نظریں چرا کر معید کی طرف بڑھ آئی تھیں جو نڈھال سا کروٹ کے بل لیٹا خاصی خوشگوار حیرانی سے ان کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"امی آپ......؟" صرف ایک پل لگا تھا اس نے اٹھ کر بیٹھنے میں مگر مرینہ بیگم دونوں ہاتھوں کے پیالے میں

اس کا چہرہ دیکھ کر چوٹتے ہوئے رو پڑیں۔

"تم بیمار تھے اور مجھے بتانا تک گوارہ نہیں کیا؟ اتنی نفرت ہوگئی ہے اپنی ماں سے؟"

"اُف..... آپ سے کس نے کہا کہ میں بیمار ہوں! بس یونہی تھوڑی سی فوڈ پوائزننگ ہوگئی تھی' چلیں اب رونا بند کریں نہیں تو میں بالکل بات نہیں کروں گا۔" فوراً ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے دھمکی دی تھی جو پُراثر رہی۔ مرینہ بیگم نے فوراً اپنے آنسو صاف کرلیے تھے جس پر ایک دھیمی سی مسکان جواد صاحب کے لبوں کو چھوگئی۔

"گڈ گرل..... میں بس آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے نہیں بتایا مگر آپ کی نظر میں میں ہمیشہ مشکوک ہی رہوں گا' کیا کروں جواد احسن کا بیٹا جو ہوا۔" اور اس کی اس بات پر جہاں وہ شرمندہ ہوئی تھیں وہیں جواد صاحب بے ساختہ ہنس پڑے تھے۔

معظم اور جواد صاحب کی طرح ازہان اور معید میں بھی بہت دوستی تھی تبھی اس شام وہ دیر تک اس کے پاس بیٹھا گپیں لڑاتا رہا تھا۔ جواد صاحب رات کا کھانا وہیں لے آئے تھے مگر مرینہ بیگم نے معید کے بہت اصرار پر بھی دو نوالوں سے زیادہ نہیں کھایا تھا۔

رات کے تقریباً گیارہ بجنے والے تھے جب مرینہ بیگم کی وہیں ٹھہرنے کی ضد پر جواد صاحب ازہان کو آرام کی غرض سے گھر لے آئے تھے۔ بے حد دلکش وہ خوب صورت گھر جسے نہایت نفاست اور سلیقے سے سنوارا ہوا تھا' ازہان دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

رات کا کھانا وہ ہسپتال میں کھاچکا تھا' چائے کی طلب اسے نہیں تھی تبھی کچھ دیر جواد صاحب سے گپ شپ کے بعد وہ سونے کے لیے اٹھا تو جواد صاحب نے اسے معید کے کمرے میں پہنچادیا۔ شاندار گھر کی طرح اپنی نفاست اور خوب صورتی میں وہ کمرا بھی اپنی مثال آپ تھا۔ ازہان کو اس کمرے کی ٹھنڈک میں ایک عجیب سی تسکین کا احساس ہوا تھا تبھی دروازہ لاک کرکے بیڈ پر بیٹھنے کے بعد وہ ابھی بوٹ اتار رہا تھا کہ کمرے سے ملحقہ اٹیچ باتھ کا دروازہ ہلکی سی کلک کے ساتھ کھل گیا اور اگلے ہی پل بھیگی لمبی زلفوں کے ساتھ چاندنی سی شباہت لیے ایک نفیس انجان لڑکی اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی تھی۔ ازہان اسے دیکھ کر جتنا حیران ہوا تھا اتنا ہی اس کی آنکھیں جیسے قطعی غیر اختیاری طور پر اس چہرے پر ثبت ہوکر رہ گئی تھیں' خود لڑکی کا حال بھی اس سے مختلف نہیں تھا۔

"کون ہیں آپ؟" دوپٹہ جلدی سے شانوں پر پھیلاتے ہوئے اس نے قدرے ناگواری سے پوچھا تھا۔

ازہان کو بے حد خفت محسوس ہوئی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ فوری طور پر کیا تعارف کروائے' تبھی جلدی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔ جواد صاحب جو ابھی گھر سے نکلنا ہی چاہتے تھے اسے کمرے سے باہر آتے دیکھ کر فوراً رک گئے۔

"کیا بات ہے بیٹا! کچھ چاہیے؟"

"نہیں....."

"تو پھر ریسٹ کرو باہر کیوں آ گئے؟"

"وہ..... اصل میں کمرا شاید معید کا نہیں ہے اندر کوئی خاتون ہیں۔"

"خاتون.....؟" ازہان کی اطلاع پر جواد صاحب بے حد حیرانی سے بڑبڑاتے ہوئے معید کے کمرے کی طرف آئے تھے تبھی ان کا ٹکراؤ فیحا سے ہوا تھا جو ہاتھ میں شیمپو کی بوتل پکڑے خود بھی کمرے سے باہر آ رہی تھی۔

"تم.....؟" جواد صاحب نے یوں حیرانی سے اس کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہے ہوں تم اس وقت یہاں کیا کررہی ہو؟ فیحا نے ذرا سی نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا پھر شرمندگی سے سر جھکاتے ہوئے بولی۔

"ایم سوری ماموں وہ..... دراصل میرے کمرے کے باتھ میں پانی نہیں آ رہا تھا تو میں نے معید کا واش روم استعمال کرلیا' مجھے نہیں پتا تھا آج یہاں کوئی ٹھہرنے والا ہے۔"

"ٹھیک ہے شاید میری ہی غلطی ہے مجھے پہلے کمرا چیک کرنا چاہیے تھا۔"

"میں جاؤں؟"

"ہوں۔" اسے رخصت کی اجازت دے کر وہ ازہان کی طرف پلٹے تھے۔

"ایم سوری ازہان! میں نے کمرا چیک نہیں کیا تھا بہرحال اب تم بے فکر ہوکر ریسٹ کرسکتے ہو مجھے ذرا ہسپتال کا چکر لگانا ہے شاید مرینہ کو کسی چیز کی ضرورت ہو۔" فکر

مندی ان کے لہجے سے عیاں تھی وہ ذرا سا مسکرا کر اثبات میں سر ہلا گیا۔ پچیس سال گزر جانے کے باوجود بھی ان کے دل میں اپنی بیوی کے لیے کتنی فکر مندی اور محبت تھی۔ جواد صاحب اس کا کندھا تھپتھپا کر باہر نکل چکے تھے وہ سر ورسا کمرے میں چلا آیا دل پر ابھی ابھی تازہ واردات ہوئی تھی وہ جو بھی کسی لڑکی کے لیے سنجیدہ نہ ہوتا تھا اس اچانک نگاہ کے حادثے پر جیسے چاروں شانے چت ہو کر رہ گیا۔

جانے وہ کون تھی اور کس حیثیت سے اس گھر میں رہ رہی تھی پوری رات اسی کے بارے میں سوچتے گزر گئی تھی صبح فجر کی اذان میں ابھی کچھ وقت تھا جب اس نے اپنے کمرے کی ونڈو سے اسے باہر لان کی سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ کسی محسور ہوئی شہزادی کی طرح دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے وہ اداس بیٹھی تھی اور ازبان اتنے فاصلے پر ہونے کے باوجود اس کے چہرے پر بکھرا اضطراب محسوس کر سکتا تھا شاید نہیں یقیناً وہ رات بھر سے وہیں بیٹھی تھی۔ اس وقت جو تھکن اس کی آنکھوں میں دکھائی دے رہی تھی وہ اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ رات بھر نہیں سوئی ازبان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

ادھر ہسپتال میں جواد صاحب نے جس وقت معید کے کمرے میں قدم رکھا معید دواؤں کے زیر اثر سو رہا تھا جبکہ مرینہ بیگم اس کے قریب پڑی کرسی پر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھے بیٹھے سوئی تھیں۔ کتنی تھکن تھی اس وقت ان کے چہرے پر..... وہ بے خود سے ان کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھے رہے تھے کہ وہ ایک دم سے جاگی تھیں شاید غنودگی کے عالم میں بھی انہوں نے جواد صاحب کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا جواد صاحب ان کے یوں ہڑبڑا کر جاگنے پر بے ساختہ مسکرائے تھے۔

"مرینہ..... "پورے پچیس سال کے بعد انہوں نے اسے پکارا تھا مرینہ بیگم کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

"جی....."

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے کیا تم تھوڑی دیر کے لیے میرے ساتھ اس کمرے سے باہر آ سکتی ہو؟"

"نہیں..... کیوں کہ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی میں یہاں صرف اپنے بیٹے کو دیکھنے آئی ہوں۔"

"میں جانتا ہوں مجھے کوئی ایسی خوش فہمی نہیں ہے کہ تم مجھ سے ملنے کے لیے آئی ہو گی پھر بھی پلیز صرف پانچ منٹ کے لیے میری بات سن لو۔" اس بار وہ بہت عاجزی سے کہہ رہے تھے انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھنا پڑا۔

باہر بے حد ٹھنڈی مگر پرسکون ہوا چل رہی تھی مرینہ بیگم بیرونی گیٹ کی سیڑھیوں پر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں جبکہ جواد صاحب ان سے قدرے فاصلے پر کھڑے ہو گئے تھے۔ کچھ لمحوں تک تو انہیں سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ وہ کیا کہیں پھر قدرے گہری سانس بھرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"میں نہیں جانتا مرینہ کہ پچیس سال پہلے صرف اپنے مفاد کا سوچتے ہوئے جو فیصلہ تم نے کیا وہ صحیح تھا یا غلط مگر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میری زندگی میں آج بھی تمہاری کمی ہے کبھی محسوس کر سکو تو معید کا درد محسوس کرنا وہ آج بھی کراہ کر کے گھٹنوں روتا ہے۔"

"میں اس سب کی ذمہ دار نہیں ہوں البتہ آپ ضرور اس کے ذمہ دار ہیں کیونکہ یہ آپ ہی تھے جن کی وجہ سے پچیس سال پہلے میں اپنا ایک سال کا بچہ آپ لوگوں کے پاس چھوڑ کر جانے پر مجبور ہوئی تھی۔" تلخی سے کہتے ہوئے بھی ان کا لہجہ بھرایا تھا۔ جواد صاحب نے لب بھینچ لیے۔

"اوکے..... اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں اس سب کا ذمہ دار ہوں تو پلیز مجھے معاف کر دو میں اپنے اکلوتے بیٹے کی زندگی میں مزید تنہائیاں نہیں بکھیر سکتا۔"

"ہونہہ..... پچیس سال بعد آپ کو خیال آیا ہے کہ آپ کے بیٹے کی زندگی تنہائیوں کی نذر ہو رہی ہے۔" وہ پھر تلخی سے مسکرائی تھیں جواد صاحب انہیں دیکھ کر رہ گئے۔

"چلو آ تو گیا پچیس سال بعد ہی سہی تمہیں تو اب بھی نہیں آیا۔"

"میں یہاں آپ سے بحث کرنے کے لیے نہیں آئی۔"

"جانتا ہوں تم یہاں صرف اپنے بیٹے سے ملنے آئی ہو مگر پھر بھی میں تم سے گزارش کروں گا مرینہ! پلیز صرف ایک بار ضرور معید کے بارے میں سوچنا وہ خوش نہیں ہے۔"

"اس کا باپ تو خوش ہے نا یہی کافی ہے۔"

"اس کے باپ کی بات مت کرنا بہت سے حساب نکل آئیں گے تمہاری طرف۔"

"جواد پلیز...... میں یہاں ماضی کی کسی راکھ کو کریدنا نہیں چاہتی جیسا چل رہا ہے بس ٹھیک ہے۔"

"او کے جیسا تم پسند کرو' پچیس سال پہلے بھی تم اپنے فیصلوں میں آزاد تھیں آج بھی آزاد ہو میں نے نہ اس وقت تمہارے ساتھ کوئی زبردستی کی تھی نہ اب کروں گا جاؤ آرام کرو سوری میں نے تمہارا وقت برباد کیا۔" مرینہ بیگم کے اٹل لہجے پر انہوں نے بھی فوراً بات سمیٹ دی تھی۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں وہ فوراً اندر کوریڈور کی طرف بڑھ گئے' پیچھے مرینہ بیگم کتنی ہی دیر تک وہیں بیٹھیں چپ چاپ آنسو بہاتی رہی تھیں۔

❁....❁....❁

رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی' مرینہ بیگم نے یونہی ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا' معید گہری نیند سو رہا تھا تاہم جواد صاحب وہاں نہیں تھے تبھی انہوں نے صوفے کی پشت گاہ سے سر ٹکاتے ہوئے پلکیں موند کر گزرے ہوئے لمحوں کا سفر طے کیا تھا۔

آج سے پچیس سال پہلے پائزہ ملک کی طرح وہ بھی خاصی ضدی اور بولڈ ہوا کرتی تھیں' یہی وجہ تھی کہ جواد احسن کے ساتھ ان کی پسند کی شادی ہوئی تھی' جواد احسن ان کے یونیورسٹی فیلو تھے اور ان میں ہر وہ خوبی تھی جو کوئی بھی لڑکی اپنی زندگی کے ہمسفر میں دیکھنا پسند کرتی ہے مگر اس کے باوجود مرینہ بیگم کے لیے ان کا پرپوزل ریجیکٹ کردیا گیا' اس ریجیکشن کی واحد وجہ جواد احسن صاحب کا دیہاتی ہونا تھا۔

مرینہ ملک کے گھر والے جانتے تھے کہ وہ گاؤں کے ماحول میں خود کو ایڈجسٹ نہیں کر پائیں گی مگر ان کے سر پر تو عشق کا بھوت سوار تھا لہٰذا گھر والوں کے صاف اور دوٹوک انکار کے بعد انہوں نے فطری ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرکے جواد احسن کے ساتھ کورٹ میرج کرلی۔ ادھر گھر والے ان کی کسی بھی سرگرمی سے بے خبر ان کا رشتہ طے کرکے شادی کی تاریخ پکی کرچکے تھے تبھی اپنی شادی سے صرف ایک ہفتہ پہلے انہوں نے اپنے گھر والوں پر یہ بم گرایا کہ وہ جواد احسن کے ساتھ کورٹ میرج کرچکی ہیں۔

ایک طوفان تھا جو اس وقت اس گھر کے مکینوں پر آیا تھا مگر رفتہ رفتہ اس طوفان کی شدت کم پڑی اور ٹھیک ایک ہفتے بعد ان کے والد رئیس ملک نے انہیں جواد احسن کے ساتھ باعزت طریقے سے رخصت کردیا۔ اس شادی کو ابھی دو ہفتے بھی نہ گزرے تھے کہ رئیس ملک صاحب کی اچانک ہارٹ اٹیک سے موت ہوگئی' مرینہ بیگم کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اتنی جلدی اپنے محبوب باپ کو کھودیں گی تاہم ان کے سسرال والوں نے انہیں باپ کا آخری دیدار بھی نہ کرنے دیا۔ ملک ہاؤس کی طرح جواد احسن کے گھر والے بھی ان دونوں کی کورٹ میرج پر سخت ناراض تھے یہی وجہ تھی کہ مرینہ بیگم کو وہاں زیادہ سختیوں اور مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔

وہ جو شگفتہ گلاب کی سی شبیہہ رکھتی تھیں' شادی کے فقط چار ماہ بعد خود اپنی شکل آئینے میں پہچاننے سے انکاری ہوگئیں۔ جواد صاحب کی پانچ بہنیں اور تین بھائی تھے آگے ان بہن بھائیوں کی اولادیں بھی تھیں لہٰذا اتنے سارے افراد کا کھانا بنانا' وہ بھی سخت گرمی میں لکڑی کے چولہے پر انہیں صحیح معنوں میں دن میں تارے نظر آگئے تھے۔

محبت کی قیمت بہت بھاری ادا کرنی پڑ گئی تھی' کپڑے روزانہ دھلتے تھے' برتنوں کی دھلائی کی کوئی حد ہی نہیں تھی صرف ایک صفائی تھی جو ملازمہ کے ذمہ تھی ورنہ تو سارے کام ہی ان پر آ پڑے تھے۔ بڑی جیٹھانیاں کہنے کو علیحدہ تھیں مگر کھانے کے ٹائم بلاناغہ وہ ہیں براجمان ہوتیں بمعہ اپنے بچوں کے' مرینہ بیگم کی ہمت فقط چار ماہ کے بعد ہی جواب دے گئی' چار ماہ کے بعد پہلی بار وہ جواد صاحب کے سامنے بند کمرے میں روئی تھیں مگر اس وقت وہ حیران رہ گئیں جب جواد صاحب نے جواب میں ان سے کہا۔

"یہ سب تو برداشت کرنا ہی پڑے گا مرینہ! کیونکہ اپنے لیے مشکل راہ کا انتخاب تو ہم نے خود کیا ہے' تمہیں کیا پتا میں کیا کیا برداشت کرتا ہوں۔ اپنے بزرگوں کی نافرمانی کرکے جو غلط قدم ہم نے اٹھایا ہے اب اس کا ردعمل تو برداشت کرنا ہی پڑے گا مگر تم حوصلہ مت ہارو' وقت کے ساتھ ساتھ ان سب کی رنجش جاتی رہے گی اور پھر سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔"

"میں اتنا لمبا انتظار نہیں کرسکتی جب آپ کے بڑے دونوں بھائی علیحدہ ہیں تو ہم علیحدہ کیوں نہیں ہوسکتے؟"

"یہ سب اتنا آسان نہیں ہے وقت لگے گا ابھی اس میں فی الوقت تو سارا خاندان مجھے نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے کہ میں نے وہ کام کیا ہے جو آج تک خاندان میں کوئی نہ کرسکا۔ ایسے میں میں ان سب کی مزید ناراضگی مول نہیں لے سکتا۔"

"یہ چیٹنگ ہے جواد! تم نے مجھے خوش رکھنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں کیا تھا اور اس وعدے کو نبھانے کی پوری کوشش بھی کررہا ہوں' کہاں کمی دیکھی ہے تم نے میرے پیار میں۔ دن بھر کی تھکاوٹ کے بعد رات میں صرف تمہاری خوشی کے لیے کیا نہیں کرتا؟ لیکن حالات ابھی میرے بس میں نہیں ہیں تم اگر چاہتی ہو کہ تمہارے لیے میں سارے خاندان سے ٹکر لے لوں تو سوری مرینہ! فی الحال میں ایسا نہیں کرسکتا۔" گہری سانس بھرتے ہوئے جواد احسن نے معذوری ظاہر کی تھی۔ مرینہ ملک کو لگا کسی نے ان کا سانس روک دیا ہو۔

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے جواد!" وہ روئی تھیں جواد احسن کو غصہ آ گیا۔

"کیا کررہا ہوں میں؟ یہ سب تمہارے گھر والوں کا کیا دھرا ہے نہ وہ رشتے سے انکار کرتے' نہ میرے گھر والوں کو بے عزتی محسوس ہوتی' نہ ہمیں یوں مجبوراً کورٹ میرج کرنا پڑتی نہ یوں سب ہمارے خلاف ہوتے اب ہمارے پاس دو ہی راستے ہیں مرینہ! یا تو ہم چپ چاپ سب برداشت کریں یا پھر اس رشتے کو یہیں ختم کردیں' تم اچھی طرح سوچ کر مجھے بتا دینا۔" انہوں نے گویا بات ہی ختم کردی تھی۔

مرینہ ملک کی آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا چھا گیا' کل تک ایک ایک ادا پر سو سو بار قربان ہونے والا شخص آج شادی کے فقط چار ماہ بعد راستوں کو علیحدہ کرنے کا کہہ رہا تھا۔ ان کی آنکھیں جیسے حیرت کی شدت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں مگر جواد احسن وہاں مزید نہیں رکے تھے۔

اس روز کے بعد جیسے ایک مستقل چپ ان کے ہونٹوں پر ڈیرہ جما کر بیٹھ گئی تھی' جواد صاحب نے جاب کے لیے کینیڈا اپلائی کیا ہوا تھا انہیں وہاں سے کال آ گئی تو وہ مرینہ ملک کو ڈھیر ساری تسلیاں اور دلاسے تھما کر چلے گئے پیچھے مرینہ ملک جیسے تپتی زمین پر ننگے پاؤں آ کھڑی ہوئیں۔ مسلسل بے سکونی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ذلیل ہونا ان کا مقدر بن چکا تھا۔ جواد کینیڈا میں سیٹل ہوچکے تھے مگر انہیں مرینہ بیگم سے ڈائریکٹ بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں ان کے حاملہ ہونے کی خبر بھی نہ ملی شادی کے ڈیڑھ سال بعد جس وقت انہوں نے پہلی بار کینیڈا آنے کے بعد مرینہ بیگم سے بات کی وہ درد سے چلا رہی تھیں ان کی چیخوں سے سارا گھر گونج رہا تھا اور تبھی پہلی بار وہ بہت روئے تھے۔

اس رات جب وہ سرکاری ہسپتال لائی گئی تھیں ان کی زندگی کے بچنے کے کوئی چانس دکھائی نہ دیتے تھے کیونکہ ان کی ساس اور سسر کسی صورت نہیں چاہتے تھے کہ وہ ہسپتال میں بچے کو جنم دیں لہٰذا تین چار گھنٹے تک وہ گھر پر مچھلی کی طرح تڑپتی رہی تھیں۔ اس رات بہت دیر تک چیخ چیخ کر وہ اپنے گھر والوں اور شوہر کو پکارتی رہی تھیں مگر ان میں سے کوئی بھی ان کے پاس نہیں آ سکا تھا۔ صبح فجر کی اذان کے بعد جب ان کی طبیعت بگڑنا شروع ہوئی تو جواد کے فون اور ان کی منت پر انہیں بمشکل سرکاری ہسپتال لایا گیا' جہاں زندگی اور موت کی کڑی جنگ لڑنے کے بعد انہوں نے معید کو جنم دیا تھا۔

وہ آج بھی ان لمحوں کا تصور کرتی تھیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے' اگلے تین دن تک ان کی زندگی شدید خطرے کا شکار رہی تھی۔ تین دن کے بعد انہیں ہوش آیا تو جواد ان کے پاس تھے مگر انہوں نے ایک سے دوسری بار ان کا چہرہ نہیں دیکھا۔ بے شک وہ ان کا غلط انتخاب ثابت ہوئے تھے۔

ایک ہفتے کے بعد وہ گھر شفٹ ہوگئی تھیں اور اس ایک ہفتے میں جواد احسن نے ان کا بے حد خیال رکھا تھا۔ معید اس وقت آٹھ ماہ کا تھا جب ان کی زندگی ایک نئے بھونچال کا شکار ہوگئی' جواد احسن معید کی پیدائش کے بعد دو ماہ رہ کر واپس کینیڈا جا چکے تھے۔

وہ ایک بے حد سرد رات تھی' مرینہ معید کے لیے دودھ لینے کچن میں آئیں تو انہوں نے وہیں کچن کے پچھواڑے جیٹھی اپنی چھوٹی نند کو کسی سے فون پر بات کرتے سنا۔

"ساجد اب کیا مسئلہ ہے جواد بھائی آپا سے شادی

کررہے ہیں ناں پھر آپ کیوں اتنا غصہ کررہے ہیں؟ ٹھیک ہے انہوں نے اپنی مرضی کی ہے مگر ہم نے انہیں قبول تو نہیں کرلیا ناں۔ جو آپا کا حق ہے وہ کوئی اور بھی نہیں لے سکتا' پرسوں جواد بھائی واپس آرہے ہیں اب پلیز کوئی نیا ایشو نہ کھڑا کردینا' نہیں تو اللہ کی قسم میں زہر کھا کر مرجاؤں گی بتا رہی ہوں تمہیں۔" بات واضح تھی مگر پھر بھی وہ سمجھ نہیں پائی تھیں۔ ان کا جسم ہولے ہولے کپکپا رہا تھا جبکہ دماغ جیسے فریز ہوگیا بھلا ایسے کیسے ہوسکتا تھا' جواد اس کے ہوتے ہوئے کسی اور سے کیسے شادی کرسکتے تھے؟

ساری رات اسی الجھن میں وہ کانٹوں پر کروٹیں بدلتی رہی تھیں' وہ تو ابھی پہلے امتحانوں سے سنبھل نہیں پائی تھیں کہ یہ ایک نیا امتحان سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ اپنی خوشیاں اور خواب پانے کی کڑی سزا مل رہی تھی انہیں اب تک ان کا مقام بحال نہ ہوسکا تھا۔ تیسرے دن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب واقعی جواد چھ ماہ کے بعد دوبارہ پاکستان واپس آگئے' وہ بھی بنا اطلاع کیے۔ مرینہ بیگم کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہورہا تھا۔ اس رات جب وہ سب سے مل کر فارغ ہوکر کمرے میں آئے تھے وہ ان کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

"آپ شادی کررہے ہیں؟" بنا دعا سلام کے انہوں نے پہلا سوال یہی پوچھا تھا' جواد صاحب کو ان سے اس سوال کی توقع نہیں تھی تبھی ان کے چہرے کا رنگ اڑا تھا اور انہوں نے بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔

"ہاں۔"

"کیوں؟" مرینہ بیگم کی آنکھیں جیسے دہکتا انگارہ ہورہی تھیں۔ جواد احسن کی پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمک اٹھے بہت سے پل خاموشی کی نذر کرنے کے بعد وہ بولے تھے۔

"ضروری ہوگیا ہے اس لیے۔" مرینہ بیگم کو لگا جیسے کسی نے ان کا وجود تیز تلوار سے کاٹ دیا ہو' ان کی ٹانگوں میں کھڑے رہنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی جب ہی وہ مزید بولے تھے۔

"ساجدہ میری بچپن کی منگ ہے مجھے اس بات کا اس وقت بھی پتا تھا جب تم مجھے ملی تھیں اور میں نے تم سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا مگر میں نے اس منگنی کو کبھی تسلیم نہیں کیا کیونکہ میری اس کے ساتھ کوئی جذباتی وابستگی نہیں ہے اسی لیے جب میں نے امی کو تمہارے گھر بھیجا وہ مجھ سے ناراض ہوگئیں مگر میری ضد کی وجہ سے کچھ کہا نہیں بعد میں تمہارے گھر والوں کے دوٹوک انکار کے بعد انہوں نے چچا کے گھر میری اور فاطمہ کی شادی کی تاریخ پکی کردی' ساجدہ کا بھائی ساجد فاطمہ کا شوہر ہے اور بچپن میں ہی ان دونوں کا نکاح ہوگیا ہے۔ میں نے تمہارے لیے بنا کسی بات کی پروا کیے سارے گھر والوں سے فائٹ کی اور تمہیں بیاہ کر یہاں لے آیا۔ ابا اور چچا کی جو بے عزتی میں نے کی وہ اپنی جگہ مگر اس اقدام سے ساجد اور فاطمہ کی زندگی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہی۔ اب اس بات کو چچا اور ساجد نے انا کا مسئلہ بنالیا ہے وہ لوگ نہ فاطمہ کو طلاق دے رہے ہیں نہ اس کی رخصتی کروا رہے ہیں۔ ساجد کی بس ایک ہی ضد ہے کہ پہلے اس کے گھر سے اس کی بہن رخصت ہوگی پھر وہ میری بہن یعنی فاطمہ کو رخصت کروائے گا۔ ہماری شادی سے ہی یہ مسئلہ چل رہا ہے اس لیے میں اپنی اور تمہاری طرف سے گھر والوں کو کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ جس سے وہ ہمارے رشتے کو ذرا بھی کمزور کرسکیں مگر اب میں مزید تمہیں یہاں ان لوگوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا۔ میں نے اماں سے بات کی ہے ان کا کہنا ہے کہ اگر میں ساجدہ سے نکاح کرکے اسے اس گھر میں لے آتا ہوں تو پھر میں تمہیں وہاں اپنے پاس کینیڈا میں رکھ سکتا ہوں۔ مجھے اس میں کوئی برائی نظر نہیں آرہی مرینہ! اس طرح ہم ایک ساتھ اپنی مرضی کی زندگی بھی گزار سکیں گے اور فاطمہ کا گھر بھی اجڑنے سے بچ جائے گا۔" اپنی بات مکمل کرنے کے بعد انہوں نے بڑی لجی سی نگاہوں سے مرینہ بیگم کی طرف دیکھا تھا مگر وہ اپنے حواس میں ہی کہاں رہی تھیں جو ان کی بات سنتی ان کے تو اندر باہر سناٹا پھیل گیا تھا۔ کتنے آنسو تھے جو موتیوں کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔ بہت دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولی تھیں۔

"آپ کے پہلے ہی مجھ پر بہت احسانات ہیں' خدا کا واسطہ ہے آپ کو مجھ پر ایک اور احسان مت کریں۔" ان کے لہجے میں ٹوٹے کانچ سی چبھن تھی۔ جواد صاحب نے جیسے تڑپ کر ان کی طرف دیکھا تھا مگر وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھیں' دونوں بازو بیڈ کے کنارے پر ٹکائے وہ جیسے اوپر

آسمان پر کوئی چیز تلاش کر رہی تھی۔

"قصور آپ مردوں کا نہیں ہے' ہم عورتوں کا ہے' جنہیں اپنے خوابوں کے علاوہ کچھ اور نظر بھی نہیں آتا نہ دنیا نہ آخرت نہ اپنے سگے خون کے رشتے' نہ ان رشتوں کو پہنچنے والی تکلیف' نہ اپنا مستقبل نہ مستقبل کی تباہ کاریاں' کچھ بھی نہیں۔ بہرحال میں نے فیصلہ کرلیا ہے اب ہم مزید اکٹھے نہیں چل سکتے میں ابھی اور اسی وقت یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"

"وہاٹ...... تم پاگل تو نہیں ہوگئی ہو؟"

"ایسا ہی سمجھ لیں۔"

"جسٹ شٹ اپ' میں یہ سب تمہارے لیے کر رہا ہوں اور تم......"

"آپ کو اب میرے لیے کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب جو بھی کرنا ہے وہ میں خود کروں گی اپنے لیے۔" اس نے اتنی نفرت اور بیگانگی سے کہا تھا کہ جواد احسن ساکت ہوئے دیکھتے رہ گئے تھے اگلے چند لمحوں میں اپنی ضروری چیزیں سمیٹ کر ایک بیگ میں ڈالنے کے بعد وہ معید کی طرف آئی تھیں جب جواد صاحب نے ان کے ہاتھ جھٹک دیے۔

"اگر تم مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہو تو میرے بیٹے پر بھی تمہارا کوئی حق نہیں۔"

"یہ میرا بھی بیٹا ہے میں نے جنم دیا ہے اسے۔"

"جنم دینے والی ماں ایسا سنگدلانہ فیصلہ نہیں کرتی۔"

"ٹھیک ہے اس شاندار گھر کے ساتھ میں نے آپ کا بیٹا بھی آپ کے سپرد کیا مگر میری ایک بات یاد رکھیے گا آپ اگر اس کی تربیت اور کردار میں کوئی کمی رہی تو میں مرتے دم تک آپ کو معاف نہیں کروں گی۔" انگلی اٹھا کر سرخ آنکھوں سے انہیں وارن کرتیں اس رات وہ ان کے گھر سے نکل آئی تھیں۔ باہر زوروں کی بارش ہو رہی تھی' بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک کا خوف اپنی جگہ تھا مگر بنا کسی بات کی پروا کیے گھر کا بیرونی گیٹ پار کرآئی تھیں۔ پیچھے جواد احسن صاحب نے کتنی ہی دیر بے یقین نگاہوں سے انہیں دیکھنے کے بعد دیوار پر مکے برسائے تھے۔

اگلی صبح وہ اپنے گھر میں بے ہوش پڑی تھیں' دو روز کے بعد انہیں ہوش آیا تو ان کا بخار اتر چکا تھا اور وہ اپنے گھر میں تھیں' وہ گھر کہ جہاں انہیں اپنے محبوب باپ کی وفات پر بھی آنا نصیب نہیں ہوا تھا۔

جواد صاحب کا خیال تھا کہ وہ اپنے بیٹے کے بغیر نہیں رہ سکیں گی اور مجبور ہو کر واپس چلی آئیں گی مگر ان کا یہ قیاس غلط ثابت ہوا تھا۔ پورے دو ہفتے گزرنے کے بعد بھی وہ واپس نہیں آئی تھیں تبھی وہ بنا کسی کی پروا کیے اپنے چند ماہ کے بیٹے کو ساتھ لے کر اگلے کئی سالوں کے لیے کینیڈا چلے گئے تھے' فاصلوں کی دیوار اٹھی تو پھر بلند سے بلند تر ہوتی گئی۔

معید اس وقت آٹھ سال کا تھا جب پاکستان واپسی پر جواد صاحب نے اسے مرینہ بیگم کی طرف بھیجا تھا' گزرے ہوئے ان آٹھ سالوں میں کئی تبدیلیاں آئی تھیں' جواد صاحب کی والدہ کی رحلت ہوچکی تھی جبکہ انہوں نے بنا کوئی پروا کیے ساجدہ سے شادی سے انکار کردیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد اس شہر میں ایک اچھی جگہ پر اس کا رشتہ طے ہوگیا۔ ان کی اپنی بہن فاخرہ کی شادی بھی ہوگئی' والد فالج کا شکار ہو کر بستر سے لگ گئے' سارا انتظام اپنی ورد تم برہم ہو کر رہ گیا تھا اور اب جبکہ ساری عمر ہجر کی نذر ہوگئی تھی وہ انہیں واپسی کی راہ دکھا رہے تھے بھلا اس سے بڑھ کر ان کی زندگی کے ساتھ محبت کا مذاق کیا ہوتا تھا؟ دن اچھا خاصا نکل آیا تھا' وہ فجر کی نماز سے فارغ ہوئیں تو معید بیدار ہوچکا تھا۔ مرینہ بیگم دعا مانگ کر اس کے پاس آ بیٹھیں۔

"اب کیسی طبیعت ہے معید؟"

"فرسٹ کلاس...... آپ ساری رات جاگتی رہی ہیں؟"

"نہیں......"

"امی پلیز...... کم از کم مجھ سے جھوٹ نہ بولا کریں' آپ کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی ہے کہ آپ نہ صرف ساری رات جاگتی رہی ہیں بلکہ روتی رہی ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے معید! میں بس تمہاری طبیعت کی وجہ سے پریشان ہوں۔"

"میری طبیعت اب ٹھیک ہے' آپ پریشان نہ ہوں پلیز۔"

"ٹھیک ہے نہیں ہوتی پریشان' تم میرے ساتھ شہر چلو تم نے وعدہ کیا تھا شادی سے دو ہفتے پہلے گھر آنے کا۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے امی! مگر سوری میں ابو کے بغیر اکیلا نہیں آؤں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" انہیں شاک لگا تھا معید نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"امی پلیز! ابو کو معاف کردیں' وہ اب آپ کی نفرت کے قابل نہیں رہے' ان کا دل ناکارہ ہوچکا ہے ڈاکٹرز نے ان کی زندگی کو رسکی قرار دے دیا ہے۔ امی میں مانتا ہوں ماضی میں آپ کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے مگر اس زیادتی کے کفارہ میں نے اور پاپا نے کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں آپ نہیں جانتیں۔ صرف آپ کو کھودینے کے دکھ اور غصے میں پاپا نے اپنے سگے خون کے رشتوں کو خود پر حرام کرلیا۔ آپ تصور کرسکتی ہیں فقط چند ماہ کے بچے کو سنبھالنا اور پالنا ایک مرد کے لیے کتنا مشکل ہوسکتا ہے؟ کیا آپ تصور کرسکتی ہیں امی کہ ایک چھوٹا بچہ جس کی ماں زندہ ہو دنیا میں موجود ہو مگر پھر بھی وہ اس سے مل نہ سکتا ہو اسے دیکھ نہ سکتا ہو تو اس بچے کی زندگی کیسی ہوگی؟ روز رات میں جب وہ ڈر کر اٹھ جاتا ہو یا اسے چوٹ لگتی ہو مگر اس کی ماں اس کے پاس نہ ہو کیا آپ اس بچے کی تکلیف کا اندازہ کرسکتی ہیں؟ نہیں! آپ نہیں کرسکتیں آپ کو کیا پتا تنہائی کی تکلیف کیا ہوتی ہے؟ آپ تو اپنے سگے بھائیوں کے درمیان رہتی ہیں آپ کو اس انسان کے درد کا اندازہ کیسے ہوسکتا ہے جس کا کوئی بھائی بھی نہ ہو سوائے ماں باپ کے جس کے پاس کوئی اور رشتہ ہی نہ ہو۔" بولتے بولتے ایک دم سے اس کا لہجہ بھرا گیا تھا۔ مرینہ بیگم کو لگا جیسے کسی نے ان کا دل کاٹ ڈالا ہو یہ کیسا آئینہ تھا جو ان کا بیٹا انہیں دکھا رہا تھا۔

"امی میں مانتا ہوں آپ پاپا کی اور پاپا آپ کے گناہ گار ہوں گے مگر میرا کیا قصور تھا کہ مجھے سارے رشتوں سے محرومی کے ساتھ ساتھ جو دو رشتے میسر تھے ان میں سے بھی کسی ایک کی چوائس دے دی گئی' باپ کے پاس رہوں تو ماں نہیں۔ ماں کے پاس رہوں تو باپ نہیں' کیوں امی کیا میں انسان نہیں ہوں' کیا میرے سینے میں دل نہیں ہے؟ کیا میری کوئی خواہشات نہیں ہیں؟ میں نظر کیوں نہیں آتا کسی کو؟" اب اس کی آنکھیں بھرآئی تھیں چہرہ پھیرتے ہوئے بہت ضبط کے باوجود وہ رو پڑا تھا مرینہ بیگم جیسے ساکت رہ گئی تھیں ان کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا جبکہ ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش اتر آئی تھی۔ کیسا عجیب منظر تھا کہ پورے پچیس سال کے بعد ان کے اپنے بیٹے نے انہیں کٹہرے میں لاکھڑا کیا تھا۔ وہ بولنا چاہتی تھیں مگر ان کے لب جیسے ہلنے سے انکار ہوگئے تھے' معید کو بچوں کی طرح روتے دیکھ کر انہیں ایک دم سے جیسے اپنے وجود سے گھن آنے لگی تھی جبھی وہ بولا تھا۔

"میں نے سوچ لیا ہے امی! میں اور پاپا اب یہاں نہیں رہیں گے' ہم چلے جائیں گے یہاں سے' روز روز کے مرنے سے بہتر ہے بندہ ایک بار ہی مرجائے۔" وہ ایک شاندار بھرپور مرد اس وقت بالکل ایک چھوٹا سا بچہ بنا ہوا تھا' مرینہ بیگم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرآئیں انہیں لگا جیسے ان کا دل رک جائے گا۔

جواد صاحب نے جس وقت معید کے کمرے کی دہلیز پر قدم رکھے وہ معید کے بازو سے لگی زاروقطار رو رہی تھی جو آئینہ ان کے بیٹے نے انہیں دکھایا تھا اس آئینے میں انہیں اپنا چہرہ بے حد بدصورت نظر آرہا تھا۔ جواد صاحب بے حد پریشان سے آگے بڑھے تھے جبھی معید نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا اور ہلکے سے مسکراتے ہوئے وکٹری کا نشان بنا کر انہیں دکھادیا۔

"کیا ہوا سب ٹھیک تو ہے ناں؟" وہ سمجھ کر بھی اس کا اشارہ نہیں سمجھے تھے جبھی فکرمندی سے پوچھا تھا جواباً معید نے اپنی ماں کے گرد ہاتھ پھیلا کر انہیں اپنے چوڑے سینے میں سمولیا۔

"جی ابو سب ٹھیک ہے آپ سے پچیس سال اپنی روٹھی ہوئی بیوی منائی نہیں گئی مجھے دیکھیں میں نے صرف پچیس منٹ میں اپنی ماں کو منالیا۔"

"واقعی......؟" وہ حیران تھے معید نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی ہاں پوچھ لیں امی سے ان کا بیٹا جھوٹ نہیں بولتا۔" پہلی بار اس کی بھیگی آنکھوں میں عجیب سی چمک دکھائی دے رہی تھی انہیں اپنے دل میں بے حد سکون اترتا ہوا محسوس ہوا جبھی مرینہ بیگم بولی تھیں۔

"ایم سوری جواد! میں بہت شرمندہ ہوں واقعی میں نے اپنے بیٹے کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔"

"صرف بیٹے کے ساتھ؟" ان کے چہرے پر نظر

جمائے انہوں نے جس طرح سے پوچھا تھا وہ بے ساختہ نظر چرانے پر مجبور ہوگئی تھیں تبھی وہ گہری سانس بھر کر رہ گئے تھے۔

"چلو شکر ہے تمہیں اپنے بیٹے کے ساتھ کی گئی زیادتی کا احساس تو ہوا۔"

"ابو پلیز...... میری امی کو شرمندہ نہیں کرنا اب یاد رکھیں اب یہ پچیس سال پہلے والی مرینہ نہیں ہیں میری امی ہیں اب اگر آپ نے ذرا سا ان کا دل دکھایا یا کوئی زیادتی کی تو میں سچ کہہ رہا ہوں میں لڑ پڑوں گا آپ سے۔" ہاتھ اٹھا کر وارن کرتے ہوئے اس نے ساتھ ہی انہیں آنکھ بھی ماری تھی جوابا وہ کھل کر ہنس پڑے ان کا دل چاہا وہ اپنے بیٹے کا منہ چوم لیں کیونکہ وہی تھا جس کی وجہ سے پورے پچیس سال کے بعد بالآخر انہیں اپنی محبت میں سرخروئی نصیب ہوگئی تھی۔

تبھی انہوں نے ہنستے ہوئے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر بنا کچھ کہے فوری واپس پلٹ گئے کہ اس وقت سب سے ضروری کام ان کے لیے اپنے مالک کا شکر ادا کرنا تھا۔

❁❁❁

اگلی صبح معید ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آ گیا تو اس کی آنکھوں میں اور چہرے پر اتنی خوشی اور چمک تھی کہ خود فیچا بھی اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ ازہان ابھی سو رہا تھا جواد صاحب مرینہ بیگم کا ہاتھ تھامے انہیں لاؤنج تک کے قریب لے آئے تھے۔

"فیچا بیٹے جلدی سے گرما گرم ناشتا لے آؤ دیکھو آج ایک شہزادی رستہ بھول کر ہمارے غریب خانے پر تشریف لے آئی ہیں۔" مرینہ بیگم مسکرائی تھیں جبکہ کچن کے دروازے پر کھڑی فیچا جیسے ساکت رہ گئی تھی اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ واقعی معید کی مما اس گھر میں واپس لوٹ آئی ہیں۔

"او ہیلو...... تم بعد میں چلی جانا پہلے میری سویٹ مما کے لیے اچھا سا ناشتا لے آؤ شاباش۔" معید نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے جتنے فریش لہجے میں کہا تھا اس نے اسے اتنا فریش کبھی نہیں دیکھا تھا تبھی وہ آگے بڑھی تھی اور بنا کسی ہچکچاہٹ کے سیدھی مرینہ بیگم کے گلے جا لگی تھی۔

"السلام علیکم ممانی! کیسی ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام! تم کیسی ہو بیٹے؟" بنا کسی جان پہچان کے انہوں نے اس کے سر پر پیار دیا تھا تبھی وہ ان سے الگ ہوئی تھی۔

"میں تو ٹھیک ہوں ممانی! اب آپ کو دیکھ کر اور بھی ٹھیک ہوگئی ہوں۔" اس کی نظریں معید پر تھیں وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا مرینہ بیگم ایک پل میں بہت کچھ سمجھ گئی تھیں تبھی جواد صاحب بولے تھے۔

"بیٹا اب ناشتا لے آؤ جلدی میری بیوی کل سے بھوکی ہے باقی باتیں ناشتے کے بعد کر لینا پلیز۔"

"جی ماموں۔" مسکرا کر کہتے ہوئے وہ کچن میں گھس گئی تھی۔

معید ازہان کے پاس چلا آیا جو ابھی کے کمرے میں اس کے بیڈ پر سویا ہوا تھا اسے اور تو کچھ نہ سوجھا الارم اٹھا کر اس کا ٹائم سیٹ کر دیا اگلے ہی پل بے دردی سے بجتا الارم اس نے ازہان کے سر کے قریب رکھ دیا تھا جس پر وہ سخت کوفت کا شکار ہوتے ہوئے بیدار ہوا۔

"کیا مصیبت ہے یار؟" مندی مندی آنکھوں سے ہاتھ بڑھا کر اس نے الارم آف کیا اور جھنجلا کر اٹھ بیٹھا تھا۔

"السلام علیکم! صبح بخیر۔" جیسے ہی اس کی نظر معید پر پڑی وہ مسکرا دیا۔

"اوہ تو یہ تمہاری کارستانی تھی کب آئے ہسپتال سے؟" وہ اب تکیہ چھوڑ کر سیدھا ہو بیٹھا تھا معید نے بیڈ پر آڑھا ترچھا لیٹتے ہوئے مزے سے اس کی گود میں سر رکھ دیا۔

"جب دیکھ لیا میرے یار نے ویسے رات نیند نہیں آئی تھی کیا؟"

"ہاں یار...... مجھے اجنبی جگہ پر مشکل سے ہی نیند آتی ہے ابھی صبح اذان کے بعد آنکھ لگی تھی۔"

"اوہ پھر تو زیادتی ہوگئی تمہارے ساتھ۔"

"ہوں زیادتی تو ہوئی ہے لیکن چلو خیر معاف کیا۔" جس انداز میں اس نے کہا تھا معید کھل کر ہنستا لا رہا تھا۔

"مہربانی چلو اب فریش ہو کر آ جاؤ باہر تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے۔"

"سرپرائز؟"

"ہوں سرپرائز..... اٹھو جلدی شاباش۔" وہ بہت خوش اور فریش دکھائی دے رہا تھا' ازہان کو ناچاہتے ہوئے بھی واش روم کا رخ کرنا پڑا پھر جس وقت تازہ دم ہو کر وہ باہر ناشتے کی میز پہ آیا وہاں جواد صاحب اور مرینہ بیگم کو اکٹھے بیٹھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"پھپھو..... واہ کیا سرپرائز ہے؟" وہ بھی خوش ہوا تھا' مرینہ بیگم بے ساختہ مسکرا دیں تبھی جواد صاحب بولے تھے۔

"سب ہمارے بیٹے کا کمال ہے' جو کام باپ نہ کرسکا وہ بیٹے نے کر دکھایا۔"

"ویری گڈ پھر تو ٹریٹ بنتی ہے جناب معید کی طرف۔"

"ٹریٹ بھی دے دیں گے یار! پہلے ناشتا تو کرو پھر مجھے اپنے ننھیال بھی جانا ہے۔" کرسی کھینچتے ہوئے معید نے کچھ اس انداز میں کہا تھا کہ وہاں موجود سب نفوس بے ساختہ ہنس پڑے تھے۔

عین اسی اثناء میں فیحا نے اپنی سیٹ سنبھالی تھی ازہان کی دھڑکنیں اس پر نظر پڑتے ہی بے ترتیب ہونے لگیں' تبھی جواد صاحب نے بتایا تھا۔

"یہ فیحا ہے فاطمہ کی بیٹی' ابھی تین سال قبل اس کے انتقال کے بعد میں اسے اپنے پاس لے آیا تھا۔"

"واٹ.....؟" مرینہ بیگم کے ہاتھ سے چمچ گرا تھا جبکہ ان کی آنکھوں میں بے حد حیرانی اور دکھ تھا' خود جواد صاحب کی آنکھیں بھی اداس ہوگئیں۔

"ہوں میرے کینیڈا جانے کے بعد ساجد نے رخصتی تو کروالی تھی مگر زندگی بھر فاطمہ کو سولی پہ چڑھائے رکھا' صرف میرے غصے کی وجہ سے اس نے میری بہن کی زندگی جہنم بنادی اسے وقت سے پہلے بوڑھا اور کمزور کردیا جبکہ اس نے خود دوسری شادی بھی کرلی تھی بہرحال انسان حالات سے لڑسکتا ہے تقدیر سے نہیں۔" بہت نارمل لہجے میں وہ انہیں یہ روداد سنا رہے تھے مگر مرینہ بیگم کو لگا ان کا وجود زمین میں دھنستا جارہا ہو۔ وہ ساری عمر اسی بدگمانی اور تکلیف کا شکار رہیں کہ جواد صاحب نے ان کے ساتھ وفا نہیں کی ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کے ہوگئے مگر یہ بھید تو اب کھلا تھا کہ وہ تو اب بھی صرف انہی کے تھے۔ جانے یہ دکھ کی شدت تھی کہ شرمندگی کی انتہا وہ اپنی سیٹ دھکیل کر اٹھی تھیں اور لاؤنج سے باہر نکل آئی تھیں' جواد صاحب بھی فوراً ان کے پیچھے لپکے تھے۔

"مرینہ....." باہر لان میں گلاب کی باڑ کے قریب کھڑی اب وہ شدت سے رو رہی تھیں۔ جواد صاحب نے محبت سے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"کیا ہوا' کیوں رو رہی ہو؟"

"جواد ایم سوری' میں نہیں جانتی تھی کہ میرا کیا ہوا ایک غلط فیصلہ اتنی زندگیاں برباد کردے گا۔ میں واقعی آپ کو نہیں سمجھ سکی پلیز مجھے معاف کردیں۔" پچاس سال کی عمر میں بھی وہ نوعمر لڑکیوں کی طرح بلک رہی تھی تبھی جواد صاحب نے ان کے شانوں کے گرد بازو پھیلا کر انہیں خود میں سمیٹ لیا تھا۔

"جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا مرینہ! اب رونے سے کچھ حاصل نہیں پلیز۔"

"مگر میں بہت گلٹ فیل کررہی ہوں' مجھے پہلے خبر ہوجاتی کاش....."

"پلیز مرینہ! جو ہوگیا اسے بھول جاؤ پلیز اتنے سالوں بعد مجھے اور میرے بیٹے کو خوش ہونے کا موقع ملا ہے پلیز تم ہماری خوشی کو یوں رو کر ماندمت کرو پلیز۔" وہ بہت لجاجت سے کہہ رہے تھے۔

مرینہ بیگم نے آہستہ سے آنسو پونچھ کر اپنے لب جواد حسن کے دائیں ہاتھ کی پشت پر ثبت کردیے۔

"میں آپ کی گناہ گار ہوں جواد! اس قابل تو نہیں ہوں کہ اللہ مجھے معاف کرے پھر بھی پلیز آپ مجھے معاف کردیں۔ آپ نے معاف کردیا تو مجھے یقین ہے میرا اللہ بھی مجھے معاف کردے گا۔"

"ٹھیک ہے کردیا معاف' اب چلو ناشتا کرو پھر شہر کے لیے نکلتے ہیں۔" وہ آج بھی ویسے ہی تھے بے حد سادا اور سراپا محبت..... مرینہ بیگم کے اندر تک خود سے نفرت کی لہر اتر گئی۔ انہیں لگا جیسے گزرے ہوئے پچیس سال انہوں نے کالے پانیوں کی نذر کردیے ہوں' اندر ڈائننگ ہال میں معید' ازہان اور فیحا پریشان سے خاموش بیٹھے تھے۔ انہیں واپس آتے دیکھ کر ان کے چہروں پہ رونق لوٹ آئی تھی' مرینہ بیگم نے ایک نظر خاموشی سے سب کو دیکھا پھر اپنی

سیٹ پر بیٹھ گئیں۔

"چلو معید اپنا اور پاپا کا بیگ تیار کرو شادی میں بہت کم دن رہ گئے ہیں وہاں شہر میں سب ہمارا انتظار کررہے ہوں گے اور فیحا بیٹے آپ بھی اپنا بیگ تیار کرلو۔" ناشتے کے فوراً بعد انہوں نے حکم جاری کیا جس پر معید نے مسکرا کر جبکہ فیحا نے چونک کران کی طرف دیکھا تھا۔

"امی میں تو بیمار ہوں آپ فیحا سے کہیں یا اپنے ساتھ ہمارے بیگ بھی تیار کرلے گی۔"

"تمہاری بیماری کا پتا لگ گیا ہے مجھے زیادہ ڈرامے بازی کی تو لگاؤں گی ایک۔" اس بار انہوں نے ذرا سا ڈپٹا تھا جواباً معید اور جواد صاحب دونوں ہی کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے۔

"دیکھ لیا ابو امی بہت پہنچی ہوئی چیز ہیں۔" وہ شرارتی ہورہا تھا فیحا نے ناشتا ادھورا چھوڑ دیا۔

"ممانی میں ماموں اور معید کا بیگ تیار کردیتی ہوں مگر ایم سوری میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکوں گی کیونکہ مجھے شہر میں رہنے کی عادت نہیں ہے۔" مرینہ بیگم جو معید کی بات پر مسکرا رہی تھیں اب سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"صرف چند دن کی بات ہے فیحا۔"

"چند دن بھی نہیں رہ سکتی ممانی ایم سوری۔" وہ ماضی کے سارے قصے سے باخبر تھی مرینہ بیگم کو بے حد ندامت محسوس ہوئی تھی خود ازبان کا دل جیسے بجھ کر رہ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے تو پھر کسی کا بھی بیگ تیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے ازبان تم چلے جاؤ شہر معظم بھائی سے کہہ دینا میری مجبوری ہے میں نہیں آسکتی۔" وہ مکمل سنجیدگی اور یاسیت سے کہہ رہی تھیں۔ فیحا کو نا چاہتے ہوئے بھی ہتھیار پھینکنے پڑے تھے۔

"او کے میں چل رہی ہوں آپ کے ساتھ۔" جیسے ہی اس نے کہا ازبان کے لب فوراً مسکرا اٹھے تھے جبکہ معید بھی ہنس دیا تھا۔

"دیکھا ابو کتنی سمجھ دار ہیں میری امی بالکل بجھ پڑگئی ہیں۔"

"ہوں کوئی شک نہیں۔" جواد صاحب بھی مسکرائے تھے۔

اسی روز شام میں وہ سب شہر کے لیے روانہ ہوگئے تھے۔

❀......❀......❀

پچھلی رات کا پہر تھا عینا کی آنکھ اپنے سیل کی وائبریشن سے کھلی تھی اس نے نیند سے بوجھل پلکوں کو بمشکل وا کرکے اسکرین کو دیکھا وہاں ریان کا نام جگمگا رہا تھا۔ ایک دم اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی جبکہ ہاتھ کپکپا اٹھے فوراً سے پیشتر وہ اٹھ کر بیٹھی تھی مگر تب تک کال بند ہوچکی تھی۔ اس نے دیکھا اس کے سیل پر ریان کے نمبر سے اڑسٹھ مسڈ کالز تھیں وہ حیران ہی تو رہ گئی پورے چھ ماہ کے بعد وہ شخص بھلا اتنی شدت سے اسے کیوں یاد کررہا تھا؟ اس سے پہلے کہ وہ اس سوال پر مزید الجھتی اس کا سیل پھر بجنا شروع ہوگیا تھا اس بار اس نے بنا کسی تاخیر کے فوراً کال پک کرلی تھی۔

"ہیلو......" اس کی مدھم سی ہیلو کے جواب میں دوسری طرف کچھ لمحوں کے لیے خاموشی چھائی رہی تھی پھر وہ بولا تھا۔

"کیسی ہو؟" عینا کی طرح اس کی آواز بھی بے حد بوجھل تھی جیسے وہ نشے میں ڈوب کر بول رہا ہو عینا کو لگا جیسے اس کا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ کچھ لمحوں تک باوجود کوشش کے وہ کچھ بول نہ پائی تو رو پڑی' تبھی وہ تڑپا تھا۔

"عینا......" مگر وہ اس کی پکار سنے بغیر شدت سے روتی رہی۔

"عینا میری بات سنو پلیز......" اس سے برداشت نہ ہوا تو وہ بول اٹھا اسے نا چاہتے ہوئے بھی اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹنا پڑا تھا۔

"میں ملنا چاہتا ہوں کل تم سے کسی بھی قیمت پر پلیز......" جیسے ہی اس کے رونے کی شدت کم ہوئی اسے ریان کی آواز سنائی دی وہ مزید حیران رہ گئی۔

"کیوں......؟"

"تمہاری ایک امانت ہے میرے پاس واپس کرنی ہے۔"

"تو پھر کیوں نہیں آجاتے آپ؟"

"پھر نہیں آسکتا میں؟" جتنا تڑپ کر اس نے پوچھا تھا۔ اتنی ہی یاسیت سے اس نے جواب دیا تھا' وہ پھر

چونک اٹھی۔
"کیوں..... کیوں نہیں آ سکتے؟"
"بس کچھ مجبوریاں ہیں' کل ملوگی تو سب بتاؤں گا۔"
"ٹھیک ہے میرا عینا کیسا ہے؟" اور اس سوال پر دوسری طرف پھر گمبھیر خاموشی چھا گئی تھی۔
"ٹھیک ہے۔" کافی دیر کی خاموشی کے بعد اس نے جواب دیا تھا عینا کا پورا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔
"کہاں مل سکتی ہوں میں آپ سے؟"
"میرے آفس آ جانا' پتا میں تمہیں ابھی میسج میں سینڈ کردوں گا' فی الحال گھر میں کسی کو بھی مت بتانا' پلیز۔"
"آپ ٹھیک تو ہیں؟"
"ہوں۔"
"اوکے میں آ جاؤں گی۔"
"شہریار کیسی ہیں؟"
"ٹھیک ہیں۔"
"شگفتہ آنٹی اور باقی سب.....؟"
"سب ٹھیک ہیں۔"
"اور تم.....؟" بالکل اچانک اس نے پوچھا تھا عینا کے گلے میں پھر آنسوؤں کا پھندا لگ گیا۔
"میں بھی ٹھیک ہوں۔"
"شکر ہے مالک کا' چلو اب سو جاؤ' میں کل شام چار بجے تمہارا انتظار کروں گا۔"
"ٹھیک ہے۔" وہ آہستہ سے بولی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ریان کال بند نہ کرے مگر ایک لمبی چپ کے بعد اس نے آہستہ سے کال ڈراپ کر دی تھی۔
اگلے روز ٹھیک شام چار بجے بنا کسی کو کچھ بتائے وہ ایک دوست سے ملنے کا بہانہ کر کے ڈرائیور کے ساتھ گھر سے نکل آئی تھی۔ ریان کی کال کے بعد اس کا ایک ایک لمحہ جیسے سولی پر لٹکتے ہوئے گزرا تھا۔ ریان نے اپنے آفس کا جو ایڈریس اسے میسج میں سینڈ کیا تھا وہ اس ایڈریس پر پہنچ چکی تھی لہٰذا ڈرائیور کو واپس بھیج کر وہ سامنے موجود شاندار عمارت کی طرف بڑھ آئی۔
عمارت کے اندر کا ماحول باہر سے بھی زیادہ شاندار تھا' اس نے ریسپشن پر اپنا نام بتایا اور ریان ملک سے ملاقات کی درخواست کی جواباً اگلے ہی پل اسے ایک شاندار سے کمرے کی طرف بھیج دیا گیا شاید وہ پہلے ہی اس کے لیے اپنے اسٹاف کو ہدایت کر کے چکا تھا۔
عینا کو لگا جیسے اس کے قدم من من بھاری ہو رہے ہوں' جبکہ دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ سامنے موجود دروازے پر ہلکی سی ناک کے بعد جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئی' سامنے موجود ریان ملک کو دیکھ کر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بے حد تھکی ہوئی آنکھوں کے نیچے بڑے بڑے حلقے' بے حد کمزور صحت' اوپر سے کافی روز کی بڑھی ہوئی شیو' اسے کسی اور ہی ریان ملک سے ملا رہی تھی۔ ریان نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے اور پھر ایک زخمی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھر کر رہ گئی تھی۔
"آؤ عینا..... پلیز۔" وہ اسے اپنے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھنے کی ہدایت دے رہا تھا' عینا کسی روبوٹ کی مانند چپ چاپ خاموشی سے بیٹھ گئی۔
"کس کے ساتھ آئی ہو؟" پہلا سوال ہوا تھا' عینا نے اپنی نظریں اس کی چہرے سے نہیں ہٹائیں۔
"ڈرائیور کے ساتھ۔"
"یہاں تک آنے میں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی؟"
"نہیں۔"
"اوکے..... کیا لوگی ٹھنڈا یا گرم؟"
"نہ ٹھنڈا نہ گرم صرف اپنا بچہ۔" جتنی سرد مہری سے اس نے کہا تھا اتنی ہی تیزی سے ریان کی آنکھوں کے گوشوں میں ہلکی سی نمی چمکی تھی۔ اس نے ایک نظر ہاتھ میں بندھی گھڑی کی طرف دیکھا پھر نظریں عینا کے تنے ہوئے چہرے پر گاڑ دیں۔
"وہ یہاں نہیں ہے۔"
"یہاں نہیں ہے تو کہاں ہے؟" اس بار اس نے سختی سے پوچھا تھا' ریان نے سختی سے لب بھینچ لیے۔
"تم نے اس سے لازمی ملنا ہے؟"
"ہاں۔"
"اوکے چلو پھر تم باہر میری گاڑی میں چل کر بیٹھو' میں آتا ہوں۔" اسے ہدایت دینے کے ساتھ ہی اس نے انٹر کام اٹھا لیا تھا' اگلے دو منٹ میں مستعد ملازم اس کے سامنے موجود تھا۔
"جی سر۔"

"بیگم صاحب کو باہر میری گاڑی میں بٹھائیں میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

"جی سر۔" تابعداری سے سر ہلاتا ملازم فوراً ہی اسے باہر ریان کی گاڑی تک لے آیا تھا۔ عنا مختلف خدشات کا شکار ہوئی چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

آسمان کالے سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا وہ جانتی تھی ابھی کچھ ہی دیر میں بارش شروع ہو جائے گی مگر پھر بھی وہ وہیں بیٹھی رہی تھی کہ اس کا دل اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اسے گاڑی میں بیٹھے ابھی دس منٹ ہوئے ہوں گے جب اس نے ریان کو وہیل چیئر کی مدد سے آفس سے باہر آتے ہوئے دیکھا کوئی پہاڑ تھا جو اس وقت اس کی بصارتوں پر گرا تھا۔ آنکھیں جیسے سامنے موجود منظر دیکھ کر پھٹ گئی تھیں مگر ریان بنا پروا کیے بنا اس کی طرف دیکھے گاڑی کی دوسری طرف فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھا تھا اس کے برابر میں مستعد ڈرائیور نے اپنی ڈیوٹی سنبھال لی تھی۔

آسمان پر چھائے گھنگھور بادل اب بارش کے قطروں کی صورت اپنے موتی لٹانا شروع ہو گئے تھے عنا خالی خالی نگاہوں سے راستوں کو تکتی اپنی سسکیاں دبائے بیٹھی رہی تھی۔ تقریباً پینتیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد شہر سے قدرے فاصلے پر ایک درمیانے درجے کے ریستوران کے سامنے گاڑی رکی تھی ڈرائیور نے مستعدی سے نکل کر عنا کی طرف کا گاڑی کا دروازہ کھولا تھا وہ پتھر کے بت کی مانند ساکت و جامد سی گاڑی سے نکل آئی تھی اور ریان ریستوران میں اس کے مقابل بیٹھا تھا۔ بہت سے لمحے خاموشی کی نذر کرنے کے بعد بالآخر اس نے عنا کی طرف دیکھتے ہوئے بولنا شروع کیا۔

"چار ماہ پہلے میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا جس رات میں گھر آیا تھا اور اپنے بیٹے کو تمہارے پہلو سے اٹھا کر لایا تھا اسی رات..... اسی ایکسیڈنٹ میں میری ٹانگیں ضائع ہو گئیں اور...." دانستہ رک کر اس نے عنا کی طرف دیکھا تھا وہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اور.....؟" بہت آہستہ سے اس کے لبوں نے جنبش کی تھی۔

ریان کی زبان نے جیسے اس کا ساتھ دینے سے انکار

کردیا اس کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں لب کانپتے ہوئے اس نے جیسے اپنا حوصلہ جمع کیا تھا۔

"اور ہمارے بیٹے کی جان بھی....." جتنے دھیمے لہجے میں اس نے کہا تھا اتنی ہی تیزی کے ساتھ عینا کا دل ڈوبا تھا۔ اسے لگا تھا جیسے وہیں تیورا کر گر پڑے گی سامنے بیٹھا وہ شخص جو بدقسمتی سے اس کا شوہر تھا وہی اس کے معصوم بیٹے کا قاتل بھی تھا اس کے لب ہل رہے تھے مگر وہ جیسے کچھ بھی سن نہیں پارہی تھی۔

"میں تمہارا گناہ گار ہوں عینا! تم چاہو تو مجھے سنگسار کردو اُف تک نہیں کروں گا۔ مگر مجھے تم سے ایک گلہ ہے اگر تم میری محبت کے جواب میں مجھ سے بے پروائی نہ برتتیں اتنی سادہ نہ ہوتیں تو شاید میں اس بربادی کے راستے کی طرف کبھی قدم نہ بڑھاتا۔ مرد کو اگر گھر میں سکون ملے تو وہ باہر نہیں بھٹکتا' پتا نہیں تم جیسی اور کتنی لڑکیاں ہوں گی جن کی سادگی اور بے نیازی نے ان کے شوہروں کو راہ راست سے بھٹکا دیا ہوگا۔ جانتی تو ہو تم مرد ذات کو رنگ برنگی تتلیاں اچھی لگتی ہیں رنگ اچھے لگتے ہیں اگر یہ رنگ اسے گھر میں نظر نہ آئیں تو واقعی اس کی عقل پر پردا پڑتے دیر نہیں لگتی بہرحال مجھے ابو نے اپنی جائیداد سے عاق کردیا ہے' ان کے جیتے جی میں اس گھر میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔ یہ میری سزا ہے عینا! ساری عمر اس معذوری کے ساتھ کاٹنا میری سزا ہے کیونکہ میں نے تم جیسی اچھی لڑکی کا دل دکھایا ہے' تمہیں وہ درد دیا ہے جس کی اذیت کبھی کم نہیں ہوسکتی۔ میں چاہتا تو تمہارے حقوق ادا کرکے بھی یہ سب کرسکتا تھا مگر میں نے کہا ناں میری عقل پر پردا پڑ گیا تھا۔ اپنی بربادی اور تباہی تک پتا ہی نہیں چلا کہ میں کیا کررہا ہوں۔" اب اس کی آنکھیں اور لہجہ بھرآیا تھا' خود عینا کی آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر آنسو نیچے گرتے رہے۔

"میں جارہا ہوں عینا! ابھی تیس منٹ کے بعد میری فلائٹ ہے کہاں جارہا ہوں نہیں جانتا مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اب کبھی پلٹ کر اس دیس میں نہیں آؤں گا' کبھی بھی نہیں مگر میں جہاں بھی رہوں گا اپنے گھر والوں کی یاد کو سینے سے لگائے ان کی ہر لمحہ خبر گیری رکھوں گا۔ تم امی اور باقی سب سے کہنا مجھے معاف کردیں' میں نے واقعی صرف اپنی ذات کی خوشی کے لیے ان سب کا بہت دل دکھایا ہے۔" اب اس کی آنکھیں سرخ ہونا شروع ہوگئی تھیں۔

عینا کا دل گہرے پاتال میں ڈوبتا چلا گیا' کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے کوٹ کی جیب سے ایک لفافہ نکالا تھا اور میز پر رکھ دیا تھا۔

"یہ میرے پاس تمہاری امانت ہے' میرے خیال میں خوداذیتی کی سولی چڑھ کر اس سے زیادہ میں تمہیں اور کچھ نہیں دے سکتا تھا۔"

اس کا بوجھل گمبھیر لہجہ اب ٹوٹ رہا تھا اس لمحے اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ سامنے پتھر ہوئی بیٹھی اس لڑکی کو زور سے اپنی بانہوں میں بھینچ کر آخری بار چوم لے مگر...... اب اس کے پاس ایسا کوئی حق نہیں بچا تھا عینا پتھر ہوئی بیٹھی رہی اسے پتا ہی نہ چل سکا کہ کب وہ آنکھوں میں ضبط کی شدت کی پیاس لیے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

وہ گھر واپس آئی تو ہر طرف سناٹا تھا بالکل ویسا ہی سناٹا جیسے اس کے اندر اترا تھا' کسی روبوٹ کی مانند چپ چاپ چلتی وہ اوپر اپنے کمرے میں آئی تھی اور پھر بیڈ کے سائیڈ سے خواب آور گولیوں کی بوتل اٹھا کر تین چار گولیاں ہتھیلی پر رکھ کر ایک گلاس پانی کے ساتھ انہیں پھانک لیں' کسی کی دنیا اجڑ جائے تو وہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہوجاتا ہے' وہ بھی ہوگئی تھی۔

اعظم صاحب کے پورشن میں اس وقت مرینہ بیگم' جواد حسن اور ان کی بھابھی کو پروٹوکول مل رہا تھا سب وہیں اکٹھے ہوئے تھے کسی کو خبر ہی نہیں ہوئی تھی اور عینا کی دنیا لٹ گئی تھی۔

(آخری حصہ ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

قسط نمبر 20

بے کراں شب میں کہیں ایک ستارہ ہی سہی
ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا ہی سہی
وقت کی اپنی عدالت بھی ہوا کرتی ہے
آج اس شہر میں قانون تمہارا ہی سہی

گزشتہ قسط کا خلاصہ

بابا صاحب مصطفیٰ اور دیگر گھر والوں کے ساتھ ولید کے ہاں شادی کے فنکشن میں جاتے ہیں تو ولید کے والد ضیاء صاحب سے ان کے بیک گراؤنڈ اور اہلیہ کی وفات کے متعلق پوچھتے ہیں جس پر ضیا صاحب کھا جاتے ہیں۔ دوسری طرف بابا صاحب کچھ تسلی بخش جواب نہ ملنے پر افسردہ ہو جاتے ہیں۔ شہوار شادی کے فنکشن میں انا کے ساتھ خواب انجوائے کرتی ہے اور وہیں رات گزارتی ہے جبکہ انا ولید اور کاشفہ کی بے تکلفی پر از حد سنجیدہ رہتی ہے۔ بابا صاحب ولید اور اس کے گھر والوں سے مل کر واپسی کا ارادہ کرتے ہیں لیکن شاہزیب اور مصطفیٰ کے اصرار پر رک جاتے ہیں وہ انہیں سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جانا چاہتے ہیں اور بابا صاحب بھی ان کی بات پر بالآخر رضامند ہو جاتے ہیں۔ ماں جی شہوار اور مصطفیٰ کی رخصتی کے متعلق بات کرتی ہیں تو شہوار منظر سے غائب ہو جاتی ہے دوسری طرف مصطفیٰ بھی انہیں فی الحال اس بات سے منع کر دیتا ہے۔ مصطفیٰ اور شہوار کے برہم انداز پر دریہ یہی اندازہ لگاتی ہے کہ دونوں ہی اس رشتے سے ناخوش ہیں جبکہ لائبہ بھابی دریہ کی مصطفیٰ سے بے تکلفی دیکھ کر شہوار کو محتاط رہنے کا مشورہ بھی دیتی ہیں لیکن شہوار اپنے ذاتی اختلافات کی بنیاد پر لائبہ بھابی کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دیتی۔ انا شادی کے فنکشن میں رشتہ داروں کی غیر موجودگی سے متعلق ایک بار پھر صبوحی بیگم سے سوال کرتی ہے لیکن وہ اسے ڈانٹ کر خاموش کرا دیتی ہیں لیکن انا الجھ جاتی ہے اسی دوران ولید کو کاشفہ سے بات کرتے سن کر اس کی جانب سے بداعتمادی کا شکار ہوتی سسک پڑتی ہے لیکن ولید اس بات سے بے خبر رہتا ہے۔ ایاز کی ضمانت ہو جانے پر مصطفیٰ شدید اشتعال کا مظاہرہ کرتا ہے اور شہوار کو بھی محتاط رہنے کا کہتا ہے جبکہ شہوار اس کا نام سن کر ہی خوفزدہ ہو جاتی ہے۔ عادل، رابعہ کو اپنے مقصد کی خاطر استعمال کرتے اسے عباس کے خلاف ورغلاتی ہے اور اس سے وہاں کی تمام معلومات حاصل کرتی ہے جس پر رابعہ تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔ ایاز رہا ہو کر گھر پہنچتا ہے تو مصطفیٰ اور شہوار کے خلاف سخت اقدام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے جس پر عادل اسے جذباتی ہونے کی بجائے ہوش و حواس سے کام لینے کا کہتی ہے۔ انا کا سامنا ولید سے ہوتا ہے تو کاشفہ کو لے کر سخت جذباتی ہو جاتی ہے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ولید اس سے بات کر کے اپنے گزشتہ رویوں کی معافی مانگ کر اسے منا لیتا ہے۔ ساتھ ہی نہایت سچائی کے ساتھ وہ اسے کاشفہ کی دوستی کے متعلق بتاتا ہے جس پر انا اسے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ اچھی لڑکی نہیں ہے لیکن ولید اس کی بات پر کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

(اب آگے پڑھیے)

وہ بہت پریشان تھی، عادلہ کی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہتی تھی مگر اسے اس کے آنسو نہیں بھولتے تھے اور اپنے بیٹے کے لیے اس کی تڑپ اسے رہ رہ کر وہی یاد آ رہی تھی۔ آفس سے واپسی پر وہ سارا وقت خاموش رہی۔

"کیا بات ہے کوئی الجھن ہے؟" ہادیہ نے پوچھا۔ ایک لمحے کو اس کا جی چاہا کہ ہادیہ سے کہہ دے مگر پھر ٹال گئی۔

"کوئی بات نہیں۔"

"آج ہمارے گھر چلو۔" ڈرائیو کرتے ہادیہ نے کہا۔

"نہیں..... گھر میں کسی کو نہیں بتایا۔"

"فون کر دو۔"

"نہیں پھر کسی دن، چھٹی والے دن چکر لگاؤں گی۔"

"او کے......"

"ہادیہ یہ سر عباس کا بے بی کس کے پاس ہے ماں کے یا باپ کے؟"

"سر عباس کے پاس' کیوں کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔" وہ سوچنے لگی۔

"اور یہ سر عباس کریکٹر وائز کیسے ہیں؟"

"کیوں تم اتنے دن سے ان کے ساتھ کام کر رہی ہو ابھی تک تمہیں اندازہ نہیں ہوا۔" ہادیہ نے حیرانی سے پوچھا تو وہ نظریں چرا گئی۔

"بعض اوقات اندازے غلط بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔" ہادیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"مطلب۔"

"پتا نہیں، میں بہت الجھن میں ہوں۔" ہادیہ حیران ہوئی اس نے ایک طرف سائیڈ میں گاڑی روکی۔

"کیا ہوا..... انہوں نے کچھ کہا یا ڈانٹا ہے تمہیں؟" رابعہ سنبھلی پھر مسکرا دی۔

"نہیں۔"

"تو پھر؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

رابعہ کا جی چاہا کہ عادلہ کی اپنے گھر آمد اور گفتگو سمیت سب بتا دے مگر پھر خاموش ہو کر نفی میں سر ہلا گئی۔

"ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔ پہلے دن سے ہی ان سے تلخ کلامی ہو گئی تھی تو ذہن میں ایک عجیب سا امیج بن گیا ہے جو مجھے ان کے بارے میں مطمئن نہیں ہونے دیتا۔"

"اف..... میں تو ڈر گئی تھی کہ نجانے کیا بات ہو گئی ہے اور تم ایسی لڑکی تو نہیں ہو جو ان سے ڈرنے کی کوشش کرے اور اب تو رویہ بھی تمہارے ساتھ کافی بہتر ہے۔" ہادیہ کے الفاظ پر اس نے سر ہلا دیا۔

"ویسے بے فکر رہو سر عباس بہت ہی ریزرو رہنے والے کائنڈ ہرٹڈ پرسن ہیں وہ تو عادلہ کے ساتھ ان کی نہیں بنی ورنہ اب بھی لڑکیاں ان کی زندگی میں شامل ہونے پر فخر محسوس کریں گی۔"

"اچھا کہیں تم بھی تو ان میں شامل نہیں ہو۔" اپنے ذہن کو بٹانے کے لیے رابعہ نے چھیڑا تو وہ مسکرا دی۔

"اگر میں ابوبکر کے بارے میں سنجیدہ نہ ہوتی تو شاید سوچتی......" ہادیہ افسردہ ہو گئی تھی۔ رابعہ نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"چھوڑو، سمجھ لو وہ بھی عام لڑکوں جیسا ایک انسان تھا۔ اگر اسے تمہاری پروا ہوتی تو اب تک کچھ کرتا، کم از کم تم سے اتنے سالوں میں رابطہ تو کرتا۔ نجانے کہاں ہے ایک تن تنہا لڑکا جس کا کوئی اتا پتا نہ تھا تمہیں بھی ساری دنیا چھوڑ کر

ایک وہی ملا تھا۔"

"میں بہت بار سوچتی ہوں کہ اسے بھول جاؤں مگر اب یہ میرے بس میں نہیں اور مجھے کبھی بھی یہ گمان نہیں ہوتا کہ اس کو میں ناپسند تھی۔ مجھے تو ہمیشہ یہی لگتا تھا کہ وہ بھی مجھے پسند کرتا ہوگا۔" ہادیہ کی افسردگی میں کئی گنا اضافہ ہوا تھا۔

"""صرف لگتا تھا نا اس نے کبھی اپنی زبان سے اظہار تو نہیں کیا تھا جس طرح وہ تم لوگوں کی زندگی میں آیا چلا بھی گیا تھا۔"

"خان بابا بتاتے ہیں کہ وہ اپنے والد سے کسی بات پر ناراض ہو کر گھر سے نکلا تھا اس کا باپ پولیس میں تھا تب اپنے باپ سے بھی نہیں ملتا تھا۔ ان کے پاس مدد مانگنے آیا تھا اس کی ماں اس کے بہن بھائیوں کو لے کر بچپن میں کہیں کھوگئی تھی وہ اپنی ماں اور اپنی فیملی کی تلاش میں نکلا تھا اور پھر نجانے کیا ہوا ہمارا گھر بھی چھوڑ کر چلا گیا۔"

"ہوسکتا ہے وہ اپنے باپ کے پاس واپس چلا گیا ہو۔" رابعہ نے خیال آرائی کی۔

"نہیں، اگر وہ ادھر جاتا تو خان بابا کو تو ضرور علم ہوتا اور پھر میں اس کی لگتی بھی کیا تھی جو وہ مجھے بتا کر جاتا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ اسے خبر ہوگئی تھی کہ میں اسے پسند کرنے لگی ہوں اور وہ مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے بھاگ گیا۔" ہادیہ اس ٹاپک کو لے کر ہمیشہ سیریس ہو جاتی تھی اس بار بھی ایسا ہی ہوا تھا رابعہ نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا۔

"اچھا چھوڑو تم کیوں اب اپنی زندگی کو ضائع کر رہی ہو ایک شخص پر تو زندگی ختم نہیں ہو جاتی نا، نہ کوئی وعدہ، نہ میل نہ ملاقات بس اب سب بھول جاؤ آنٹی بھی کئی بار مجھ سے شکوہ کر چکی ہیں کہ جو بھی اچھا پروپوزل آتا ہے تم انکار کر دیتی ہو۔" ہادیہ نے ایک گہرا سانس لیتے دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"بس ابھی میں اس ٹاپک پر سوچنا نہیں چاہتی نجانے مجھے کیوں یقین ہے کہ ابو بکر ضرور آئے گا پتا نہیں کیوں اس کی طرف سے میرا دل مایوس نہیں ہوتا۔" ہادیہ بہت پر امید تھی رابعہ مسکرا دی۔

"اللہ کرے۔"

"آمین۔" ہادیہ نے کہا تو وہ بھی سر ہلا گئی۔

"نجانے بات کہاں سے کہاں چلی گئی تم ٹینشن فری ہو کر جاب کرو، سر عباس اور عادلہ دونوں کی فیملیز کو میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں بہت اچھے لوگ ہیں سر وغیرہ۔ عادلہ تو بد قسمت ہے جو سر کو چھوڑ کر چلی گئی۔" ہادیہ کے الفاظ پر رابعہ پھر الجھی۔

مگر وہ عادلہ کے آنسو۔

اپنے بیٹے کے لیے اس کی تڑپ۔

"ہوسکتا ہے عادلہ اتنی غلط نہ ہو سر عباس یا ان کی فیملی کی ہی کوئی سازش ہو۔ دنیا کے سامنے عادلہ کو غلط بنا کر پیش کر رہے ہوں۔"

"مائی گڈنیس۔" ہادیہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"یہ تم کہہ رہی ہو ان بلیو ایبل ابھی چند دن پہلے عادلہ سب لوگوں کے سامنے تمہیں برا بھلا کہہ کر گئی تھی۔"

"ہوسکتا ہے عادلہ کو کسی بات کا غصہ ہو اور مجھ پر نکل گیا ہو۔" ہادیہ کافی حیران تھی۔

"امیزنگ وہ عورت تمہیں کئی بار برا بھلا کہہ چکی ہے اور تم اس کی فیور کر رہی ہو۔"

"میں کسی کی فیور نہیں کر رہی۔ میں بس یہ جاننا چاہ رہی ہوں کہ اگر عادلہ واقعی کرپٹ ہے تو اس کرپشن میں سر لوگوں کی فیملی کا کیا رول ہے۔"

"سر لوگوں کی فیملی اووآل ایمانداری کے ساتھ چل رہی ہے۔ عادل اس کا بھائی اور ایک بہن پیسے کی فراوانی نے سب کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے ہر بری عادت ان تینوں میں موجود ہے اور بھائی تو نمبر ایک فلرٹ، لوفر اور غنڈہ ہے۔" ہادیہ نے پھر سکون سے سب کہا تو رابعہ لب دانت تلے دبا گئی۔

"جو بھی ہو میں اب عادلہ کی کسی بات پر یقین نہیں کروں گی مجھے کیا مر عباس اس سے جیسا بھی سلوک کریں یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے میں کیوں اس قدر ٹانو ہو رہی ہوں بھاڑ میں جائیں دونوں۔" مسلسل ایک ہی بات کو سوچتے بہت چڑ کر اس نے تنفر سے سوچا۔

❀......❀......❀

شہوار گھر آئی تو بابا صاحب گاؤں جانے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ شاہزیب صاحب منع بھی کر رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح ڈاکٹر سے دو تین اور سیشن کروالیں مگر وہ کسی بھی طرح آمادہ نہ ہوئے مجبوراً شاہزیب صاحب کو ڈرائیور کے ساتھ ان کو بھیجنا پڑا تھا۔ انہوں نے دریہ کو ساتھ چلنے کو کہا مگر وہ انکار کر گئی سو شہوار نے ایک دم بابا صاحب کے ساتھ جانے کا پروگرام بنالیا تھا۔ ایک تو مہر النساء کی شادی کی تاریخ طے کرنے والی بات پر وہ پہلے ہی پریشان تھی اوپر سے ایاز کی ضمانت ہو جانے والی اطلاع نے بھی اسے خوفزدہ کر دیا تھا ایسے میں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر کسی کونے میں جا کر چھپ جائے۔ اسے جانے پر تیار دیکھ کر انکل اور ماں جی دونوں نے منع کیا تھا مگر اس نے ایک دو دن کا پروگرام کہہ کر رضا مندی لے لی تھی۔ سواسی وقت وہ دونوں ڈرائیور کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ 9 بجے تک وہ لوگ گاؤں میں تھے۔

دو تین گھنٹوں کا سفر آرام و سکون سے گزرا تھا۔ حویلی پہنچنے پر تابندہ بوا سے دیکھ کر حیران ہوئی تھیں مگر وہ ان کے ساتھ نارمل ہی رہی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ آرام کرنے لیٹ گئی تھی سارا رستہ اس نے موبائل بند رکھا تھا کمرے میں آتے ہی آن کیا تھا۔ وہ ابھی گہری نیند میں تھی کہ اس کا موبائل بجنے لگا اس نے غنودگی میں موبائل تھاما اور کال ریسیو کی۔

"ہیلو۔" وہ ابھی بھی نیند میں تھی۔

"بغیر اطلاع کے اس طرح بابا صاحب کے ساتھ جانے کا مقصد؟" دوسری طرف مصطفیٰ تھا جو بہت سنجیدگی سے مخاطب تھا شہوار کی نیند ٹوٹ گئی تھی۔

"آپ؟" اس نے موبائل کو دیکھا مصطفیٰ کے نمبر سے کال تھی اس نے دوبارہ موبائل کان سے لگایا۔

"امی سے ملنے کو دل کر رہا تھا۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ کمرے میں سائیڈ لیمپ کی روشنی تھی وہ اسی طرح لیٹی رہی۔ ذہن کے کسی بھی گوشے میں نہیں تھا کہ وہ رات کے اس پہر وہ سے کال کرے گا۔

"موبائل کیوں بند تھا؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"میری مرضی اور مائنڈ اٹ میں آپ کو اطلاع دینے کی پابند نہیں ہوں۔" اس نے تلخی سے کہا۔

"شہوار۔" مصطفیٰ نے ٹوکا۔

"کال کیوں کی؟" اس نے اس کے غصے کو نظر انداز کر دیا۔

"تم اچھی طرح جانتی تھی کہ ایاز باہر آچکا ہے پھر بھی تم نے تنہا آنے کی غلطی کی؟" دوسری طرف مصطفیٰ نے غصے سے کہا۔

"بابا صاحب ساتھ تھے۔" اس نے جتایا۔

"اگر کوئی پرابلم ہو جاتی تو تنہا بابا صاحب کیا کر سکتے تھے اوپر سے تم نے موبائل بھی بند کر رکھا تھا۔"

"موبائل کی بیٹری چارج نہیں تھی۔" اس نے بہانہ بنایا۔

"واپس کب آنا ہے؟" دوسری طرف مصطفیٰ نے گہرا سانس لیتے ہوئے پوچھا۔
"دو تین دن رکوں گی۔" اسے بادل نخواستہ بتانا پڑا۔
"کیا کر رہی تھیں اس وقت؟" مصطفیٰ کا موڈ اب نارمل تھا۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔
"آدھی رات کو لوگ کیا کرتے ہیں بھلا؟"
"لوگوں کا تو پتا نہیں میں تمہارا پوچھ رہا ہوں۔" مصطفیٰ شاید بہت فری ہو کر کال کر رہا تھا شہوار نے گھور کر موبائل کو دیکھا اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔
"مجھے نیند آ رہی ہے..... میں کال بند کر رہی ہوں۔"
"رکو شہوار۔" مصطفیٰ نے فوراً کہا تو کال ڈراپ کرتے وہ رک گئی۔
"اب کیا ہے؟" آواز میں جھنجلاہٹ تھی۔
"ماں جی رخصتی کا کہہ رہی ہیں تا بندہ بوا سے ابھی میری بات نہیں ہوئی اس لیے مجھے نہیں علم کہ وہ کیا چاہتی ہیں کل تک میں بھی رخصتی کے حق میں نہیں تھا مگر آج بہت سوچنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب جلد از جلد رخصتی ہو جانی چاہیے۔" شہوار ایک دم چونک گئی۔ نیند بھک سے اڑ گئی تھی۔
"مگر میں ایسا کچھ نہیں چاہتی۔" اس نے تیزی سے کہا۔
"میں تم سے تمہاری رائے نہیں مانگ رہا بلکہ اپنا فیصلہ سنا رہا ہوں۔" دوسری طرف مصطفیٰ کا تحکم بھرا انداز تھا وہ ساکت ہوئی۔
"آپ مجھ پر زبردستی کریں گے؟" اس نے پکھ توقف کے بعد کہا۔
"اگر آپ محترمہ میں عقل نامی کوئی چیز ہوتی تو شاید کچھ اور سوچتا۔" مصطفیٰ کا انداز از حد سلگا دینے والا تھا۔
شہوار نے ایک دم شدید طیش میں آ کر موبائل بند کر دیا۔
"نجانے خود کو کیا سمجھتے ہیں۔" وہ بستر سے اٹھ بیٹھی۔ موبائل ایک طرف پٹخا تو دوبارہ بجنے لگا اس نے غصے سے اسے دیکھا۔ مصطفیٰ کا نام جگمگا رہا تھا جی میں آیا کہ اگنور کر دے مگر اس نے دوبارہ تھام لیا۔
"اب کیا ہے؟" اس نے لہجے میں بے حد تلخی تھی۔
"میرے قریب ہوتی تو بتاتا بھی کہ مجھے کیا ہے؟" مصطفیٰ کا بہت سنجیدہ انداز تھا وہ چونک کر رہ گئی شرم سے چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا تھا۔
"مجھے یہ فضول سے مکالمے نہیں سننے جو کہنا ہے صاف کہیں۔"
"بوا جی سو گئیں؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔
"انہوں نے حویلی میں کوئی کارخانے نہیں کھول رکھے کہ وہ اس وقت آدھی رات کو ان کی سپرویژن کریں۔" اس نے بہت سلگ کر کہا۔
"دیکھیں مجھے بہت نیند آ رہی ہے آج سارا دن کالج میں بہت بزی گزرا اور پھر اس کے بعد یہ گاؤں کا سفر، میں اس وقت بہت تھک گئی ہوں آپ نے جو بھی کہنا ہو صبح کال کر لیجیے گا۔" اپنے غصے پر قابو پاتے اس نے کہا تو دوسری طرف مصطفیٰ ہنسا تھا۔
"ٹھیک ہے تم آرام کرو پھر بات ہوگی اللہ حافظ۔" شہوار نے جواباً کچھ بھی کہے بغیر کال بند کر دی تھی۔ موبائل دوبارہ سرہانے پر ڈالتے وہ بستر سے اتر آئی تھی۔

مصطفیٰ نے رخصتی کی بات کی تھی اب اسے خاک نیند آئی تھی۔ وہ لائٹ آن کرتے کھڑکی کھول کر باہر حویلی کے وسیع و عریض صحن کی طرف دیکھنے لگی جس کے دوسری طرف چھوٹا سا باغیچہ تھا۔ جہاں رات کی رانی کی مہک سارے ماحول میں رچی ہوئی تھی۔

"کیا کروں، اگر امی نے میری بات مانی ہی ہوتی تو وہ اس نکاح کو ہی کیوں ہونے دیتیں نجانے وہ کس سوچ میں ہیں بھلا بھی مخمل میں بھی ٹاٹ کا پیوند لگا دیکھا ہے امی ایسے پرسکون ہیں جیسے ساری دنیا فتح کرلی ہو کوئی مجھ سے پوچھے کہ میری جان کن عذابوں میں ہے۔" کھڑکی پر جھک کر باہر دیکھتے وہ ایک دم سسک اٹھی۔

"اور وہ دریا اس کی باتیں کس کس چیز کو نظر انداز کروں۔" اس کی آنکھوں میں نمی سی آ ٹھہری۔

اسے کچھ دیر قبل مصطفیٰ کا فیصلہ کن انداز یاد آنے لگا۔ شہوار کی بے قراریاں ایک دم بڑھنے لگیں۔

"آخر امی بتا کیوں نہیں دیتیں کہ میرا اصل کیا ہے کون ہوں میں، مجھے یقین ہے وہ سب جانتی ہیں نجانے کون سی مصلحت انہیں زبان کھولنے سے روک دیتی ہے۔" وہ اضطراب سے کھڑکی بند کرتے کمرے میں ٹہلنے لگی۔

"اور اب یہ نیا دردسر ایاز پولیس کسٹڈی میں تھا تو کتنا سکون تھا کم از کم اس کی طرف سے تو کوئی خوف نہ تھا اور اب اس کی وجہ سے مصطفیٰ کو بھی جھیلنا پڑے گا۔" دوبارہ بستر پر آ کر بیٹھتے موبائل کو گھورتے اس نے سوچا، میں صبح امی سے حتمی بات کروں گی۔ مجھے یہ ذلت کی زندگی منظور نہیں میں عزت کی زندگی جینا چاہتی ہوں چاہے کسی جھونپڑی میں ہی کیوں نہ ہو ایک آخری اور حتمی بات ہوگی اب امی سے۔ ورنہ پھر میں بھی بھول جاؤں گی کہ میرا "ماں" جیسا کوئی رشتہ موجود تھا۔"

اس نے بہت جذباتی ہوتے ایک حتمی اور فیصلہ کن سوچ پر خود کو کاربند کرتے گہرا سانس لیا تھا۔

❁......❁......❁

اگلے دن وہ سارا وقت تابندہ بوا سے بات کرنے کا وقت ڈھونڈتی رہی مگر بوا اسے کسی بھی وقت تنہا نہ ملیں عصر کے وقت وہ نماز پڑھ کر لاؤنج میں آ گئیں تو شہوار بھی فوراً وہیں آ گئی۔

"امی مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" تابندہ بوا نے اس کے بہت دوٹوک انداز کو دیکھا اٹل اور فیصلہ کن انداز تھا۔

"بیٹھو۔" وہ ان کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔

"مہر النساء آنٹی نے آپ سے رخصتی کی بات کی ہوگی؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ تابندہ بوا نے گہرا سانس لیا۔

"ہاں کی تھی۔"

"تو پھر آپ نے کیا کہا؟"

"نکاح ہو چکا ہے تم اب ان کی امانت ہو میں بھلا کیا کہتی؟" انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو شہوار نے لب بھینچ لیے۔

"میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی اس کے باوجود آپ نے ان کو ہاں کہہ دی۔" وہ ایک دم شدید غم و غصے سے گویا ہوئی تھی۔

"ہاں اس کے باوجود، میں چاہتی ہوں کہ تم جلد از جلد اپنے گھر کی ہو جاؤ، زندگی موت کا کوئی بھروسہ نہیں میں اس نکاح کو لٹکانا نہیں چاہتی۔" تابندہ کا صاف اور سنجیدہ انداز تھا۔

"اور وہ جو میرے کچھ ذاتی مفادات تھے ان کے بارے میں نہ آپ نے پہلے سوچا اور نہ ہی اب...... امی میں آپ کو واضح کہہ چکی ہوں کہ میں یہ شادی نہیں کرسکتی۔"

"شہوار یہ خوامخواہ کی ضد چھوڑ دو جو ہو رہا ہے اسے اللہ کی مصلحت سمجھ کر قبول کرلو جب کسی کو ہمارے ماضی وغیرہ سے کوئی

لینا دینا نہیں تو پھر کیوں بار بار اس مسئلے کو الجھا رہی ہو۔"

"میں الجھا نہیں رہی بلکہ بعد میں آنے والے مسائل سے بچنا چاہ رہی ہوں آپ چاہتی ہیں کہ میں ساری زندگی ایک کمپلیکس کے ساتھ گزاروں ہمیشہ سر جھکا کر لوگوں کے طنز و حقارت سہہ کر۔" وہ ایک دم جذباتی ہوگئی۔

"یہ سب تمہارے مفروضے ہیں یہ لوگ تمہیں بہت محبت سے اپنا رہے ہیں۔" شہوار نے لب دانتوں تلے دبا لیے۔ جی چاہ رہا تھا کہ دریہ کے الفاظ و جملے کہہ ڈالے مگر ضبط کرگئی۔

"تو آپ نے یہ فائنل کرلیا ہے۔" وہ ایک دم غصے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم مصطفیٰ کی بیوی ہو وہ جب چاہے تو اسی وقت آ کر لے جا سکتا ہے اصل بات تو نکاح ہوتا ہے باقی سب تو محض فارملیٹیز ہیں۔"

"یہ نکاح بھی محض آپ کی ضد کی وجہ سے ہوا تھا۔" اس نے تلخی سے کہا تو تابندہ بوا نے حیرت سے ...

"تمہارا باپ تو بہت صابر اور قناعت پسند انسان تھا بحث اس کی عادت نہیں تھی نجانے تم کس پر چلی گئی۔" شہوار نے بغور تابندہ بوا کو دیکھا وہ اس کے باپ کی بات کررہی تھیں۔

"میرے باپ کا ماضی کیا تھا؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ تابندہ بوا نے اسے دیکھا۔

"وہی سچ ہے جو تمہیں بارہا بتا چکی ہوں۔" شہوار نے لب دانت تلے دبا لیے۔

"آپ مہرالنساء آنٹی کو انکار کردیں میں یہ رخصتی نہیں چاہتی۔ میں آپ سے یہی بات کرنے حویلی آئی ہوں موبائل پر تو آپ مل نہیں رہی تھیں میرے انکار کے باوجود آپ نے ان کو ہاں کہی تو پھر میں آپ سے ملنے بھی واپس نہ آؤں گی۔ میں بھی سمجھ لوں گی کہ باپ اور خاندان کے ساتھ ساتھ میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔" وہ کہہ کر نم آنکھیں لیے وہاں سے چلی گئی۔

"شہوار بات سنو..... بیٹا..... شہوار.....!" تابندہ بوا نے آوازیں دی مگر وہ رکے بغیر وہاں سے چلی گئی۔ تابندہ بوا نے پریشان ہوکر سر تھام لیا۔

"نجانے کیا بنے گا اس لڑکی کا۔ سمجھتی کیوں نہیں کہ میں بھی مجبور ہوں۔"

❁.....❁.....❁

روشی اور احسن آج صبح ہی ہنی مون کے لیے شمالی علاقہ جات کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ دونوں نے اسے بھی ساتھ چلنے کی آفر کی مگر وہ سہولت سے انکار کرگئی تھی۔ شہوار گاؤں جاچکی تھی وہ بھی کالج نہیں گئی تھی۔ سارا دن گھر میں تنہا بیٹھی بور ہوتی رہی۔

رات آٹھ بجے تک ولید کے علاوہ باقی سبھی گھر آچکے تھے۔

اس نے ماموں سے کہیں باہر چلنے کا کہا تو وہ فوراً مان گئے تھے دونوں کا ارادہ باہر ڈنر کرنے کا بھی تھا۔ وہ دونوں تیار ہوکر باہر آئے تو ولید کی گاڑی بھی گیٹ پار کررہی تھی۔ ڈرائیور گاڑی نکال رہا تھا دونوں کو دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

"آپ دونوں کہاں جارہے ہیں؟"

"انا بور ہورہی تھی میں نے سوچا کہ کہیں آؤٹنگ پر چلیں ڈنر بھی ساتھ کرلیں گے۔" ماموں نے بتایا۔

"پھپھو اور انکل نہیں جارہے کیا؟" ولید نے پوچھا۔

"نہیں ماما اور پاپا گھر پر ہی ہیں۔ صرف میں اور ماموں جارہے ہیں اگر آپ کا موڈ ہے تو آپ بھی ہمیں جوائن کرسکتے ہیں۔" انا نے آفر کی۔

"ہاں ولید یا آ جاؤ تم بھی۔" ضیا صاحب نے بھی کہا۔
"او کے پھر ایسا کریں آپ میری گاڑی میں آ جائیں۔" ولید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو انا ایک دم خوش ہو اٹھی۔
دونوں ولید کی گاڑی میں آ گئے تھے۔ بابا پچھلی سیٹ پر اور انا فرنٹ پر ڈرائیور گاڑی واپس اندر لے گیا تھا۔
"آپ اگر فریش ہونا چاہتے ہیں تو ہم ویٹ کر لیتے ہیں۔" انا نے مسکرا کر کہا تو ولید نے نفی میں سر ہلایا۔
"میں ٹھیک ہوں، کہاں جانا ہے؟" گاڑی اسٹارٹ کرتے ولید نے پوچھا۔ انا نے ماموں کو دیکھا۔
"پہلے تو ڈنر کریں گے پھر جہیں اور جہاں انا کہے گی۔" ماموں نے کہا تو ولید نے انا کو دیکھا۔
"ڈنر کے لیے کہاں چلیں پھر؟"
"جہاں آپ کا موڈ ہو۔" اس نے سوٹ کے ہم رنگ دوپٹا لے رکھا تھا ہونٹوں پر ہلکی سی لپ اسٹک تھی پنک لباس میں کافی دل موہ لینے والا تاثر دے رہی تھی۔ ولید کی نگاہ کچھ پل کے لیے اس پر ساکت سی ہو گئی تھیں۔
"او کے۔" ولید نے گاڑی روڈ پر ڈال دی۔
انا سی ڈیز دیکھنے لگی پھر ایک سلیکٹ کر کے اس نے پلے کا بٹن پش کر دیا تھا گاڑی میں گلوکار کی آواز گونجنے لگی تھی۔

چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا
میری آواز نے مجھ کو آوارہ بنا ڈالا
بڑا دلکش بڑا رنگین ہے یہ شہر کہتے ہیں
یہاں پر ہیں ہزاروں گھر، گھروں میں لوگ رہتے ہیں
مجھے اس شہر کی گلیوں کا بنجارہ بنا ڈالا
چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا

انا نے آواز دھیمی کرتے ولید کو دیکھا۔
"لگتا ہے آپ کو یہ غزل بہت پسند ہے اکثر سنتے دکھائی دیتے ہیں۔" اپنے دھیان میں ڈرائیو کرتے ولید نے چونک کر انا کو دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔
"بابا کو یہ غزل بہت پسند تھی وہ اسے بہت سنتے ہیں ان کی دیکھا دیکھی مجھے بھی اچھی لگنے لگی۔" انا نے بیک ویو مرر سے ماموں کو دیکھا وہ بھی ہلکا سا مسکرائے تھے۔
"ویسے شروع شروع میں، میں بہت حیران ہوئی تھی کہ یورا امریکن ماحول میں پرورش پانے والوں کو اردو کلاسیکل غزل سننا پسند ہے۔" انا نے کہا تو ماموں ہنس دیے۔
"بالکل اپنے ملک، اس کی زبان اور اس کے لٹریچر کی تو اور ہی بات ہے ایک عرصہ باہر گزار دیا مگر یہاں کی ہر چیز کو بہت مس کیا ہم نے۔" ماموں نے کہا۔
"بابا کے پاس بہت اچھی اچھی غزلوں کا اسٹاک موجود ہے امریکہ میں بھی بہت سنتے تھے اب پاکستان میں آ کر تو سننا بند ہی کر دیا ہے۔" ولید نے مسکراتے ہوئے بتایا تو انا ہنس دی۔
"ویسے یہ غزل بہت ہی اچھی ہے آپ لوگوں کی دیکھا دیکھی لگتا ہے کہ میں بھی اس کی دیوانی ہو جاؤں گی۔" انا نے آواز قدرے بلند کرتے کہا۔

یہی آغاز تھا میرا، یہی انجام ہونا تھا
مجھے برباد ہونا تھا مجھے ناکام ہونا تھا

مجھے تقدیر نے تقدیر کا مارا بنا ڈالا
چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا
میری آوارگی نے مجھ کو آوارہ بنا ڈالا

گائیک کی آواز نے ایک عجیب سا سحر طاری کردیا تھا۔

ہوٹل میں کافی گہما گہمی تھی، ولید کا رویہ اتنا خوشگوار تھا کہ انا کے دل میں موجود تمام وسوسے اور خدشات کہیں جا سوئے تھے۔

"ہیلو۔" وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے جب انا نے اس آواز پر چونک کر پلٹ کر دیکھا۔ ان سے چند قدم کے فاصلے پر کاشفہ کھڑی تھی جو مسکرا کر ولید کو دیکھ رہی تھی۔

"واؤ، امیزنگ......واٹ آ سرپرائز......!" وہ کہہ رہی تھی۔ انا کا منہ کی طرف جاتا ہاتھ رک گیا تھا۔ اس نے فوراً ولید کو دیکھا۔

"ہائے۔" ولید مسکرا کر کھڑا ہوگیا تھا۔

"کیسی ہیں؟" وہ پوچھ رہا تھا کاشفہ ٹیبل کے پاس آرکی تھی۔ انا نے ماموں کو دیکھا وہ بھی کھانا ترک کیے لڑکی کو ہی دیکھ رہے تھے۔

"آئی ایم فائن، اینڈ یو؟" وہ کافی بے تکلفی سے پوچھ رہی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے۔"

"آیئے بیٹھیں۔" کاشفہ نے نظریں ہٹا کر ضیا صاحب اور انا کو دیکھا ولید نے فوراً تعارف کروایا۔

"یہ میرے بابا ہیں اور یہ انا سے تو آپ مل چکی ہیں نا۔" کاشفہ نے سر ہلا کر ضیا صاحب کو دیکھا۔

"ہیلو انکل۔" انہوں نے بھی سر ہلا دیا۔

"پلیز بیٹھیں۔" اس نے انا کی طرف دیکھا تو انا کو کہنا پڑا۔ ورنہ کاشفہ کو دیکھ کر اس کا سارا موڈ غارت ہوچکا تھا۔

"تھینکس۔" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی ولید نے بھی اپنی سیٹ سنبھال لی تھی۔

"بابا ایک بار کاشفہ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا تو میں نے ہیلپ کی تھی تب سے ہماری سلام دعا ہوگئی۔" ضیا صاحب نے ولید کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو اس نے بتایا۔ انہوں نے سر ہلایا جبکہ انا سر جھکائے اپنی پلیٹ کو گھورنے لگ گئی۔

"آپ شادی والے دن جلدی چلی گئی تھیں اور پھر ولیمہ میں بھی نہیں آئیں۔" ولید نے کاشفہ سے پوچھا۔

"بس ایک کام تھا سو نہ آسکی ویسے آپ کی مسز بہت پیاری لگ رہی تھی۔" دونوں کے درمیان کافی بے تکلفی تھی انا کا دل جلنے لگا۔

"تھینکس۔"

"آپ بھی کچھ لیں نا بیٹا۔" بابا نے کہا۔

"تھینکس انکل، میں ادھر کچھ دوستوں کے ساتھ آئی ہوئی ہوں ولید کو دیکھا تو ادھر آگئی ڈنر ان کے ساتھ ہی کروں گی۔" کاشفہ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اوکے ولید نائس ٹو میٹ یو، سی یو اگین بائے۔" وہ کہہ کر چلی گئی اور انا سلگتی آنکھوں سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

"کافی آزاد خیال گھرانے کی لڑکی لگتی ہے۔" ضیا صاحب نے اس کے جانے کے بعد کہا۔

"ہوں......" ولید نے انا کو دیکھا وہ خاموش تھی۔

"مجھے حیرت ہورہی ہے تمہاری اس سے دوستی کیسے ہوگئی۔ مجھے تو یہ کسی بھی طرح سے تمہاری دوستی کے قابل نہیں لگی، اس سے بہتر تو کیتھی تھی۔ غیر مسلم ضرور تھی مگر تھی کافی مہذب سی۔" ضیا صاحب نے صاف کہا تو ولید نے گہرا سانس لیا۔

"بابا میری اس سے دوستی نہیں بس سلام دعا ہے۔"

"مگر اس لڑکی کے انداز سے کچھ اور ہی ظاہر ہورہا تھا۔" انہوں نے کہا تو انا نے سر اٹھا کر ولید کو دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔

"لیو اس بابا، جسٹ علیک سلیک ہے، اینڈ نتھنگ مور۔"

"آج احسن کے بغیر کام کیسا رہا؟" ضیا صاحب نے بھی بات پلٹی۔ ولید ان کو آج کے دن کی تفصیل بتانے لگا تھا اور انا خاموشی سے پلیٹ میں موجود چاولوں سے کھیلتی رہی۔

"کیا بات ہے تم کچھ کھا نہیں رہی ہو۔" ضیا صاحب کی نظر اس کی پلیٹ پر پڑی تو انہوں نے ٹوکا اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

"نہیں میں کھا رہی ہوں۔" حقیقت میں کاشفہ کو دیکھ کر تو اس کی ساری بھوک ہی مر گئی تھی۔

نجانے کیوں اسے پہلی نظر سے ہی یہ لڑکی اچھی نہ لگی تھی۔ اوپر سے اس کا بے پناہ حسن۔

"تم نے کچھ اور تو لیا نہیں، یہ ڈش اسپیشلی تمہارے لیے ہی منگوائی تھی میں نے۔" فرائیڈ فش کی ڈش انا کے سامنے کرتے ولید نے ٹوکا تو اس نے ایک گہرا سانس خارج کرتے اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"تھینکس۔" فش کا ایک چھوٹا سا پیس اپنی پلیٹ میں منتقل کرتے وہ کھانے لگی۔

"کیا بات ہے بیٹا، چپ کیوں ہو بول کیوں نہیں رہی؟" کھانا کھاتے ضیا صاحب کو اس کی خاموشی محسوس ہوئی تو کہا۔

"کیا بولوں آپ دونوں تو اپنی باتیں کررہے ہیں میں بھلا اس میں کیا بات کروں۔" اس وقت اس کا کسی سے بھی بات کرنے کا جی نہیں کررہا تھا۔

"آج سارا دن احسن اور روشی کے جانے کے بعد سے یہ بور ہوتی رہی ہے اس کا موڈ بدلنے کو میں اسے لے کر باہر آیا تھا مگر کوئی خاص فرق نہیں لگ رہا۔" ماموں نے ولید کو بتاتے کہا تو وہ ہنس دی۔

"میں ٹھیک ہوں ماموں جان۔" ولید نے کھانا کھاتے اسے بھی دیکھا۔

پنک لباس میں ہلکی سی لپ اسٹک ہونٹوں پر لگی ہوئی تھی بہت خاص اہتمام نہ تھا مگر وہ کافی اٹریکٹو لگ رہی تھی۔ دوپٹا سر پر موجود تھا اس نے کئی بار نوٹ کیا تھا کہ انا باہر آتے جاتے چادر یا دوپٹا کا خاص خیال رکھتی تھی۔ اس وقت بھی بائیں ہاتھ سے پلو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھی۔

"آج مصطفیٰ کی کال آئی تھی۔ وہ روشی، احسن اور ہمیں ڈنر پر انوائٹ کررہا تھا۔" ولید نے بتایا تو اس نے چونک کر دیکھا۔

"پھر۔" ضیا صاحب نے پوچھا۔

"میں نے کہہ دیا کہ فی الحال تو دونوں گھومنے پھرنے نکل گئے ہیں واپس آئیں گے تو دیکھیں گے۔"

"آپ نے مصطفیٰ بھائی کا گھر دیکھا ہے آئی مین کبھی گئے ہیں۔" انا نے سادگی سے پوچھا۔

"نہیں کبھی اتفاق نہیں ہوا۔"

"بہت پیارا گھر ہے ان کا مگر جب ان لوگوں سے ملیں تو ذرا بھی امارت وغیرہ نہیں کرتے۔ مصطفیٰ بھائی کی والدہ بہت ہی نائس خاتون ہیں روشی کو شادی پر گولڈ کی جیولری گفٹ کی تھی۔" انا نے ماموں کو بتایا۔

"مصطفیٰ کے دونوں بھائی اور دادا سے تو میں بھی ملا ہوں اچھے لوگ تھے۔" ضیا ماموں نے سرسری سا کہا۔

"ویسے مصطفیٰ کے دادا کافی پراسرار شخصیت کے مالک لگے تھے مجھے۔" ضیا صاحب نے اپنے خیالات کا بھی اظہار کیا۔

"ہاں سنجیدہ سنجیدہ اور کچھ کھوج رکھنے والا مزاج لگا تھا مجھے بھی۔" ولید نے ویٹر کو بل لانے کو کہا۔ وہ لوگ بل پے کرکے باہر آ گئے۔

"اب کہاں جانا ہے؟" گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے ولید نے انا کے پاس رک کر پوچھا تھا ماموں دروازہ کھول کر بیٹھ چکے تھے۔

"گھر چلتے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو ولید نے اسے بغور دیکھا۔

"موڈ کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا ہے۔" دھیمے سے کہا تو اس نے جھجک کر ولید کو دیکھا وہ متوجہ تھا نجانے آنکھوں میں کیسا تاثر تھا کہ وہ بے اختیار پلکیں گرا گئی تھی۔

"غلط فہمی ہے آپ کی؟" دھیمے سے کہہ کر اس نے گاڑی کا دروازہ کھولنا چاہا تو ولید نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ انا نے گھبرا کر ماموں کو دیکھا وہ ادھر متوجہ نہیں تھے وہ باہر کی طرف دیکھ رہے تھے انا نے جلدی سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

"میں بھی دروازہ کھولنے لگا تھا۔" ولید کہہ کر دروازہ کھولتے اس کے پاس سے ہٹ کر دوسری طرف ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بیٹھی تو ولید نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ انا فرنٹ سیٹ پر بیٹھی اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھے انہیں گھور رہی تھی۔ ولید نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر گاڑی پارکنگ سے نکال لی تھی۔

❋.....❋.....❋

اسے حویلی آئے دو راتیں گزر چکی تھیں۔ تابندہ بوا سے اس کا رویہ بہت ہی بگڑا ہوا تھا۔ وہ ان سے بات نہیں کر رہی تھی۔ اپنا موبائل بھی اس نے بند کر رکھا تھا اور شہر سے آنے والی وہ کوئی کال بھی نہیں سن رہی تھی۔ وہ اکیلی بیٹھی خود سے اور اپنی سوچوں سے لڑتے لڑتے اکتا گئی تو بابا صاحب کے کمرے میں چلی آئی مگر وہ کمرے میں موجود نہ تھے۔

"نجانے کدھر گئے ابھی تو حویلی میں ہی تھے۔" اس نے اردگرد دیکھا۔ باتھ روم کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔

وہ یونہی ان کی سائیڈ دراز میں رکھی زائد دو کتابوں کے پاس آ رکی۔ بابا صاحب کو کتابوں کا بہت شوق تھا وہ اکثر مطالعہ کرتے دکھائی دیتے تھے۔ شہوار نے سب سے پہلی کتاب اٹھائی۔

"زاویہ..... اشفاق احمد۔" اس نے یونہی کھڑے کھڑے کتاب کا ٹائٹل دیکھا اور پھر کتاب لے کر کرسی پر آ بیٹھی تھی۔

اس نے جیسے ہی کتاب کھولی تب ہی کوئی چیز گری تھی شہوار نے کتاب سے نظر ہٹا کر دیکھا یہ کوئی تصویر تھی۔ وہ اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"چار پانچ سال کے کسی بچے کی بہت پیاری تصویر تھی۔ بلیک اینڈ وائٹ کافی پرانی لگ رہی تھی۔

"یہ کون ہو سکتا ہے بھلا؟ وہ غور سے تصویر کو دیکھنے لگی۔ اسے بچے کے نقوش کچھ مانوس سے محسوس ہوئے۔

"کیا میں نے اس بچے کو کہیں دیکھا ہے؟" وہ تصویر کو گھورتے سوچ رہی تھی کہ بابا صاحب کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ بابا صاحب اسے اور پھر اس کے ہاتھ میں تصویر دیکھ کر ساکت رہ گئے تھے۔

"یہ..... یہ.....!" کچھ لمحوں بعد وہ شہوار کے سامنے آ رکے تھے۔ شہوار کھڑی ہو گئی تھی۔

"یہ تصویر اس کتاب میں تھی یہ کون ہیں بابا صاحب؟" تصویر ان کے سامنے کرتے اس نے پوچھا تو بابا صاحب نے تصویر اس کے ہاتھ سے تیزی سے لے لی تھی۔

"پتا نہیں، یہ کتاب میرے کسی دوست کی تھی تو تصویر بھی اس کے اندر ہی تھی کسی دن واپس بھجوادوں گا بھلا میرے کس کام کی۔" انہوں نے تصویر آگے بڑھ کر الماری میں رکھ دی تھی۔ شہوار مسکرادی۔

"پتا نہیں کیوں مجھے ایسا لگا کہ میں اس بچے کو دیکھ چکی ہوں مگر یہ تو کافی پرانی لگ رہی ہے۔ بلیک اینڈ وائٹ ہے۔"

"کہاں دیکھا آپ نے اس بچے کو۔" انہوں نے پوچھا۔

"پتا نہیں یاد نہیں آ رہا۔ بس ایسے لگا کہ کہیں دیکھا ہے ہوسکتا ہے میرا وہم ہو۔" شہوار نے سادگی سے کہا تو بابا صاحب سر ہلا کر بستر پر ٹک گئے۔

"میں بور ہو رہی تھی تو سوچا کہ آپ سے ہی باتیں کرلوں۔" شہوار نے کہا۔

"میں تھک گیا ہوں بیٹا ابھی کچھ دیر لیٹوں گا آپ شام کو تیار رہنا لان کر باہر چہل قدمی کرنے چلیں گے۔" انہوں نے کہا تو شہوار نے فوراً سر ہلا دیا۔

"کیوں نہیں، آپ آرام کرلیں پھر۔" شہوار کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھی بابا صاحب نے دلبرداشتہ انداز میں اسے کمرے سے باہر جاتے دیکھا تھا۔

❀......❀......❀

آج بادیہ چھٹی پر تھی سو وہ خود ہی آ گئی تھی اور اب واپسی پر خود ہی جانا تھا وہ آفس سے نکلی تو مین روڈ پر آ گئی ارادہ تھا کہ یہاں سے کوئی لوکل کنوینس لے گی جو اسے اس کے روڈ تک ڈراپ کردے۔ وہ دو تین منٹ کھڑی رہی تھی جب سیاہ کرولا اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"ہائے۔" عادلہ نے شیشہ نیچے کرتے کہا تو وہ متوجہ ہوگئی۔

"آپ ادھر؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں ادھر سے گزر رہی تھی تمہیں دیکھا تو رک گئی سواری کا ویٹ کر رہی ہو؟"

"جی۔" وہ جو سوچ بیٹھی تھی کہ اب وہ اس عورت کو نہیں سوچے گی مگر اسے دیکھ کر پھر بات کرنا پڑ رہی تھی۔

"آؤ بیٹھو میں ڈراپ کردیتی ہوں۔" عادلہ نے آفر کی۔

"نہیں میں چلی جاؤں گی۔"

"کم آن یار تم بادیہ کے ساتھ آتی جاتی ہو اور آگے تم رکشہ لے کر اپنے گھر جاتی ہو، مجھے تمہاری روٹین کا علم ہے پلیز بیٹھو۔" دروازہ کھول کر وہ اصرار کر رہی تھی۔ رابعہ نے الجھ کر دیکھا۔

"پلیز کم آن یار۔" وہ خاموشی سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"تمہارا نمبر آج کل بند جا رہا ہے؟" کچھ دیر بعد عادلہ نے پوچھا تو وہ چونکی اس نے عادلہ سے بچنے کے لیے اپنا نمبر بند کیا ہوا تھا۔

"جی موبائل خراب ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"جاب کیسی جا رہی ہے۔" عادلہ نے اگلا سوال کیا۔

"ٹھیک۔" عادلہ نے اسے بغور دیکھا۔ وہ سامنے ونڈ اسکرین کو گھور رہی تھی۔

"اوکے اور تمہارے وہ عباس صاحب۔" رابعہ نے عادلہ کو دیکھا وہ مسکرا رہی تھی۔

"مطلب میں سمجھی نہیں؟"

"مطلب یہ کہ وہ کیسے ہیں تمہارے ساتھ ٹھیک ہیں انہیں علم تو نہیں ہوا کہ میں تم سے ملتی ہوں۔" عادلہ پوچھ رہی تھی۔

"جی نہیں، اگر آپ مجھ سے ملتی ہیں تو بھلا اس بات سے انہیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔" سنجیدگی سے عادلہ کو دیکھتے اس نے پوچھا۔

"تمہیں اندازہ نہیں کہ وہ کس قدر شارپ انسان ہے۔ اسے کبھی مت بتانا کہ تم مجھ سے ملتی ہو۔ ورنہ تمہاری طرف سے بھی مشکوک ہوجائے گا۔" رابعہ حیران ہوئی۔

"میری طرف سے کیوں؟"

"وہ سمجھے گا کہ میں تم کو ان لوگوں کی طرف سے بدظن کررہی ہوں۔" چہرے پر لاچاری کے تاثرات لاتے عادلہ نے کہا۔

"کیا آپ واقعی مجھے بدظن کررہی ہیں۔" رابعہ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟" وہ اسے بغور دیکھنے لگ گئی تھی۔ رابعہ نے کندھے اچکا دیے۔

"آئی ایم ٹوٹلی کنفیوزڈ، میری آپ سے پہلی ملاقات جن حالات میں ہوئی اور آپ کا جو بھی رویہ تھا اس کو سوچوں تو مجھے آپ پر بالکل بھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ مگر آپ کی کہانی سنوں تو آپ پر ترس آتا ہے اور جب لوگوں سے آپ اور عباس سر لوگوں کے ریلیشنز کا سنوں تو کنفیوزڈ ہوجاتی ہوں کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ؟" رابعہ نے صاف گوئی سے کہہ دیا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں جھوٹ بولتی ہوں، ایک ماں اپنے بچے کے معاملے میں بھلا کیسے جھوٹ بول سکتی ہے۔ میں تڑپ رہی ہوں اپنے بچے سے ملنے کے لیے مگر وہ لوگ ملنے نہیں دیتے۔" وہ ایک سائیڈ میں گاڑی روک کر رونے لگی۔ رابعہ نے الجھ کر اسے دیکھا وہ ٹشو سے آنکھیں مسل رہی تھی۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی کہ آپ جھوٹ بول رہی ہیں مگر ایسی صورت حال میں ایک ہی سلوشن ہے کہ آپ کورٹ میں جائیں اور کیس دائر کردیں اتنے چھوٹے بچے اور ایک ماں کو اس سے دور کیسے رکھ سکتے ہیں۔"

"میں نہیں کرسکتی۔ میرے بھائی کو حوالات میں بند کروایا ہوا ہے ان لوگوں نے اور جان سے مار دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں بلکہ میرا حق مہر اور میرے نام لکھوائی گئی پراپرٹی پر بھی قبضہ کیا ہوا ہے۔" عادلہ کے رونے میں تیزی آ گئی تھی۔

رابعہ بے بسی سے اسے دیکھتی رہی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے؟

"تم میری ایک ہیلپ کرسکتی ہو؟" ٹشو سے آنکھیں صاف کرتے عادلہ نے کہا۔

"جی کہیے۔"

"تم عباس کے آفس میں کام کرتی ہو تم اس سے چند سادہ پیپرز پر سگنیچرز لے کر مجھے دے سکتی ہو گیا؟" عادلہ نے کہا تو رابعہ نے چونک کر دیکھا۔

"کیا مطلب کیسے پیپرز۔"

"کچھ بلینک پیپر ہوں گے بس ان پر دستخط لینے ہیں جو کہ میں عباس کے خلاف اپنے بیٹے کو بازیاب کرانے کے لیے استعمال کرسکتی ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ میں ان کی ورکر ہوں جو بھی ایشوز ہیں آپ دونوں کے درمیان ہیں میں آپ لوگوں کے کسی بھی معاملے میں انوالو نہیں ہونا چاہتی۔ آئی ایم سوری۔" رابعہ نے ایک دم سختی سے انکار کیا۔ عادلہ نے سپاٹ تاثرات سے اسے دیکھا۔

"انکار کرنے سے پہلے ایک بار اچھی طرح سوچ لو تم جتنی بھی ڈیمانڈ کروگی میں دوں گی۔ تم تصور بھی نہیں کرسکتی کہ میں تمہیں کس قدر خوش کرسکتی ہوں۔" عادلہ کی ٹون ہی بدل گئی تھی کہ رابعہ حیران رہ گئی۔ رابعہ نے عادلہ کو بغور دیکھا اسے چند پل لگے تھے اس عورت کو سمجھنے میں۔

"آئی ایم سوری۔" وہ کہہ کر اپنا بیگ سنبھالتی گاڑی سے اترنے لگی۔
"رکو....." عادلہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"مجھے نہیں علم کہ آپ کے کیا ارادے ہیں مگر یہ بات فائنل ہے کہ میں آپ کے کسی بھی پلان میں آپ کی معاون نہیں بن سکتی۔" رابعہ کا انداز سخت تھا۔
"اوکے مگر ایک بات سن لو، میں تمہارے گھر گئی اس کے بعد فون پر بھی ہماری بات چیت ہوتی رہی اور اب اس گاڑی میں بھی ایک کیمرہ فٹ ہے۔ جس میں تمہاری ویڈیو لی جا چکی ہے۔ اس کے علاوہ تمہاری آواز بھی سیف ہے میرے پاس۔ ٹیکنالوجی نے بہت ترقی کر لی ہے اگر تم میری آفر نہیں مانو گی تو سوچ لو اس ویڈیو کو کس طرح استعمال کروا سکتی ہوں۔" عادلہ نے پتھریلے لہجے میں کہا تو رابعہ ساکت رہ گئی۔
"آپ مجھے بلیک میل کر رہی ہیں؟"
"نہیں، تمہارے انکار کے بعد کی پچویشن کا بتا رہی ہوں۔" عادلہ نے بہت ہی مطمئن اور پرسکون لہجے میں کہا تو رابعہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا تھا عادلہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"گھبراؤ نہیں اگر تم میرا کام کرو گی تو ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ دیکھو تم تو مجھ پر اب احسان کرو گی۔ ایک تڑپتی ممتا کی ماری ماں سے اس کے بچے کو ملوانا بھی تو ثواب کا کام ہے نا۔" عادلہ نے کہا تو رابعہ نے نفرت سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور وہ بغیر کچھ کہے گاڑی سے نکل گئی۔
"میں پھر رابطہ کروں گی بہت اچھی طرح سوچ کر جواب دینا۔" پیچھے سے عادلہ نے اونچی آواز میں کہا۔ رابعہ بغیر مڑے اور دیکھے تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔

❁......❁......❁

وہ بابا صاحب کے ہمراہ باہر کھیتوں کی طرف چہل قدمی کرنے چلی آئی تھی۔ کافی عرصہ بعد یوں گھومنا اسے بڑا اچھا لگا۔ دل و دماغ میں جو ایک کشمکش چل رہی تھی وہ سب بھلا کر بابا صاحب کے ساتھ تھی۔
مغرب کی نماز بابا صاحب مسجد میں پڑھنے چلے گئے۔ مسجد کے ساتھ والا گھر امام مسجد کا تھا ان کی بیٹی زبیدہ اس کی بچپن کی دوست تھی۔ وہ ان کے ہاں چلی آئی۔ مغرب کی نماز اس نے ان کی فیملی کے ساتھ ہی پڑھی اور پھر مغرب کے بعد بابا صاحب کا حویلی چلنے کا پیغام آیا تو زبیدہ نے اسے روک لیا۔ بابا صاحب واپس حویلی چلے گئے تھے۔
رات کا کھانا اس نے زبیدہ کے ساتھ اس کے گھر میں ہی کھایا تھا کھانے کے بعد وہ اور زبیدہ ان کے صحن میں ٹہلتی رہی تھیں۔
نو بجے تو شہوار کو واپسی کا خیال آیا مولوی صاحب اور زبیدہ اسے خود چھوڑنے آئے تھے ابھی وہ تینوں حویلی سے دور تھے جب عقب سے آتی گاڑی کا ہارن سن کر رک گئے۔
"یہ کون آ گیا؟" اندھیرے میں انہوں نے گاڑی کی جلتی ہیڈ لائٹس کو گھورا۔ گاڑی کا ہارن دوبارہ گونجا تو شہوار چونک گئی۔
یہ تو مصطفی کی گاڑی تھی گاڑی بھی ان کے پاس آ کر رک گئی۔ مصطفی گاڑی سے باہر نکل آیا۔
مصطفی مولوی صاحب سے سلام دعا کرنے لگا تو شہوار نے چہرے کا رخ بدلا۔ وہ مصطفی کو اس وقت یہاں دیکھ کر حیران تھی۔
"شہوار بچی ہمارے یہاں آئی ہوئی تھی تو ہم دونوں باپ بیٹی چھوڑنے جا رہے تھے۔" مولوی صاحب کی آواز سنائی

دی تھی۔
"آ ئیں گاڑی میں بیٹھیں میں حویلی جارہا ہوں۔"
"نہیں اب ہم چلتے ہیں شہوار بیٹی اپنے ساتھ لے جائیں۔" مولوی صاحب نے کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلا دیا۔
"لو کے مصطفیٰ بھائی آ گئے ہیں میرا خیال ہے تمہیں لینے ہی آ ئے ہیں تم ان کے ساتھ جاؤ اب۔" زبیدہ نے شرارت سے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔
"بیٹھیں۔" وہ دونوں واپس چلے گئے تو مصطفیٰ نے گاڑی میں بیٹھ کر فرنٹ ڈور کھولا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی چادر کا پلو اس کے چہرے کے گرد مسلسل لپٹا ہوا تھا۔
"رات کے اس وقت کسی کے ہاں جانے اور واپس آنے کا کوئی معقول ٹائم نہیں ہے۔" مصطفیٰ نے گاڑی اسٹارٹ کرتے اپنی ناگواری کا اظہار کیا تھا۔
"میں بابا صاحب کے ساتھ تھی ان کی اجازت سے ادھر رکی تھی۔" مصطفیٰ کی ناگواری پر اس نے بھی سنجیدگی سے کہا۔ مصطفیٰ نے گاڑی کی ہلکی سی روشنی میں دیکھا چادر کا پلو منہ کے آ گے کیے وہ بڑی بے زاری بیٹھی ہوئی تھی مصطفیٰ پھر خاموش ہی رہا تھا۔ حویلی پہنچ کر وہ فوراً گاڑی سے نکل کر اندر چلی گئی تھی۔
"بہت دیر لگا دی آ نے میں، میں تاج کو بھیجنے ہی والی تھی لینے کو۔ کس کے ساتھ واپس آئی ہو؟" تابندہ بوا ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھیں فکرمندی لہجے سے عیاں تھیں وہ خاموشی سے جواب دیے بغیر آ گے بڑھی تھی۔
"کھانا تو کھالو۔" انہوں نے کہا۔
"میں کھا چکی ہوں۔ کمرے میں جارہی ہوں اب کوئی ڈسٹرب نہ کرے پلیز۔" وہ تیزی سے کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

❁......❁......❁

"کیا بات ہے کچھ پریشان لگ رہی ہو۔" وہ رات کے دس بجے صحن میں چکر لگا رہی تھی سبھی اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ وہ عادلہ اور اس کی باتوں کو لے کر پریشان تھی کہ آرام و سکون سے سوچ کر اس نئی افتاد کا حل نکالے گی مگر عین وقت پر فیضان ماموں آ گئے تھے۔
"کچھ نہیں ماموں جان بس ویسے ہی نیند نہیں آ رہی تھی تو ادھر آ گئی۔" اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔
"نیند کیوں نہیں آ رہی۔"
"بس ویسے ہی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔
"جاب ٹھیک چل رہی ہے۔" ماموں نے پوچھا تو وہ سنجیدہ ہوگئی جی چاہا کہ وہ ان کو سب کہہ دے مگر پھر ٹال گئی۔
"جی۔"
"آج سہیل سے بات ہوئی تھی میری اس کا دوست اب ٹھیک ہے وہ چند دنوں میں پاکستان آ رہا ہے، ہمارے ہاں رکے گا۔" ماموں بھی اس کے ساتھ ٹہلنے لگے۔ رابعہ نے چونک کر ماموں کو دیکھا۔
"ہمارے یہاں......؟"
"ہوں۔" ماموں نے سر ہلایا۔
"اماں مان گئیں۔" اس نے ماموں کو بغور دیکھا کچھ سوچتا انداز تھا۔
"ہاں بلکہ سہیل نے ماں سے ایک اور بات کی تھی۔ لڑکا پڑھا لکھا سلجھا ہوا ہے سہیل چاہ رہا تھا کہ ہم لوگ اسے اچھی

طرح دیکھ اور پرکھ لیں اگر ہم مطمئن ہو جاتے ہیں تو وہ تمہارے رشتے کی اس سے بات کرے گا۔ ابوبکر تنہا ہے والدین اور بہن بھائی نہیں ہیں۔ پچھلے چار سال سے باہر تھا کافی کچھ کمایا ہے اب پاکستان میں سیٹل ہونا چاہتا ہے۔" ماموں نے بتایا تو وہ حیرانی سے انہیں دیکھے گئی۔

"تمہیں اس لیے سب بتا رہا ہوں کہ تمہاری زندگی کا ایک اہم فیصلہ ہونے جا رہا ہے تم ابوبکر کو دیکھ پرکھ لینا۔ میں تمہاری خواہش کے مطابق ہی فیصلہ ہونے دوں گا۔" ماموں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ سر جھکا گئی۔

شادی اور جیون ساتھی کے حوالے سے اس نے کئی لمبے چوڑے خواب نہیں دیکھ رکھے تھے۔ مگر پھر بھی ماموں کے الفاظ نے اس کے دل کو عجیب سے احساسات سے چھوا تھا۔

"رات کافی گہری ہو رہی ہے جاؤ جا کر سو جاؤ۔ پھر صبح آفس بھی جانا ہے۔" ماموں نے کہا تو وہ سر ہلا کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

وہ جو عادل کو لے کر پریشان تھی وقتی طور پر ذہن سے وہ بات نکل گئی تھی وہ اس بات کو لے کر بہت کچھ سوچنے لگ گئی تھی۔

❁......❁......❁

کمرے میں آ کر اس نے نماز پڑھی اور پھر مصطفیٰ کے آنے کا سوچنے لگی کہ پتا نہیں وہ کیوں آیا ہے۔ وہ اندر ہی اندر الجھتی رہی تھی۔ تمام لائٹس آف کیے بستر پر لیٹ گئی اور وہ مصطفیٰ، شادی اور کسی کی بھی چیز کو سوچنا نہیں چاہتی تھی وہ ہر بات کو ذہن سے جھٹکتے آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

پچھلی دو راتیں اس نے عجیب کشمکش میں گزاری تھیں کل کی ساری رات وہ سوئی نہیں تھی لہٰذا اب لیٹتے ہی وہ سو گئی تھی۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اندھیرے کمرے میں اس نے اندازے سے سائیڈ لیمپ جلانا چاہا مگر جل نہ پایا شاید لائٹ چلی گئی تھی۔ کسی نے یو پی ایس آن نہیں کیا تھا وہ بستر سے اتر کر سوئچ بورڈ کے پاس آئی اپنی تسلی کو چیک کیا مگر لائٹ واقعی آف تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر کھڑکی کھولی تو ہلکی سی چاندنی روشنی سے کمرہ کی تاریکی کم ہوئی تھی۔

اس نے بستر سے اپنا دوپٹا اٹھا کر گلے میں ڈالا اور کچھ سوچتے ہوئے باہر آ گئی۔ باہر بھی ویسے ہی اندھیرا تھا اور وہ اپنے اندازے سے چل رہی تھی جب راہداری سے گزرتے وہ کسی سخت چیز سے ٹکرائی۔

"اوف۔" اس کی چیخ نکلی۔

وہ شاید کسی ستون سے ٹکرائی تھی پاؤں اور پیشانی پر بری طرح چوٹ لگی تھی وہ اپنا سر تھام کر زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے پاؤں تھاما تھا۔

"کون ہے...... ادھر...... کون ہے؟" مصطفیٰ کی آ[illegible] دی اور پھر اس کے ہاتھ میں تھامے موبائل کی روشنی شہوار پر پڑی۔

شہوار نے سر سے ہاتھ ہٹا کر دیکھا مصطفیٰ اس کے پاس کھڑا تھا۔

"شہوار...... کیا ہوا؟" اسے زمین پر بیٹھے دیکھ کر پوچھا۔

"اٹھو کیا ہوا ہے؟" مصطفیٰ نے جھک کر اس کا بازو پکڑ کر اٹھانا چاہا تو اس کے پاؤں سے ٹیس اٹھی تھیں۔

"اوہ...... نو۔" وہ پاؤں پکڑ کر بیٹھ گئی۔

مصطفیٰ نے موبائل کی روشنی اس کے پاؤں پر ڈالی تو وہاں انگوٹھے کے ناخن سے بلیڈنگ ہو رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے، کیسے لگی چوٹ؟" وہ بھی اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ شہوار ننگے پاؤں ہی کمرے سے نکلی تھی۔

"پتا نہیں۔" شہوار نے جھنجلا کر کہا اور اپنا دوپٹہ ناخن پر رکھ دیا۔ ایک تو درد کی وجہ سے دوسرا مصطفیٰ کے سامنے کی وجہ سے وہ سخت جھنجلا رہی تھی۔

"اچھا اٹھیں تو سہی، اس طرح بیٹھے رہنے سے کیا ہوگا کوئی چیز لگائیں زخم کے اوپر۔" مصطفیٰ نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے لگی۔ مصطفیٰ نے دوسرا بازو تھام کر سہارا دیا۔

"میں چل سکتی ہوں اب اتنا بھی گہرا زخم نہیں ہے۔" مصطفیٰ کے وجود سے پرفیوم کی مہک اٹھ رہی تھی۔ اندھیرے اور اس قربت کے عالم میں ایک دم کنفیوژ ہو کر اس نے اپنا بازو چھڑا لیا تھا۔

مصطفیٰ نے دیکھا وہ پاؤں کے زخم کی وجہ سے لڑکھڑا کر چل رہی تھی۔ وہ واپس کمرے میں آئی تو مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ اندر آ کر بستر پر بیٹھ گئی اور بستر پر پاؤں رکھ کر اس نے دیکھنا چاہا۔

"زخم کیسے لگا؟" مصطفیٰ نے موبائل کی روشنی اس کے پاؤں پر ڈالتے پوچھا۔

"اندھیرے میں پتا نہیں چلا اور راہداری کے ستون سے ٹکرا گئی۔" وہ سر جھکائے اپنے زخم کا جائزہ لے رہی تھی۔ انگوٹھے کا ناخن تھوڑا سا ٹوٹ گیا تھا جس کی وجہ سے بلیڈنگ ہو رہی تھی۔

"یہ لیں زخم صاف کریں۔" مصطفیٰ نے جیب سے رومال نکال کر تھمایا تو شہوار نے خاموشی سے لے کر ناخن صاف کیا۔

"بینڈیج کا سامان تو ہوگا حویلی میں۔"

"ہوں..... کچن کی کسی دراز میں ہوگا فرسٹ ایڈ باکس۔"

"میں لے آتا ہوں۔"

مصطفیٰ کہہ کر چلا گیا تھا موبائل بھی ساتھ لے گیا تھا کمرے میں پھر اندھیرا چھا گیا تھا صرف کھڑکی سے آتی چاندنی روشنی تھی۔ شہوار نے اپنی پیشانی مسلی، وہاں ہلکا سا ابھار محسوس ہوا۔

"اب یہ نئی مصیبت کیا ضرورت تھی مجھے کمرے سے نکلنے کی نجانے کیا وقت ہوا ہے اور یہ بھی ابھی تک جاگ رہے ہیں۔" وہ خود کو کوسنے لگی تو مصطفیٰ باکس لیے واپس آ گیا۔

مصطفیٰ نے اسے باکس تھمایا تو اس نے خاموشی سے لے لیا اور ڈیٹول نکال کر روئی کی مدد سے پہلے خون صاف کیا پھر پٹی باندھ لی۔ مصطفیٰ قریب ہی موبائل لیے کھڑا رہا تھا۔

"زیادہ گہرا زخم تو نہیں۔" مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"ٹائم کیا ہوا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"دو بج رہے ہیں۔"

"آپ سوئے نہیں۔" مصطفیٰ کو اسی طرح کھڑے دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"نہیں ایک کال تھی وہ سن رہا تھا جب تمہاری چیخ پر متوجہ ہوا تھا میں باہر راہداری میں ہی ٹہل رہا تھا اس وقت۔" وہ خاموش ہوگئی مگر مصطفیٰ اس کے قریب سے ہٹ کر کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ شہوار کو اس کی یہاں موجودگی سے الجھن ہونے لگی۔

"آپ حویلی کیسے آئے؟" معنی خیز خاموشی سے گھبرا کر شہوار نے پوچھا۔

"میں ایک کام سے یہاں نزدیکی علاقے میں آیا تھا واپسی پر کال آ گئی کہ تمہیں بھی لیتا آؤں سو ادھر چلا آیا صبح صبح نکلیں گے ہم مجھے رستے میں ایک دو جگہ رکنا بھی ہے۔" شہوار خاموش ہوگئی تھی پچھلی بار کی طرح وہ مصطفیٰ کے ساتھ جانے

یا واپس شہر جانے سے انکار نہ کر پائی تھی۔
"آپ کو نیند نہیں آ رہی؟" وہ اسے اسی طرح کھڑکی کے پاس جے دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔ مصطفی نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ موبائل کی ہلکی سی روشنی کچھ واضح نہ کر پائی تھی۔
"کیوں تمہیں نیند آ رہی ہے؟"
"ہاں۔" شہوار نے سنجیدگی سے کہا۔
"باہر کیا لینے گئی تھیں؟" وہ اب اس کے قریب آ کھڑا ہوا تو شہوار کے خدوخال واضح ہو گئے تھے۔
"مجھے پیاس لگی تھی۔"
"موبائل کیوں بند کر رکھا ہے۔"
"صبح کس وقت نکلنا ہے۔" مصطفی کے سوال کا جواب دیے بغیر اس نے پوچھا۔
"پانچ بجے بتایا نہیں کہ موبائل کیوں بند کر رکھا ہے۔"
"یہاں آ کر موبائل کی کچھ خاص ضرورت محسوس نہ کی تھی تو دراز میں ڈال دیا تھا شاید بیٹری آف ہو گئی ہوگی۔" مصطفی نے چند پل اسے دیکھا اور پھر اس کے ساتھ ہی بستر پر بیٹھ گیا تو شہوار ایک دم گھبرا گئی مگر مدھم سی روشنی میں مصطفی اس کی گھبراہٹ نہ دیکھ پایا تھا۔
"مجھے نیند آ رہی ہے میں سونے لگی ہوں۔" اس نے وہاں سے ہٹنا چاہا تھا جب مصطفی نے اس کے کندھے پر بازو رکھ کر اس کے حرکت کرتے وجود کو ساکن کر دیا تھا۔
"مگر مجھے تو نیند نہیں آ رہی۔ ویسے بھی پانچ بجے نکلنا ہے تو اس وقت سوئیں گی تو وقت پر اٹھ نہیں پائیں گی۔" مصطفی نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا وہ ایک دم پلکیں گرا گئی تھی۔
"میں اٹھ جاؤں گی۔ ڈونٹ وری۔" وہ مصطفی کا بازو ہٹا کر دوسری طرف ہو کر لیٹ گئی تھی۔ مصطفی نے پلٹ کر دیکھا وہ سر تک چادر تان چکی تھی۔
"مگر میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" رات کا فسوں تھا یا کیا تھا مصطفی پر جذبات کا اثر ہو رہا تھا یا اپنے رشتے کا وہ ایک دم کہہ گیا تھا۔
"آپ کے ساتھ جا تو رہی ہوں جو بھی کہنا ہے صبح کہہ لیجیے گا۔" شہوار نے چادر ہٹائے بغیر کہا تو مصطفی ہلکا سا مسکرا دیا۔
وہ موبائل کی مدھم سی روشنی میں اچھی طرح محسوس کر چکا تھا کہ شہوار اس سے گھبرا رہی ہے۔ ورنہ اس کی موجودگی میں اس کو نیند تو کبھی بھی نہیں آنے والی تھی۔
"اوکے...... صبح وقت پر باہر آ جائیے گا ہمیں جلدی نکلنا ہے۔" مصطفی کہہ کر پلٹ گیا اور جاتے ہوئے وہ دروازہ بند کر گیا تھا۔ دروازہ بند ہوتے ہی شہوار نے سر سے چادر ہٹا کر دیکھا تو کمرے میں پھر سے تاریکی تھی بس کھڑکی سے در آنے والی ہلکی سی روشنی تھی۔
"اف توبہ...... انہیں یہ آج ہو کیا رہا تھا اور میں بھی کتنی پزل ہو رہی تھی۔" وہ اندھیرے میں چھت کو گھورتے خود کو کوسنے لگی۔
"کیا میں خود بھی اس رشتے کے زیر اثر آ رہی ہوں۔ قبول کر رہی ہوں اس کو......؟" اس نے بہت الجھ کر خود کو ٹٹولنا چاہا۔ مگر اس کے اندر تو ایک گہرا سناٹا تھا بس دل کے دھڑکنے کی رفتار بہت تیز تھی۔ شہوار نے لب بھینچ

کر آنکھیں میچ لی تھیں۔

❀.......❀.......❀

ولید تیار ہو کر ڈائننگ ٹیبل پر آیا تو وہاں انا صغراں کے ساتھ موجود تھی۔ باقی ابھی کوئی نہیں آیا تھا یا شاید ناشتہ کر چکے تھے۔

"کیا لیں گے بریڈ یا پراٹھا؟" انا نے اسے بیٹھتا دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں تم کالج نہیں جا رہیں؟ کافی دن ہو گئے ہیں چھٹیاں کرتے اور باقی لوگ کہاں ہیں۔"

"ماما پاپا ناشتہ کر چکے ہیں ماموں نے صرف دودھ کا گلاس لیا ہے اور وہ بعد میں ناشتہ کریں گے اور میں تیار ہوں بس چینج کرنا ہے پہلے یہ سب کام روشی کرتی تھی مگر اب مجھے ہی کرنا پڑ رہے ہیں۔" ولید مسکرا دیا۔

"بتایا نہیں کیا لیں گے۔"

"پراٹھا اور آملیٹ اور دودھ کا گلاس لے آؤ۔"

"جس ووٹ منٹ۔" وہ کچن میں غائب ہو گئی تو ولید اخبار دیکھنے لگا۔ پانچ منٹ بعد وہ ٹرے لیے چلی آئی ولید کا ناشتہ اس کے سامنے رکھ کر وہ دوبارہ کچن میں جا کر اپنے لیے بریڈ پر جیم آملیٹ جنر اور دودھ لا کر ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"آملیٹ تو اچھا بنایا ہے تم نے۔" ولید نے ناشتہ کرتے کہا تو وہ ہنس دی۔

"میں نے نہیں بنایا صغراں نے بنایا ہے سارا ناشتہ میں نے تو بس سرو کیا ہے اس کی تعریف کریں۔"

"اچھا تمہیں کیا کیا پکانا آتا ہے۔"

"کچھ خاص نہیں گزارا کر لیتی ہوں۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔

"میں تو بڑا خوش خوراک ہوں یار یعنی مستقبل قریب میں صرف گزارا کرنا پڑے گا۔" ولید نے کہا تو وہ جھینپ سی گئی۔

"نہیں ایسی بات بھی نہیں اگر تو جاؤں اور دل سے پکاؤں تو بہت اچھا پکا لیتی ہوں۔"

"یعنی دل سے پکانا شرط ہے۔" ولید نے کہا تو انا نے حیرت سے دیکھا۔

پچھلے تین چار دن سے اس کے ساتھ ولید کا رویہ بہت خوش گوار ہو چکا تھا۔

وہ دونوں ابھی ناشتہ کر رہے تھے کہ ٹیبل پر پڑا ولید کا موبائل بجنے لگا تھا۔ انا نے سرسری سا موبائل کو دیکھا مگر چونک گئی تھی۔ "کاشفہ" کا نام دیکھ کر اس کے چہرے سے تمام خوشگوار تاثرات ایک دم ختم ہوئے تھے۔ ولید نے موبائل کو دیکھتے اسے بھی دیکھا تھا انا اپنے ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"ہیلو۔" ولید نے کال ریسیو کی۔ انا کا سارا وجود کان بن گیا تھا۔

"یس آئی ایم فائن، اینڈ یو؟" انداز میں بے تکلفی تھی۔ انا کے حلق میں بریڈ کا ٹکڑا پھنسنے لگا تو اس نے جھٹ دودھ کا گلاس منہ سے لگا لیا تھا۔

"میں کل سے آپ کو بہت مس کر رہی تھی۔" دوسری طرف سے آتی ہلکی سی آواز انا کے کانوں کو بھی فیضیاب کر رہی تھی۔ ولید نے انا کو دیکھا وہ سر جھکائے ناشتہ کر رہی تھی۔

"ایکسیوزمی۔" وہ اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ انا خاموشی سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔ اس کا تمام خوشگوار موڈ ایک دم شدید اضطراب کی زد پر آ گیا تھا۔

"باجی کوئی اور چیز چاہیے۔" وہ گم صم سی بیٹھی ہوئی تھی جب صغراں نے آ کر پوچھا تو وہ چونکی ولید آدھے سے زیادہ پراٹھا کھا چکا تھا دودھ کا گلاس بھی ختم کر چکا تھا اس نے بے دلی سے اپنے ناشتے کو دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں ان سب کو اٹھالو۔" وہ اسے کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ اسے آج کالج جانا تھا لباس لے کر وہ باتھ روم میں گھسی اور لباس بدل کر اس نے اپنی کتابیں اور بیگ اٹھایا اور چادر لے کر باہر آ گئی ولید اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر انا نے لب بھینچ لیے تھے۔

"منصور بابا گاڑی نکالو۔" ولید کی طرف دیکھے بغیر اس نے ڈرائیور کو کہا۔

"آؤ میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" ولید نے پلٹ کر کہا۔

"صرف ڈراپ؟" اس کے منہ سے تلخی سے پھسلا تھا۔ ولید نے چونک کر دیکھا۔

"کیا پک بھی کرنا ہوگا مجھے۔" انا نے خود کو سنبھالتے نفی میں سر ہلایا۔

"منصور خان کا تو روز کا کام ہے آپ کو خوامخواہ زحمت ہوگی میں چلی جاؤں گی۔"

"زحمت کیوں ہوں گی رستے میں ہی پڑے گا تو تمہیں بھی ڈراپ کر دوں گا۔"

"نہیں آپ جائیں میں منصور خان کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ تھینکس۔" اب کے تحمل سے کہہ کر اس نے منصور خان کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا تو اس نے دروازہ کھول دیا اور وہ خاموشی سے پچھلی سیٹ پر ٹک گئی۔ ولید نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

وہ گردن پھیرے دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی خاموشی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا ولید کی گاڑی گیٹ سے نکلی تو ڈرائیور نے بھی گاڑی نکال لی تھی۔ انا نے لب بھینچ کر خود سے آگے والی گاڑی کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک دم نمی سی سمٹ آئی۔ اس نے انگلی سے پلکوں کو چھوا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ رو رہی ہے۔ وہ خود پر ضبط کرتی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

نجانے ایسا کیوں ہوتا تھا وہ جب بھی دل سے خوش ہونا چاہتی تھی ولید سے متعلق اپنے رشتے کو لے کر مطمئن ہونا چاہتی تھی کوئی نہ کوئی ایسی بات ہو جاتی تھی کہ وہ ٹوٹ کر رہ جاتی تھی۔ مکمل طور پر بکھر جاتی تھی۔ اس وقت بھی ہاتھ کی انگلی میں موجود انگوٹھی کو گھماتے خود پر ضبط کے کہرے پہرے بٹھانے کی کوشش کر رہی تھی جو کہ ممکن لگ رہا تھا۔

❀......❀......❀

"آخر آپ مجھے کہاں لے آئے ہیں؟" ان دونوں کو حویلی سے نکلتے نکلتے چھ بج گئے تھے۔ آٹھ بجے مصطفی نے ایک بہت ہی خوبصورت گھر کے سامنے گاڑی روکی تو وہ چونکی۔

"یہ میرے سینئر زوہیب شاہ کا گھر ہے مجھے ان سے کچھ کام ہے اور کچھ ڈسکس کرنا ہے کل بھی میں ان کے پاس ہی آیا تھا۔" مصطفی نے سنجیدگی سے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔

مصطفی نے کال کر کے ان کو اپنی آمد کی اطلاع دی تو وہ باہر ان کو لینے آئے۔ مصطفی اور وہ دونوں بڑے تپاک سے ملے تھے درمیانی عمر کے چاک و چوبند انسان تھے۔

"یہ میری مسز ہیں۔" مصطفی نے بتایا تو شہوار نے سلام کیا۔

"آ جائیں اندر۔" وہ ان کے ہمراہ گھر میں آ گئے تھے۔

زوہیب شاہ کی مسز بھی موجود تھیں زوہیب صاحب نے اپنی مسز کا تعارف کرایا تھا۔ سو بری درمیانی عمر کی خاتون بہت خوش ہو کر ملی تھیں۔ بڑے تپاک سے شہوار کو گلے لگایا تھا۔

"آپ لوگ ادھر بیٹھ جائیں ہم اندر چلتے ہیں۔" وہ اپنے شوہر کو کہہ کر شہوار کو اپنے روم میں لے آئی تھیں۔ شہوار ان کے کہنے پر چادر ذرا ڈھیلی کرتے بستر پر بیٹھ گئی تھی۔

"ماشاءاللہ تم تو بہت پیاری ہو، اصل میں میرے ہزبینڈ اور مصطفیٰ کی جاب کے دوران ہی دوستی ہوئی ہے دونوں ایک ہی ڈیپارٹمنٹ کے ہیں تو مصطفیٰ اکثر ہمارے ہاں آتا رہتا ہے مجھے تو علم ہی نہ تھا کہ وہ ایک عدد بیوی بھی رکھتا ہے وہ بھی اس قدر پیاری سی۔" وہ بے تکلف سی خاتون تھیں شہوار مسکرادی۔

"پرسوں کل علم ہوا۔ جب مصطفیٰ کے پاس اس کے فادر کی کال آئی تھی تو اس نے رات رکنے سے ایکسکیوز کرتے بتایا کہ وہ گاؤں جارہا ہے اپنی وائف کو لینے۔"

"آپ کا نام کیا ہے۔" شہوار نے پوچھا۔

"ماریہ۔" شہوار نے سر ہلادیا۔

"اچھا بتاؤ کیا کھاؤ گی میں پھر وہی آرڈر کرتی ہوں۔"

"ہم حویلی سے ناشتہ کرکے نکلے تھے پلیز کوئی تکلف نہ کریں۔" اس نے منع کیا۔

"ارے ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔ میں ابھی ملازم کو چائے پانی کا کہہ کر آتی ہوں۔" وہ فوراً باہر نکل گئی تھیں۔

شہوار نے کمرے کا جائزہ لیا۔ سادگی و نفاست سے سجا کمرہ بہت پیارا تھا فرنیچر بھی قیمتی تھا۔

"پتا نہیں اب ادھر کتنا وقت لگتا ہے۔" وہ بالکل انجان جگہ آئی تھی سو کچھ جھجک رہی تھی۔ ماریہ آرڈر دے کر واپس آگئی تھیں۔ واپس آکر وہ شہوار سے باتوں میں لگ گئی تھیں۔

"اچھا تم نے بتایا نہیں کہ کتنے بچے ہیں تمہارے؟" یونہی بات کرتے کرتے رک کر انہوں نے پوچھا تو شہوار نے چونک کر دیکھا۔ اس کے رخسار ایک دم سرخ ہوئے تھے۔

"ہمارا ابھی نکاح ہوا ہے باقاعدہ رخصتی نہیں ہوئی۔" اس نے جھجکتے ہوئے بتایا تو وہ حیران ہوئیں اور ایک دم ہنس دیں۔

"اوہ آئی سی۔ مصطفیٰ نے جس طرح وائف کہا تو مجھے لگا کہ تم لوگوں کی شادی ہوچکی ہے تم اپنے میکے اپنی امی سے ملنے گئی ہوئی ہو تو وہ لینے جارہا ہے۔ ویسے تم کہیں سے بھی مجھے بچوں والی نہیں لگی تو نہ بھی پھر بھی میں نے سوچا کہ پوچھ ہی لوں۔"

"میں ان کے ہاں شہر میں ہی رہتی ہوں اسٹڈی کی وجہ سے امی سے ملنے حویلی گئی ہوئی تھی تو یہ لینے آئے تھے۔" شہوار نے وضاحت کی تھی اسی دوران چائے بھی آگئی۔

"اندر صاحب لوگوں کو بھی چائے دے دی ہے نا؟" انہوں نے ملازمہ سے پوچھا تو اس نے سر ہلادیا۔

"تم مصطفیٰ کی رشتہ دار ہو؟" ان کے سوال پر اس نے لب بھینچ کر سر ہلادیا۔

"یہ مصطفیٰ کب فارغ ہوں گے۔" اس سے پہلے کہ ماریہ رشتے کی نوعیت کی وضاحت مانگتی اس نے پوچھا۔

"پتا نہیں آج کل یہ دونوں مل کر کوئی کیس حل کررہے ہیں۔ اکثر اکٹھے بیٹھے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی کسی پولیس والے کی بیوی ہونا بھی بڑے دل گردے کا کام ہے یہ ذرا بھی مجھے ٹائم نہیں دیتے ہر وقت آفس آفس اور آفس۔" ماریہ نے شہوار کو چائے کا کپ دیتے شکوہ بھرے انداز میں کہا تو وہ مسکرادی۔

"آپ کے کتنے بچے ہیں؟" تھوڑی دیر بعد اس کا دھیان بٹا تو اس نے پوچھا۔

"تین بچے ہیں۔ بڑے دو بیٹے اور ایک بیٹی بیٹی اسکول گرل ہے اور بیٹے دونوں کالج بوائز۔" انہوں نے بتایا تو اس نے سر ہلادیا۔

دونوں نے چائے بھی پی لی اور ڈھیر ساری باتیں بھی کرلیں۔ شہوار نے وقت دیکھا تو اندازہ ہوا کہ انہیں یہاں آئے ڈیڑھ گھنٹہ ہوچکا ہے۔ مصطفیٰ اسے کسی اجنبی کے گھر اتنی دیر تک کیسے رکھ سکتے تھے۔ وہ پریشان ہوئی تھی۔

''کافی دیر ہوگئی ہے آپ مصطفیٰ سے کہہ دیں کہ چلنا نہیں۔'' اس نے ماریہ سے کہا۔

''آپ آئیں مصطفیٰ کے پاس ہی چلتے ہیں۔'' ماریہ نے کہا تو وہ اپنی چادر درست کرتی ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئی تھی۔ مصطفیٰ اور زوہیب سر جوڑے کسی فائل پر بات کر رہے تھے ان کو دیکھ کر رکی۔

''کافی دیر ہوگئی ہے واپس نہیں جانا۔'' مصطفیٰ کے دیکھنے پر شہوار نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفیٰ نے زوہیب صاحب کو دیکھا۔

''اوکے ایسا کرتے ہیں میں دو بجے تمہارے آفس آ جاؤں گا۔ باقی ڈسکشن وہاں کریں گے۔'' زوہیب صاحب نے فائل بند کر دی تھی۔ مصطفیٰ کھڑا ہو گیا تھا شہوار ماریہ سے ملی اور وہ دونوں جب ان کے گھر سے نکلے تو پونے دس ہو رہے تھے۔

''کیا ضرورت تھی اتنی دیر کسی اجنبی کے گھر لا کر بٹھا دینے کی۔'' مصطفیٰ نے جیسے ہی گاڑی اسٹارٹ کی شہوار نے ناگواری سے کہا۔

''میں ان لوگوں کو پچھلے دو سال سے جانتا ہوں میرے لیے یہ قطعی اجنبی نہ تھے۔'' مصطفیٰ نے بھی کہا۔

''مگر میرے لیے تو اجنبی تھے نا تو بہ اتنا بولتی ہیں ان کی مسز۔'' اس کو بچوں والی بات یاد آئی تو کچھ خفگی سے کہا۔

''ہاں آپ کے مقابلے میں تو وہ کچھ زیادہ ہی بولتی ہیں مگر کسی کو بور نہیں ہونے دیتیں۔'' مصطفیٰ نے کہا تو وہ خاموش رہی۔

''اس بار پھر بوا جی سے ناراض ہو کر آئی ہیں۔'' کچھ توقف کے بعد مصطفیٰ نے پوچھا۔ واپسی کے وقت وہ کمرے سے نکل کر سیدھا گاڑی میں جا بیٹھی تھی تابندہ سے نہیں ملی تھی مصطفیٰ نے اس کا یہ سرد انداز بطور خاص نوٹ کیا تھا۔ شہوار خاموش رہی۔

''اس بار کس بات پر ناراض ہوئی ہیں؟'' مصطفیٰ نے مزید پوچھا۔

''جہاں تک میرے علم میں تھا پچھلے دنوں بوا جی سے دوبارہ بات چیت بحال ہو چکی تھی اور باقی حالات بھی سازگار تھے۔'' مصطفیٰ نے مزید کہا تھا شہوار تو جیسے بغیر کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔ مصطفیٰ نے بغور دیکھا۔

''ایسا کب تک چلے گا شہوار؟'' مصطفیٰ نے پوچھا تو وہ لب بھینچ گئی۔ مصطفیٰ نے سائیڈ مرر سے اسے دیکھا وہ لب بھینچے خود پر ضبط کر رہی تھی۔ مصطفیٰ نے ایک طرف سائیڈ میں گاڑی روکی تو شہوار نے حیران ہو کر دیکھا اس کی آنکھوں میں نمی سی تھی۔ مصطفیٰ بغور دیکھ رہا تھا۔

''یہاں گاڑی کیوں روکی۔'' نمی کو اندر اتارتے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ مصطفیٰ نے سیٹ کی پشت سے کمر ٹکاتے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ شہوار گھبرا کر رہ گئی تھی اس کے چہرے پر کئی رنگ آ ٹھہرے تھے۔

''کبھی کبھی عقل کو کھلا چھوڑ کر دل کی بات مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا شہوار۔ وہ جو شروع شروع میں نرم خو صلح جو سی شہوار تھی جس کو دیکھ کر میں متاثر ہوا تھا وہ کہیں کھو گئی ہے تمہارا یہ روپ یہ انداز مجھے بھی قبول نہیں کر پا رہا ہوں میں کیوں کر رہی ہو اپنے اوپر یہ ظلم؟'' مصطفیٰ نے بہت دھیمے لہجے میں اس کے ہاتھ کو سہلاتے نرمی سے کہا تو شہوار جو خود پر ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی ایک دم رو دی۔

''میں کوئی سامری نہیں ہوں اگر مجھے کسی عام عورت کی تلاش ہوتی تو باہر سے ہی کوئی ساتھ لے آتا کہ بابا اور ماں جی کی طرف سے میرے اوپر بھی کوئی پابندی نہ تھی مگر وہ سب میری ڈیمانڈ نہ تھی۔'' مصطفیٰ نے اس کی طرف جھکتے اس کے آنسو صاف کیے تو وہ لب دانت تلے دبا گئی۔ وہ چہرہ موڑ کر خاموش رہی۔ اس نے آہستگی سے مصطفیٰ کی گرفت سے اپنا ہاتھ بھی

نکال لیا تھا۔ کچھ توقف کے بعد وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

"بہت دیر ہوگئی ہے اب چلنا چاہیے۔" مصطفیٰ اسی طرح بیٹھا رہا شہوار نے چہرہ موڑ کر دیکھا وہ مکمل طور پر متوجہ تھا۔ وہ نظریں جھکا گئی۔

"بوا جی ماں ہیں ان سے خفا ہو کر ان کو مزید اذیت سے دوچار کر کے بھلا تمہیں کیا حاصل ہوگا۔" مصطفیٰ نے کہا۔ شہوار دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسلتے ہوئی لب دانتوں تلے دبا رکھے تھے گویا اس نے اس بارے میں اب مصطفیٰ کے سامنے کچھ بھی نہ بولنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔

"گھر چلیں یہ ساری ڈکشن اب گھر جا کر کیجیے گا۔" اسی طرح رخ موڑے اس نے کہا تھا۔

اب کے مصطفیٰ نے کافی غصے سے دیکھتے بڑے ریش انداز میں گاڑی ڈرائیو کی تھی۔ شہوار اسی طرح لب بھینچے چہرہ موڑے بیٹھی رہی تھی۔

❁......❁......❁
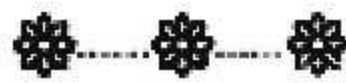
وہ آفس میں کمپیوٹر پر کچھ کام کر رہی تھی جب فون بجنے لگا اس نے مصروف سے انداز میں ریسیور اٹھایا تھا۔

"ہیلو۔"

"تو پھر کیا سوچا تم نے میری آفر کے بارے میں؟" وہ یک دم چونکی دوسری طرف عادلہ تھی۔ اس نے موبائل بند کر رکھا تھا وہ اس عورت سے اب کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتی تھی مگر اسے قطعی امید نہ تھی کہ وہ عورت آفس کے نمبر پر اسے کال کرے گی۔

"آپ کون؟" اس نے اندر ہی اندر خوفزدہ ہوتے پوچھا تھا۔

"اتنی جلدی بھول گئیں عادلہ بات کر رہی ہوں میں۔"

"میں آپ کو آپ کی اس گھٹیا آفر کا جواب اچھی طرح دے چکی ہوں۔" اس نے خود کو سنبھالتے دوٹوک انداز میں کہا۔

"تو میں نے تمہیں سوچنے کا وقت دیا تھا مائی ڈیئر۔"

"میرا اب بھی انکار ہے۔ میں عباس صاحب سے کسی بھی قسم کے کوئی سکینڈل نہیں لوں گی۔"

"سوچ لو تمہارے متعلق بہت سارا مواد میرے پاس موجود ہے؟" اس نے دھمکانا چاہا تھا رابعہ نے لب بھینچ لیے۔

"وہ سب جھوٹ ہے۔"

"مگر سچ بننے میں دیر نہیں لگے گی ٹیکنالوجی کا دور ہے دنیا میں اتنا کچھ ہو رہا ہے تم تو خود اسی فیلڈ کی ہو بے خبر تو نہیں ہوں گی نا۔" رابعہ نے غصے سے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

وہ بے انتہا پریشان ہوگئی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اتنا تو واضح ہو چکا تھا کہ عباس سر اور ان کی فیملی بالکل فیئر ہے مگر اب عادلہ کی یہ دھمکیاں ان کا وہ کیا کرتی؟

"آر یو او کے۔" وہ اسی طرح سر تھامے بیٹھی ہوئی تھی جب قریب سے آواز سنائی دی تو وہ چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔ سر عباس کھڑے تھے وہ ایک دم سیٹ سے کھڑی ہوگئی تھی۔

"جی سر۔" اس نے فوراً سر ہلایا۔

"لیکن آپ کا چہرہ تو بہت پیلا ہو رہا ہے۔" سر عباس نے کہا تو رابعہ نے ایک دم اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"میں ٹھیک ہوں سر بس سر میں درد ہو رہا ہے۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"اس دن بھی درد ہو رہا تھا آپ اپنا ٹریٹمنٹ کروائیں یہ ہر دوسرے دن کا درد صحت کے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتا

ہے۔" عباس صاحب نے سرسری انداز میں کہا تو اس نے فوراً سر ہلا دیا۔

"آفس بوائے کے ہاتھ نئے پروجیکٹ والی فائل بھجوائیں میں بابا کے آفس میں جا رہا ہوں۔"

"جی سر۔" اس نے فوراً سر ہلایا۔ عباس چلا گیا تو وہ ایک دم کرسی پر ڈھے گئی تھی۔

❁......❁......❁

"اگر مصطفیٰ تمہیں لینے گیا تھا تو مجھے بھی بتا دیتا میں بھی ساتھ چلتی۔" مصطفیٰ اور وہ ابھی گھر آئے تھے دریہ دیکھ کر حیران ہوئی تھی مصطفیٰ تو ریڈی ہونے کمرے میں چلا گیا جبکہ شہوار لاؤنج میں ہی بیٹھ گئی تھی ماں جی گھر پر نہیں تھی اب دریہ کہہ رہی تھی لائبہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"اس دن بابا صاحب نے ساتھ چلنے کا کہا تھا تب تو تم گئی نہیں تھیں۔"

"وہ تو بابا صاحب خود آ کر لے گئے تھے تو وہاں اتنے دن جا کر بور ہوتی یہ تو مصطفیٰ کے ساتھ جانا تھا اور واپس آ جانا تھا مصطفیٰ کے ساتھ جانے میں کم از کم بور تو نہ ہوتی۔" شہوار خاموشی سے دریہ کو دیکھے گئی۔

"بوریت کیسی، تابندہ بوا تھیں وہاں اور پھر شہوار بھی تو ساتھ تھی۔" لائبہ بھابی نے مزید کہا۔

"یہ لوگ ہمارے خاندان کا حصہ نہیں ہیں کہ میں ان کے ساتھ اپنا وقت برباد کرتی پھرتی۔" دریہ نخوت سے کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ بھابی نے حیرانی سے اسے جاتے دیکھا۔

"دیکھا اس کا رویہ؟" بھابی کو بہت غصہ آ گیا تھا۔

"تو غلط کیا کہہ رہی ہے سچ ہی تو ہے۔" اس کے اندر کی تلخی ایک دم پھر سے ابھر آئی تھی۔

"اب خدا کے لیے تم کوئی ایسی ویسی بات مت کہہ دینا مجھے پہلے ہی دریہ پر بہت غصہ ہے۔ تم یہاں تھی نہیں ورنہ دیکھتی کیسے مصطفیٰ مصطفیٰ کرتی پھر رہی تھی۔" شہوار خاموش رہی تھی۔

"بارہ بج رہے ہیں مصطفیٰ کھانا کھا کر ہی آفس جائے گا کھانا ریڈی ہے میں نکالتی ہوں تم بھی منہ ہاتھ دھو کر آ جاؤ۔"

وہ ہاتھ منہ دھو کر آئی تو بھابی کھانا ٹیبل پر لگا چکی تھیں۔

"تم مصطفیٰ کو بلا لاؤ اور دریہ کو بھی کہہ دو۔" بھابی نے کہا تو وہ خاموشی سے مصطفیٰ کے کمرے کی طرف چلی آئی۔

"توبہ مصطفیٰ مجھے تم پر ترس آتا ہے نجانے تم کیسے شہوار جیسی لڑکی برداشت کر رہے ہو اتنی کنزرویٹو لڑکی ہے۔ لائبہ ہر وقت اس کی فیور کرتی رہتی ہے ورنہ کہاں تم اور کہاں وہ دقیانوسی لڑکی۔ مائی گاڈ۔" دریہ نخوت بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا مصطفیٰ شوز پہن رہا تھا اور دریہ پاس کھڑی تھی شہوار دروازے میں ہی رک گئی۔ مصطفیٰ نے شوز پہنتے سر اٹھایا تو پہلی نگاہ شہوار پر پڑی۔

"کھانا ریڈی ہے بھابی ٹیبل پر بلا رہی ہیں۔" وہ آہستگی سے کہہ کر وہاں سے پلٹ آئی تھی۔

آنکھوں میں نمی سی آنے لگی تو اس نے سر جھٹکا۔

"میں بھلا کیوں انسلٹ فیل کروں، سچ ہی تو کہہ رہی ہے وہ بھلا کہاں مصطفیٰ جیسا مرد اور کہاں میں جوان لوگوں کے پیسے پر پلی بڑھی اور آج کس چیز پر غرور کروں نہ میرے پاس اعلیٰ خاندان کا ٹیگ ہے اور نہ ہی اپنی شناخت کوئی بھی تو قابل فخر بات نہیں ہے میرے اندر۔" وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی آئی اس نے رات مولوی صاحب کے یہاں سے برائے نام کھانا کھایا تھا اور صبح اس نے ناشتہ نہیں کیا تھا رستے میں ماریہ کے ہاں سے چائے پی تھی گھر آتے آتے اسے بہت بھوک لگ رہی تھی مگر اب دریہ کے الفاظ سن کر اسے لگا جیسے ساری بھوک مر گئی ہو۔ دروازہ لاک کر کے وہ خاموشی سے بستر پر لیٹ گئی۔

❁......❁......❁
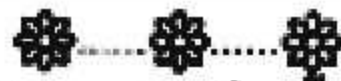
دن اپنی رفتار میں گزر رہے تھے وہ کالج جارہی تھی روشی اور احسن دو ہفتے بعد ہی ہنی مون ٹرپ سے واپس آگئے تھے احسن اگلے دن ہی آفس جانے لگا تھا روشی پہلے سے کہیں زیادہ نکھر چکی تھی انا اسے آتے جاتے چھیڑتی تو وہ ہنس دیتی وہ آج کالج سے واپس آئی تو ولید گھر پر ہی تھا۔

"آج آپ جلدی آگئے۔" بیگ اور کتابیں سینٹرل ٹیبل پر رکھتے اس نے پوچھا۔

"ہاں ایک کام تھا تو آنا پڑا۔" ولید اسے جواب دے کر پھر روشی کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔

"تم فائنل بتاؤ تم میرے ساتھ چل رہی ہو کہ نہیں؟"

"سوری بھائی میں اس لڑکی کے لیے آپ کے ساتھ کہیں بھی نہیں جارہی۔" دونوں میں کوئی بحث ہورہی تھی انا نے چونک کر دیکھا۔

"کہاں جانا ہے اور کیا بات ہے؟"

"وہ ولی بھائی کی ایک فرینڈ تھی نا کاشفہ؟" روشانے نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔

"آج اس کا برتھ ڈے ہے اس نے بھائی کو بھی انوائٹ کیا ہے وہ میری شادی پر آئی تھی اب بھائی کہہ رہے ہیں کہ اگر اس کے انویٹیشن پر نہیں گئے تو اچھا نہیں لگے گا۔ پھر وہ کچھ گفٹ بھی دے کر گئی تھی مگر میرا دل نہیں کررہا جانے کو نجانے کیوں مجھے وہ لڑکی اچھی نہیں لگتی۔" روشانے نے تفصیلات بتائی تو انا نے ولید کو دیکھا۔

"او کے تم نہیں جانا چاہتی تو نہ جاؤ انا تم چلوگی میرے ساتھ؟" ولید روشانے کے ساتھ مسلسل بحث سے اکتا کر اب اس سے پوچھ رہا تھا وہ حیران ہوئی۔

"اس نے آپ کو انوائٹ کیا ہے آپ جائیں ہمیں کیوں ساتھ باندھ رہے ہیں؟" اس نے ناگواری سے کہا۔

"اصل میں ان لوگوں کو میں بہت زیادہ نہیں جانتا صرف کاشفہ سے ہی ہیلو ہائے ہے وہ روشانے کو گفٹ دے کر گئی تھی اب میں نہ جاؤں تو اچھا نہیں لگتا اور مجھے نہیں علم کس قسم کی گیدرنگ ہوگی اور کس قسم کے لوگ ہوں گے یوں کہہ لو مصطفیٰ کے نکاح اور اپنے گھر کی شادی کی تقریب کے علاوہ پاکستان کے دیگر فنکشن میں کیسے آتے جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں قطعی علم نہیں اسی لیے کہا تھا۔" ولید نے تفصیل سے بتایا تو وہ سر ہلا گئی۔

"اب جانا اتنا ضروری بھی نہیں پھر بھی ملے تو گفٹ دے دیجیے گا اگر شکوہ کرے تو کہہ دیجیے گا کہ ضروری کام تھا نہیں آسکا۔" روشانے نے مشورہ دیا۔

"اب میں تمہاری طرح اتنا بے مروت نہیں ہوں۔" ولید نے روشانے کو گھورا اور پھر انا کو دیکھا۔

"چلوگی میرے ساتھ یا پھر تم بھی انکار کررہی ہو۔"

"جانے میں تو کوئی حرج نہیں مگر میں بھلا وہاں جا کر کیا کروں گی میری تو کسی سے کوئی سلام دعا بھی نہیں۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"میں چل رہا ہوں تمہارے سلام دعا کے لیے میں کافی ہوں۔" ولید نے فوراً کہا تو روشانے ہنس دی۔

"ابھی سے شوہروں والا رعب جمانا شروع کردیا ہے بے چاری پر، یاد رکھیں ابھی صرف منگنی ہوئی ہے۔" روشانے کی بات پر انا کا چہرہ گلنار ہوا تھا۔

"شٹ اپ۔" ولید نے گھور کر کہا تو انا بھی ہنس دی۔

"پلیز بتادو ساتھ چل رہی ہو یا پھر میں اکیلا ہی چلا جاؤں۔" ولید نے پھر پوچھا تو وہ رکی۔

بغور ولید کو دیکھا وہ آفس گیٹ اپ میں تھا بڑا شاندار لگ رہا تھا اگر وہ اکیلا چلا جاتا تو؟ انا کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے کب چلنا ہے؟" اس نے ہامی بھرتے کہا ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تھینکس گاڈ تم مانی تو۔" وہ دھیمے سے مسکرا دی۔

"اچھا گفٹ بتادو کیا دینا ہے اسے؟" وہ کتابیں لے کر اٹھنے لگی تو ولید نے پوچھا وہ پھر بیٹھ گئی۔

"جو آپ کو مناسب لگے دے دیں۔ ویسے روشی سے پوچھ لیں۔"

"اوکے مغرب کے وقت تیار رہنا جو بھی گفٹ دینا ہو تم میرے ساتھ چل کر دیکھ لینا اس وقت تو میں ایک کام سے جارہا ہوں پھر شام ہی میں ملاقات ہوگی۔" ولید کہہ کر چلا گیا تو انا نے روشی کو دیکھا۔

"کیا ضرورت تھی ہامی بھرنے کی؟ شادی پر تو جا رہی ہوں اس سے کافی شگفتہ لڑکی ہے مجھے تو کہیں سے بھی اچھی لڑکی نہیں لگی۔ جتنی دیر میرے پاس بیٹھی رہی کسی نہ کسی لڑکے سے فون پر بات کرتی رہی تھی۔"

"مگر ولی کی تو وہ دوست ہے نا۔" اس نے مسکرا کر کہا گزشتہ دنوں سے وہ ولید کے معاملات میں خود کو بہت مضبوط کرنے کی کوشش کرچکی تھی۔

"تمہیں جیلسی نہیں ہوتی وہ خاصی خوب صورت لڑکی ہے۔" انا کے گزشتہ رویوں کو لے کر روشی نے کریدنا چاہا تھا۔

"نہیں بس خوف آتا ہے۔" انا نے سادگی سے کہا۔

"کیوں؟"

"پتا نہیں ایسا لگتا ہے کہ میں ذرا سی بات پر ولید سے لڑ کر سب کچھ گنوا دوں۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

ولید کا اتنی جیسی لڑکی سے تعلقات دن بدن بڑھ رہے تھے وہ کوئی نیگیٹو بات نہیں سوچنا چاہتی تھی مگر اس کے باوجود وہ لڑکی اس کے دماغ سے نہیں نکل پا رہی تھی شاید اسی لیے وہ ولید کے ساتھ جانے کی ہامی بھر چکی تھی۔ شام تک وہ سخت اضطراب کا شکار رہی تھی۔ ولید نے فون کر کے اسے تیار رہنے کو کہا تھا۔

لاشعوری طور پر اس نے اپنی تیاری میں اچھے لباس جدید اسٹائل وغیرہ کا خیال رکھا تھا میک اپ اس نے نہیں کیا مگر اس ذرا سی تبدیلی سے ہی وہ جگمگ جگمگ کرنے لگی تھی۔ ولید گھر لوٹا تو وہ مکمل طور پر تیار اس کے سامنے چلی آئی تھی۔ ولید اسے دیکھ کر چونکا تھا۔ بڑی محویت سے اس نے انا کو دیکھا تھا۔

"اس قدر اہتمام کی کیا ضرورت تھی بھلا؟" اس نے سنجیدگی سے کہا تو انا چونکی۔

"کیا ہوا اچھی نہیں لگ رہی کیا؟" ولید کی سنجیدگی سے وہ خائف ہوگئی تھی۔

"نہیں خیر نجانے کیسے لوگ ہوں اور کس قسم کی گیدرنگ ہو۔ تم سادگی میں بھی اچھی لگتی ہو خوامخواہ اتنا اہتمام کیا۔" انا جھینپ گئی تھی۔

"میں نے تو سوچا کہ نجانے کیسے لوگ ہوں گے وہ لڑکی اچھی خاصی خوب صورت اور امیر گھرانے کی لگتی ہے۔ تو اسی مناسبت سے ذرا اچھا ڈریس پہن لیا تھا چادر تو میں نے ساتھ لے لی ہے دوپٹہ نہیں لے رہی۔"

"تم اتنی اسٹیٹس کانشس کب سے ہوگئی ہو؟"

"اگر مناسب نہیں لگ رہا تو میں چینج کرسکتی ہوں۔" ولید کے سوال کو نظر انداز کرتے اس نے کہا۔

"رہنے دو اب کافی دیر ہوگئی ہے چلتے ہیں۔"

"آپ چینج نہیں کریں گے۔"

"نہیں۔" ولید انکار کرکے گاڑی کی طرف چلا آیا تھا انا نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"آپ نے گفٹ لے لیا ہے یا لینا ہے ابھی۔" اس نے راستے میں پوچھا۔

"لے لیا ہے۔"

"کیا لیا؟" اس نے تجسس سے پوچھا۔

"بیک سیٹ پر پڑا ہوا ہے دیکھ لو۔"

انا نے پلٹ کر دیکھا سفید اور ریڈ پھولوں کا گلدستہ تھا اور ساتھ میں پیکنگ شدہ کوئی چیز تھی۔

اس کے اندر گفٹ کیا ہے انا کا تجسس بڑھنے لگا تھا۔

"کوئی گلاس میڈ آرٹیفیشل پیس تھا۔" ولید نے بتایا تو وہ سر ہلا گئی۔ باقی کا رستہ خاموشی سے کٹا تھا۔

پارٹی کا ارینج ہوٹل میں تھا اچھی خاصی گیدرنگ تھی۔ کاشف ان کو ریسپشن پر ہی مل گئی تھی۔

ان لوگوں کو آتے دیکھ کر وہ فوراً بھاگ کر قریب آئی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے ولید اور انا دونوں سے ہاتھ ملایا تھا انا نے اس کو گفٹ اور پھولوں کا بکے تھمایا تھا وہ بہت خوب صورت سلیولیس فراک میں ملبوس تھی۔ دوپٹے کا تکلف اس نے نہیں کیا تھا وہ مسکرا کر ولید کو دیکھ رہی تھی۔

"ان بلیو ایبل، میں سوچ رہی تھی کہ آپ نہیں آؤ گے آئی ایم سرپرائزڈ۔" وہ ولید کو دیکھ کر بہت خوش لگ رہی تھی۔ انا اس کا جگمگاتا حسن دیکھ کر گم صم ہو گئی تھی۔

کاشف ان کو اپنے ساتھ اندر لے آئی تھی وہ ہر کسی سے ولید کو ملوا رہی تھی جبکہ انا ایک ٹیبل کے گرد بیٹھ گئی تھی وہ خاموشی سے ولید کو لوگوں سے ہاتھ ملاتے دیکھ رہی تھی۔ پارٹی کافی بڑے پیمانے پر کی گئی تھی انا خود کو وہاں خاصا مس فٹ محسوس کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ولید اس کے پاس آ بیٹھا تھا۔

"لگتا ہے کافی دوستی ہو گئی ہے آپ دونوں کی۔" اب کاشف کچھ اور لوگوں کے ساتھ محو کلام تھی اس نے اسے دیکھتے کہا تو ولید مسکرایا۔

"خیر ایسی بات بھی نہیں۔"

"مگر وہ جس طرح آپ کو پروٹوکول دے رہی ہے اور ملوا رہی ہے مجھے تو ایسا ہی لگ رہا ہے۔" وہ جو اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی اب ایک دم کہہ دیا تھا لہجے میں تلخی تھی۔

"تو تم جیلیسی فیل کر رہی ہو؟" ولید نے بڑے سکون سے اس کا سکون درہم برہم کیا تھا ایک پل لگا اسے خود کو پرسکون کرنے میں۔

"بڑی خوش فہمی ہے اپنے بارے میں۔" اس نے جل بھن کر کہا تھا۔ ولید ہنس دیا۔

"شکر کرو غلط فہمی نہیں ہے جہاں سے گزر جاؤں لوگ دیدہ و دل فرش راہ کیے رہتے ہیں۔"

"ان لوگوں کی آئی سائیٹ یقیناً ویک ہوگی۔" ویٹر ان کی ٹیبل پر کولڈ ڈرنک کے گلاس رکھ گیا تھا۔

"یہ جو کاشف کے ساتھ کھڑے ہیں یہ کون ہے؟"

"یہ کاشف کے والد اور والدہ ہیں اور ساتھ میں اس کی بہن۔"

"ہوں۔ یہ صرف دو ہی بہنیں ہیں؟"

"نہیں اس کا ایک بھائی بھی ہے۔ ایک بار اسپتال میں ہی دیکھا تھا شاید آج کے فنکشن میں وہ شامل نہیں

ورنہ ملواتی ضرور۔''

''کافی حسین فیملی ہے اور کاشفہ سب سے بڑھ کر لگ رہی ہے۔''

''میں جس جگہ سے آیا ہوں وہاں اس سے زیادہ رچ اور خوب صورت لوگ موجود تھے۔'' ولید نے بہت سنجیدگی سے کہا توانا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا مگر اس کی آنکھوں میں ایک سلگتا سا احساس تھا۔ وہ کچھ سمجھ نہ پائی تھی۔

''تو پھر ان سے متاثر ہونے کی خاص وجہ؟''

''تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں ان لوگوں سے متاثر ہوں؟'' ولید نے اس کی آنکھوں میں جھانکا وہ ٹپٹا سی گئی۔

''آپ کے رویوں سے تو یہی لگتا ہے۔'' ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

''اندازہ ہو رہا ہے کہ تم میرے بارے میں کس حد تک نیگیٹو سوچتی ہوگی۔''

''ولید آئیں میں آپ کو پپا اور لوگوں سے ملواؤں۔'' انا جواباً کچھ کہنے ہی والی تھی کاشفہ درمیان میں آ ٹپکی تھی۔ انا نے کافی ناگواری سے اس کی اس مداخلت کو دیکھا تھا۔

ولید مسکرا کر کھڑا ہو گیا انا اس کے کھڑے ہو جانے پر جل بھن گئی تھی۔

''آپ بھی آئیں انا۔'' اس نے انا کو بھی آفر کی تھی۔

''نو تھینکس، میں ایسی مکس گیدرنگ کی عادی نہیں ہوں۔''

''اوہ..... پھر تو آپ کو آنا بھی نہیں چاہیے تھا ہمارے ہاں تو ایسی مکس گیدرنگ، بہت عام بات ہے۔'' کاشفہ نے کافی منہ بگاڑ کر کہا تھا۔

''میرا خیال ہے ہم آپ کے مہمانوں سے مل لیتے ہیں انا یہیں ٹھیک ہے وہ یہاں زیادہ ایزی فیل کرے گی۔'' انا جواباً کچھ سخت کہنے والی تھی ولید نے درمیان میں مداخلت کر دی تھی انا لب بھینچ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

''پلیز ریلیکس میں ابھی واپس آتا ہوں۔'' ولید کہہ کر چلا گیا تھا۔ انا نے خفگی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

❁ ..... ❁ ..... ❁
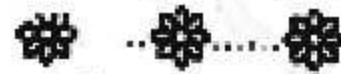
شاہزیب صاحب نے بابا صاحب اور تابندہ دونوں سے بات کر کے شادی کی تاریخ فائنل کر دی تھی۔ شہوار کم صم سی ہوگئی تھی عائشہ شادی کی تاریخ طے پانے کا سنتے ہی شہرآ گئی تھی لائبہ تو اپنی پریگننسی کی وجہ سے نہیں آ پا رہی تھی عائشہ ہی ساری شادی کی تیاری میں لگی ہوئی تھی۔ روز ماں جی اور وردیہ کے ساتھ بازار کے لیے نکل جاتی تھی۔

شہوار صبح کالج کے لیے نکلی تو عائشہ نے اسے شاپنگ کے لیے ساتھ چلنے کا کہا تھا وہ ان سنی کرتے شاہزیب صاحب کے ساتھ کالج چلی آئی تھی آج کل وہی اسے پک اینڈ ڈراپ کر رہے تھے۔ واپسی پر عائشہ اور وردیہ ڈرائیور کے ساتھ اس کے کالج کے باہر موجود تھیں۔ موبائل پر باہر آنے کا کہا تھا۔ اور اس وقت وہ ان دونوں کے ساتھ شاپنگ مال میں گھوم رہی تھی۔ ادھر سے ادھر گھومتے کئی بار شہوار کو محسوس ہوا کہ جیسے وہ کسی کی نگاہوں کے حصار میں ہے اس نے چادر کو اچھی طرح چہرے پر کرلیا۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا شاپنگ تمام مکمل تھی شہوار نے سکون کا سانس لیا تھا اب تھکن کے ساتھ ساتھ اسے بھوک بھی لگ رہی تھی۔

''شہوار میں نے اس طرف بیگز دیکھے ہیں بہت پیارے ہیں وہ دیکھ لیں پھر گھر چلتے ہیں۔'' وہ جو بار بار واپس چلنے کی رٹ لگائے ہوئے تھی عائشہ نے کہا تھا۔

''تم لوگوں نے جانا ہے تو جا کر دیکھ لو میں اب ادھر سے ایک قدم بھی نہیں چلنے والی۔ بھوک سے میری جان نکلنے والی

ہے۔" اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔ ایک تو ان چاہی شادی کا عذاب اور اوپر سے یہ شاپنگ وہ نجانے یہ سب کیسے برداشت کر رہی تھی۔

"اچھا تم ادھر ٹھہرو میں دیکھ کر آتی ہوں۔" عائشہ نے کہا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں مجھے بھی وہ بیگز اچھے لگ رہے ہیں۔" وریہ بھی ساتھ ہولی تھی۔ ان دونوں کے جانے کے بعد وہ اطراف میں دیکھتے شاپنگ بیگ ایک ہاتھ سے دوسرے میں منتقل کرتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی اور پھر ایک دم چونک گئی۔ لوگوں کے درمیان سے نکل کر آنے والے شخص کو دیکھ کر اس کا چہرہ ایک دم خوف سے زرد ہوا تھا۔

"ایاز......!" اس کے لب ہلے تھے اس نے چلنے کی کوشش کرنا چاہی تھی مگر اس کا جسم جامد ہو گیا تھا۔

❁......❁......❁

سہیل بھائی کے ساتھ رہنے والا لڑکا ابوبکر پاکستان آچکا تھا وہ آج کل ان لوگوں کے ہاں رہ رہا تھا اچھا، سلجھا ہوا اور ملنسار لڑکا تھا امی اور ماموں دونوں کو وہ بہت پسند آیا تھا۔ پرسنالٹی کے حساب سے بھی وہ بہت زبردست انسان تھا پھر کئی سالوں سے باہر سہیل بھائی کے ساتھ رہ رہا تھا وہ اس کی ہر طرح کی گواہی دے رہے تھے مگر اس کے باوجود رابعہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی ماموں اس سے ایک دو بار اس کی رائے مانگ چکے تھے مگر وہ ہر بار انہیں ٹال رہی تھی۔

دوسری طرف عادل کی فون کالز اور دھمکیوں کا سلسلہ بڑھتا جا رہا تھا وہ عجیب مصیبت میں خود کو گرفتار محسوس کر رہی تھی۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس طرح اس مسئلے کو حل کرے۔ کبھی جی چاہتا ہے کہ جاب چھوڑ دے اور کبھی عقل روک دیتی اور سب حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے پر اکساتی تھی۔

دو تین دن سے وہ اور ہادیہ لیٹ آف ہو رہی تھیں۔ اس وقت بھی آفس سے نکلتے نکلتے مغرب ہو گئی تھی ہادیہ نے اسے آدھے رستے تک ڈراپ کر دیا تھا پھر یہاں سے رکشہ لے کر وہ روانہ جاتی تھی۔ وہ رکشے کے انتظار میں کھڑی تھی اس کی بیک پر پراپرٹی اسٹیٹ ایجنسی کی بہت بڑی بلڈنگ تھی تبھی اس کے سامنے گاڑی آ رکی تھی۔

"آ جاؤ میں ڈراپ کر دوں گی۔" وہی مخصوص انداز تھا رابعہ نے نفرت سے چہرہ موڑ لیا آج کل اسے یہ عورت دنیا کی انتہائی کریہہ، مکروہ اور بدصورت عورت لگتی تھی۔

"میں تمہیں بہت وقت دے رہی ہوں اس لیے کہ تم کام کی لڑکی ہو ورنہ میں نے کبھی کسی کے اتنے نخرے سہے ہیں اور نہ ہی کسی کو اس کی اوقات سے بڑھ کر امپورٹنس دی ہے بٹ آن یار، ہم ل بانٹ کر ڈیل کر لیتے ہیں جو تمہاری ڈیمانڈ ہوگی پے کروں گی۔" عادل ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی یہ سب کہہ رہی تھی۔

"میں نے تمہیں پہلے دن بھی نہ کہا تھا اب بھی کہتی ہوں اور آئندہ بھی میرا یہی جواب ہوگا۔ میں تمہارے کسی بھی شیطانی عمل میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گی۔ تم نے جو کرنا ہے کرلو میں تمہاری دھمکیوں سے ڈرنے والی نہیں ہوں۔" اس نے بہت نفرت سے کہا تھا۔ عادل گاڑی سے باہر نکل آئی تھی۔

"جانتی ہو تمہیں تمہاری یہ اکڑ بہت مہنگی بھی پڑ سکتی ہے۔" انگلی اٹھا کر وارن کر رہی تھی۔

"تم ہو کیا ایک گندی، غلیظ عورت، جاؤ جو کرنا ہے کرلو رابعہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔" بغیر ڈرے اس نے بھی تختی سے کہا۔

"او ہو شٹ اپ۔" اس نے اس کا بازو پکڑ کر دھکیلا تھا۔ عادل اپنی گاڑی کے ساتھ جا ٹکرائی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)
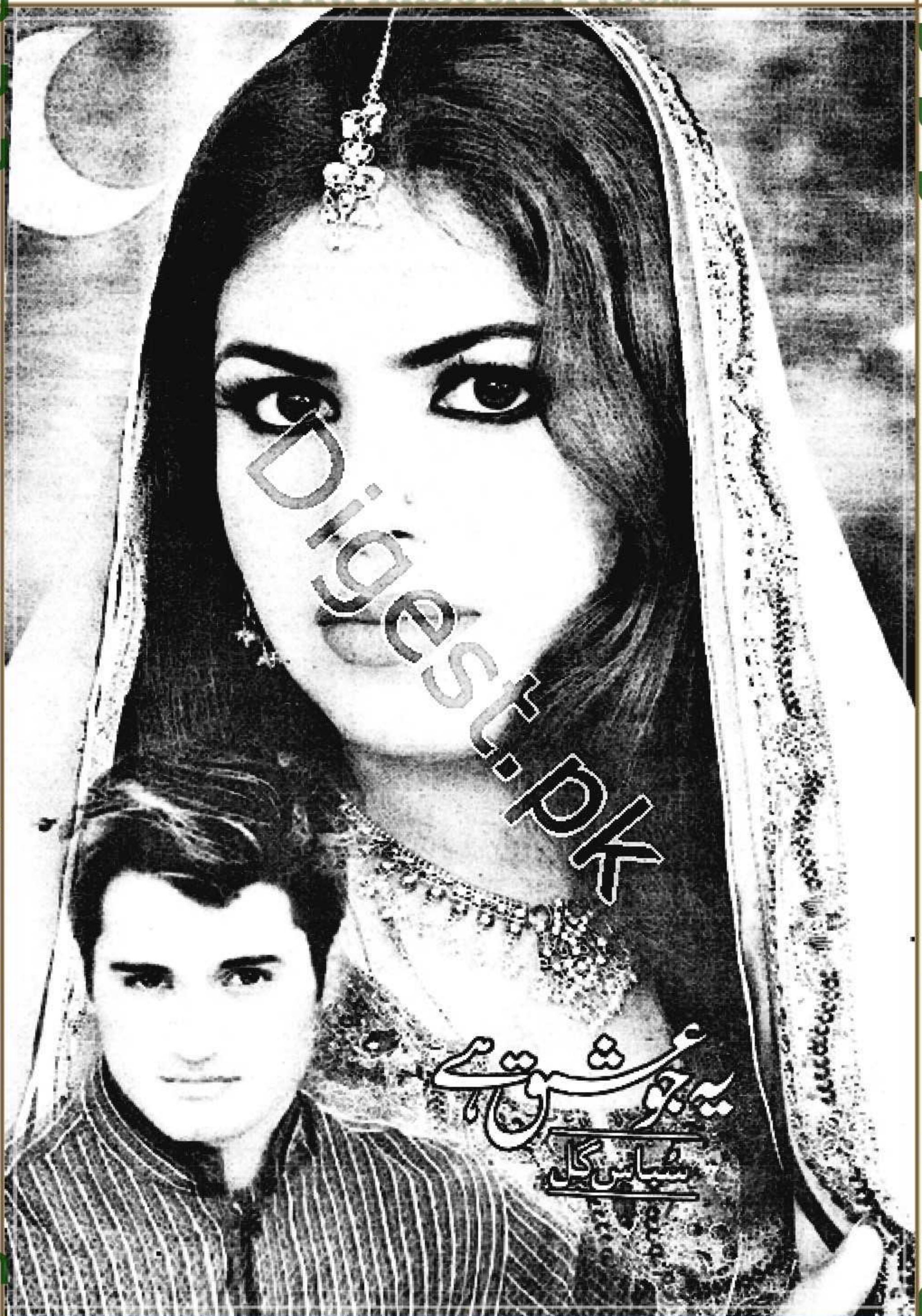
یہ عشق ہے
سباس گل

وہ فاصلہ تھا دعا اور مستجابی میں
کہ دھوپ مانگنے جاتے تو ابر آ جاتا
وہ مجھ کو چھوڑ کے جس آدمی کے پاس گیا
برابری کا بھی ہوتا تو صبر آ جاتا

عروہ کے تو پسینے چھوٹ رہے تھے اپنے اردگرد بھی سفوری اور میک اپ زدہ چہروں والی ماڈرن ملبوس سے آراستہ لڑکیوں کو دیکھ دیکھ کر کسی کی کمر آدھی جھانک رہی تھی تو کسی کی پنڈلیاں اور سلیولیس بازو دعوتِ نظارہ پیش کررہے تھے ہیئر اسٹائل الگ تباہ کن اس پر ان کی ادائیں قاتلانہ اوران کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ کسی نوکری کی نہیں بلکہ رشتے کی تلاش میں آ ئی ہیں۔

"یہ لڑکیاں یہاں انٹرویو دینے آئی ہیں یا ماڈلنگ اور مقابلۂ حسن میں حصہ لینے توبہ توبہ لڑکی ہوکر میرے پسینے چھوٹ رہے ہیں انہیں دیکھ کر تو مردوں کا کیا حال ہوگا؟" عروہ دل ہی دل میں باتیں کررہی تھی کہ بیون نے اس کا نام پکارا وہ الرٹ ہوکر بیٹھ گئی۔

"عروہ جمشید آپ تیار رہیں اگلا نمبر آپ کا ہے۔" چپڑاسی نے کہا تو اس نے سر ہلادیا۔

"عروہ جمشید ان ماڈرن حسیناؤں میں تمہاری دال نہیں گلنے والی' کہاں یہ مغربی ملبوس میں اسمارٹ لڑکیاں اور کہاں تم ڈری سہمی لڑکی! تمہارے عبایا اور اسکارف کو اس کمپنی میں جگہ نہیں ملنے والی' بہتر ہے کہ تم خوار اور انکار ہونے سے پہلے ہی یہاں سے نکل لو۔" عروہ نے دل ہی دل میں کہا اور اپنا شولڈر بیگ اور فائل اٹھا کر کھڑی ہوگئی جونہی وہ دروازے کی سمت بڑھی چپڑاسی نے اسے آواز دی۔

"عروہ جمشید! آپ کی باری ہے انٹرویو کی۔ اندر جائیے۔"

"اُف..... مارے گئے اب تو جانا ہی پڑے گا یا اللہ عزت رکھنا۔" عروہ زیر لب بڑبڑائی اور درود شریف پڑھتی ہوئی اندر چلی آئی۔

"السلام علیکم سر!" عروہ نے آفس میں موجود تینوں مرد حضرات کو دیکھتے ہوئے سلام کیا' جن میں کمپنی کا مالک احسن ریاض' منیجر اکرام بھٹی اور مارکیٹنگ سپروائزر ثناء اللہ بیگ موجود تھے۔ بڑی سی میز پر تین ٹیلی فون رکھے تھے کچھ فائلز تھیں' پیپر ویٹ اور پانی کے گلاس منرل واٹر کی بوتل' ٹشو کا ڈبہ' پین بکس اور ایک گلدان تھا۔ عروہ میز کا جائزہ لے رہی تھی اور انٹرویو پینل کے اراکین عروہ کا جائزہ لے رہے تھے جس نے سیاہ رنگ کا عبایا پہن رکھا تھا اور گرے رنگ کا اسکارف اوڑھ رکھا تھا صرف اس کا چاندنی بکھیرتا خوب صورت چہرہ دکھائی دے رہا تھا وہ بھی میک اپ سے مبرا۔

"جی تو عروہ جمشید نام ہے آپ کا۔" درمیان میں بیٹھے کمپنی اونر احسن ریاض مخاطب ہوئے۔

"جی سر اور یہ میری فائل ہے۔" عروہ نے جواب دیتے ہوئے اپنی سی وی والی فائل ان کی جانب بڑھادی۔

"اسے آپ اپنے پاس ہی رکھیں۔" جواب آیا۔

"آپ دیکھیں گے نہیں۔"

"آپ کو دیکھ لیا ہے..... کافی ہے۔" احسن ریاض نے کہا۔

"جی.....!" عروہ نے حیرانگی سے انہیں دیکھا۔

"آپ تشریف لے جاسکتی ہیں۔"

"لیکن سر! آپ نے میرا انٹرویو تو لیا ہی نہیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" احسن ریاض نے جواب دیا۔

"ضرورت نہیں ہے تو آپ نے مجھے بلایا کیوں تھا؟"

"کیونکہ ہم نے آپ کو دیکھا نہیں تھا ہمیں اپنی ملٹی نیشنل کمپنی کے لیے سیکریٹری کنسلٹنٹ کی ضرورت ہے کسی دینی مدرسے کی معلمہ کی ضرورت نہیں ہے آپ نے اپنا حلیہ دیکھا ہے مس عروہ!" احسن ریاض نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بہت بے دردی سے کہا۔

"کیوں کیا خرابی ہے میرے حلیے میں؟" عروہ کو اپنی بے عزتی محسوس ہو رہی تھی بہت ضبط کرکے پوچھا تو منیجر اکرام بھٹی نے جواب دیا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے آپ تبلیغ کے لیے گھر سے نکلی ہیں' کوئی ملٹی نیشنل کمپنی جوائن کرنے کی آپ کی اہلیت نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ کسی مذہبی جماعت یا مدرسے کو جوائن کرلیں۔"

"مشورے کا بہت بہت شکریہ۔" عروہ اپنی فائل اور شولڈر بیگ سنبھالتے ہوئے کھڑی ہوگئی اور ان تینوں کو خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور رہی بات اہلیت کی تو مسٹر ایکس وائی زیڈ! آپ نے اخبار میں اس جاب کے لیے جو اشتہار دیا تھا میری تعلیم اس پر پورا اترتی ہے جبھی میں یہاں انٹرویو دینے آئی تھی لیکن شاید آپ کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے آپ کو اپنا کام دھندہ چلانے کے لیے کسی اور ہی چیز کی ضرورت ہے جو واقعی مجھ میں نہیں ہے۔"

"آپ نے باہر انٹرویو کے لیے آئی ہوئی لڑکیوں کو تو دیکھا ہے نا۔" اکرام بھٹی نے اس کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"میں نے دیکھا ہو یا نہیں آپ لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر ضرور اپنی آنکھیں سینک رہے ہیں اور شاید آپ کو ایسی ہی بے حجاب اور بے باک لڑکیوں کی ضرورت ہے جو آپ کے کلائنٹس کو ادائیں دکھا کر انہیں رجھا رجھا کر آپ کے بزنس میں اضافہ کرسکیں...... ہے نا۔ تو دیکھتے رہیے ان شاء اللہ سیدھے جہنم میں جائیں گے آپ لوگ اور وہاں آپ کا روسٹ بنے گا اور جہنمی اس پر لیموں نمک سرکہ چھڑک کر کھائیں گے پھر آپ کو پتا چلے گا۔" عروہ نے تیز اور غصیلے لہجے میں کہا تو احسن ریاض نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔ انہیں اس سے قطعاً یہ توقع نہ تھی کہ وہ اس طرح ان پر برس پڑے گی وہ تو اسے ایک سیدھی سادی اور ڈری ہوئی لڑکی سمجھا تھا۔

"آپ تشریف لے جاسکتی ہیں۔" شاہ اللہ بیگ نے کھڑے ہوکر تیز لہجے میں کہا۔

"جاب تو تمہارے بڑے بھی دیں گے بڈھے۔" عروہ نے دل میں کہا۔ عروہ غصے سے جھنجھلاتی ہوئی باہر نکلی تو لڑکیوں کو تجسس ہوا' اندر سے آتی ان کی آوازیں سن کر وہ دروازے کے قریب ہی آگئی تھیں۔

"کیا ہوا؟" ایک لڑکی نے پوچھا۔

"جھگڑا ہوگیا؟" دوسری نے سوال کیا۔

"کیا پوچھا تھا؟" تیسری کی آواز سنائی دی۔

"کچھ نہیں ہوا بس ان کی شامت آتے آتے رہ گئی جانتے نہیں ہیں یہ سمجھتے ہیں بڑے کمپنی کے مالک۔" عروہ غصے سے لال ہوتی بولی۔

"سر! بہت غصے میں ہیں نا۔" ایک اور لڑکی نے پوچھا۔

"شکر کریں کہ میں اپنے اصل غصے میں نہیں آئی ورنہ سر جی کا سر ان کے دھڑ پر سلامت نہیں رہتا آج۔" عروہ نے تپے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"آپ لوگ جاسکتے ہیں انٹرویو اب پیر کو ہوگا آپ جب ہی آئیے گا۔" منیجر اکرام بھٹی نے آکر ان سب لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اونو......" سب لڑکیوں کو مایوسی ہوئی اس اعلان سے ان کو افسوس ہو رہا تھا کہ اتنی تیاری کی' اتنا انتظار کیا اور اب انٹرویو کینسل ہوگیا پرسوں پھر آنا پڑے گا۔

"دیکھا ذرا سی بات پر کیسے بوکھلا گئے تینوں صاحبان! انٹرویو ہی کینسل کردیا ڈر گئے ہوں گے کہ اگر عبایا میں نظر آنے والی سیدھی سادی لڑکی ان کو کھری کھری سنا سکتی ہے تو یہ ماڈرن لڑکیاں تو انہیں چٹکیوں میں اڑا دیں گی۔" عروہ دل ہی دل میں خود سے باتیں کرتی ہوئی گیٹ سے باہر آگئی۔

تمام امیدواروں کی سی وی اور دیگر ضروری

www.paksociety.com

دستاویزات کی فوٹو کاپی کی ایک ایک فائل آفس میں موجود تھی۔ احسن ریاض نے عروہ جمشید کی فائل نکال کر دیکھی اس کی تعلیمی اسناد کی نقل اور سی وی دیکھ کر اسے اندازہ ہوا کہ وہ واقعی اس جاب کی اہل تھی بلکہ اس سے اچھی جاب اسے آفر کی جاسکتی تھی۔ عروہ نے ایم بی اے اور ماسٹرز ان کمپیوٹر سائنس کیا تھا وہ بھی اچھی ڈویژن میں' کچھ شارٹ کورسز بھی کر رکھے تھے' عمر 23 سال تھی۔

"ہوں...... واقعی وہ بہت سمجھ دار ہے۔" احسن نے زیر لب کہا اور اس کے غصے میں برسنے کی صورت حال یاد کرکے مسکرا دیا۔

❁......❁......❁

جمشید رضوی اور اسماء جمشید کا تعلق متوسط گھرانے سے تھا' جمشید رضوی محکمہ انہار میں کلرک تھے۔ عروہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی جو شادی کے دس سال بعد پیدا ہوئی تھی اور جمشید رضوی کی آنکھوں کا تارا اور دل کا چین تھی' جمشید رضوی اور اسماء نے عروہ کو اعلیٰ تعلیم دلوائی تاکہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہوسکے کسی کی محتاج نہ ہو اسے لیکن قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ عروہ کے والد جمشید رضوی اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کرگئے اور اسماء اور عروہ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ گئے۔ جمشید رضوی کے بھائیوں نے اس گھر پر جس میں وہ اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ رہتے تھے' اپنا حق جتا دیا اور اسماء کو گھر خالی کرنے کا حکم دیا۔ اسماء نے لاکھ منتیں کیں' ہاتھ جوڑے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور بالآخر اسماء عروہ کو لے کر اپنے بھائی الیاس بیگ کے گھر آ گئیں ان کا بیٹا عرفان تھا جو تین سال پہلے دبئی گیا تھا وہاں جاکے شادی بھی کرلی تھی اور پلٹ کر گھر والوں کی خبر تک نہ لی تھی اس کے بعد سفینہ تھی اور سفینہ سے چھوٹی ثمینہ تھی اور اس سے ایک سال چھوٹی مونا تھی وہ دونوں کالج میں پڑھ رہی تھیں۔ پڑھائی کم تھی جبکہ فون پر چیٹنگ اور سہیلیوں سے گپ شپ ان کے گھر آنا جانا زیادہ تھا۔ الیاس بیگ کا جنرل اسٹور تھا جس سے بمشکل ہی گزارہ ہوتا تھا اور اسماء کے عروہ کے ساتھ آجانے سے سلیمہ نے تو خوب ناک بھوں چڑھائی تھی لیکن الیاس بیگ نے گھر کا ایک کمرہ ان ماں بیٹی کو دے دیا تھا جہاں وہ اپنے گھر کا جتنا ضروری سامان لاسکتی تھیں لے آئیں باقی بیچ دیا۔ ان کے پاس زیادہ رقم بھی نہیں تھی کہ وہ سالوں بیٹھ کر کھاتی رہتیں۔ جمشید رضوی مرحوم کی پنشن کا آسرا تھا بس اس مہنگائی میں اسماء نے عروہ کی شادی کے لیے کچھ بستر' برتن خرید رکھے تھے اور زیور تو اپنی ہی شادی کا تھا جو کہ لگتا تھا کہ ان برے وقتوں میں بک جائے گا وہ عروہ کی تعلیم پر خرچ کرکے ہی مطمئن تھیں کہ جہیز سے اچھی تعلیم انہوں نے اپنی بیٹی کو دلوائی ہے۔ اسماء کے دل میں بہت ارمان تھے کہ ان کی بیٹی کی شادی کسی امیرزادے سے ہو ان کی عروہ بڑے گھر میں دلہن بن کر جائے۔ وہ خود ساری زندگی بڑے گھر کے خواب دیکھتی رہیں' بڑی گاڑی میں گھومنے کا سپنا کبھی پورا نہ ہوسکا بس ایک معقول سی بندھی تنخواہ میں صرف گھر کے اخراجات' بجلی' گیس' ٹیلی فون کے بل ہی بمشکل پورے ہوتے تھے وہ بچت کرکے بھی تنگ آجاتیں۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ جمشید رضوی کو مہینے کے آخر میں کسی دوست یا عزیز سے ادھار رقم لینی پڑ جاتی' اسماء بعض دفعہ بہت بددل ہوکر کہتیں۔

"ہماری تو قسمت میں ہی نہیں ہے اچھا پہننا' اوڑھنا اوروں کی بیویوں کو دیکھا ہے کیسے سونے کی چوڑیاں چڑھائے پھرتی ہیں اور ایک میں ہوں یہاں کانچ کی چوڑیاں بھی نصیب نہیں ہیں۔"

"ارے تو کانچ کی چوڑیاں خریدنے سے کس نے منع کیا ہے۔ اری نیک بخت اللہ کا شکر ادا کیا کرو کہ اس نے ہمیں لاکھوں لوگوں سے اچھے حال میں رکھا ہے' ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں ہے تن پر کپڑا ہے نہ سر پر اپنی چھت۔ یہ پانچ مرلے کا مکان ہمارے لیے پانچ کنال کے برابر ہے' اس طرح ناشکری نہیں کرتے۔ دعا کیا کرو کہ اللہ ہماری بیٹی کے نصیب میں وہ ساری آسائشیں اور خوشیاں لکھ دے جو ہمیں میسر نہیں ہیں۔" جمشید صاحب نرمی سے کہتے۔

"خالی خولی دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا دوا بھی کرنا پڑتی ہے' دنیا کے حساب سے چلنا پڑتا ہے دنیا کے طور طریقوں کو

اپنانا پڑتا ہے جب کہیں جاکے کچھ ملتا ہے آپ تو بس قناعت پسندی کا درس دیتے رہا کریں کما جو نہیں سکتے لاکھوں۔" اسماء ان کی بات پر سلگ کر کہتیں مگر وہ ان کی باتوں کا برا نہیں مناتے تھے بہت تحمل اور نرمی سے انہیں سمجھاتے تھے۔

"اسماء بیگم! دنیا کے راستے پر چلنے سے صرف دنیا ہی ملتی ہے اور دین کے راستے پر چلنے سے دین اور دنیا دونوں ملتے ہیں۔ ہمیں دنیا کے نہیں دین کے طور طریقوں کو اپنانا چاہیے جو ہمیں دنیا اور آخرت میں سرخرو رکھے دنیا داری میں پڑ کر دین داری ایمان داری کو بھول جانا تو ایسے ہی ہے جیسے ہم نے اپنا مسلمان ہونا بھلا دیا ہے۔"

"توبہ ہے آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے مولویوں کی طرح واعظ دینے لگتے ہیں۔" اسماء چڑ کر کہتیں اور وہ ہنسنے لگتے۔

اسماء کو اب ساری باتیں یاد آ رہی تھیں اور وہ شوہر کی جدائی کے غم میں آنسو بہا رہی تھیں' جمشید رضوی نے ہمیشہ ان کا بہت خیال رکھا تھا وہ بہت اچھے شوہر تھے۔ بہت اچھے باپ تھے اور اپنے محکمے کے ایک ایمان دار اور محنتی ملازم تھے۔

"الیاس ہمارا اپنا کیا کم خرچ ہے جو آپ کی بہن اور بھانجی بھی یہاں آن بسی ہیں۔" اس دن سیلمہ اپنے شوہر سے کہہ رہی تھیں جب عروہ نے اتفاق سے ان کی باتیں سن لی وہ ابھی گھر آئی تھی۔

"سلیمہ تم جانتی ہو نا کہ اسماء کا میرے سوا کوئی نہیں ہے اس دنیا میں۔" الیاس نے جواب دیا۔

"جن کا کوئی نہیں ہوتا ان کا خدا ہوتا ہے خدا کی زمین بہت بڑی ہے یہ کہیں بھی جا سکتی ہے۔ بس آپ انہیں یہاں سے چلتا کریں۔" سلیمہ نے بے رخی سے کہا۔

"کیسی باتیں کرتی ہو تم وہ بہن ہے میری اور صرف کھانا ہی تو کھا رہی ہیں وہ ماں بیٹی یہاں اور کون سے خرچے ہیں ان کے اور وہ کام میں بھی ہاتھ بٹاتی ہیں تمہارا کیا لیتی ہیں؟" الیاس بیگ نے تیز لہجے میں کہا۔

"آج نہیں لیتیں کل تو لیں گی ناں' کپڑے جوتے سب کچھ اور پھر عروہ کی شادی بھی آپ کے سر پڑ جائے گی کریں گے بھانجی کی شادی؟ ہونہہ اتنی اوقات اور حیثیت ہوتی تو اب تک کم از کم اپنی بڑی بیٹی کی شادی تو کر چکے ہوتے' تین تین بیٹیاں بیاہنی ہیں سمجھ میں نہیں آتا کیسے ہوگا یہ سب؟" سلیمہ نے تلخی سے کہا۔

"اللہ مالک ہے سب ٹھیک ہو جائے گا' تم فکر نہ کرو اور رہی بات عروہ کی تو اس کی ڈگریاں بہت شاندار ہیں وہ جاب کے لیے کوشش کر رہی ہے ان شاء اللہ اسے جلد ہی کوئی اچھی جاب مل جائے گی اور پھر وہ اپنا اور اپنی ماں کا خرچ خود اٹھانے قابل ہو جائے گی ہم پر بوجھ نہیں بنے گی' تم اس سلسلے میں ان کو پریشان مت کرنا۔" الیاس بیگ نے سنجیدگی سے سمجھایا تو بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔

"ٹھیک ہے اللہ کرے اسے جلد نوکری مل جائے اور وہ تو ہے ہی اتنی حسین کہ کوئی بھی کمپنی اس کے حسن کو دیکھ کر ہی اسے ملازمت پر رکھ لے گی۔"

"تم بھی پتا نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہو۔" الیاس بیگ نے ان کی بات پر تاسف سے کہا۔

"ہاں تو اس میں غلط کیا ہے آج کل ہر انسان اپنی ہر خوبی کو کیش کرواتا ہے اور دوسرے کی خامی اور کمزوری سے فائدہ اٹھاتا ہے۔" سلیمہ نے تیزی سے کہا۔

"تم عروہ کو نہیں جانتیں کیا وہ اس مزاج کی لڑکی نہیں اور وہ حجاب بھی کرتی ہے۔"

"پاگل ہے وہ تو میں سمجھاؤں گی اسے وہ تو بچی ہے اسے کیا پتا کہ دنیا کیسی ہے' کیا چاہتی ہے؟ یہاں کیسے کس طرح ڈیل کرنا ہے؟ بے وقوفوں اور بھولے بھالوں کے لیے یہ دنیا بار اور بے بسی کے سوا کچھ نہیں ہے یہاں غلام بن کر رہے تو ساری زندگی دوسروں کی غلامی کرتے ہی گزر جائے گی۔ حاکم بننا سیکھو پیسہ ہاتھ میں ہوگا تو سب تمہارے پیچھے ہوں گے لوگوں کو اپنا محتاج بناؤ خود ان کے دروازے کا بھکاری نہ بنو۔" سلیمہ نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا اسی وقت اسماء بھی لاؤنج میں آ گئیں تو سلیمہ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"ہاں بھابی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں ہر انسان کو اپنی ہر خوبی اور دوسرے کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

"بالکل شکر ہے تم تو میری بات سمجھ گئیں۔" سلیمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو اسماء نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"امی جگہ تو بہت اچھی تھی مگر جاب نہیں ملی۔" عروہ نے اپنی کیفیت کو دل کو قابو میں رکھتے ہوئے لاؤنج میں قدم رکھا' الیاس صاحب اب اٹھ کر جا چکے تھے۔

"ہائیں..... کیوں نہیں ملی جاب؟" سلیمہ نے تھوڑی پکڑ کر حیرت سے پوچھا۔

"احسن ریاض نے میرا انٹرویو ہی نہیں لیا' ان لوگوں کو کوئی فیشن ایبل ماڈرن اور بولڈ لڑکی چاہیے' مجھے تو عبایا میں دیکھتے ہی موصوف نے ریجیکٹ کردیا۔ بڑا آیا کمپنی کا مالک بدتمیز' بے حیا کہیں کا ماڈرن لڑکیاں تو وہاں بہت تھیں میرا تو ایسا جھگڑا ہوا اس احسن ریاض اینڈ کمپنی سے کہ انہوں نے سب کے انٹرویو کینسل کردیئے اب پرسوں دوبارہ وہ لڑکیاں پارلر کا خرچہ کرکے انٹرویو دینے اپنی قسمت آزمانے جائیں گی۔" عروہ نے صوفے پر بیٹھ کر ساری روداد سناتے ہوئے کہا تو سلیمہ اور اسماء نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر اسماء کہنے لگیں۔

"تو تم بھی وہاں دوبارہ جاؤ گی۔"

"امی! دل تو چاہ رہا ہے کہ احسن ریاض کی کمپنی میں یہ جاب لے کر دکھاؤں اسے پر کیسے؟"

"میں بتاتی ہوں کیسے؟" سلیمہ نے کہا تو وہ ان کو دیکھنے لگی۔

"سفینہ! تمہارا ایسا میک اپ کرے گی کہ تم خود حیران رہ جاؤ گی اور احسن ریاض تمہیں پہچان ہی نہیں سکے گا۔"

"لیکن میرے نام سے تو وہ مجھے فوراً پہچان لیں گے۔"

"ارے میری بھولی بچی! جب حسن کی روشنی ان کی آنکھوں کو خیرہ کرے گی تو وہ نام وام سب بھول جائیں گے۔" سلیمہ نے مسکراتے ہوئے مٹھاس بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ اس احسن کی عمر کتنی ہوگی؟" سلیمہ نے پوچھا۔

"عمر..... تیس بتیس سال ہوگی۔" عروہ نے اندازہ لگاتے ہوئے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے تمہارا کام بن سکتا ہے۔" سلیمہ نے خوش ہوکر کہا۔

"کیسا کام؟" وہ سمجھ کر بھی انجان بنی تھی۔ وہ ان پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ ان کی باتیں سن چکی ہے۔

"بیٹا نوکری کا تمہیں وہاں جاب نہیں کرنی کیا؟"

"لیکن امی! انہوں نے مجھے ریجیکٹ کردیا۔"

"کیوں ریجیکٹ کیا اس کی وجہ بھی تم جانتی ہو؟"

"جی۔" اس نے عبایا اتارتے ہوئے کہا۔

"تو بس تم اس وجہ کو دور کردو۔" اسماء نے کہا۔

"امی! میں جاب چھوڑ دوں۔" وہ حیران ہوئی۔

"بیٹا پردہ تو تمہاری عقل پر پڑا ہے تم نے سنا تو ہوگا نا کہ کھاؤ من بھاتا اور پہنو جگ بھاتا' تمہیں بھی ویسا لباس پہننا چاہیے جیسا آج کل فیشن میں ہے' اپنی اس سادگی کا نتیجہ تم نے آج دیکھ ہی لیا ہے تمہیں انہوں نے دیکھتے ہی رد کردیا' تمہاری تعلیمی قابلیت' ذہانت اور یہ ڈگریاں دیکھنا تک پسند نہیں کیں اور تم ان کی فضول گوئی سن کر ان سے جھگڑا کر آئیں تو سوچو اور کون دے گا تمہیں ملازمت؟" اسماء نے اسے نہایت سنجیدگی سے حقیقت کا آئینہ دکھایا۔

"پر امی میں ان لڑکیوں جیسی نہیں بن سکتی' ملازمت کے لیے اپنی آن وعزت داؤ پر نہیں لگا سکتی۔" وہ مچل کر بولی۔

"لو اور سنو ارے عزت داؤ پر لگانے کو کون کہہ رہا ہے' ہم تو یہ سمجھا رہے ہیں کہ موقع کو گنواؤ مت فائدہ اٹھاؤ' اپنے حسن و جمال کا اپنی قابلیت کا دو چار دن تنگ کرنا پڑے گا پھر خود ہی عادت ہوجائے گی۔" اسماء نے زچ ہوکر کہا تو سلیمہ کہنے لگیں۔

"اف توبہ ہے آپ دونوں کیسی باتیں کررہی ہیں۔" عروہ نے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھتے ہوئے کہا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"سمجھاؤ اسے گولڈن چانس ہے اس سے فائدہ اٹھائے جیسی اس کمپنی کی ڈیمانڈ ہے ویسی بن کر وہاں جائے۔"

حلیمہ نے اسماء کو دیکھتے ہوئے کہا تو اسماء نے سر ہلا دیا۔

❁.....❁.....❁

عروہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی نیند آنکھوں سے دور نجانے کہاں بھٹک رہی تھی؟ اسے حلیمہ مامی کی باتوں نے دکھ دیا تھا لیکن اپنی ماں کا بھی مامی کی باتوں سے متفق ہونا اسے اندر سے توڑ گیا تھا۔ کیا غربت اور بے گھری اتنا بڑا عذاب تھا کہ اس کے لیے سگے رشتے' خون کے رشتے' ماں جیسا رشتہ اپنی بیٹی کو اپنے حسن کی قیمت لگوانے پر مجبور کردے؟ یہ تو وہ سمجھ گئی تھی کہ مامی ان ماں بیٹی کو زیادہ دن یہاں جیسے کے برداشت نہیں کریں گی او ابا کی پینشن میں فی الحال تو وہ گزارہ کررہی تھیں لیکن اگر انہیں یہ گھر بھی چھوڑنا پڑا تو وہ کہاں جائیں گی؟ اکیلی عورت کے لیے تو اس معاشرے میں کہیں کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

"ہم ماموں مامی کا احسان کب تک اٹھائیں گے؟ مامی تو ہمیں یہاں زیادہ دن نہیں ٹکنے دیں گی اگر میری جاب نہ لگی تو ہمیں بے عزت کرکے اس گھر سے نکال دیں گی اور ہمارا یہ واحد خون کا رشتہ بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ تایا اور چاچا نے تو ابا کے مرتے ہی ہم سے ہر رشتہ توڑ لیا تھا اگر یہ رشتہ بھی نہ رہا تو امی اور میں اس دنیا میں اکیلے رہ جائیں گی۔ شکر ہے میں امی اور ابا کی اکلوتی اولاد ہوں اگر چار پانچ بچے ہوتے تو مامی نے تو ہمیں دو دن میں یہاں سے باہر نکال دینا تھا۔" عروہ نے دل میں سوچا اور بے چینی کے عالم میں اٹھ کر باہر صحن میں چلی آئی اور تپائی پر رکھے واٹر کولر میں سے گلاس بھر کے وہیں بیٹھ کر پینے لگی۔

"عروہ کیا ہوا بیٹا؟" اسماء بھی سوئی نہیں تھیں اس کی بے چینی دیکھ رہی تھیں وہ باہر آئی تو خود بھی پیچھا آگئیں۔

"کچھ نہیں امی! پیاس لگ رہی تھی۔" وہ خالی گلاس تپائی پر رکھتے ہوئے بولی۔

"نیند نہیں آرہی نا' میں دیکھ رہی ہوں تم کچھ اپ سیٹ ہو۔" اسماء نے پیار سے اس کے بالوں کو چھیڑتے ہوئے کہا تو وہ ان کے شفیق چہرے کو دیکھنے لگی۔

"امی ہم ہمیشہ تو یہاں نہیں رہ سکتے نا۔" عروہ نے سنجیدگی سے کہا تو گہرا سانس لے کر بولیں۔

"ہاں ہمیں ہمیشہ یہاں کون رہنے دے گا بھلا؟ یہ گھر ہمارا تھوڑی ہے۔"

"تو امی! پھر ہم کہاں جائیں گے؟"

"پتا نہیں بیٹا! میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ہم پر یہ وقت بھی آئے گا کہ ہم اوروں کے در پہ آ پڑیں گے۔ میں نے تو بہت بڑے گھر کے خواب دیکھے تھے ہر وقت بڑا گھر' بڑی گاڑی اور ڈھیروں دولت کی تمنا کرتی تھی اور تمہارے ابو مجھے سمجھاتے تھے کہ قناعت پسندی اختیار کرو جو مل رہا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو مگر میں ناشکری ہی رہی شاید اسی لیے اللہ نے مجھ سے وہ چھوٹا گھر بھی واپس لے لیا' یہ سزا ہے میری ناشکری کی۔" اسماء نے بھیگی آواز میں کہا تو عروہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں تسلی دینے لگی۔

"امی! آپ ایسا مت سوچیں ان شاء اللہ سب اچھا ہوگا۔"

"کیسے ہوگا اچھا' کون کرے گا اچھا؟ ہر وقت قناعت کا درس دینے والے خود تو ملک عدم سدھار گئے اور ہمیں یوں بے گھر' بے در کرکے رکھ دیا' بڑا گھر تو کیا بناتے وہ ہمارے لیے وہ گھر بھی گیا۔"

"امی پلیز ابا کے بارے میں ایسے تو مت کہیں وہ اس دنیا میں نہیں ہیں' مرنے والوں کو اچھے لفظوں میں یاد کرنا چاہیے۔ ابا نے کیا نہیں کیا ہمارے لیے میرے لیے انہوں نے وہ سب کیا جو ایک باپ کو کرنا چاہیے اعلیٰ تعلیم دلوائی' اتنی شاندار ڈگریاں دلوائیں۔" عروہ نے تڑپ کر کہا وہ اپنے ابا سے بے حد محبت کرتی تھی' ماں کو ان کے بارے میں منفی بات کہتے سن کر اسے دلی صدمہ ہورہا تھا۔

"تو تم نے کیا کیا ان ڈگریوں کا؟" اسماء نے تلخی سے کہا۔ "اتنی شاندار اور اعلیٰ تعلیم دلوائی اور تم نے ضائع کردی' ہزاروں روپے تمہاری تعلیم پر خرچ ہوئے' ہزاروں بھی کیوں لاکھوں کہو اور تمہیں کمپیوٹر خرید کے دیا' تم نے ان ڈگریوں کو بھی محتاج بنا دیا' کوئی ڈھنگ کی نوکری ڈھونڈی ہوتی تو ہمیں یہاں سے نکالے جانے کا بے

گھری کا خوف تو نہ ہوتا۔"

"امی میں جاب ڈھونڈ تو رہی ہوں ہر جگہ لوگ سر سے پاؤں تک گھورتے ہیں اب میں ایسے بدنیت اور بدنظر لوگوں کے سامنے بے پردہ تو نہیں ہو سکتی نا۔" عروہ نے بھیگی آواز میں کہا آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کے بہہ نکلے تھے۔

"بس تو پھر بیٹھی رہو اپنی ڈگریاں لے کر کل کو جب اس گھر سے ہمیں نکالا جائے گا تو بچا لینا اپنا پردہ رکھ لینا اپنی لاج۔" اسماء نے نہایت غصیلے لہجے میں کہا۔

"تو آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم احسن ریاض کی کمپنی میں پھر سے انٹرویو دینے جاؤ اور ویسے ہی بن سنور کر جاؤ جیسے وہاں دوسری لڑکیاں آئی تھیں اور اپنے حسن کے بل پر یہ جاب حاصل کر کے دکھاؤ جیسے آج اس نے تمہیں دیکھ کر بنا انٹرویو لیے تمہیں ری جیکٹ کر دیا ہے اسی طرح پرسوں وہ تمہیں دیکھ کر بنا انٹرویو کے تمہیں سلیکٹ کرلے۔"

''مگر امی.....'' اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اسماء نے سنا نہیں۔

"اگر مگر کچھ نہیں یہ میرا حکم ہے سمجھیں تم۔" اسماء نے اسی لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا اور کمرے میں چلی گئیں اور وہ وہیں بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔

❁....❁....❁

"مامی کل مجھے انٹرویو کے لیے جانا ہے آپ سفینہ سے کہیں کہ میرا میک اپ کر دے۔" صبح ناشتے کی میز پر عروہ نے سلیمہ سے کہا تو انہوں نے خوش گوار حیرت سے پہلے اسے پھر اسماء کو دیکھا تو وہ بھی مسکرا دیں۔ سلیمہ نے عروہ کو دیکھتے ہوئے دلار سے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں ضرور کرے گی وہ تم دیکھنا اس جیسی اور نوکریاں بھی تمہارے قدموں میں ہوں گی ماشاء اللہ تمہیں تو اللہ نے حسن ہی اتنا دیا ہے اس کی کشش سے یہ جاب کھنچی ہوئی تمہاری جھولی میں آ گرے گی۔"

''ان شاء اللہ۔'' اسماء اور الیاس نے ایک ساتھ کہا تو وہ بمشکل مسکرائی اور نظریں جھکا کر بے دلی سے ناشتا کرنے لگی۔

"عروہ! اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے تم تو پہچانی نہیں جا رہیں۔" سونا نے عروہ کو تیار ہونے کے بعد دیکھا تو حیرت سے ستائشی لہجے میں بولی وہ مسکرا دی۔

"بھئی کزن یہ قیامت کس پر ٹوٹنے جا رہی ہے؟" نگینہ نے بھی اسے سرتاپا دیکھتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔ اسماء اور سلیمہ ہنس رہی تھیں۔

"دعا کرو یہ قیامت جس پر ٹوٹے وہ خود ٹوٹ کر عروہ کے قدموں میں ڈھیر ہو جائے۔" سفینہ نے کہا تو سب ہنس دیں سوائے عروہ کے اس کا دل رو رہا تھا وہ یوں بے حجاب بج سنور کر ایک غیر مرد کو رجھانے جا رہی تھی یہ خیال ہی اسے خود سے نفرت کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔

عروہ نے سیاہ نیٹ جارجٹ کا جدید ڈیزائن والا سوٹ زیب تن کیا تھا۔ تنگ پاجامہ اور لمبا سی فراک جس پر سلور رنگ کا کام جھلمل کر رہا تھا۔ نازک سا سلور کلر کا لاکٹ سیٹ پہنا تھا' سلور اور سیاہ بڑی سی جڑاؤ انگوٹھیاں سلور بریسلیٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑ کر مزید فسوں خیز بنائے شاندار میک اپ اور پرفیوم سے مہکتی' سیاہ اسٹرپ والی جوتی پہنے وہ اپسرا لگ رہی تھی۔

احسن ریاض کی کمپنی کا بزنس کئی ممالک میں تھا' وہ کامیاب بزنس مین تھا۔ اکتیس برس کا ہونے والا تھا مگر اب تک کنوارہ تھا' بزنس میں اتنا مگن تھا کہ شادی کی فرصت تھی نہ کوئی مخلص لڑکی ملی تھی جسے وہ اپنا شریک زندگی بنا لیتا جو بھی ملتی اس کی دولت کے لالچ میں ملتی اور احسن ریاض کو سچا اور خالص رشتہ چاہیے تھا جھوٹ اور فریب سے اسے سخت نفرت تھی۔

عروہ گھر سے بڑی سی چادر اوڑھ کر نکلی تھی الیاس بیگ اپنی بائیک پر اسے چھوڑنے جانا چاہتے تھے مگر سلیمہ نے منع کر دیا اور رکشے میں جانے کا کہا وہ تو عروہ کو رکشے میں بٹھا کر مطلوبہ جگہ چھوڑ آئے تھے۔ عروہ جو اسی جگہ دو دن پہلے بڑے دھڑلے سے اعتماد کے ساتھ آئی تھی آج اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے اور اس کی ٹانگیں بھی کانپ رہی تھیں اس

نے آیۃ الکرسی پڑھ کے خود پر پھونکا اور ویٹنگ روم میں آ کر چادر اتاری تو ہر نظر اس پر اٹھی۔

"اوہو..... آج تو نیا مال بھی آیا ہے۔" چپڑاسی نے اسے دیکھ کر دانت نکالتے ہوئے جملہ کسا تو عروہ کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"اُف یہ مجبوری' یہ مفلسی بھی انسان سے کیا کام کرواتی ہے' یا اللہ میری مدد فرما۔" عروہ نے دل میں کہا اور اتنے میں چپڑاسی نے اسے مخاطب کیا۔

"میڈم! آپ انٹرویو کے لیے جائیے۔"

"اوکے تھینکس۔" عروہ نے خود کو نارمل کرتے ہوئے کہا اور اپنی فائل اٹھا کر آفس میں داخل ہوگئی۔

"ہیلو سر!" عروہ نے مسکراتے ہوئے احسن ریاض کو دیکھا اس کے ساتھ آج صرف منیجر اکرام بھٹی موجود تھا۔

"ہیلو مس انعم! پلیز سٹ۔" احسن ریاض نے اسے انعم کے نام سے مخاطب کیا وہ سمجھ گئی کہ وہ اسے پہچان نہیں پایا۔

"تھینک یو سر!" عروہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر میرا خیال ہے انہیں رکھ لیتے ہیں۔" اکرام بھٹی نے آہستہ سے احسن کے کان میں کہا' عروہ کو سنائی تو دے گئی اس کی بات وہ دل ہی دل میں اسے صلوٰتیں سنا رہی تھی۔

"ہوں....."

"جی مس آپ کی کوالیفکیشن کیا ہے؟" احسن ریاض بھی اسے پسندیدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اکرام بھٹی کی بات سن کر اس سے مخاطب ہوا۔

"ایم بی اے اینڈ ماسٹرز ان کمپیوٹر سائنس۔"

"گڈ تو آپ کیا کچھ کرسکتی ہیں؟"

"سبھی کچھ اگر آپ کرنے کا موقع دیں گے تو۔"

"بہت اعتماد ہے خود پر آپ کو۔" احسن ریاض نے اس کے جواب سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

"اعتماد نہ ہوتا تو یہاں تک نہ پہنچتی۔" عروہ نے اپنے لہجے کو بہت ہی نرم اور دلکش بناتے ہوئے کہا۔

"آپ کتنی سیلری ایکسپیکٹ کررہی ہیں؟"

"جتنا بڑا آپ کا دل ہے اتنی۔" عروہ نے احسن ریاض کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا تو احسن ریاض جیسا آدمی بھی شپٹا گیا' دل ایک لمحے کو تو جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا تھا۔ اس نے فوراً ہی خود کو سنبھالا۔

"گڈ! ٹھیک ہے ہم آپ کو یہ جاب دے رہے ہیں۔" احسن ریاض نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی انٹرکام کا ریسیور اٹھالیا۔

"تھینک یو سر! تھینک یو سوچ۔" عروہ نے خوشی سے کھلتے چہرے کے ساتھ کہا۔

"ہاں یاسر! باقی امیدواروں کو واپس بھیج دو معذرت کے ساتھ سلیکشن ہوگئی ہے۔"

"آپ کل سے ہی جوائن کرسکتی ہیں' ہم فی الحال آپ کو 35 ہزار ماہانہ دیں گے اور ساتھ میں پک اینڈ ڈراپ اور میڈیکل فری۔" احسن ریاض نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ..... تھینک یو سر۔" عروہ نے پرجوش لہجے میں کہا' وہ دونوں مسکرا رہے تھے۔

"اکرام صاحب! آپ ان کا اپائنٹمنٹ لیٹر تیار کروادیں اور کیش رقم بھی بھجوادیں ابھی۔" احسن نے اکرام بھٹی سے کہا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور عروہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"مبارک ہو مس انعم!"

"انعم! نو سر مس جمشید..... مس عروہ جمشید۔" عروہ نے مسکراتے ہوئے تصحیح کی تو وہ دونوں دنگ رہ گئے۔

"وہاٹ.....؟" احسن ریاض نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ وہی عبایا اور اسکارف میں ملبوس ڈھکی چھپی لڑکی عروہ جمشید ہوگی جو پرسوں اس کے آفس میں ہنگامہ کرکے گئی تھی۔

"جی سر! میں ہی عروہ جمشید آپ کو میرے حلیے پر اعتراض تھا نا تو سر اب تو میرا حلیہ درست ہے نا۔ دیکھئے پرسوں بھی آپ نے میری قابلیت نہیں دیکھی تھی' میرا ظاہر دیکھا تھا اور آج بھی ایسا ہی ہوا ہے۔" عروہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو آپ نے محض اس جاب کے لیے یہ سب کیا ہے؟"

"جی سر! جاب میری مجبوری ہے لیکن آپ جیسے بڑے

اور بااختیار لوگ بھی شاید صورت دیکھتے ہیں قابلیت نہیں اور پتا نہیں کتنی معصوم و مجبور لڑکیوں کو اپنے مزاج اور اپنی ڈگر سے ہٹ کر کچھ کرنے پہ آمادہ کرلیتے ہیں۔ میں اپنی ماں کو بے گھر ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی سر! اس لیے بے پردہ ہوگئی مگر یہ مت سمجھئے گا کہ میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوجاؤں گی۔" عروہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا' احسن ریاض شرمندہ سا ہوگیا کہ اس کی وجہ سے یہ لڑکی اپنا آپ اس حد تک بدلنے پر مجبور ہوگئی تھی کہ وہ خود بھی اسے پہچان نہیں پایا تھا۔

"مس عروہ! ہماری ڈیلیگیشنز اور میٹنگز غیر ملکی وفود اور کمپنیز سے رہتی ہیں' اس لیے ہمیں ایسی سیکریٹری کم کنسلٹنٹ کی ضرورت تھی جو ان کو اکورڈ نہ لگے۔" اکرام بھٹی نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"سر! اس میں اکورڈ لگنے والی تو کوئی بات نہیں تھی' ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شہری ہیں' ہمیں فارنرز کے سامنے اپنے کلچر' اپنی روایات' اپنے لباس کو پیش کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی جان سکیں کہ یہ لباس پاکستانیوں کی پہچان ہے۔ یہ اسلامی ملک کی عورت ہے مگر نہ جی' ہم آدھے تیتر آدھے بٹیر بن گئے ہیں' اپنی پہچان اپنے آپ ہی مٹائے جارہے ہیں۔" عروہ نے سنجیدگی سے کہا' احسن ریاض خاموشی سے بس اسے دیکھ اور سن رہا تھا۔ عروہ نے اس کی محویت دیکھی تو سٹپٹا کر بولی۔

"آئی ایم سوری سر! میں کچھ زیادہ ہی بول گئی۔"

"نہیں آپ بہت اچھا بولتی ہیں اور بہت سچا بھی' مجھے سچے لوگ اچھے لگتے ہیں' امید ہے آپ پوری سچائی سے کام کریں گی۔"

"ان شاء اللہ سر!" احسن ریاض کی بات سن کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اکرام بھٹی اس کا تعیناتی لیٹر تیار کرانے چلا گیا۔

"یہ کچھ رقم ہے آپ رکھ لیجیے۔" احسن نے رقم کا خاکی لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ کس لیے سر؟" عروہ نے لفافہ پکڑلیا۔

"آپ اپنے لیے شاپنگ کرلیجیے گا کپڑے جوتے اور جو بھی آپ کی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جیسی آپ کی جاب ہے آپ کی ڈریسنگ بھی ویسی ہی شاندار ہونی چاہیے۔ آپ بہت ماڈرن نہ لگیں مگر معقول لگیں' مشرقی اور مغربی جو بھی ڈریسنگ کریں متوازن ہونی چاہیے۔ نمائش نہیں ہونی چاہیے کہ ہر شخص رُک رُک کر اور نظر بھر کر دیکھے۔" احسن نے اس کے نیٹ سے جھانکتے بازوؤں کو دیکھتے ہوئے کہا بلاشبہ وہ اپنے حسن پیکراں سے احسن جیسے مضبوط اعصاب کے مالک کو بھی آہستہ آہستہ توڑ رہی تھی۔

"سر! ابھی تو میں بھی کہتی ہوں' تھینک یو سر' تھینک یو سو مچ' اب میں جاؤں سر!" وہ مسکراتے پُرجوش لہجے میں بولی۔

"جی' جاتے ہوئے اپنا اپائنمنٹ لیٹر لیتی جایئے گا۔"

"اوکے سر' تھینکس اگین۔" عروہ مسکراتے ہوئے تشکر بھرے لہجے میں بولی اور جانے لگی تو دروازے تک جاکر رک گئی' احسن جو اس کی پشت پر پھیلے سیاہ بالوں کے جنگل میں گم تھا چونک اٹھا۔

"مائی گاڈ! یہ لڑکی تھی یا کوئی سا حرہ' پرسوں کس روپ میں آئی تھی اور آج کیا روپ دکھا رہی تھی' اس دن دماغ ہلا گئی اور آج دل ہلا گئی ہے تو احسن ریاض تم تو اپنی خیر مناؤ' یہ لڑکی بہت جلد تمہیں چاروں شانے چت کردے گی اور تم دیکھتے رہ جاؤ گے کیونکہ یہ تو ہے اس عروہ جمشید میں جو وہ یوں اپنا آپ منوا گئی۔" احسن ریاض نے زیرِ لب کہا اور اٹھ کر گلاس ونڈو سے باہر دیکھنے لگا جہاں عروہ سر سے پاؤں تک خود کو چادر میں چھپائے جارہی تھی وہ اس کے شولڈر بیگ اور فائل سے اسے پہچان گیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے وہ سچ بول رہی تھی اس نے اس جاب کی وجہ سے خود کو اتنا سجایا سنوارا تھا او گاڈ! تف ہے تم پر احسن ریاض' تم نے ایک لڑکی کو اتنا مجبور کردیا میں بھی کیا کرتا اپنے حلقہ احباب میں ماڈرن اور بے باک لڑکیاں ہی دیکھی ہیں آج تک ایسی باحجاب لڑکی سے میرا کبھی واسطہ ہی نہیں پڑا تو میں نے تو بکواس کرنی ہی تھی نا۔" احسن نے خود کو کوستے ہوئے خود ہی صفائی بھی پیش کی۔

عروہ نے گھر جاتے ہوئے بازار سے مٹھائی اور پیزا

خرید لیا اور احسن کے دیے ہوئے پیسوں سے اپنے لیے چار مناسب قیمت کے سوٹ خریدے ہینڈ بیگ اور تین عدد جوتے خرید لیے اور گھر پہنچی تو سب اسے شاپنگ بیگز سے لدا دیکھ کر خوش گوار حیرت میں مبتلا ہوگئے۔

"عروہ بیٹی! نوکری مل گئی کیا؟" اسماء نے پوچھا۔

"امی نوکری بھی مل گئی اور ایڈوانس رقم بھی جس سے میں یہ شاپنگ کرکے آئی ہوں اپنے لیے۔"

"ارے واہ واہ مبارک ہو عروہ! دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ آج سٹور کے جاؤ اپنے حسن کی قدرو قیمت پہچانو بہت بہت مبارک ہو تمہیں۔" سلیمہ نے خوش ہوکر کہا۔

"شکریہ مامی! یہ مٹھائی اور پیزا سب کے لیے۔"

"ماشاء اللہ جیتی رہو اسے نگینہ جا...... جاکے سب کے لیے چائے بنالے سب مل کر مٹھائی اور پیزا کے ساتھ چائے کا مزا لیں گے۔" سلیمہ نے مٹھائی اور پیزا کے پیک اس سے لیتے ہوئے کہا۔

"اچھا امی!" نگینہ خوشی خوشی کچن کی طرف دوڑی۔ بہت عرصہ بعد مٹھائی اور پیزا کی شکل دیکھی تھی اس کے تو منہ میں پانی بھر آیا تھا۔

"بیٹا! تنخواہ کتنی ہے؟" اسماء نے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے پوچھا تو اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"35ہزار۔"

"ہیں جی......" سلیمہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"جی مامی اور میڈیکل الاؤنس اور پک اینڈ ڈراپ بھی۔" عروہ نے مزید بتایا تو ان دونوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

"ارے ماشاء اللہ ماشاء اللہ...... اسماء تمہیں بھی بہت بہت مبارک ہو۔" سلیمہ نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خیر مبارک بھابی! اللہ کا شکر ہے اس کی تعلیم کام آگئی ورنہ خالی حسن پر تو اتنی اچھی جاب نہیں ملنی تھی۔"

"حسن دیکھ کر ہی تعلیم تک نظر گئی ہے بس عروہ بیٹی اب دل لگا کر کام کرنا اور اپنے حسنِ اخلاق سے بھی احسن ریاض کو اپنی مٹھی میں کرلینا' وہ تمہاری مٹھی میں آگیا تو سب آسان ہوجائے گا یوں سمجھو کے پھر کمپنی بھی تمہاری ہوگی اور کمپنی کا مالک بھی۔" سلیمہ نے اسے راز دارانہ انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھی نہیں مامی!" عروہ نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا تو وہ اسماء سے کہنے لگیں۔

"اسماء! کچھ تم بھی عروہ کو عقل دو' میں ہی بتاؤں کہ اب اسے وہاں کیا کرنا ہے؟"

"ہاں عروہ! تمہاری مامی ٹھیک کہہ رہی ہیں تم احسن ریاض کو اپنی مٹھی میں کرنے کی کرو اور مجھے یقین ہے کہ تم یہ آسانی سے کرلوگی کیونکہ تمہارے حسن نے آج تمہیں یہ جاب دلوائی ہے تو احسن ریاض کا دل جیتنا کیا مشکل ہے' کمپنی میں جگہ بن ہی گئی ہے اب کمپنی اونر کے دل میں جگہ بناؤ پھر دیکھنا ہمارے بھی دن پھر جائیں گے۔" اسماء نے سنجیدگی سے کہا تو وہ بہت دکھ اور بے بسی سے انہیں دیکھنے لگی۔ اسے بہت افسوس ہورہا تھا کہ یہ اس کی ماں اسے کیسا سبق پڑھا رہی تھی؟ یہ اسے کون سا راستہ دکھا رہی تھی' وہ کوئی بازاری عورت تھی جو احسن ریاض کو اپنی اداؤں سے اپنی مٹھی میں کرلیتی؟ اسے اپنی ماں اور مامی دونوں کی سوچ پر دلی افسوس ہورہا تھا۔

"مگر امی! یہ تو غلط ہے۔" عروہ آہستہ سے بولی۔

"غلط یہ ہے کہ آپ کو موقع ملے اور آپ اس سے فائدہ نہ اٹھاؤ' جس چیز میں آپ کا فائدہ ہو وہ غلط نہیں ہوتی۔" اسماء نے سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ خاموش ہوگئی۔

"لیجیے چائے' مٹھائی اور پیزا۔" نگینہ ٹرے میں چائے کے کپ اور پلیٹیں سجا کر لاگئی۔

"مونا! اپنے ابو کو بھی بلا لاؤ کے منہ میٹھا کرلیں ان کی بھانجی کو اتنی شاندار نوکری ملی ہے۔" سلیمہ نے مٹھائی کا ڈبہ کھولتے ہوئے اس سے کہا۔

"میں نے فون کردیا تھا ابو آتے ہی ہوں گے' لیجیے آگئے۔" مونا نے مسکراتے ہوئے بتایا الیاس بیگ اسی وقت گھر میں داخل ہوئے اور پھر سب نے مٹھائی اور پیزا صاف کردیا لیکن عروہ بجھی بجھی سی تھی۔

٭……٭……٭

عروہ کو اپنی تمام تر بے دلی کے باوجود خود کو احسن ریاض کے ہاں ملازمت کے لیے جانے پر تیار کرنا پڑا۔ گھر کی چھت اپنی نہیں تھی لہٰذا کچھ عرصہ تو اسے تحکم کا غلام بننا ہی تھا وہ جو خود کو سر سے پاؤں تک چھپا کر گھر سے نکلتی تھی اب صرف چادر اوڑھ کر کمپنی کی بس میں بیٹھ کر آفس پہنچی تھی اور آفس پہنچ کر اس نے چادر اتار دی تھی۔

تنگ پاجامہ اور اس پر آج کل کے فیشن کے مطابق لمبا سا فراک زیب تن کیا تھا سرخ اور پیچ کلر کے دلکش ڈیزائننگ اور کام کے ساتھ یہ لباس عروہ کے حسن کو چار چاند لگا رہا تھا۔ بال اس نے ہیئر کیچ میں مقید کر رکھے تھے بالوں کی دو لٹیں دائیں بائیں اس کے رخساروں کو چوم رہی تھیں۔ مناسب میک اپ میچنگ جیولری ہائی ہیل پہنے وہ دیکھنے والوں کے دل کی دھڑکنوں میں طلاطم بپا کررہی تھی۔

منیجر اکرام بھٹی نے اسے اس کا آفس دکھا دیا جو احسن ریاض کے آفس کے برابر میں ہی تھا اور سینٹر میں گلاس ونڈو بھی تھی گویا اس کی نظریں ہر وقت اس پر چوکیدار کی طرح لگی رہیں گی۔ اس خیال سے ہی اسے کوفت ہونے لگی ونڈو کی سائیڈ پر پردہ لگا تھا مگر اس کو کور کرنے کا حکم نہیں تھا یہ اسے اکرام بھٹی نے بتایا تو اس نے فوراً پوچھا۔

"کیوں سر؟"

"پہلے پہلے جو محترمہ یہاں کام کررہی تھیں وہ کام کم کرتی تھیں اور کمپنی فون سے اپنے رشتے داروں اور دوستوں سے گپ شپ زیادہ کرتی تھیں۔ اسی لیے احسن صاحب نے اس کی چھٹی کردی اور آفس میں ونڈو سے کرٹن ہٹوا دیا۔" اکرام بھٹی نے بتایا۔

"اوکے۔" عروہ نے کہا۔

"آئیے میں آپ کو باقی اسٹاف سے ملوا دوں اور آپ کو آپ کا کام بھی سمجھا دوں۔"

"جی ضرور۔" عروہ اس کے ساتھ ہولی اسٹاف سے تعارف کے بعد اسے احسن ریاض نے اپنے آفس میں بلا لیا۔

"مے آئی کم ان سر؟" عروہ نے آفس کا دروازہ کھول کر احسن کو دیکھتے ہوئے اجازت چاہی۔

"یا آل ریڈی ان مس جمشید۔" احسن کا جواب معنی خیز تھا وہ پُراعتماد نظر آنے کی بھرپور اداکاری کرتی مسکراتی ہوئی اندر چلی آئی۔

"السلام علیکم سر!"

"وعلیکم السلام منیجر نے آپ کو آپ کے کام کے حوالے سے بریف تو کردیا ہوگا؟"

"جی سر۔" عروہ مسکرائی۔

"اینی پرابلم۔" احسن نے اس کی سیاہ نرگسی آنکھوں میں دیکھا تو عروہ چند سیکنڈ اس کی وجیہہ صورت کو تکتی رہی پھر پلکیں جھپک کر بولی۔

"نو سر۔"

احسن تو اس کے دیکھنے کے انداز پر ہی گھائل ہوگیا تھا اور وہ اسے تکے جارہا تھا۔ عروہ نے کب مردوں کو ایسی بے باک نظریں اپنی جانب اٹھتی دیکھی تھیں اب دیکھ رہی تھی محسوس کررہی تھی اور برداشت کررہی تھی۔

"اوکے سر اب میں جاؤں؟"

"اب آپ کہیں نہیں جائیں گی۔" احسن کی زبان پھسلی۔

"جی……" عروہ نے حیرانگی سے کہا اور دل میں سوچا۔

"یہ تو پہلے ہی لٹو ہوگیا ہے میں اسے کیا رجھاؤں گی؟"

"میرا مطلب ہے ابھی آپ میرے ساتھ کانفرنس روم میں چلیے۔ وہاں میٹنگ ہے آپ کو بھی اس میٹنگ میں موجود ہونا چاہیے ہمارے مستقل کلائنٹ جے ایس خان اور فارنر پارٹنر مسٹر رابرٹ سے یہ میٹنگ ہے ان سے آپ کا تعارف بھی ہوجائے گا اور آپ کو بھی اندازہ ہوجائے گا کہ بزنس میٹنگز کس طرح ہوتی ہیں۔" احسن نے سنجیدگی سے جواب دیا تو عروہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر چلیے۔"

"آئیے۔" احسن اپنی چیئر سے اٹھتے ہوئے بولا اور اس کے برابر سے گزرا تو ہیلوک کی مسحور کن خوشبو اس کی سانسوں

میں اتر گئی تھی وہ مسحور سا اس کے ساتھ چلتا کانفرنس روم میں آیا۔ میٹنگ کے اختتام پر جے ایس خان نے عروہ کو براہ راست مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کو دیکھ کر لگتا ہے کہ احسن صاحب کا بزنس بہت ترقی کرنے والا ہے ان کے قدم زمین پر نہیں ٹکیں گے اور آپ ہواؤں میں اڑیں گی کمپنی آسمان کو چھو لے گی اگر آپ نے اس کمپنی کو تھامے رکھا۔"

"ان شاء اللہ۔" عروہ نے اس کی نظروں اور لفظوں کی بے باکی کو نظر انداز کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"یہ مسکراہٹ کروڑوں کما کے دے گی آپ کو۔" جے ایس خان نے اس کی مسکراہٹ دیکھ کر رائے دی۔

"جی سر! ایکسکیوز می پلیز۔" عروہ نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا اور فائل اٹھا کر کانفرنس روم سے باہر چلی آئی۔

"او کے احسن صاحب! اب ہم بھی چلتے ہیں آپ نئے پراجیکٹ کی فائل دیکھ لیجیے گا اور اگر آپ کو منظور ہو تو اپنی سیکرٹری کے ذریعے مجھے انفارم کر دیجیے گا۔"

"او کے تھینک یو ویری مچ۔" احسن نے اس سے مصافحہ کیا اور اس کے جانے کے بعد اپنے آفس آ گیا۔ اس کی نظر بلا ارادہ ہی گلاس ونڈو کے پار بیٹھی عروہ پر پڑی اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ بہت غصے میں ہے اس کے غصے کی وجہ وہ جانتا تھا کہ اسے جے ایس خان کی عامیانہ گفتگو اور شیطانی نگاہیں بہت ضبط سے برداشت کرنا پڑی تھیں۔ احسن کے لیے تو یہ معمول کی بات تھی مگر نجانے کیوں آج عروہ کے لیے یہ سب سننا اسے بھی بہت برا محسوس ہوا تھا اور اسے بھی جے ایس خان پر غصہ آ رہا تھا۔

"عروہ جمشید! ابھی تو ابتداء ہے آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔ تم ابھی سے خوف زدہ ہو گئیں ایک احسن ریاض کو اپنی زلفوں کا اسیر بنانے کی مہم پر نکلی تھیں نا تم یہاں تو کئی گدھ تمہاری بوٹیاں نوچنے کے لیے بے تاب ہو رہے ہیں سنبھل کے چلنا کہیں دولت کے چکر میں اپنی عزت سے نہ ہاتھ دھو بیٹھنا۔" عروہ کے دل نے کہا تو وہ بے چینی سے میز پر رکھی چیزیں اٹھا کر ادھر ادھر کرنے لگی یونہی اچانک اس کی نظر گلاس ونڈو کی طرف اٹھی تو احسن ریاض کو اپنی جانب ہی دیکھتے پایا دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں تو دل ایک ہو کر دھڑکنے لگے دونوں ہی ایک دوسرے سے نظریں چرا گئے۔

"تو موصوف نے یہ شیشہ درمیان میں اس لیے لگایا ہے کہ خوب صورت ماتحت لڑکی ہر وقت ان کی نگاہوں کو سرور بخشتی رہے اور ان کے آفس میں آنے والے بھی اسے دیکھ دیکھ کے اپنی آنکھیں سینکتے رہیں ہونہہ۔" عروہ نے دل میں کہا اور فائل کھول کر پڑھنے لگی۔

دوسرے دن وہ بالوں کی چٹیا باندھے سر پر سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے آفس پہنچی تو احسن بے ساختہ مسکرا دیا اسے دیکھ کر اس کی مسکراہٹ کتنی دلفریب تھی عروہ کو بھی اپنا دل موہتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"مس جمشید! آپ ڈرائیور کے ساتھ جائیے اور یہ فائل مسٹر جے ایس خان کے گھر دے آئیں۔" احسن نے اسے اپنے آفس میں بلا کر فائل دیتے ہوئے حکم دیا۔

"گھر کیوں سر؟"

"کیونکہ آج وہ آفس نہیں گئے۔"

"سر! میرا جانا ضروری ہے کیا؟" عروہ کے سوال پر احسن نے اسے کڑے تیوروں سے گھورا۔

"میرا مطلب ہے سر یہ فائل تو ڈرائیور بھی دے کر آ سکتا ہے نا۔"

"مجھے میرا کام اب آپ سکھائیں گی آپ مشورہ دیں گی کہ مجھے کیا کیسے کرنا ہے؟" احسن نے درشت لہجے میں کہا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے فائل تھام لی اور باہر آ گئی۔ باہر آ کر وہ گاڑی میں بیٹھ گئی اور ڈرائیور نے اس کے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"چاچا آپ کا نام کیا ہے؟" عروہ نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"نیاز حسین نام ہے میرا اور پندرہ سال ہو گئے احسن صاحب کی ڈرائیوری کرتے۔" نیاز حسین نے جواب دیا۔

"پندرہ سال..... پھر تو آپ احسن صاحب کو اچھی طرح جانتے ہوں گے کیسے انسان ہیں مسٹر احسن؟" عروہ

ٹائم پاس کرنے اور اپنی معلومات میں اضافے کے لیے پوچھ رہی تھی۔ نیاز حسین نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھے انسان ہیں احسن صاحب! ان کے والد ریاض رضوی بھی بہت اچھے آدمی ہیں وہ آج کل کینیڈا میں ہوتے ہیں اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ احسن صاحب کی بڑی بہن شادی کے بعد سے کینیڈا میں رہتی ہیں۔ عنبرین بی بی کے تین بچے ہیں احسن صاحب ہم چھوٹے ورکرز کا بہت خیال رکھتے ہیں۔"

"مجھ سے پہلے بھی آپ کسی ایمپلائی لڑکی کو کسی کلائنٹ کے گھر لے کر گئے ہیں کبھی؟" عروہ نے سنجیدگی سے کریدا۔

"جی بی بی! آپ سے پہلے ثنا میڈم تھیں۔"

"انہوں نے جاب کیوں چھوڑ دی؟"

"وہ اصل میں اپنی اوقات سے بڑھ کے خواب دیکھ رہی تھیں احسن صاحب کے آگے پیچھے بہت پھرتی تھیں۔" نیاز حسین نے جواب دیا تو وہ تلخی سے بولی۔

"تو احسن صاحب کون سے دودھ کے دھلے ہیں اپنی خوب صورت سیکرٹری کو اپنے کلائنٹس کے گھر اکیلے بھیجتے ہیں محض اس لیے کہ اس خوب صورت سیکرٹری کی وجہ سے انہیں بزنس مل جائے میں پردے میں آئی تو مجھے دیکھتے ہی ری جیکٹ کر دیا نہ میری ڈگریاں دیکھیں نہ ہی میرا انٹرویو لیا اور جب دوبارہ سولہ سنگھار کر کے آئی تو فوراً سلیکٹ کر لیا۔ اس کا کیا مطلب ہوا چاچا؟ لڑکی کی ان کی نظر میں کیا ویلیو ہے ان کے بزنس میں ترقی کا ٹونکا بس۔"

"میڈم جی احسن صاحب کے ملنے والے دوست رشتہ دار سبھی کی عورتیں فیشن ایبل ہیں اور آپ تو جانتی ہیں ناں کہ مرد عورت کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے تو یہاں جو چلتا ہے بزنس کمیونٹی کے اصول کے مطابق چلتا ہے ان لوگوں کو یہ سب عجیب نہیں لگتا کیونکہ وہ ایسے ہی ہیں۔" نیاز حسین نے سنجیدگی سے جواب دیا اور گاڑی جے ایس خان کے بنگلے کے قریب روک دی۔

"میڈم جی! آپ اندر جائیں میں آدھے گھنٹے بعد آپ کو پک کر لوں گا۔" نیاز حسین نے گاڑی کا دروازہ اس کے لیے کھول کر کہا تو وہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولی۔

"آپ ادھر ہی رکیے یہ فائل ہی تو دینی ہے میں فائل دے کر ابھی آتی ہوں۔"

"میڈم جی آپ اتنی جلدی نہیں آئیں گی۔"

"کیوں؟" عروہ نے تیز لہجے میں پوچھا تو اس نے نظریں جھکا لیں۔ عروہ بات سمجھ تو گئی تھی مگر جونہی نیاز حسین کی خاموشی اور جھکی نظریں دیکھیں اس کی ریڑھ کی ہڈی میں کرنٹ دوڑ گیا۔ خوف کی ایک لہر پورے بدن میں سرایت کر گئی۔

"چاچا! آپ یہاں رکیے میں فائل دے کر آتی ہوں سن رہے ہیں آپ یہ میرا حکم ہے آپ کہیں نہیں جائیں گے۔" عروہ نے تیز اور حاکمانہ لہجے میں کہا۔

"جو حکم میڈم!" نیاز حسین نے نظریں جھکائے کہا۔

عروہ گیٹ سے اندر داخل ہوئی ہزار گز پر پھیلا یہ شاندار بنگلہ دولت کی فراوانی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ عروہ نے تو کبھی خواب میں بھی اتنا شاندار بنگلہ نہیں دیکھا تھا۔ ملازم اسے ایک شاندار ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا' جس کی سجاوٹ بھی لاجواب تھی وہ تو حیرت سے ہر چیز کو دیکھ رہی تھی کہ جے ایس خان کے کھنکارنے کی آواز نے اسے اس طلسم کدے سے باہر نکالا۔

"ہیلو سر!" عروہ نے فوراً کھڑے ہو کر کہا۔

"ہیلو مس عروہ!

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں" جے ایس خان نے اسے بغور دیکھتے ہوئے یہ شعر پڑھا تو عروہ نے خود کو نارمل رکھتے ہوئے فائل اس کی طرف بڑھا دی۔

"شکریہ کسی بہانے تو آپ نے ہمارے غریب خانے میں قدم رنجہ فرمائے۔" جے ایس خان نے فائل لیتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر میں چلتی ہوں۔"

"ارے ایسے کیسے جا سکتی ہیں آپ چائے کافی لنچ کچھ تو چلے گا ناں آپ پہلی بار میرے گھر آئی ہیں۔" جے

ایس خان نے بے قراری سے کہا اس کی آنکھوں سے عروہ کو خوف آ رہا تھا۔

"تھینک یو سر! پھر بھی آپ کی وائف نظر نہیں آ رہیں۔" عروہ نے فوراً بات بدل دی۔

"میری بیگم تو اس وقت گھر پر نہیں ہیں' کہیں گئی ہوئی ہیں' آپ ان کا انتظار کر سکتی ہیں وہ تین چار دن تک آ جائیں گی۔" جے ایس خان نے اسے شیطانی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا مگر وہ مسکراہٹ لبوں پر سجا کر جواب دیا۔

"نہیں سر! ان شاء اللہ اگلی بار آؤں گی آپ کی بیگم سے ضرور ملوں گی اور آپ کا گھر بہت خوب صورت ہے میں اگلی بار پورا گھر دیکھ کر جاؤں گی اور آپ کے ساتھ لنچ بھی کروں گی۔" عروہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے اس اگلی بار کا انتظار تو ہم ابھی سے کرنے لگے ہیں' وعدہ کریں کہ آپ جلد آئیں گی۔" جے ایس خان نے بے ہودگی سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"جی ضرور آؤں گی ابھی تو جانے دیں باہر میرے انکل اور ڈرائیور میرا انتظار کر رہے ہیں۔"

"اوہ تو آپ نے ڈرائیور کو بھیجا نہیں۔" اسے مایوسی ہوئی تھی عروہ کے جواب سے ٹھٹک کر بولا۔

"میرا بھتیجا ابھی کام کرتا ہے جبھی نہیں بھیجا اسے..... اوکے سر بائے۔" عروہ نے مسکراتے ہوئے خود کلامی کی اور باہر نکل گئی پھر گاڑی میں بیٹھ کر ہی دم لیا۔ نیاز حسین نے فوراً گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"میڈم جی! سب ٹھیک ہے نا؟" نیاز حسین نے بیک مرر میں اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تو عروہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"کیوں؟ کیا ٹھیک نہیں ہونا چاہیے تھا چاچا۔"

"نن..... نہیں میڈم جی! آپ کے ہوتے ہوئے کچھ غلط کیسے ہو سکتا ہے؟"

"نیاز حسین اگر کچھ ہو جاتا خدانخواستہ میرے ساتھ یا اس سے پہلے کسی لڑکی کے ساتھ غلط ہوا ہے جسے آپ ایسے شاندار بنگلوں میں چھوڑ کر جاتے رہے ہیں تو..... اس کے ذمہ دار جتنے احسن ریاض ہیں اتنے ہی آپ بھی ہیں۔" عروہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"نہیں میڈم جی! ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا۔" وہ ہڑبڑا کر بولا تو عروہ نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تو آپ بہتر جانتے ہوں گے چاچا! لیکن اگر احسن ریاض کو اپنی بہن کو اس طرح بھیجنا پڑے تو کیا وہ بھیجے گا؟"

"بھی نہیں میڈم جی! اصل میں احسن صاحب کو اب تک ایسی کوئی لڑکی ملی نہیں جو ان سے محبت کرتی ہو جتنی بھی ملیں ان کی دولت کے لالچ میں ملیں جبھی تو انہوں نے اب تک شادی نہیں کی' منگنی ہوئی تھی صاحب کی وہ بھی توڑ دی کیونکہ ان کی منگیتر پسند کسی اور کو کرتی تھی مگر دولت کے لالچ میں صاحب سے شادی کے لیے تیار ہوئی تھی۔" نیاز حسین نے تفصیل سے بتایا۔

"جیسے کو تیسا..... خود کون سا وہ کسی لڑکی کو شو پیس سے زیادہ کچھ سمجھتے ہیں خوب صورت مال دکھا کر گاہکوں کو متوجہ کرتے ہیں۔ کیا لڑکی کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔" عروہ نے غصیلے لہجے میں کہا جواباً وہ خاموش ہی رہا مگر جانے کیوں مسکرایا ضرور تھا وہ تو عروہ نے اس کی طرف دیکھا نہیں ورنہ اور طوفان آ جاتا۔

وہ واپس آتے ہی اپنے کمرے میں آ بیٹھی' اسے اپنے ہاتھ پر جے ایس خان کے ہاتھ کی موجودگی کا احساس بے کل کر رہا تھا وہ اٹھی واش روم گئی اور صابن سے اچھی طرح اپنے دونوں ہاتھ دھوئے' تولیے سے خشک کیے اور باہر نکلی تو گلاس ونڈو سے احسن کو دیکھتے پایا۔

"تازو......" عروہ نے پردہ کھینچ کر گلاس ونڈو کور کر دی۔ احسن کو بہت غصہ آیا اس نے انٹر کام پر کال کی۔ عروہ نے کال ریسیو نہیں کی غصے سے دندناتی ہوئی احسن کے آفس میں چلی آئی۔

"جی فرمایئے۔" عروہ نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے اس کے غصے سے لال چہرے کو دیکھا۔

"ونڈو پر کرٹن کیوں کر لیا؟"

"کیوں دل نہیں بھرا مجھے دیکھ دیکھ کے اب کیا نظر لگانے کا ارادہ ہے؟" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

"جانتی ہیں آپ کس سے مخاطب ہیں؟"

"جانتی ہوں اپنے بزنس کو بڑھانے کے لیے حسین و جمیل لڑکیوں کو چارے کے طور پر استعمال کرنے والے بزنس مین سے مخاطب ہوں۔" وہ تلخی سے تیز لہجے میں بولی۔

"شٹ اپ۔" احسن غصے سے بولتا اس کے سامنے آ گیا۔

"یو شٹ اپ مسٹر! آپ یہاں لڑکیوں کو کیا سمجھ کر رکھتے ہیں' تمہاری نظر میں ہر لڑکی بکاؤ مال ہے۔ ہر ایرے غیرے کے سامنے مجھ جیسی لڑکیوں کو پیش کرنے کا کیا مقصد ہے؟ کیا لڑکی کی کوئی عزت نہیں ہوتی' کبھی کسی لڑکی کی عزت آپ کی وجہ سے برباد ہو جاتی ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ بتائیے۔" عروہ غصے سے بولتی اس کی آنکھوں میں دیکھتی اس کے دل و دماغ پر بجلیاں گرا رہی تھی۔ آج تک کوئی لڑکی اس کے سامنے اس طرح سے نہیں بولی تھی' اسے کٹہرے میں کھڑا کر کے کسی نے اسے بے نقط نہیں سنائی تھیں۔ احسن ریاض حیرت سے اس لڑکی کو تک رہا تھا جو بے خوف و خطر اسے لتاڑ رہی تھی۔

"بولیے..... اب بولتی کیوں بند ہوگئی؟" عروہ نے اس لمبے چوڑے وجیہہ شخص کو لتاڑا۔

"تمہارے سامنے کون کافر بول سکتا ہے؟" احسن نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس کا دل بڑے زور سے دھڑکا' آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ لفاظی میرے سامنے نہیں چلے گی مسٹر احسن! کیا سوچ کر بھیجا تھا تم نے مجھے اس کمینے جے ایس خان کے گھر' وہ تو اللہ کا شکر ہوا میں اپنی سمجھداری سے وہاں سے خیریت سے لوٹ آئی۔ تھوکتی ہوں میں ایسی نوکری پر جس میں دماغ نہیں جسم دیکھا جاتا ہے۔" عروہ نے زخمی شیرنی کی طرح دھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ نوکری تمہاری ضرورت ہے۔" احسن نے اسے یاد دلایا۔

"تو..... ضرورت کے لیے اپنا آپ بیچ دوں؟ بچھ جاؤں تمہارے قدموں تلے' ضرورت ہے..... ہونہہ! بے شرم نہ ہوں تو بزنس کی آڑ میں یہ گل کھلا رہے ہیں۔" عروہ نے شیرنی کی طرح تن کر بے خوف ہو کر درشتی سے کہا۔

"اسٹاپ اٹ ناؤ' بنا سوچے سمجھے تم کچھ بھی بولے جا رہی ہو؟" احسن نے غصے سے سخت لہجے میں کہا۔

"بنا سوچے سمجھے نہیں سر! اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر کہہ رہی ہوں اور مجھے یہ بتائیے کہ آپ اپنی بہن کو اس کام کے لیے بھیجنا پسند کریں گے؟ نہیں نا..... تو مجھے کیوں بھیجا؟ کسی ضرورت مند اور مجبور انسان کی مجبوری کا فائدہ اٹھانا اسے اس کے حالات کے سلسلے میں بلیک میل کرنا کہاں کی شرافت اور انسانیت ہے؟" عروہ نے بہت ضبط سے جواب دیا۔

"آپ کو کس بات کا اتنا گھمنڈ ہے؟" احسن نے دلچسپی سے اسے دیکھتے نرم لہجے میں پوچھا تو وہ اس کے لہجے کی نرمی پر چونک گئی۔

"اسی بات کا جس پر آپ مرتے ہیں۔" عروہ نے پُراعتماد اور معنی خیز لہجے میں جواب دیا اور جھٹکے سے واپس جانے لگی اور جاتے جاتے ہی پلٹی' احسن نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"اور ہاں مسٹر احسن! اگر کھڑکی کے اس پار دیکھنے کا اتنا ہی شوق ہے تو اپنی آنکھوں میں عزت و احترام پیدا کیجیے' پردہ خود بخود ہٹ جائے گا۔" عروہ نے اسی لب و لہجے میں اپنی بھڑاس نکالی اور آفس سے نکل گئی اور احسن کو لگا جیسے دل بھی اس کے ساتھ ہی نکل گیا ہو وہ کتنی ہی دیر اس کی خوشبو کے سحر میں کھویا رہا۔

"کیا نوکری پر لات مار آئی ہیں؟" اسماء اور سلیمہ نے عروہ کی زبانی جا آفس کی روداد سنی تو دونوں نے شاکڈ ہو کر کہا۔

"نہیں امی! آپ فکر نہ کریں ایک سال کا کانٹریکٹ سائن کیا ہے نہ وہ مجھے ایک دم سے نکال سکتے ہیں اور نہ ہی میں یہ جاب چھوڑ رہی ہوں' دو چار دن آفس نہیں جاؤں گی پھر خود ہی بلا لیں گے۔" عروہ نے اطمینان سے کہا۔

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟" سلیمہ نے سوال کیا۔

"مجھے یقین ہے امی!"

"عروہ! اتنی زیادہ خود اعتمادی بھی ٹھیک نہیں ہوتی' دو دن ہوئے ہیں تمہیں جاب پر جاتے ہوئے اور تم جھگڑ کر آگئیں۔"

"تم اسے کیا سمجھی میں کرو گی تم تو ہاتھوں میں آئی دولت بھی گنوا رہی ہو۔ اگر اس نے تمہیں ایک دن میں جاب دے دی ہے نا تو ایک منٹ میں جاب سے فارغ بھی کرسکتا ہے۔ احسن ریاض جیسے لوگوں کے لیے حسین لڑکیوں کی کمی نہیں ہوگی' اس کی دولت کے سمندر سے گھونٹ بھر کی خیرات کے چکر میں نجانے کتنی اس کے آگے پیچھے پھرتی ہوں گی' اسماء سمجھاؤ اسے۔" سلیمہ نے دونوں ماں بیٹی کو بڑے اچھے طریقے سے حقیقت کا آئینہ دکھا دیا تھا اور وہاں سے اٹھ گئیں۔

"سن لیا تم نے۔" اسماء نے عروہ کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زندگی کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے کہ جب دل چاہا کھیل لیا جب دل چاہا جھگڑ لیا۔ سارے حالات تمہارے سامنے ہیں پھر بھی تمہیں ایڈونچر سوجھ رہا ہے تم کیا چاہتی ہو ہم فٹ پاتھ پر آجائیں' بھیک مانگنے لگیں یا میں لوگوں کے گھروں میں جھاڑو پونچھا اور برتن مانجھنا شروع کردوں۔"

"اللہ نہ کرے امی! آپ کیسی ناشکری کی باتیں کرتی ہیں۔" عروہ نے تڑپ کر کہا تو وہ سخت لہجے میں بولیں۔

"یہ ناشکری کی باتیں نہیں ہیں حقیقت کی باتیں ہیں اگر تم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہیں تو ایک دن مجھے ہی پیٹ کا دوزخ بھرنے کو ہاتھ پیر مارنے پڑیں گے۔"

"ان شاء اللہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا اور ابا کی پینشن میں ہم ماں بیٹی گزارہ کرسکتی ہیں۔ ذرا سوچیں امی بارہ ہزار میں یہاں آٹھ دس افراد کا کنبہ بھی پلتا ہے گزارہ کرتا ہے تو ہم کیوں نہیں کرسکتے اور جاب کیا بس احسن ریاض کی ہی رہ گئی ہے اگر وہ نہیں رکھے گا تو مجھے کہیں بھی جاب نہیں ملے گی۔ آپ کو اپنی بیٹی کی عزت سے زیادہ دولت پیاری ہے بس امی ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کیا کریں کیونکہ شکر کرنے سے نعمت بڑھتی ہے اور کفر بولنے سے قدر گھٹتی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔" عروہ نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ جھنجلا کر بولیں۔

"اچھا بس رہنے دو باپ کی طرح لیکچر مت پڑھاؤ مجھے اللہ بخشے ان سے جب بھی روپے پیسے گھر گاڑی کی بات کی وہ بھی اسی طرح شروع ہوجاتے تھے۔"

"ہاں تو ٹھیک ہی کہتے تھے ابا! ہمیں ہمیشہ یہ سوچ کر جینا چاہیے کہ ہمارے رب نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے اگر وہ ہمیں ہمارے اعمال کے برابر دیتا تو ہمارے پاس آج کچھ بھی نہ ہوتا۔"

"فکر نہ کرو اگر تمہارے یہی ڈھنگ رہے نا تو تمہارے پاس بچ کچھ نہیں رہے گا۔" اسماء نے بے رخی سے کہا۔

"امی.....!" عروہ ان کی بات پر شاکڈ سی انہیں دیکھتی رہ گئی۔

❁.....❁.....❁

احسن آج اپنے بیڈ روم میں تنہا نہیں تھا عروہ کی یادیں اس کی سوچ' اس کا دلفریب خیال بھی اس کے سنگ مسکرا رہا تھا۔ وہ اسے اپنے ہر ہر انداز سے گھائل کرگئی تھی وہ اس کی سوچ سے متاثر تھا اس کا اعتماد اسے قابل رشک محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی بے خوفی اور اسے بھی کھری کھری سنا دینے کی حرکت نے اسے کٹہرے میں کھڑا کرکے جرح کرنے کی جرأت نے احسن ریاض کو مکمل طور پر اس کا اسیر بنا دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عروہ جمشید اسے اپنے حسن و ذہانت سے اپنی جرأت اور قابلیت سے مکمل طور پر اپنے بس میں کرچکی ہے لیکن وہ اس پر ابھی کچھ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا باوجود اس کے کہ وہ اسے پرکھ چکا تھا پھر بھی وہ اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہاں اسے یہ یقین تھا کہ اب وہ عروہ کو ہر جگہ دیکھنا چاہتا ہے گھر میں دفتر میں ہر جگہ۔

اگلے دن عروہ اخبار میں "ضرورت ہے" کے اشتہارات دیکھ رہی تھی اور احسن ریاض اس کی خالی سیٹ کو دیکھ دیکھ کر بے چین و مضطرب ہو رہا تھا۔ گلاس ونڈو پر پردہ نہیں پڑا تھا مگر

وڈو کے اس پار کا منظر عروہ کے بغیر اسے اداس کر رہا تھا۔ وہ نہیں آئی تھی اور وہ اس کے نہ آنے پر پریشان ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"اگر عروہ نے سچ مچ جاب چھوڑ دی تو......"

"وہ جاب کیسے چھوڑ سکتی ہے اس نے ہماری کمپنی کے ساتھ ایک سال کا کانٹریکٹ سائن کیا ہے اور اس کانٹریکٹ کو چیلنج کرنے کا حق صرف کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کو حاصل ہے نہ کہ مس عروہ جمشید کو۔ اب وہ جتنے مرضی بہانے بنائے اسے آفس جوائن کرنا ہی ہوگا۔" دماغ نے راہ دکھائی تو وہ مطمئن ہو کر مسکرا دیا۔

"عروہ آپی! کیا واقعی آپ یہ جاب چھوڑ دیں گی؟" وہ اخبار دیکھ رہی تھی جب مونا نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ عروہ نے اس کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی کو بغور دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

"نہیں ڈیئر! ایک سال کا کانٹریکٹ سائن کیا ہے میرا نہیں خیال کہ وہ مجھے جاب سے ڈس مس کریں گے۔"

"اللہ کرے کہ آپ کی جاب پکی ہو جائے۔" مونا نے دل سے دعا کی وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ان شاء اللہ! تم کچھ اداس لگ رہی ہو کیا بات ہے؟"

"آپی! سفینہ باجی کا رشتہ آیا ہے بہت اچھا رشتہ ہے۔" مونا نے بتایا۔

"ماشاء اللہ! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے تم اداس کیوں ہو؟"

"آپی! وہ لوگ شادی جلدی کرنا چاہتے ہیں اور گھر میں اتنے وسائل نہیں ہیں کہ سب کچھ جلدی کیا جاسکے۔ باقی چیزیں تو امی نے بنائی ہوئی ہیں لیکن فرنیچر اور کھانے کا خرچہ کہاں سے ہوگا اور فریج بھی خریدنا ہے۔ امی ابو بہت پریشان ہیں وہ یہ رشتہ کھونا نہیں چاہتے۔" مونا نے اپنی اداسی کی وجہ بتائی تو عروہ بھی سوچ میں پڑ گئی اور پھر اسے تسلی دیتے ہوئے بولی۔

"ان شاء اللہ سب بہتر ہوگا اگر یہ رشتہ سفینہ باجی کے لیے اچھا ہے تو ان کی شادی اسی جگہ ہوگی تم فکر نہ کرو اللہ پاک نے رشتہ بھیجا ہے تو وہ اسباب بھی پیدا کر دے گا اور وسائل بھی سب کچھ احسن طریقے سے ہو جائے گا۔"

"احسن......" عروہ نے احسن کا نام زیر لب لیا یعنی قدرت اسے راہ دکھا رہی تھی کہ وہ احسن طریقے سے احسن کے ہاں جاب جاری رکھ کر ہی گھر کے مسائل حل کر سکتی ہے۔

"ہاں احسن کے پاس جاؤ معذرت کر لو کل کی بات پر اور اس جاب کو ہاتھ سے نہ جانے دو بلکہ احسن کو بھی اپنے ہاتھ میں کرنے کی کرو میری بچی! یہ گھر بھی تمہارا ہے تمہارے ماموں کا گھر ہے سفینہ بہن ہے تمہاری کیا تم اپنی بہن کی شادی کے لیے کچھ نہیں کرو گی؟" اسماء اس کی زبان سے احسن کا نام سن کر اس کے پاس آ کر محبت اور نرمی سے بولیں وہ سمجھ گئی تھیں کہ غصہ کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ عروہ کو دلار سے ہی راضی کرنا ہوگا اور یہ پٹی انہیں سلیمہ نے بھی پڑھائی تھی۔

"امی! مجھ سے جو بن پڑا میں سفینہ باجی کی شادی کے لیے کروں گی آپ بے فکر ہو جائیں۔" عروہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"جیتی رہو بیٹی! مجھے پتا تھا میری عروہ کا دل بھی اس کی شکل کی طرح بہت خوب صورت ہے وہ ہمیں کبھی بھی اس پریشانی میں تنہا نہیں چھوڑے گی سدا خوش رہو۔" سلیمہ بھی آس پاس ہی تھیں اس کی بات سن کر محبت لٹانے چلی آئیں اور عروہ ان محبتوں کو ہی اپنا سرمایہ کل سمجھتے ہوئے ان کے کہے پر چلنے کو راضی ہو گئی۔

❁......❁......❁

عروہ صبح آفس میں اپنی سیٹ پر موجود تھی احسن نے دیکھا خوشی کے ساتھ ساتھ اسے حیرت بھی ہوئی کہ وہ تو اس جاب کو ٹھوکر مار کے گئی تھی پھر ایک دن کی چھٹی کے بعد واپس کیسے آ گئی؟ اس نے انٹر کام کا ریسیور اٹھایا عروہ نے بیل بجتے ہی ریسیور کان سے لگایا۔

"جی سر!"

"میرے روم میں آئیے۔"

"اوکے سر۔" عروہ نے جواب دے کر ریسیور رکھا اور خود کو مضبوط اور کمپوز کرتی ہوئی احسن کے روم میں داخل ہوئی وہ کسی فائل پر نظریں جمائے خود کو مصروف ظاہر کررہا تھا یا واقعی مصروف تھا۔ عروہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔

"جی سر۔" عروہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھیے۔" احسن نے نگاہ اٹھا کر اس کو دیکھا اور پھر سے نظریں فائل پر مرکوز کرلیں۔ وہ خاموش بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی جو اسے نظر انداز کررہا تھا۔ چھ فٹ کا صحت مند گندمی رنگت دلکش نین نقش کلین شیو چہرہ احمریں ہونٹ ڈارک براؤن آنکھیں مضبوط ہاتھوں کی کلائیوں سے جھانکتا رواں خوب صورت پینٹ کوٹ سوٹ میں وہ بے حد جاذب نظر دکھائی دے رہا تھا۔

"جی تو مس جمشید! آپ کیوں آئی ہیں؟" احسن نے فائل بند کرتے ہوئے پوچھا تو اس نے فٹ سے جواب دیا۔

"آپ ہی نے تو مجھے بلایا ہے۔"

"میں نے......؟" اس کی حیرت نے اسے بھی حیران کردیا۔

"جی سر! آپ نے اور آپ بلائیں ہم نہ آئیں ایسے تو حالات نہیں۔" عروہ نے مسکراتے ہوئے دلکش لہجے میں کہا۔

"مس جمشید! میں آپ کے آفس آنے کی وجہ پوچھ رہا ہوں آپ تو اس جاب کو ٹھوکر مار گئی تھیں ناں۔"

"جی سر! گھر جاکر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا کہ جاب کے بغیر گزارا نہیں ہے اور کسی دوسری جگہ جاب کروں گی تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہاں بدنظر لوگ نہیں ملیں گے۔ مردوں میں مردانگی تو رہی نہیں اب اگر عورتیں مردانہ وار ان کا مقابلہ نہیں کریں گی تو یہ اور سر چڑھ جائیں گے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں پھر سے فائل لے کر کسی کمینے کے گھر جانے کو تیار ہوجاؤں گی۔ آپ مجھ سے وہی کام کروائیے جو میری جاب کا تقاضا ہے ورنہ آپ کا کوئی کلائنٹ میرے ہاتھوں مر مرا گیا تو پھر مجھ سے مت کہیے گا کہ بتایا نہیں تھا اور سارا مدعا آپ کے سر ڈال دوں گی ہاں۔" عروہ نے بہت تفصیل سے جواب دیا تو وہ سنجیدہ لہجے میں کہنے لگا۔

"صبح ناشتے میں کیا کوئے فرائی کرکے کھائے تھے جو اس قدر کائیں کائیں کررہی ہیں مختصر نہیں بولنا آتا آپ کو۔"

"مختصر یہ کہ آپ کو دیکھے بنا گھر میں دل نہیں لگ رہا تھا اس لیے چلی آئی۔" عروہ نے بہت ادا سے جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں۔" احسن کے دل کی حالت بگڑنے لگی تھی۔

"اتنی تفصیل سے بتایا ہے پھر بھی نہیں سمجھے۔" وہ چڑ کر بولی تو وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے آئندہ سوچ سمجھ کر بولیے گا۔"

"آپ کا کیا خیال ہے میں بنا سوچے سمجھے بولتی ہوں سچ کو سچ کہو تو وہ نا سمجھی ہوگی۔" عروہ کی زبان پھر قینچی کی طرح چلنے لگی۔

"شٹ اپ۔" وہ غصے سے بولا۔ "جائیے اور اپنے کام پر دھیان دیجیے۔"

"آپ بھی اپنے "کام" پر دھیان دیجیے سر!" عروہ نے بہت معنی خیز لہجے میں کہا تو وہ یوں ہوگیا جیسے اس کی کوئی چوری پکڑی گئی وہ مسکراتی ہوئی اٹھی اور آفس سے باہر نکل آئی۔ احسن کی دھڑکنیں شور مچارہی تھیں اور وہ کیسی مطمئن سی اپنی سیٹ پہ آبیٹھی تھی۔ عروہ نے ونڈو سے دیکھا وہ بھی اسی کو دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے پر سٹپٹا گیا اور ٹیبل پر رکھی فائل کھول لی۔

"فکر نہ کریں سر! پردہ کھڑکی پر نہیں پڑے گا پردہ تو آپ کی عقل پر پڑے گا۔" عروہ نے دل میں کہا۔

"احسن ریاض! تم لڑکیوں کو کیش کراتے ہو اپنے کام کے لیے دیکھنا میں تمہیں تمہارے کیش سمیت اپنا اسیر بنالوں گی۔" عروہ اس وقت ماں اور مامی کی باتوں کے زیر اثر تھی اور ان کو خوشحال زندگی دینے کے لیے وہ احسن ریاض کو اپنے دام میں گرفتار کرنے کی ٹھان چکی تھی۔ اس نے اپنی خواہش اپنے خواب اپنی سوچ اپنا ضمیر سب کو نیند کی گولیاں دے کر سلادیا تھا۔ کوئی احساس اگر بیدار تھا تو وہ یہ تھا کہ اسے اپنی ماں کے لیے ماموں مامی کے لیے ڈھیر ساری دولت جمع

کرنی ہے جس سے وہ اپنی بیٹیوں کی شادی دھوم دھام سے
کرسکیں اور امی کی اپنا گھر بنانے کی خواہش بھی پوری
ہوسکے۔ دنیا میں اس کے پاس یہی دو رشتے تھے ماں اور
ماموں کے رشتے اور وہ ان رشتوں کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔
اور احسن ریاض اس کے عشق میں کھو گیا تھا وہ بھی اب
اسے کھونا نہیں چاہتا تھا وہ ساحرہ تھی جادوگرنی تھی اور اس کے
معصوم حسن کا جادو احسن پر چل گیا تھا۔ وہ اسے اپنے ہر انداز
میں حسین لگتی اور دلکش تھی۔

"احسن! تم ہار چکے ہو اور عروہ بڑا مقابلہ جیت گئی۔ وہ آئی
اس نے دیکھا اور فتح کرلیا اور عروہ جمشید کتنی بڑی فاتح ہے وہ
خود بھی اس بات سے بے خبر ہے۔" احسن نے خود کلامی
کرتے ہوئے کہا اور مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں بند
آنکھوں کے پیچھے بھی عروہ کی موہنی صورت مسکرا رہی تھی۔

❁.....❁.....❁

عروہ کو نوکری کرتے ہوئے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ
سلیمہ اور اسماء نے اسے آفس سے لون (قرض) لینے کے
لیے کہا۔

"امی! اتنی جلدی وہ مجھے لون نہیں دیں گے۔ 30 ہزار وہ
پہلے دن ہی دے چکے ہیں یوں سمجھیں کہ انہوں نے مہینے کی
تنخواہ ایڈوانس میں دے دی ہے میں کس منہ سے احسن
صاحب سے لون مانگوں؟"

"اس خوب صورت منہ سے میری بچی۔" اسماء نے اس
کی تھوڑی پکڑ کر اس حسین و صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے دلار
سے کہا تو سلیمہ بھی بول پڑیں۔

"ہاں عروہ بیٹی! سفینہ کا جہیز مکمل ہوجائے گا فرنیچر اور
ریفریجریٹر کا بندوبست کروا دو باقی کھانے کا خرچہ تمہارے
ماموں کرلیں گے۔"

"ہاں عروہ پلیز یہ انتظام کردو میں سمجھوں گی کہ میری
بہن نے مجھے شادی کا تحفہ دیا ہے تمہارا احسان ہوگا مجھ پر۔"
سفینہ نے اس کا ہاتھ تھام کر ملتجی لہجے میں کہا تو عروہ کا دل
تڑپ اٹھا۔

"سفینہ جی آپ کیسی باتیں کررہی ہیں آپ میری بہن
ہیں اور بہنوں کا ایک دوسرے پر احسان تھوڑی ہوتا ہے۔
آپ فکر نہ کریں ان شاء اللہ سب بندوبست ہوجائے گا۔"
عروہ نے محبت سے بھرے لہجے میں کہا۔

"تھینک یو عروہ! تم بہت اچھی ہو۔" سفینہ فرط مسرت
سے اس کے گلے لگ گئی۔

❁.....❁.....❁

احسن اور عروہ اپنی اپنی جگہ الجھے ہوئے تھے احسن اس
سے پیار کے اظہار کے موقع کی تلاش میں تھا اور عروہ اپنے
گھر والوں کے عشق میں ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے
چکر میں احسن ریاض کے سامنے اپنی خودداری اور عزت نفس
کا گلا گھونٹنے پر مجبور تھی۔ گلاس ونڈو سے احسن صبح سے اسے
دیکھ رہا تھا نوٹ کررہا تھا کہ وہ کچھ اپ سیٹ ہے اور عروہ کی
سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ احسن سے قرض کی بات کیسے
کرے؟ کبھی کسی سے کچھ مانگا نہیں تھا اور اب پیسوں کے
لیے کسی کے آگے دست سوال دراز کرنا اسے بے موت مار رہا
تھا مگر اس موت کو گلے تو لگانا ہی تھا۔ احسن سے ایک فائل پر
سائن کروانے تھے اور نیو کانٹریکٹ کی سمری بھی دکھانی تھی سو
وہ ہمت کرکے اس کے آفس میں چلی آئی بنا دستک دیئے بنا
اجازت لیے۔

"سر! یہ سمری چیک کرلیجیے اور اس فائل پر آپ کے دستخط
چاہئیں۔" عروہ نے دو فائلیں کھول کر اس کے سامنے رکھتے
ہوئے کہا احسن نے محسوس کیا اس کے ہاتھ ہی نہیں اس کی
آواز بھی کانپ رہی تھی۔

"اندر آنے کے لیے آپ نے مجھ سے اجازت طلب کی
اور نہ ہی میں نے آپ کو بلایا۔" احسن نے اسے دیکھتے ہوئے
آفس رول یاد دلایا تو وہ سر جھکا گئی۔

"بیٹھ جایئے مس جمشید!" احسن نے فائل پر سائن
کرتے ہوئے اس سے کہا تو وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ
گئی۔ احسن نے کن انکھیوں سے دیکھا وہ الجھی ہوئی دکھائی
دے رہی تھی۔ ہاتھ کانپ رہے تھے نچلا ہونٹ دانتوں سے
کاٹ رہی تھی بے چینی اور اضطراب اس کے ہر انداز سے
عیاں تھا۔

"مس جمشید۔"

"جی سر۔" وہ بوکھلا کر بولی۔

"کیا پریشانی ہے آپ کو؟" وہ پوری طرح اب اس کی جانب متوجہ تھا۔

"کک...... کچھ نہیں سر!" عروہ نے لرزتی آواز میں کہا۔

"کچھ تو ہے مس جمشید! آپ صبح سے اپ سیٹ دکھائی دے رہی ہیں' کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں۔" احسن اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"جی سر! وہ دراصل میری کزن...... میرا مطلب ہے میری بہن کی شادی ہے اگلے مہینے' کیا مجھے کچھ لون مل سکتا ہے؟" عروہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا تو احسن نے بغور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"لون......"

"میں جانتی ہوں سر کہ مجھے یہاں کام کرتے ہوئے ایک ہفتہ ہی ہوا ہے اتنی جلدی مجھے لون کے لیے کہنے کا کوئی رائٹ نہیں ہے۔ میں معافی چاہتی ہوں لیکن میرے پاس کوئی دوسرا آپشن جو نہیں ہے نا...... لون کے بدلے آپ میری سیلری مت دیجیے گا۔" عروہ نے ٹھہر ٹھہر کر اپنا مدعا بیان کیا' لہجے اور ہاتھوں پر بدستور کپکپی طاری تھی احسن کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی عروہ جمشید ہے جو جب چاہے جسے چاہے خاموش کروا سکتی ہے' اس تک کی بولتی بند کروانے اسے کھری کھری سنانے والی پُراعتماد اور نڈر عروہ جمشید......! جو اس وقت حالات کے ہاتھوں بے بس اس کے سامنے بیٹھی تھی' احسن کو عروہ سے دلی ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔

"کتنی رقم چاہیے آپ کو؟"

"سر! ڈیڑھ لاکھ...... فرنیچر اور فریج وغیرہ خریدنے کے لیے۔" عروہ نے اپنی آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کو بمشکل پلکیں جھپکا کر پیچھے دھکیلتے ہوئے بتایا تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے صرف رقم کا پوچھا تھا' رقم کا مصرف نہیں آپ مختصر بات نہیں کر سکتیں کیا؟"

"سوری سر!" وہ شرمندگی سے نظریں جھکا گئی۔ احسن کو لگا کہ وہ ابھی رو دے گی وہ جلد از جلد اس کی پریشانی دور کر دینا چاہتا تھا اس نے منیجر کو اسی وقت فون کیا۔

"منیجر صاحب! آپ کیشیئر کے پاس جائیں اور ڈیڑھ لاکھ کیش لے کر اسی وقت میرے آفس میں آ جائیں۔"

"سر پلیز یہ رقم مجھے منیجر صاحب کے سامنے مت دیجیے گا میں کسی قسم کا کوئی اسکینڈل افورڈ نہیں کر سکتی۔" عروہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے درخواست کی۔

"تو آپ کو کیا لگتا ہے مس جمشید! میں کوئی اسکینڈل افورڈ کرنے کی پوزیشن میں ہوں۔" احسن نے الٹا اسی سے سوال کیا تو وہ شرمندہ سی ہو گئی' نفی میں سر ہلا دیا۔

"آپ اپنے روم میں جائیں رقم آتی ہے تو میں آپ کو بلواؤں گا۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے سر!" عروہ بھی اٹھ کر جانے لگی پھر خیال آیا کہ اس کو شکریہ تو کہا ہی نہیں' تو اپنی بے مروتی اور کم عقلی پر ماتم کیا اور شکریہ کہنے کے لیے پلٹی تو وہ اس کے عین سامنے کھڑا تھا وہ گھبرا گئی۔

"اینی پرابلم۔" احسن نے اس کی جھکی آنکھوں میں تیرتے پانیوں کو بے قراری سے دیکھا تھا۔ عروہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تھینک یو ویری مچ سر!" اظہار تشکر کے طور پر عروہ کی آنکھوں سے دو آنسو بہہ نکلے تھے' احسن نے تڑپ کر بے اختیاری میں اس کے آنسو رخساروں سے اپنی انگلیوں میں جذب کر لیے۔

"نو...... رونا نہیں ہے آپ تو بہت بہادر لڑکی ہیں آپ روئیں گی تو ہم تو ٹوٹ ہی جائیں گے۔ جائیں اور بے فکر رہیں۔" احسن نے بہت محبت اور اپنائیت بھرے لہجے میں کہا تو وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی اپنے کیبن میں آ گئی۔ احسن نے اپنے ہاتھوں میں جذب اس کے آنسوؤں کی نمی کو اپنے چہرے پر آب حیات کی طرح مل لیا۔

عروہ نے الیاس بیگ کو فون کر کے اپنے آفس کے باہر آنے کا کہا تھا تاکہ وہ رقم لے کر ان کے ساتھ بازار جائیں

اور سفینہ کے جہیز کی مطلوبہ چیزیں خریدلیں۔ اسے رونا آرہا تھا اس نے اٹھ کر پردہ ونڈو پر کھینچ دیا اور پھر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ احسن نے ڈیڑھ لاکھ کی رقم کا لفافہ لے کر منیجر کو واپس بھیج دیا اور عروہ کو بلانے کا ارادہ کیا تو ونڈو پر پردہ پڑا دیکھ کر وہ ٹھٹکا۔

"اوہ..... یقیناً وہ رو رہی ہوگی مجھے خود ہی اس کے کیبن میں جانا چاہیے۔" احسن نے زیر لب کہا اور رقم کا لفافہ اٹھا کر اس کے کیبن میں داخل ہوا تو اسے بُری طرح روتے پایا۔ وہ بے قرار ہو کر تیزی سے اس کی جانب آیا۔

"مس جمشید! پلیز ریلیکس سنبھالیں خود کو یہ لیجیے ڈیڑھ لاکھ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ آپ کی پرابلم حل ہوگئی اور آپ رو رہی ہیں۔" احسن نے رقم کا لفافہ اس کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا۔

"زندگی میں پہلی بار..... کسی کے سامنے..... ہاتھ پھیلائے ہیں تو..... تو رونا تو آئے گا نا سر۔" عروہ نے روتے ہوئے اٹک اٹک کر کہا تو احسن کا دل چاہا کہ اسے اپنے سینے میں چھپالے اس کے سارے آنسو اپنے دامن میں جذب کرلے عروہ خود کو اس لمحے بے بسی کی انتہا پر محسوس کر رہا تھا۔

"بس او کے عروہ! کچھ نہیں ہوا میں ہوں نا تم اپنا ہر مسئلہ مجھ سے شیئر کرسکتی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں مجھے اپنا دوست سمجھو تم سمجھو کہ تم نے کسی اپنے سے اپنی پریشانی شیئر کی ہے پلیز روؤ نہیں۔" احسن نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بہت نرم اور محبت بھرے مخلصانہ لہجے میں کہا۔

"اپنے پن اور دوستی کا ناٹک کر کے رقم دے کر مجھ پر یہ احسان کر کے مجھے اپنے فائدے کے لیے استعمال کرے گا یا دی اور میں چونکہ اس کے احسانات تلے دبی ہوں گی اس کی بات ماننے پر مجبور ہو جاؤں گی یہی یقین احسن ریاض کو میرے ساتھ یہ نیکی کروا رہا ہے۔" عروہ نے دل میں سوچا۔

"لو پانی پیو۔" احسن نے پانی کا گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا اس نے خاموشی سے پانی پی لیا۔

"سر! آپ میری چار ماہ کی سیلری مت دیجیے گا لون کی رقم کاٹ لیجیے گا۔" وہ روتے ہوئے بولی تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"او کے فائن لیکن اس وقت تم رونا بند کرو پلیز۔"

"جی....." وہ جلدی سے اپنے ہاتھوں سے آنسو صاف کرنے لگی۔

❁.....❁.....❁

عروہ اور الیاس بیگ نے ڈیڑھ لاکھ کی اس رقم سے سفینہ کے جہیز کا فرنیچر خریدا۔ ریفریجریٹر خریدنے کے بعد اتنے پیسے ہی بچے تھے جن سے انہوں نے سب گھر والوں کے لیے کھانے کے لیے کچھ سامان لیا اور گھر واپس آگئے اور اس وقت بیگ ہاؤس میں سب خوشی سے کھلے جا رہے تھے سلیمہ نے تو مارے خوشی کے عروہ کا ماتھا چوم لیا۔ مونا' نگینہ' سفینہ' اسماء بھی بہت خوش تھیں اتنا شاندار سامان دیکھ کر سفینہ نے تو عروہ کو گلے لگالیا۔

"تم بہت اچھی بہن ہو میری' تم نے مجھے خوشی دی ہے عروہ ان شاء اللہ تمہیں بھی بہت خوشیاں ملیں گی۔"

"ان شاء اللہ! عروہ نے تو میرے کندھوں کا بوجھ آدھا کردیا' یہ تو بیٹا ثابت ہوئی ہے۔" الیاس نے اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر دل سے کہا۔

"خیر اس ناخلف بیٹے سے تو تشبیہ نہ دیں آپ عروہ کو یہ تو احساس ذمہ داری اور محبت کی بات ہے' جو عروہ نے ہمارے لیے اتنا کچھ کیا ہے وہ سگا بیٹا ہو کر ماں باپ' بہنوں کو بھول گیا۔ مہینے میں ایک فون کر کے سمجھتا ہے فرض ادا ہوگیا۔" سلیمہ نے جلے دل کے ساتھ کہا تو وہ بھی بدمزا ہو گئے۔

"اچھا چھوڑو یہ باتیں چلو سب کے لیے کھانا لگاؤ۔" الیاس بیگ نے بات بدل دی۔

"عروہ تم نے تو ایک دن میں بلکہ چند گھنٹوں میں ہی یہ کام کر دکھایا' ہمیں تو اتنی جلدی رقم کا بندوبست ہونے کی امید نہیں تھی۔" اسماء نے عروہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں واقعی عروہ بیٹی! تم نے تو کمال کردیا' جیتی رہو بس۔" سلیمہ کی خوشی دیدنی تھی اور عروہ اندر سے اتنی ہی بجھی بجھی سی تھی۔

"امی! میں نے خود سے کچھ نہیں کیا بس اللہ نے کرم

کردیا کہ احسن صاحب نے میری بات سن کر لون دے دیا۔" عروہ نے بےکل ہوکر کہا تو وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

"ارے بیٹی لون کیوں؟ تم ان پیسوں کو اپنا حق سمجھو احسن ریاض نے تمہیں فوراً ڈیڑھ لاکھ تھما دیے تو اس کے پیچھے کوئی تو وجہ ہوگی نا۔" سلیمہ نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ کھڑی ہوگئی۔

"وجہ کیا ہوتی ہے مامی! وہ مجھے اپنے احسانات تلے دبا کر مجھ سے اپنی مرضی کے کام نکلوائے گا۔" عروہ یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی تو اسماء بولیں۔

"کہاں چلیں عروہ! کچھ تو کھالو۔"

"امی! میرے سر میں درد ہو رہا ہے تھک گئی ہوں اب سوؤں گی۔" عروہ نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"عروہ بیٹا! سر درد کی گولی دوں تمہیں؟" سلیمہ نے بھی محبت جتائی۔

"نہیں مامی! میں سوؤں گی تو درد ٹھیک ہوجائے گا۔"

"اچھا بیٹی سو جاؤ۔" سلیمہ نے مسکراتے پیار لٹاتے لہجے میں کہا۔

"سفینہ بیٹی! عروہ کے لیے الگ سے رکھ دینا جب جاگے گی تو کھالے گی۔" الیاس بیگ نے کھاتے ہوئے کہا۔

"اچھا ابو!" سفینہ نے جواب دیا۔ اسماء تو خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھیں کہ ان کی بیٹی کی بدولت ان کے بھائی کے گھر میں خوشیاں بکھر گئی تھیں۔

عروہ بستر میں لیٹی بے آواز اشکبار تھی اسے بہت افسوس ہو رہا تھا اپنی ماں اور مامی کی سوچ پر وہ تو یہی سمجھ رہی تھیں کہ اس نے احسن ریاض کو اپنی ادائیں دکھا کر رجھا کر ڈیڑھ لاکھ حاصل کیے ہیں ان کو اس بات کا ذرا بھی احساس نہیں تھا کہ آج وہ احسن ریاض کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اپنی ہی نظروں میں گر گئی تھی۔ اپنی کمزوری اس کے ہاتھ میں دے آئی تھی۔ اس کی مقروض بن گئی تھی اندر سے کتنی ٹوٹ گئی تھی بکھر گئی اس کا احساس کسی کو نہیں تھا حتیٰ کہ اس کی اپنی ماں کی آنکھوں میں بھی شاندار فرنیچر دیکھ کر کیسی چمک آ گئی تھی اور ان کی آنکھیں اپنی بیٹی کی آنکھوں کی سرخی اور سوجن نہیں دیکھ سکی تھیں جو رونے سے ایسی ہوگئی تھیں۔

"عروہ جمشید! تم سے اپنے گھر والوں کی خوشی نہیں دیکھی جارہی تم نے اگر ان سب کی خوشی کے لیے قرض لے لیا تو کیا ہوا ان سب کی خوشی سے بڑھ کر تو کچھ نہیں ہے نا نہ تم اور نہ تمہاری انا اور عزتِ نفس۔ تمہیں اگر اس گھر میں رہنا ہے تو یہ سب تو سہنا ہوگا ضمیر کو سلانا ہوگا اب تم پابند ہو ان سب کی بھی اور احسن ریاض کی بھی' گھر والے تمہیں نوٹ چھاپنے والی مشین سمجھتے ہیں اور یہ سلسلہ اب رکے گا نہیں' سفینہ کے بعد نگینہ اور مونا کی شادیاں بھی ہونی ہیں اور تم ماموں مامی کے لیے وہ چیک بک ہو جسے وہ حسبِ ضرورت کیش کراتے رہیں گے۔ ایک چھت تلے رہنے کی اتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑے گی تمہیں' تحفظ کی چھت کی قیمت اپنا آپ بیچنے سے ہے یہاں' یہ حسن یہ جوانی بکاؤ مال ہے ان کی نظر میں۔" عروہ کا ضمیر اسے آئینہ دکھا رہا تھا جس میں اسے اپنا اور گھر والوں سب کا مستقبل اور چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دکھی ہوگئی اور روتے روتے سوگئی۔

❁ ❁ ❁

عروہ آفس میں ایک میٹنگ اٹینڈ کرنے کے بعد اپنے کیبن میں آئی تو احسن نے اسے بلالیا۔

"جی سر!" وہ اس کے روم میں داخل ہوئی۔

"بیٹھیے۔" احسن نے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ آرام سے بیٹھ گئی۔ احسن نے اس کا بغور جائزہ لیا میرون شرٹ اور سیاہ ٹراؤزر میں وہ اسے بے حد دلربا لگ رہی تھی۔

"لگتا ہے تم ساری رات روتی رہی ہو' ٹھیک سے سو نہیں سکیں۔" احسن نے اس کی آنکھوں میں بچھا سرخ لکیروں کا جال دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی سر!"

"کیوں؟ اب تو کوئی پرابلم نہیں ہے نا' ڈیڑھ لاکھ میں سب خریداری ہوگئی ہوگی۔"

"جی سر ہوگئی اور سب گھر والے بہت خوش ہیں' آپ کا شکریہ سر!" عروہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"گیا مائی ویری ویلکم۔" احسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آل ویز۔"

"لیس......"

"لیکن کیوں سر؟"

"کیونکہ تم ایک اچھی لڑکی ہو اور اچھے لوگوں کے کام آ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔" احسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا' اپنے دل کی بات فی الحال اس نے بتانا مناسب نہ سمجھا۔

"سر! آپ اس احسان کے بدلے مجھ سے کوئی الٹا سیدھا کام کرانے کا ارادہ تو نہیں رکھتے۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

"آپ کو میں اس قسم کا آدمی دکھائی دیتا ہوں؟"

"نہیں سر! لیکن اس روز آپ نے مجھے اس شیطان بے ایس خان کے گھر جو بھیج دیا اور ڈرائیور بھی مجھے وہاں چھوڑ کر جا رہا تھا۔" اس نے فوراً اپنی بات کا جواز پیش کیا۔

"مٹی ڈالیں اس بات پر اور یہ بتائیں کہ آپ کے گھر میں کتنے افراد ہیں؟" احسن نے اس بات کو جان بوجھ کر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا تو وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"سر! میرا کوئی گھر نہیں ہے' ابا کے انتقال کے بعد ان کے بھائیوں نے ہمارا گھر ہم سے چھین لیا۔ میں اور امی اپنا سامان لے کر ماموں کے گھر آ گئے' مامی کو ہم ماں بیٹی کا وہاں آنا کچھ اچھا نہیں لگا تھا مگر پھر بھی انہوں نے ایک کمرا ہمیں دے دیا۔ اسی لیے میں نے جاب تلاش کرنا شروع کر دی تھی تاکہ ہم ماں بیٹی ماموں پر بوجھ نہ بنیں۔ ماموں جنرل اسٹور چلاتے ہیں' ان کا بیٹا دبئی میں ہے پر وہ گھر والوں کو بھول چکا ہے۔"

"اور آپ اپنے ماموں کا بیٹا بننے کی کوشش کر رہی ہیں اس کے حصے کی ذمہ داری نبھا کے ہے نا۔" احسن نے اس بات کی تہہ تک پہنچ کر کہا۔

"شاید اصل میں ہمارا کوئی اور سگا رشتے دار نہیں ہے سوائے ماموں کے' ہوتا بھی تو اپنے گھر کون رکھتا ہمیں؟ ماموں کے گھر کی چھت کا تحفظ تو مل گیا ہے لیکن امان نہیں ملی' جب سے جاب ملی ہے تب سے کچھ اطمینان ہوا ہے کہ میں اپنا بوجھ خود اٹھا سکتی ہوں۔" عروہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ہوں۔" احسن نے اپنے ہاتھوں سے تکون بناتے ہوئے ٹیبل پر کہنیاں رکھیں اور اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"اگر میں آپ کو علیحدہ گھر لے دوں تو آپ کی اپنے ماموں کے گھر کی ذمہ داریوں سے جان چھوٹ سکتی ہے۔"

"سر...... آج کل علیحدہ گھر لینا کوئی مذاق نہیں ہے آپ نے جو احسان کر دیا ہے وہی بہت ہے میرے لیے۔" عروہ نے سنجیدگی سے جواب دیا ورنہ دل تو اس کا بھی چاہتا تھا کہ وہ اپنے الگ گھر میں رہے جہاں سے نکالے جانے کا ڈر نہ ہو وہ اپنی مرضی سے سوئے جاگے جہاں مرضی آئے اٹھے بیٹھے۔

"میں آپ پر کوئی احسان نہیں کر رہا مس جمشید! میں آپ کو کمپنی کی طرف سے فرنشڈ گھر آفر کر رہا ہوں' آپ چاہیں تو کل ہی اس گھر میں شفٹ ہو سکتی ہیں اور آج بلکہ ابھی میرے ساتھ چل کر وہ گھر دیکھ لیجیے۔" احسن نے اس کے سندر چہرے کو تکتے ہوئے بولا تو اس نے احسن کو دیکھا۔

"سر آپ مجھ پر اتنی مہربانی کیوں کر رہے ہیں؟"

"آپ نہیں جانتیں کیا؟" احسن نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ سٹپٹا کر کھڑی ہو گئی۔

"سر...... میں چلتی ہوں۔" وہ کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔

"اس وقت آپ میرے ساتھ چل رہی ہیں۔" وہ بھی کھڑا ہو گیا۔

"کہاں؟"

"جہاں میں لے جاؤں۔" وہ اس کی طرف آتے ہوئے بولا۔

"اس کا اختیار تو آپ کو حاصل نہیں ہے۔"

"تو دے دو نا یہ اختیار بھی مجھے' تم نے اپنے اختیار میں کر لیا ہے' جو چاہو منوا لو مگر مجھے بھی تو کچھ اختیار دے دو اپنی ذات کے حوالے سے۔" احسن نے اس کے روبرو کھڑے ہو کر اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بے خودی سے لہجے میں کہا تو عروہ کے بدن میں آگ سی سرایت کر گئی۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"مجھے جانے دیں سر پلیز۔" عروہ نے سٹپٹائے لہجے میں کہا۔

"کہاں جاؤ گی؟" احسن نے اس کے بالوں کو چھوا۔

"گھر......"

"تو میرے گھر چلو جو نجانے کب سے تمہارا منتظر ہے۔" احسن بے اختیار ہوتے ہوئے بولا۔

"سر کیا ہو گیا ہے آپ کو؟" وہ متوحش ہو کر بولی۔

"مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے۔" احسن نے اس کا ہاتھ تھاما جسے عروہ نے فوراً چھڑا لیا۔

"پلیز سر! مجھ پر یوں مہربان مت ہوں۔" عروہ نے کہا۔

"محبت مہربان نہ ہو ایسا ممکن ہے کیا؟"

"عروہ جو ماں اور مامی چاہتی ہیں وہی ہو رہا ہے تم کیوں گھبرا رہی ہو احسن تو خود بخود تمہارے عشق میں گرفتار ہو گیا ہے بس مدوا فائدہ اس سنہرے موقع سے۔" عروہ کے دماغ نے اسے جگاتے ہوئے کہا مگر زبان کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔

"سر! کسی نے دیکھ لیا تو وہ کیا سوچے گا؟ آپ کو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ آپ مرد ہیں اور مالک ہیں اس کمپنی کے مگر میں بدنام ہو جاؤں گی میری عزت دو کوڑی کی ہو جائے گی۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا عروہ! میرا یقین کرو میں تمہیں عزت بنا کے رکھوں گا بہت عزت کرتا ہوں میں تمہاری۔ مجھے تو شاید برسوں سے تمہارا ہی انتظار تھا میں تمہاری عزت پر آنچ بھی نہیں آنے دوں میں تمہیں اپنی دلہن بنا کر اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں۔" احسن نے اس کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"دلہن بنا کر......؟" عروہ کو اس سے اتنی جلدی اس بات کی توقع نہیں تھی۔ توقع تو خود احسن کو بھی نہیں تھی کہ وہ ایک دم سے اسے اپنے دل کی بات بتا دے گا شاید وہ اسے پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا اس کے اطراف خوشیوں کا حصار کھینچنا چاہتا تھا اور اس کے چہرے اور آنکھوں سے اس کی باتیں سچ محسوس ہو رہی تھیں مگر دماغ کہہ رہا تھا کہ ہو نہ ہو وہ ان پیار بھری باتوں سے اسے اپنے دام میں پھنسانا چاہتا ہے۔ مراعات دے کر اپنے مفادات پورے کرانا چاہتا ہے۔

"ہاں عروہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں' کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟" احسن نے مسکرا کر پوچھا۔

"مجھے گھر جانا ہے سر!" عروہ کانپتی آواز میں بولی۔

"گھر...... میرے گھر چلو گی نا' میں تمہیں تحفظ کی چھت دوں گا تمہاری اپنی چھت جہاں سے کوئی تمہیں جانے کے لیے نہیں کہے گا۔" احسن نے تیزی سے کہا۔

"فی الحال تو آپ مجھے میرے ماموں کے گھر جانے دیں۔"

"فی الحال...... مطلب کہ مستقبل میں تم میرے ساتھ میرے گھر جانا وہاں رہنا پسند کرو گی۔" وہ خوش دلی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"مستقبل کا کسے پتا ہے سر! یہاں کل کیا ہو کس نے جانا' اللہ حافظ۔" عروہ اپنی بات ختم کر کے وہاں سے ایسی دوڑی کہ گھر پہنچ کر ہی دم لیا۔

"کہیں میں نے جلدی تو نہیں کر دی عروہ! مجھے غلط سمجھ رہی ہے اس میں اس کا قصور بھی نہیں ہے میں نے جس طرح اسے جے ایس خان کے گھر بھیجا تھا وہ تو ایسا سوچے گی ہی' لیکن یہ سچ ہے کہ میں اس سے بہت پیار کرنے لگا ہوں' لمحوں کی بات تھی ساری' محبت شاید اسی طرح ہوا کرتی ہے اچانک سے بنا بتائے' بنا سوچے سمجھے' بے اختیاری میں ہو جانے والی اور مجھے عروہ سے محبت ہو گئی ہے۔ بس اسے یقین ہو جائے۔" احسن نے خود کلامی کی تھی۔

❁......❁......❁

احسن رات کو سونے کے لیے بیڈ پر آیا تو عروہ کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ ادھر عروہ اپنے ہاتھوں میں اب تک احسن کے ہاتھوں کا لمس ان کی حرارت محسوس کر رہی تھی۔ دل اس کی باتوں پر یقین کر رہا تھا بڑے سہانے خواب دکھلا رہا تھا جب کہ دماغ اور حالات ان سب باتوں کی نفی کر رہے تھے۔

"عروہ جمشید! احسن ریاض سے تمہیں صرف اپنا

خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
July 2014
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM

مطلب پورا کرنا ہے اتنی جلدی اگر احسن کا مقصد پورا ہوگیا تو وہ تمہارے گھر کے مسائل حل کرنے میں تمہاری مدد نہیں کرے گا اسے تو صرف تم سے غرض ہے اور تم نے اس کے بزنس سے اپنے گھر والوں کی غرض اور ضروریات پوری کرنی ہے اور ایسا اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم احسن ریاض کو لٹکائے رکھو اگر تم نے فوراً اس کی محبت قبول کرلی یا خود اس سے اظہار محبت کردیا تو وہ فوراً شادی کرنے کا کہے گا اور اگر شادی محض ڈرامہ ہے تو بھی جب تک تم اس سے کھنچی کھنچی رہو گی وہ تمہارے قریب آنے کی کوشش کرے گا اور جب تک اس کی طلب پوری نہیں ہوگی وہ تمہارے لیے سب کچھ کرتا رہے گا لیکن اگر اس کی طلب پوری ہوگئی اس کی بھوک' پیاس مٹ گئی تو وہ تمہاری طرف آنکھ اٹھا کے دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا۔ تمہیں سمجھ داری سے احسن کو ہینڈل کرنا ہے خود کو تر نوالہ نہیں بنانا۔" عروہ کے دماغ نے اسے سمجھایا۔

"عروہ بیٹا! نیند نہیں آرہی کیا؟" اسماء نے کروٹ بدلی تو اسے جاگتے دیکھ کر پوچھا تو وہ چھت کو تکتے ہوئے بولی۔

"نہیں امی...... امی مجھے کمپنی نے فرنشڈ گھر کی آفر کیا ہے۔"

"کمپنی نے یا احسن نے؟" اسماء مارے خوشی کے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

"کمپنی نے......"

"ایک ہی بات ہے بیٹا! مجھے یقین تھا کہ تم اس امیر زادے کو جلد ہی اپنے قابو میں کرلو گی۔" اسماء نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"امی! میں نے کچھ غلط نہیں کیا کمپنی کے دوسرے ملازمین بھی کمپنی کی طرف سے دیئے گئے گھروں میں رہتے ہیں میں کوئی پہلی نہیں ہوں۔" عروہ نے تیز لہجے میں کہا اسے بہت برا لگا تھا کہ اسماء نے اس کے کردار کو کیا سمجھ لیا تھا یہ تو قدرت کا کرشمہ تھا کہ احسن ریاض اس پر مہربان ہوگیا تھا۔

"اوہو...... اچھا چھوڑو اس بات کو گھر دیکھا تم نے کیسا ہے؟" اسماء نے اسے ناراض دیکھ کر پیار سے پوچھا۔

"نہیں دیکھا لیکن آپ سامان پیک کرنا شروع کردیں ہم دو تین دن میں اس گھر میں شفٹ ہوجائیں گے اور ماموں مامی کے احسان کی اس چھت سے بھی ہمیں نجات مل جائے گی۔" عروہ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہ بچی میں تو یہاں سے نہیں جانے کی۔"

"لیکن کیوں امی۔"

"وہ اس لیے میری بھولی بچی کے وہ گھر تو کمپنی کا ہے نا تو ایک سال بعد جب تمہاری نوکری ختم ہوجائے گی تو کمپنی تم سے اپنا وہ گھر بھی واپس لے لے گی پھر کیا ہوگا؟ پھر ہم لوٹ کے بدھو گھر کو آئے کی مانند اسی گھر میں واپس آئیں گے نا اور ہنسی الگ اڑائیں گی بھابی بیگم ہماری کہ بڑی گئی تھیں اپنے گھر رہنے کے لیے۔" اسماء نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"امی تب تک ہم کوئی اور بندوبست کرلیں گے کم از کم ہم پر ماموں کا احسان تو نہیں رہے گا۔"

"ارے احسان کیسا؟ ڈیڑھ لاکھ کے مقروض ہیں وہ ہمارے یہ کوئی معمولی رقم نہیں ہے احسان تو ہمارا ہے اب ان پر تم نے دیکھا نہیں کیسے تمہاری مامی اور کزنز تمہارے آگے پیچھے پھرتی ہیں اب یہ سب پیسے کا کمال ہے میری بچی! ہاں اگر اپنا گھر ہوتا احسن ریاض نے کوئی گھر نام کردیا ہوتا تب تو بات تھی۔" اسماء کی باتوں نے اسے مزید ڈسٹرب کردیا۔

"امی! اللہ نے ہمیں ہماری اوقات سے بڑھ کر دیا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کریں' چار دن کی نوکری میں میرا باس مجھے ایک گھر خرید کے میرے نام کردے کیوں...... ایسا کیا کیا ہے میں نے اس کے لیے؟" عروہ نے سپاٹ اور اکھڑے لہجے میں کہا۔

"یہ تو تم ہی جانو کے ایسا کیا' کیا ہے تم نے اس کے لیے کہ وہ تمہیں گھر آفر کررہا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ جلد ہی وہ تمہیں شادی کے لیے بھی کہہ دے گا۔" اسماء نے شکی لہجے میں کہا اور ہنسنے لگیں عروہ شرم سے پانی پانی ہوگئی۔

"وہ مجھے پرپوز کرچکا ہے۔"

"ہائیں...... سچ...... " اسماء نے دیدے مٹکائے۔

"جی۔" اس نے منہ بسور کر کہا۔

"تو پھر کہتی ہو کہ میں نے کچھ نہیں کیا اب دس دن میں

دولت منہ آ دی ہماری مٹھی میں ہے اور......"

"پلیز امی بس کیجیے شرم آ رہی ہے مجھے آپ اپنی بیٹی کو ایک بازاری عورت سمجھ رہی ہیں جو اداؤں دکھا کر اپنا جسم بیچ کر دولت جمع کرتی ہے۔"

"ارے تم تو جذباتی ہو رہی ہو میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔" اسماء نے عروہ کے غصے میں بولنے پر بوکھلا کر کہا۔

"آپ کا جو بھی مطلب تھا میں خوب سمجھتی ہوں۔" وہ اٹھ کر پانی پینے گئی۔

"تو پھر وہ گھر اپنے نام کروالونا۔" اسماء نے ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ پانی پی کر بولی۔

"نام بھی ہو جائے گا فی الحال تو وہاں جانے کی تیاری کریں آپ۔"

"میں نے کہہ دیا نا میں وہاں نہیں جاؤں گی تم تو صبح سے شام تک آفس میں ہوتی ہو گھر میں سارا دن اکیلی کیا کروں گی؟" اسماء نے اٹھ مار لہجے میں کہا۔

"وہی جو ابا کی زندگی میں کیا کرتی تھیں پہلے بھی تو آپ صبح سے شام تک گھر میں اکیلی ہی رہتی تھیں۔" عروہ نے سنجیدگی سے جواب دیا تو اسماء کھسیانی سی ہو گئی۔

"میں نے تمہیں وجہ بتا دی ہے کل کو تمہاری نوکری چھوٹ جاتی ہے تو گھر بھی چھوٹ جائے گا اور اگر تمہاری شادی ہو گئی تو میں کہاں جاؤں گی؟"

"اگر...... یعنی آپ کو یقین نہیں ہے کہ میری شادی ہو گی یا میری شادی کرنے کی خواہش نہیں ہے آپ کو بلکہ آپ کو یہ ڈر ہے کہ اگر میری شادی ہو گئی تو آپ کہاں رہیں گی آپ کا گزارہ کیسے ہوگا؟" عروہ نے تاسف سے انہیں دیکھا۔

"ظاہر ہے اسی لیے میں یہاں سے نہیں جانا چاہتی کل کو بھائی بھابی بھی کہیں گے کہ اپنے مطلب کو جب دل چاہا بوریا بستر سمیٹ کر چلی آتی ہے بھائی کا گھر ہے یہاں سو باتیں بھی سن کے رولوں گی مگر یہاں سے بار بار جانے آنے کے کھیل میں اپنی عزت نہیں گنوانی مجھ کو۔ تمہیں تو بس وہ نظر آ رہا ہے جو سامنے ہے اور میں دور تک دیکھ رہی ہوں۔ ہم اکیلی عورتوں کو یہ معاشرہ چین سے نہیں جینے دے گا مرد کا ساتھ ہر عمر میں ہر حال میں عورت کے لیے ضروری ہوتا ہے خواہ وہ مرد بھائی ہو باپ ہو یا بیٹا۔" اسماء نے سنجیدگی سے جواب دیا تو گہرا سانس لبوں سے خارج کرتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔"

"کوشش کرو کہ یہ جاب پکی ہو جائے۔" اسماء نے کہا۔

"ہاں ظاہر ہے ماموں کی بیٹیوں کی شادی کے اخراجات اب مجھے ہی تو پورے کرنے ہیں۔ اپنی ایک ضرورت کی خاطر مجھے ان کی ہزار ضرورتیں پوری کرنا ہوں گی۔" عروہ نے تلخی سے کہا اور بستر میں لیٹ گئی۔

"عروہ میری جان! غصہ نہیں کرتے تم ہی تو مجھے کتاب میں سے پڑھ کر اقوال زریں سنایا کرتی تھیں کہ اگر کوئی تم کو صرف اپنی ضرورت کے وقت یاد کرتا ہے تو پریشان مت ہونا بلکہ فخر کرنا کہ اس کو اندھیروں میں روشنی کی ضرورت ہے اور وہ روشنی تم ہو۔" اسماء نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"ہاں بہت اچھے لوگ ہیں آپ کو اپنے مطلب کے لیے قرآنی آیات' احادیث اور خلفاء راشدین کے فرمودات اور اقوال زریں یاد آنے لگتے ہیں' یہ رشتے بلیک میل کرنے کے لیے ہی ہوتے ہیں کیا؟" عروہ نے اسماء کو کوئی جواب نہیں دیا لیکن دل ہی دل میں وہ خود سے ضرور سوال کر رہی تھی' وہ اس وقت سونا چاہتی تھی مگر نیند اس سے آج پھر روٹھ گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

آفس کے ضروری کام نمٹانے کے بعد عروہ نے جوس منگوایا' اپنے کیبن میں بیٹھ کر جوس پیتے ہوئے اس نے اخبار کھولا تو اخبار کی تہہ میں ایک پمفلٹ رکھا تھا۔ عروہ نے اٹھا کر پڑھا "برائٹ اسٹوڈنٹ اکیڈمی" کا اشتہار تھا یہ اکیڈمی کمپنی آفس سے زیادہ دور نہیں تھی اور اکیڈمی کو میتھ اور انگلش پڑھانے کے لیے اساتذہ کی ضرورت تھی۔ ایک خیال بجلی کی طرح عروہ کے ذہن میں کوندا اس نے اسی وقت دیے گئے فون نمبر پر کال کر کے اکیڈمی کے پرنسپل سے بات کی' ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ پمفلٹ اپنے بیگ میں

رکھ لیا۔ اس نے ٹیبل کی دراز کا لاک کھول کر اپنی فائل نکالی جس میں اس کا سی وی موجود تھا' آفس سے واپسی پر وہ برائٹ اسٹوڈنٹ اکیڈمی گئی' پرنسپل نے سی وی دیکھنے اور انٹرویو کے بعد جاب دے دی۔ اکیڈمی میں اسے شام چھ بجے سے رات آٹھ بجے تک اسٹوڈنٹس کو میتھ اور انگلش پڑھانا تھا اور ماہانہ پندرہ ہزار تنخواہ طے پائی تھی۔

"امی آج واپسی پر مجھے دیر ہو جائے گی۔" صبح اس نے تیار ہوتے وقت اسماء سے کہا۔

"کتنی دیر ہو جائے گی؟"

"نو بج سکتے ہیں۔"

"لگتا ہے آج باس کے ساتھ ڈنر پر جانا ہے۔" اسماء نے شوخ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو ان کی مسکراہٹ اور لہجے پر عروہ کا دل بہت برا ہوا۔

"جی نہیں میں آج سے آفس کے بعد اکیڈمی میں پڑھانے جایا کروں گی تاکہ کمپنی کا لون میری تنخواہ سے کٹتا رہے اور اکیڈمی کی کمائی ہماری ضرورت پوری کرتی رہے۔" عروہ نے ناشتے کی ٹرے سرکاتے ہوئے بتایا۔

"افوہ...... کیا ضرورت ہے اتنی مغز ماری کرنے کی' کہا بھی تھا کہ وہ ڈیڑھ لاکھ قرض مت سمجھو اسے اپنی محبت کا ناٹک کر کے احسن ریاض سے معاف کروالو مگر تمہیں تو ایمان داری اور پارسائی کا خبط ہو گیا ہے۔" اسماء نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا تو سلیمہ نے آواز سن کر چلی آئیں اور کہنے لگیں۔

"عروہ بیٹی! تم بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کی بجائے سب کچھ اپنے ہاتھ سے ڈبو دو گی' اتنی محنت کر کے اپنی صحت اور یہ رنگ روپ برباد کر لو گی۔ گولی مارو اکیڈمی کی نوکری کو اور احسن ریاض جو دیتا ہے رکھ لو اور جو تمہیں چاہیے وہ اس سے نکلوالو پیار سے محبت سے سمجھداری سے' کیا سمجھیں۔"

"سمجھ گئی' اللہ حافظ۔" عروہ نے نہایت سنجیدگی سے کہا باہر کمپنی کی گاڑی ہارن پہ ہارن دے رہی تھی وہ چادر اوڑھتی ہوئی باہر نکل آئی۔

"تم نے گھر میں شفٹ ہونے سے متعلق کچھ سوچا؟" کمپنی کا پروڈکشن سینٹر کا راؤنڈ لے کر واپس آتے ہوئے احسن نے عروہ سے دریافت کیا۔

"ہمیں کمپنی ہوم میں شفٹ نہیں ہونا سر!"

"کیوں؟" احسن نے حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس نے اسماء کی کہی گئی بات اس کے گوش گزار کر دی۔

"ہوں تو یہ بات ہے۔" احسن پرسوچ انداز میں بولا۔

"ٹھیک ہے میں وہ فرنشڈ گھر قانونی طور پر تمہارے نام کر دیتا ہوں اور کمپنی تمہیں کبھی فارغ نہیں کرے گی یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔"

"نو تھینک یو سر! میں اتنا بوجھ اٹھانے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔" وہ اس کے ساتھ اس کے روم میں داخل ہوتے ہوئے بولی تو وہ بے کلی سے بولا۔

"بوجھ......؟ تم میری محبت کو بوجھ کہہ رہی ہو۔"

"آج کل محبت بھی مفاد کا دوسرا نام ہے سر! اور آپ تو ایک بزنس مین ہیں ناں پھر یہ نوازشیں کیوں کر رہے ہیں مجھ پر؟ اپنے کسی فائدے کے بغیر آپ میرا فائدہ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟" عروہ نے نہایت سنجیدگی سے سوال کیا' احسن کو دکھ ہو رہا تھا وہ اس کے خلوص و محبت پر شک کر رہی تھی۔ احسن نے عروہ کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے دھیمے پن سے کہا۔

"عروہ ڈیئر! خلوص کوئی کاروبار نہیں ہے جہاں لین دین ہوتا ہے۔ یہ ایک پرخلوص جذبہ ہے۔ جس میں کسی صلے کی توقع کے بغیر آپ اپنا آپ وقف کرتے ہیں۔"

"تھینک یو ویری مچ سر! میں آپ کے جذبات کی قدر کرتی ہوں لیکن میں سر جھکا کر جینا نہیں چاہتی۔"

"کس نے کہا کہ مجھ سے یہ مراعات لینے سے تمہارا سر جھک جائے گا۔" احسن نے قدرے دھیمے لہجے میں استفسار کیا۔ "جانتی ہو میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں؟"

"آپ جانتے ہیں نا میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔" عروہ نے فوراً کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"تو کیا ہوا محبت میں انسان بدلے کی محبت کی خواہش اور توقع تھوڑی رکھتا ہے' جس سے عشق ہو جائے تا بس پھر

اس کی خوشی ہر شے سے مقدم ہوجاتی ہے۔ آپ کا محبوب کیا چاہتا ہے' کیوں ہنستا ہے' کیوں روتا ہے اس کے ہر انداز سے عشق ہوجاتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ہمارا پیارا محبوب کبھی دکھی نہ ہو' کبھی روئے نا' کبھی پریشان نہ ہو۔ اس کا ہر دکھ ہم اپنے دل پر لے لیں اس کا ہر اشک اپنی آنکھوں میں بھر لیں' اس کی ہر پریشانی خود پر جھیل لیں' تمہارے لیے میری محبت بھی ایسی ہی ہے۔"

"آپ....." وہ ششدر سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم مجھے کچھ نہ دو عروہ مگر میرا سب کچھ لے لو میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں' تم میرے لیے ایسی ہو جیسے بہت تیز بارش کے بعد دھوپ کی پہلی کرن اور بہت رونے کے بعد ہلکی سی ہنسی' بہت شور کے بعد سکون کا اک پل' بہت دکھ کے بعد خوشی کا اک لمحہ جو انسان کی زندگی کے لیے اہمیت رکھتا ہے ویسے ہی میرے لیے تم ہو۔" احسن کا عاشقانہ لہجہ عروہ کے روم روم میں جلترنگ بجا رہا تھا۔ حیا و گھبراہٹ اور بے چینی کی ان دیکھی آگ اس کے پورے وجود میں سرایت کرگئی تھی۔ اس کی پلکوں سے آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔

"اپنے سارے آنسو مجھے دے دو عروہ!" وہ بہت محبت سے کہہ رہا تھا اور عروہ اپنے آنسو پونچھتی تیزی سے اندر آگئی تھی۔

❁....❁....❁

عروہ ذہنی اور قلبی طور پر بہت زیادہ مضطرب تھی' کبھی اسماء' سلیمہ اور انیاس بیگ کی باتیں اسے دکھی اور آزردہ کردیتیں تو کبھی احسن ریاض کی وارفتگیاں' مہربانیاں اور اس کی محبتیں اسے پاگل کرنے لگتیں۔ اسکی سمجھ میں نہ آتا کہ کون اس کے ساتھ مخلص ہے اس سے محبت کرتا ہے اور کون غلط ہے؟ اسماء سمیت سب گھر والے احسن ریاض کی عروہ پر نوازشوں کو اس کی اداؤں اور قاتل حسن کی کارستانی سمجھتے تھے اور یہ بات اسے بہت تکلیف دیتی تھی اور احسن ریاض الگ ایک امتحان کی طرح اس پر مسلط تھا ہر پل اس پر اپنی محبتوں اور مہربانیوں کے دروازے کھلے رکھتا اور اس نے دوسرے دن ہی ایک فرنشڈ گھر عروہ کے نام کردیا تھا اور عروہ کو قانونی طور پر اس گھر کی مالک بنادیا تھا۔ عروہ مکان کے کاغذات کی فائل گھر لے آئی اور بہت احتیاط سے سب سے چھپا کر اپنے سوٹ کیس میں رکھ دی تھی اس کا دل احسن کی یہ مراعات لینے پر آمادہ نہ ہوتا مگر اسے گھر والوں کی خاطر اپنے دل اور ضمیر دونوں کی آواز پر کان بند کرنا پڑتے۔

سفینہ کی شادی دھوم دھام سے ہوگئی ساتھ ہی نگینہ اور عروہ کے دو تین رشتے آگئے۔ عروہ کے رشتوں کو تو صاف منع کردیا گیا جب کہ نگینہ کے رشتے کے سلسلے میں بات چیت جاری تھی' یہ دوغلا پن رشتوں اور محبتوں میں یہ تضاد و منافقت عروہ کو بہت زیادہ دکھ سے دوچار کررہا تھا۔ کئی ہفتوں سے ملنے والی اس ٹینشن نے عروہ کو بیمار کردیا اسے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے اس کے دماغ کی رگ پھٹ جائے گی یا اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوجائے گا اس نے آفس سے آج چھٹی کرلی تھی اور چھٹی کی درخواست بھجوادی تھی اپنا سیل فون بھی آف کردیا تھا۔ اسماء اور سلیمہ اس کی خوب تیمارداری کررہی تھیں اور وہ جانتی تھی کہ یہ تیمارداری صرف اس لیے کی جارہی ہے تاکہ وہ جلدی سے ٹھیک ہوجائے اور پھر سے ان کے لیے نوٹ کما کر لائے۔ سلیمہ سے جب عروہ نے کمپنی کی طرف سے ملنے والے گھر میں شفٹ ہونے کا ذکر کیا تو سلیمہ نے فوراً بڑے پیار دلار سے منع کردیا وہ نہیں چاہتی تھیں کہ یہ نوٹ چھاپنے والی مشین ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ اسماء اور عروہ کا ان کے گھر سے چلے جانے کا مطلب تھا کہ گھر آتی دولت بھی چلی جائے گی اور سلیمہ کو ابھی نگینہ اور مونا کی شادیاں بھی کرنی تھیں' وہ مفت کی دولت نادانی میں گنوانا نہیں چاہتی تھیں۔

❁....❁....❁

احسن آج سارا دن آفس میں بور ہوتا رہا اور عروہ کے لیے فکرمند بھی۔ اس کی صورت دیکھے بنا اب اس کو چین نہیں آتا تھا اور عروہ کا سیل فون آف ہونے کی وجہ سے وہ اس سے بات بھی نہیں کرسکا تھا' گھر جاتے ہوئے اچانک احسن کی نظر اکیڈمی سے باہر نکلتی عروہ پر پڑی وہ ویسی ہی نظر آرہی تھی جیسی پہلے دن اس کے آفس میں آئی تھی۔ عبایا اور اسکارف میں بالکل سادہ وہ یہاں کیوں آئی تھی وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

''نیاز حسین! وہ سامنے عروہ جمشید ہی ہیں ناں؟''

احسن نے اپنے ڈرائیور سے پوچھا تو نیاز حسین نے سامنے نگاہ اٹھائی تو وہ تو عروہ کو اس روپ میں پہلے دیکھ چکا تھا فوراً پہچان گیا۔

''جی صاحب! میڈم جی ہی ہیں۔''

''یہ اس اکیڈمی میں کیا کررہی تھیں؟'' احسن نے کہا۔

''معلوم نہیں صاحب۔''

''تو معلوم کریں اور مجھے بتائیں؟''

''جو حکم صاحب۔''

''گاڑی روک دیں۔'' احسن نے عروہ کے قریب گاڑی پہنچتے ہی اسے حکم دیا اور نیاز حسین نے فوراً تعمیل کی۔ عروہ گاڑی کے رکتے ہی نیاز حسین اور احسن کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

''بیٹھیے مس جمشید!'' احسن نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے اسے حکم دیا۔

''تھینک یو سر! میں چلی جاؤں گی۔''

''مس جمشید بیٹھیے۔'' احسن کا حاکمانہ لہجہ اسے بیٹھنے پر مجبور کرگیا' اس کے بیٹھتے گاڑی پھر سے سڑک پر دوڑنے لگی۔

''آپ کی تو طبیعت خراب تھی نا پھر اس وقت یہاں کیا کررہی ہیں؟'' احسن کا سوال اور لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

''میں ایک دوست سے ملنے آئی تھی' سارا دن گھر میں لیٹے لیٹے تھک گئی اس لیے دوست سے ملنے چلی آئی۔'' عروہ نے نظریں چراتے ہوئے بہانہ بنایا۔

''عجیب لڑکی ہیں آپ دوست سے ملنے اس وقت گھر سے نکل پڑیں' شہر کے حالات کا اندازہ ہے آپ کو۔'' احسن باقاعدہ اسے ڈانٹ رہا تھا۔

''اپنے گھر کے حالات کا اندازہ ہے مجھے جیسے حالات گھر کے ویسے ہی حالات شہر کے ہیں۔'' عروہ نے سنجیدگی سے جواب دیا' احسن پہلو بدل کر رہ گیا اس سے مزید کوئی بات نہ کی۔

''نیاز حسین! مجھے گھر ڈراپ کرنے کے بعد مس جمشید کو بھی ان کے گھر چھوڑ دیجیے گا۔'' احسن نے ڈرائیور کو ہدایت کی۔

''بہتر صاحب۔'' ڈرائیور نے حکم کی تعمیل کی۔

اگلے دن وہ بخار کے باوجود آفس میں موجود تھی' احسن کے سامنے مجرموں کی طرح سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''تم اکیڈمی کیوں گئی تھیں؟''

''بتایا تو تھا آپ کو۔''

''جھوٹ بولا تھا تم نے مجھ سے' میں سچ جاننا چاہتا ہوں۔'' احسن کی نظریں اس کے چاند چہرے پر جمی تھیں وہ سبز کاہی جارجٹ کے قمیص شلوار دوپٹے میں ہلکے میک اپ کے ساتھ بہت حسین لگ رہی تھی مگر اس کا چہرہ بخار کی شدت سے دہک رہا تھا آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔

''آپ کو اچھا لگتا ہے کہ میں ہر روز آپ کے سامنے اپنی مجبوری اور بے بسی کا رونا روؤں' گڑگڑاؤں یا آپ کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں۔'' وہ بولتے بولتے روہانسی ہوگئی۔

''عروہ.....'' احسن نے تڑپ کر پکارا۔

''جاب کرتی ہوں میں اس اکیڈمی میں کوئی اعتراض؟''

''تم میری کمپنی میں جاب کے ساتھ ساتھ کسی اور جگہ کام کیسے کرسکتی ہو؟'' وہ حیرانگی سے بولا۔

''آپ کی کمپنی میں جاب ایگریمنٹ سائن کرتے ہوئے ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی گئی تھی کہ میں آپ کے ہاں جاب کے دوران کسی دوسری جگہ جاب نہیں کرسکتی اور ویسے بھی وہ کوئی کمپنی نہیں ہے ایک ایجوکیشنل اکیڈمی ہے۔'' عروہ نے نہایت سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''جو بھی ہے تم کل سے اکیڈمی نہیں جاؤ گی جتنے پیسے چاہئیں تمہیں مل جائیں گے۔''

''آپ کے ڈیڑھ لاکھ کا قرض اتارنے کے لیے میں یہ جاب کررہی ہوں' تین ماہ کی سیلری تو آپ نے کاٹ لی ہے بنا ایک ماہ کی رہ گئی تب چھوڑ دوں گی یہ جاب۔'' عروہ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور جانے لگی تو احسن نے تیزی سے اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

''عروہ تم وہ ڈیڑھ لاکھ بھول جاؤ یوں سمجھو کہ تم نے مجھ سے کبھی کوئی رقم مانگی ہی نہیں اور میں نے تمہیں کوئی لون دیا

ہی نہیں۔"

"شکریہ۔" عروہ نے بھرائی آواز میں کہا۔

"سر کیوں کہتی ہوا کیلے میں تو میرا نام لیا کرو۔"

"سر! یہ آفس ہے اور یہاں آپ میرے باس ہیں۔"

"او گاڈ! عروہ تمہیں تو بہت تیز بخار ہو رہا ہے تم اتنی کیئر لیس کیوں ہو اپنے بارے میں! تم گھر والوں کو کما کے دیتی ہو ان کے غم میں گھلتی رہتی ہو اور اپنی صحت کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتیں۔" احسن کو اس کے ہاتھ میں غیر معمولی تپش محسوس ہوئی تو اس نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے ہالے میں لے کر فکرمندی سے کہا تو وہ بے مروتی سے بولی۔

"آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے سر!"

"ہوں...... ضرورت نہیں ہے؟" احسن نے تڑپ کر کہا۔

"تم میری محبت ہو اور میں تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں اپنی کزنز کی اتنی فکر کیوں ہے تمہارے ماموں کو ان کی فکر ہونی چاہیے وہ ان کی ذمہ داری ہیں۔"

"مجھے میری ذمہ داری کا احساس دلانے کا شکریہ سر! ڈونٹ وری میں جاب چھوڑ دوں گی۔" عروہ نے بہت ضبط سے کہا اور اس کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا دیئے۔

"چلو تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں۔"

"میں خود چلی جاؤں گی سر! آپ پلیز زحمت نہ کریں۔" عروہ نے نہایت سنجیدگی سے اجنبی لہجے میں کہا تو وہ بے قرار ہو گیا۔

"تم ابھی تک مجھے اجنبی سمجھتی ہو صرف اپنا باس سمجھتی ہو۔" احسن نے تا زردگی سے کہا۔

"میں آپ کو کیا سمجھتی ہوں یہ تو میرا دل ہی جانتا ہے احسن صاحب مگر میں کچھ کہہ نہیں سکتی کیونکہ آپ کے احسانات تلے دبی ہوئی ہوں۔" عروہ نے دل میں کہا مگر بظاہر وہ بنا اس کی بات کا جواب دیے اپنے کیبن میں آ گئی۔

احسن ریاض کب کیسے اس کے دل میں دھڑکنے لگا اسے خبر ہی نہ ہو سکی وہ لاکھ اس حقیقت کو جھٹلانا چاہتی مگر جھٹلا نہ پاتی وہ خود سے اپنے حالات سے اپنوں کے خیالات اور مطالبات سے لڑتے لڑتے تھک گئی تھی۔ رشتوں کی خودغرضی نے اسے تھکا دیا تھا ورنہ اپنوں کے کام کرنا اس کے نزدیک غلط نہیں تھا' اس نے کمپنی کے ڈاکٹر سے ہی اپنا چیک اپ کروایا' دوا لی اور اپنی دو دن کی چھٹی کی درخواست لکھ کر منیجر کو دے کر سیدھی گھر آ گئی۔ اکیڈمی میں پہلے ہی دو دن کی چھٹی کی درخواست دے آئی تھی' تیسرے دن سنڈے تھا گھر پہنچی تو اسے معمول سے زیادہ خاموشی محسوس ہوئی۔ مونا اس کے لیے سکنجبین اور فروٹ چاٹ لے آئی' سکنجبین پی کر اسے بہت سکون ملا۔

"مونا! سب گھر والے کہاں ہیں؟"

"عروہ آپی ابو تو اسٹور پر ہیں اور امی' ثمینہ اور پھوپو شاپنگ کے لیے گئی ہیں۔"

"تم کیوں نہیں گئیں؟" عروہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا وہ جس بے دردی سے آپ کی محنت کی کمائی خرچ کر رہی ہیں' پھوپو کو بھی احساس نہیں ہوتا وہ تو آپ کی ماں ہیں۔ آپ کے ذریعے سب اپنے کام کروا رہے ہیں۔" مونا کا موڈ خراب تھا بولتی چلی گئی۔

"تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟"

"کیوں کیا ایسا نہیں ہے' یہ لوگ آپ کی خوب صورتی کو کیش نہیں کروا رہے کیا؟" مونا نے تلخی سے کہا۔

"مونا' تمہیں کیا لگتا ہے میں کچھ غلط کر رہی ہوں۔"

"نہیں عروہ آپی! غلط تو آپ کے ساتھ امی ابو اور پھوپو کر رہے ہیں' آپ احسن صاحب سے شادی کر کے اس عذاب سے اپنی جان چھڑا لیں آپی!" وہ تیزی سے بولی۔

"میں احسن سے شادی کیوں کروں؟"

"کیونکہ وہ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔"

"اچھا...... تمہیں یہ کیسے پتا چلا؟" وہ مسکرا دی۔

"ہم پر جو انھوں نے پیسہ پانی کی طرح بہایا ہے آپ کو قیمتی تحائف دیے ہیں وہ محبت نہیں ہے تو اور کیا ہے آپی!"

"پتا نہیں......"

"اچھا آپ یہ چاٹ کھائیں پھر دوا کھا کر آرام کریں۔"

مونا کی کیئرنگ اسے اچھی لگ رہی تھی وہ مسکرائی اور چاٹ کھانے لگی۔

"آپ کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ احسن صاحب نے آپ کی تین ماہ کی تنخواہ اپنے ڈرائیور کے ہاتھ بھجواتے رہے ہیں۔"

"کیا.....؟" عروہ اس انکشاف پر حیرت زدہ رہ گئی چاٹ کھاتے کھاتے رک گئی۔

"جی ہاں عروہ آپی! اور امی تو ان کے ڈرائیور سے بازار سے سبزی' گوشت بھی منگوا لیتی ہیں جب بھی وہ پیسے دینے آیا۔ احسن صاحب نے پھوپو کو فون کر کے منع کیا تھا کہ عروہ کو اس بات کا پتا نہیں چلنا چاہیے کہ اس کی تنخواہ گھر پہنچائی جا رہی ہے۔" مونا نے مزید بتایا۔

"اوہ میرے اللہ....." عروہ نے چاٹ کی پلیٹ ٹیبل پر رکھ دی' پھلوں کی مٹھاس میں کڑواہٹ گھل گئی تھی۔

"یہ احسن صاحب کی آپ سے محبت ہی تو ہے عروہ آپی ورنہ آج کل کون کسی کے لیے سوچتا اور کرتا ہے۔" مونا مسلسل بول رہی تھی۔ عروہ کے پسینے چھوٹ رہے تھے دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"ہاں تم نے ٹھیک کہا یہ محبت ہی تو ہے یہ جو عشق ہے نا یہی تو انسان سے سب کچھ کرواتا ہے حالانکہ میں نے کبھی بھی احسن کی پذیرائی نہیں کی بلکہ ان سے جھگڑتی بھی رہی کئی بار انہیں کھری کھری سنائی اور وہ....." عروہ نے مدھم آواز میں کہا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ ان شادی کر لیں۔"

"اور ساری زندگی بلیک میل ہوتی رہوں اپنوں کی نت نئی فرمائشوں کے ہاتھوں اور وہ اس خوف کے ہاتھوں کہ کب میرے اپنے شوہر کو یہ کہہ کر مجھ سے بدگمان کر دیں کہ عروہ نے اس سے کبھی محبت نہیں کی دولت کی خاطر اسے پھنسایا اور اپنایا ہے پھر..... پھر میں کہاں سے اپنی صفائی پیش کروں گی' تب میری سچائی پر احسن کیوں یقین کریں گے؟" عروہ نے تلخی سے درد اور بے بسی سے ٹوٹتے لہجے میں کہا۔

"ہاں عروہ آپی بات تو آپ کی بھی درست ہے لیکن کوئی حل تو ہوگا نا اس مسئلے کا پلیز ان خود غرض رشتوں کے لیے خود کو اس طرح خوار نہ کریں۔ یہ پھوپو کے بھائی کا گھر ہے جتنا آپ نے اس گھر کے لیے کیا ہے پھوپو کو کوئی یہاں سے جانے کے لیے نہیں کہے گا۔ بس آپ اپنے بارے میں سوچیں۔" مونا نے فکرمندی سے مخلصانہ لہجے میں کہا۔

"تھینک یو مونا! تم نے میرے لیے اتنے خلوص سے سوچا۔" عروہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی اور بھی ہے جو آپ کے لیے اتنے خلوص سے سوچتا ہے؟"

"کون؟"

"احسن ریاض۔" مونا نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرانے لگی۔

❁.....❁.....❁

احسن گھر پہنچا تو ملازمہ نے اسے کچھ شاپنگ بیگز اور ایک خط تھما دیا پوچھنے پر بتایا کہ ایک لڑکی دے گئی تھی' احسن نے تیز ہوتی دھڑکنوں پر عروہ کے خیال سے جلدی سے لفافہ کھولا' خط نکال کر پڑھنے لگا۔

"احسن صاحب! میں آپ کی جاب چھوڑ کر جا رہی ہوں' اپنے گھر اور شہر سے دور' جہاں کوئی مجھے اپنی غرض کے لیے استعمال نہ کر سکے۔ میری ماں اور ماموں کے گھر والے سمجھتے ہیں کہ میں نے آپ کو اپنے حسن و محبت کے فریب میں پھنسا کر آپ سے مراعات حاصل کی ہیں کیونکہ وہ ایسا ہی چاہتے تھے مجھے دکھ ہے اپنوں کے اس رویے اور سوچ پر مگر لاکھ چاہ کر بھی آپ کو محبت کا فریب نہ دے سکی آپ تو خود ہی میری طرف مائل بہ محبت ہوتے چلے گئے مگر یہ جو دل ہے نا یہ بے ایمانی اور فریب نہیں جانتا میرا ضمیر نہیں مانتا کہ میں آپ کو اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضرورتوں کے لیے استعمال کروں' آپ سے فائدہ اٹھاؤں۔ آپ بہت اچھے انسان ہیں میں اتنی اچھی نہیں ہوں کہ آپ کی نوازشوں اور احسانات کا بوجھ مزید اٹھا سکوں اس لیے یہاں سے جا رہی ہوں۔ آپ کے تمام تحائف آپ کو لوٹا رہی ہوں کہ میں خود کو ان کے لائق نہیں سمجھتی اور آپ نے جو گھر میرے نام کر دیا تھا اس کی فائل

بھی لوٹا رہی ہوں' جانتی ہوں کہ آپ کو مجھ پر بہت غصہ آ رہا ہوگا اور بہت دکھ بھی ہو رہا ہوگا پلیز ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔ مجھے معلوم ہے آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں اور مجھ سے شادی کر کے مجھے خوش رکھ سکتے ہیں لیکن میں احساسِ جرم وندامت کے ساتھ آپ کے سامنے کبھی سر نہ اٹھا پاتی نہ آپ سے نظریں نہ ملا پاتی' میں اس احساس کے ساتھ آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی کہ میرے گھر والوں نے اپنے فائدے کے لیے مجھے سجا سنوار کے آپ کے آفس بھیجا میں تو تب سے خود سے نظریں نہیں ملا پائی آپ سے کیسے نظریں ملاؤں گی۔ میں نے ہمیشہ آپ کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھی ہے اس لیے مجھ میں ان آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ میرے لیے آپ نے جو کچھ بھی کیا مجھ سے چھپ کر اور مجھے بتا کر اس سب کے لیے بہت بہت شکریہ۔ کوشش کروں گی کہ آپ کے پیسے جلد لوٹا دوں' ہاں جاتے جاتے ایک سچ آپ کو بتانا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ میں آپ سے بے حد پیار کرتی ہوں' دل میں آپ کی محبت بسی ہے' روح میں آپ کے عشق کی روشنی جھلمل کرتی ہے۔ بس یہ وہ سچ ہے جس میں کوئی کھوٹ نہیں' مجھے ڈھونڈنے کی کوشش مت کیجیے گا کیونکہ میں ایسی جگہ پر جانا چاہتی ہوں جہاں میں کھل کر ہنس سکوں' جی بھر کے رو سکوں' ورنہ شاید گھٹ گھٹ کے مر جاؤں گی اللہ حافظ۔ عروہ جمشید!"

"عروہ تم ایسا نہیں کر سکتیں میرے ساتھ۔" احسن نے بھیگی آواز میں کہا اس کی آنکھیں برکھا رت کا سماں پیش کر رہی تھیں' عروہ کا دکھ اور بے بسی اسے رلا گیا تھا۔ اس نے شاپنگ بیگز کھول کر دیکھے تمام نفس پیک تھے اس نے کھولے تک نہیں تھے۔

"احسن! روتے ہی رہو گے کہ عروہ کو تلاش بھی کرو گے' اگر وہ چلی گئی تو عمر بھر روؤ گے۔" اس کے اندر سے آواز آئی تو وہ بے قرار ہو کر اٹھا اور تیزی سے باہر بھاگا۔ ملازم کو آواز دی' نیاز حسین کو ریلوے اسٹیشن اور ملازم اکبر کو بس اسٹاپ پر عروہ کی تلاش میں بھیجا اور خود بھی گاڑی لے کر نکل گیا۔

عروہ نے ایسا ہی ایک خط اسماء کے نام چھوڑا تھا جسے پڑھنے کے بعد وہ روئے جا رہی تھیں۔ سلیمہ اور الیاس بیگ الگ شرمندہ سے بیٹھے تھے' اسماء کے خط میں اس نے لکھا تھا کہ

"امی! میں یہاں سے جا رہی ہوں جہاں بھی جاؤں گی آپ کے لیے پیسے بھیجتی رہوں گی' بس اتنا یاد رکھیے گا کہ بیٹی بکاؤ مال نہیں ہوتی۔ میں نے کمپنی اور اکیڈمی کی جاب چھوڑ دی ہے' ماموں آپ کو اپنے گھر سے تو نہیں نکال سکتے ناں آخر کو آپ ان کی بہن ہیں۔ میری فکر مت کیجیے گا اپنا بہت خیال رکھیے گا۔ ابا کی پینشن آپ کے لیے کافی ہوگی۔ جب تک مجھے جاب نہیں مل جاتی تب تک اس میں ہی گزارہ کیجیے گا ماموں' مامی اور سب گھر والوں سے معذرت اور سلام آپ کی بیٹی عروہ جمشید۔"

"کیا پتا احسن ریاض سے زیادہ امیر آدمی مل گیا ہو اور اس کے ساتھ بھاگ گئی ہو۔" سلیمہ نے کہا۔

"بھابی..... میری عروہ ایسی نہیں ہے۔" اسماء نے بلک کر کہا۔

"سلیمہ! ہوش کرو وہ تمہاری وجہ سے گھر چھوڑ کے گئی ہے' تم لوگوں نے اسے نوٹ چھاپنے کی مشین بنا دیا تھا۔" الیاس بیگ غصے سے بولے تو سلیمہ نے کہا۔

"ہاں تو فائدہ تو آپ کا ہو رہا ہے آپ کے گھر کا بوجھ وہ اٹھا رہی تھی' ہم سب برابر کے قصوروار ہیں۔"

"شکر ہے کہ آپ لوگوں نے اپنا جرم تو مانا۔" احسن ریاض نے بیگ ہاؤس کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو سب حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

"آپ احسن بھائی ہیں ناں۔" موتہ نے اسے دیکھتے ہوئے تصدیق چاہی۔

"جی میں احسن ریاض ہوں' عروہ کی والدہ آپ دونوں میں سے کون ہیں؟" احسن ریاض نے سلیمہ اور اسماء کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو اسماء نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"میں ہوں بیٹا۔"

"بیٹا ہونہہ..... آپ اپنی بیٹی کو تو بیٹی سمجھ نہ سکیں' مجھے کیا بیٹا مانیں گی۔" احسن نے انہیں دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں

کہا وہ شرمندہ ہو گئیں۔

"خدا نے بہت خوب صورت، قیمتی اور انمول تحفہ دیا تھا آپ کو بیٹی کی صورت میں ایک باحیا اور باکردار بیٹی کا تحفہ، پاکیزہ سوچ اور حساس دل کی مالک ایسی بیٹی کا تحفہ جس پر آپ کو فخر ہونا چاہیے وہ بیٹی آپ کا غرور ہے لیکن آپ نے اسے......" احسن کی بات ادھوری رہ گئی اس کے سیل فون پر نیاز حسین کی کال تھی۔

"احسن بھائی پلیز عروہ آپی کو ڈھونڈ لائیں وہ بہت اچھی ہیں۔" مونا نے بھیگی آواز میں کہا۔

"ہاں آپ لوگوں کے اطمینان سے تو ظاہر ہے کہ آپ کو عروہ کو واپس لانے میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے چلتا ہوں۔" احسن نے ان سب کو دیکھتے ہوئے کہا اور باہر نکل گیا۔

❁....❁....❁

عروہ لاہور سے رحیم یار خان جانے والی ٹرین میں سوار ہوگئی تھی ٹرین چلنے میں ابھی کچھ وقت تھا۔ وہ اپنا چہرہ نقاب میں چھپائے کھڑکی سے باہر بھیگی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں کیا لگا تھا عروہ جمشید کہ تم اپنا چہرہ چھپاؤ گی تو میں تمہیں ڈھونڈ نہیں پاؤں گا تمہیں پہچاننے میں ناکام رہوں گا بھول ہے تمہاری۔" احسن کی دلکش آواز اسے اپنے اتنے قریب سنائی دی کہ وہ ہڑبڑا کر اپنے بائیں جانب دیکھنے لگی۔ احسن اس کے برابر میں بیٹھا تھا۔

"آپ......" وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

"جی میں اتنی آسانی سے تو میں تمہیں فرار نہیں ہونے دوں گا چلو میرے ساتھ......" احسن نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ کانپتی آواز میں بولی۔

"نہیں، آپ جائیں یہاں سے ورنہ میں شور مچا دوں گی۔"

"اچھا تو مچاؤ شور بتاؤ لوگوں کو کہ میں تمہیں تنگ کر رہا ہوں۔" وہ اطمینان سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"کر سکتی ہو ایسا؟"

"نہیں۔" وہ ایمان داری سے بولی وہ اس کی عزت پر حرف نہیں آنے دینا چاہتی تھی اور یہ بات احسن بھی جان گیا تھا۔

"مجھے بھی یقین ہے کہ تم میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں کر سکتیں چلو اب......" احسن نے پریقین لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو گیا ناچار عروہ کو بھی کھڑا ہونا پڑا۔ احسن نے دوسرے ہاتھ میں اس کا سفری بیگ اٹھالیا۔ ٹرین کے ڈبے میں موجود کچھ شکی اور کچھ سوالیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"مجھے ایسی شکی نظروں سے مت دیکھیں، میں ایک شریف آدمی ہوں اور یہ میری بیوی ہے مجھ سے ناراض ہو کر میکے جا رہی تھی وہ تو شکر ہے کہ میں نے اس کا خط پڑھ لیا اور میں ٹرین چھوٹنے سے پہلے پہنچ گیا۔ آپ سب کا سفر اچھا گزرے۔" احسن نے ڈبے میں موجود ان خواتین و حضرات کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بڑی خوب صورتی سے بات بنائی۔ عروہ شرم سے بے حال ہو گئی تھی۔

"شکریہ اور آپ دونوں کی بھی زندگی کا سفر اچھا گزرے۔" ایک صاحب نے زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں دعا دی احسن نے زور سے آمین کہا۔

"چلیے بیگم صاحبہ!" وہ عروہ کا ہاتھ پکڑے ٹرین سے نیچے اتر آیا۔

احسن تمام راستے خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا اور عروہ بے آواز روتی رہی وہ اب اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی مگر وہ اسے ڈھونڈ لایا تھا شاید یہی اس کا نصیب تھا۔ احسن نے اپنی گاڑی "احسن ولا" میں لا کر روکی تو اس نے حیرت سے اسے دیکھا وہ گاڑی سے اتر کر اس کی جانب آیا اور دروازہ کھولا تو وہ خاموشی سے گاڑی سے اتر آئی اور اس کے ساتھ ایک شاندار بیڈروم میں چلی آئی۔ عروہ نے اپنا اسکارف اتار دیا، احسن نے دیکھا اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، پسینے اور آنسوؤں میں بھیگا ہوا۔

"آج رات تم اس کمرے میں گزارو صبح بات کریں گے۔" احسن نے بمشکل اپنی حالت کو سنبھالتے ہوئے اس سے کہا اور جانے کے لیے مڑا تو اس نے فوراً پوچھا۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟"

"کیونکہ میں اس وقت بہت ڈسٹرب اور تھکا ہوا ہوں' صبح تمہیں پولیس اسٹیشن لے کر جاؤں گا۔"

"پولیس اسٹیشن...... نہیں پلیز ایسا مت کیجیے میں نے ایسا تو کچھ نہیں کیا۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں کیا تم نے؟" احسن نے اس کی طرف رخ موڑا۔ "میرا کتنا نقصان کیا ہے تم نے' کچھ اندازہ ہے تمہیں اور تم میرا نقصان کر کے ایسے کیسے جاسکتی ہو؟" احسن کا لہجہ معنی خیز تھا مگر وہ اس وقت ذہنی طور پر اس کی بات کی گہرائی تک پہنچنے کی پوزیشن میں نہیں تھی وہ تو کمپنی کے کانٹریکٹ کی خلاف ورزی اور جو رقم وہ اسے دے چکا تھا اسی کو نقصان سمجھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے آپ خود جو چاہیں مجھے سزا دے دیں لیکن پولیس کے حوالے مت کریں پلیز۔"

"میری دی ہوئی سزا قبول کرلو گی۔" احسن نے بے قراری سے اس کے چہرے کے نقش کو دیکھا۔

"ہاں میں آپ کی دی ہوئی ہر سزا قبول کرلوں گی پلیز مجھے پولیس اسٹیشن مت لے جائیے گا۔" اس نے روتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا......"

"احسن پلیز......" عروہ نے روتے روتے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے گویا احسن کے دل پر بجلی گرادی' وہ تڑپ کر اٹھا اس نے تو کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس حال میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی ہوگی وہ تو خود اس کے دربار میں کھڑا ہاتھ پھیلائے اب تک محبت کی بھیک مانگ رہا تھا۔

"تمہارے یہ ہاتھ تھامنے کی تمنا بہت کی ہے میں نے لیکن کبھی اس طرح سے ان ہاتھوں کو اپنے سامنے بندھے دیکھنے کی آرزو کبھی نہیں کی۔" احسن نے اس کے ہاتھ پکڑ کر الگ کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے کون سی زیادتی کی تھی تمہارے ساتھ جو تم مجھے چھوڑ کے جارہی تھیں؟ میں نے جو کچھ تمہارے یا تمہارے گھر والوں کے لیے کیا وہ میرا تم سے عشق کا تقاضا تھا۔ تم سے زبردستی تو کچھ نہیں چاہا تھا' میں تمہیں تمہاری مرضی اور خوشی سے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا' تم بھی مجھ سے محبت کرنے لگی تھیں تو بتایا کیوں نہیں؟! اپنی محبت کو چھوڑ کر جانے کا حوصلہ کہاں سے آ گیا تم میں؟"

"محبت' احسان اور بوجھ محسوس ہونے لگے تو انسان کیا کرے میری سمجھ میں نہیں آ تا تھا کہ آپ کا اصل روپ کون سا ہے وہ جو مجھے حجاب میں دیکھ کر رد کردیتا ہے یا وہ جس نے مجھے ایک ماڈل گرل کے روپ میں دیکھ کر اپنے بزنس کلائنٹ کے گھر تنہا بھیج دیا تھا۔ یہ مہربانیاں محبت و عشق کے سبب ہیں یا مجھے اپنی مرضی پر چلانے کے لیے نوازشوں کا بوجھ بڑھایا جارہا ہے' میں کتنی ڈسٹرب تھی' کس قدر قلبی اور ذہنی الجھنوں کا شکار تھی' آپ اندازہ نہیں لگا سکتے بہرحال میں آپ کی قصوروار ہوں اس لیے معافی کی طلب گار ہوں۔" عروہ نے جھکتی آواز میں نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

"تم نے کوئی قصور کیا ہوتا تب بھی میں اس کے پیچھے چھپی مجبوری کو محسوس کرسکتا تھا عروہ! میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم نے کبھی مجھے اپنے دامِ محبت میں پھنسانے کی کوشش نہیں کی ہوگی اس خیال سے ہی تمہارا ضمیر بے کل ہوجاتا ہوگا پھر بھی اگر تم گریز کے ذریعے مجھے اپنی جانب مائل کررہی تھیں تو بھی تمہارا اعتراف' تمہاری سچائی کسی معافی یا معذرت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑتی مجھے سب یاد ہے تمہارے کانپتے ہاتھ' لرزتی آواز' جھکی ہوئی نظریں' تمہارا بے بسی سے تڑپ تڑپ کر رونا' یہ سب ظاہر کرتا تھا کہ تم اپنی خوشی سے مجھ سے قرض نہیں مانگ رہی تھیں' تمہاری انا' خودداری اور عزتِ نفس مجروح ہورہی تھی مگر تم اپنوں کے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ تھیں۔ تم اپنی پارسائی اور سچائی کی خود ہی گواہ ہو اور مجھے تم سے عشق نہ ہوتا تم پر یقین نہ ہوتا تو تمہاری تلاش میں گاڑیاں نہ دوڑاتا اور ہاں...... جے ایس خان نے اس روز تمہارے ساتھ جو بھی بکواس کی وہ طے شدہ تھی۔"

"آپ کا مطلب ہے پہلے سے طے شدہ تھی؟" عروہ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔"

"مگر کیوں؟"

"کیوں کہ تم مجھے پہلی ملاقات میں ہی متاثر کر گئی تھیں پھر تم دوسری بار انٹرویو کے لیے جس اعتماد اور تیاری کے ساتھ آئی تھیں اس نے مجھے چونکا دیا تھا' میں نے جان بوجھ کر تمہیں اکیلے جے ایس خان کے گھر بھیجا تھا میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم اپنی مجبوری کے لیے کس حد تک جا سکتی ہو۔ خان کو میں نے سمجھا دیا کہ تم سے کس طرح بات کرنی ہے پھر تم جس ہوشیاری سے اسے الو بنا کر وہاں سے چلی آئیں اس کی روداد تمہارے وہاں سے نکلتے ہی خان نے مجھے فون کر کے سنا دی تھی اور تمہارے آفس تک پہنچنے سے پہلے ڈرائیور نیاز حسین نے بھی تمہارے خیالات اس سفر کے مجھ تک پہنچا دیے تھے اور پھر تمہارا آ کر مجھ پر غصہ میں برسنا مجھے بہت خوشی بخش رہا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرا انتخاب درست ہے' میرا دل کسی معمولی لڑکی کے لیے بے چین نہیں ہو رہا بس پھر دھیرے دھیرے تمہاری خوبیاں اور مجبوریاں سامنے آتی چلی گئیں۔ میں نے تو اپنے والدین کو بھی تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے وہ بھی تم سے ملنے کے لیے بے تاب ہیں۔" احسن نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے انکشاف کیا۔

"تو آپ میرے کردار کو پرکھ رہے تھے' میری مجبوری کو ایڈونچر بنا دیا آپ نے۔"

"جے ایس خان میرا بہت اچھا دوست ہے وہ بھی تمہارے ساتھ کچھ غلط نہیں کرتا اور نہ ہی میں اتنا بے غیرت ہوں کہ ایک لڑکی کی عزت کے عوض اپنا بینک بیلنس اور بزنس بڑھاؤں۔ بہت پیار کرتا ہوں تم سے' عشق ہے مجھے تمہاری ذات' روح' سوچ اور تمہارے دل سے' بہت عشق ہے مجھے۔ تمہارے حسن سے ہٹ کر تمہاری ذات سے پیار ہے مجھے۔" احسن نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور دل سے کہا تو عروہ دل و جان سے اس کی باتوں پر ایمان لے آئی۔

"احسن......" عروہ نے دل سے اس کا نام اپنے لبوں پر سجایا۔

"کتنا ترسا ہوں میں اپنا نام تمہارے ان گلابی ہونٹوں سے سننے کے لیے میری سماعتوں کو کتنا انتظار تھا اس لمحے کا کہ کبھی تم مجھے پیار سے پکارو گی۔ بالآخر آج وہ مبارک ساعت آ ہی گئی۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے بولا' اس کا وجدان اسے آسمان کی وسعتوں میں اڑنے پہ آمادہ کر رہا تھا۔ اس کے یقین کی پرواز بلند تر کر رہا تھا' اسے تحفظ' اعتبار اور خلوص کا مان دے رہا تھا۔

"احسن......" اب ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے تھے وہ بے اختیار ہی اس کے سینے میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آج وہ اپنے سارے دکھ' ساری پریشانیاں آنسوؤں کی شکل میں بہا دینا چاہتی تھی اور احسن بھی اس کے سارے آنسو اپنے دامن میں سمو لینا چاہتا تھا۔ خود احسن کی آنکھیں بھی چھلک پڑی تھیں' اس کے سارے دکھوں اور الجھنوں کے خیال سے۔

"احسن آپ بہت اچھے ہیں۔" جب وہ دل کھول کے رو چکی تو گویا ہوئی' احسن نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"اچھا تو میں ہوں لیکن اتنا بھی نہیں کہ اس حسن' معصومیت اور محبت کے زیست افروز اور دل ربا' فتنہ خیزی کے سامنے خود کو قابو میں کیے کھڑا رہا ہوں۔ آپ کی یہ بے اختیاری تو ہمیں مار ہی ڈالے گی عروہ جی!"

"اوہ...... سوری!" وہ ایک دم سے شرمندہ سی خجل سی ہو کر اس کے حصار محبت سے باہر نکلی۔ وہ اس کی اس حرکت پر ہنس دیا' دونوں ایک دوسرے کے وجود کی حدتوں میں دہک رہے تھے مہک رہے تھے۔

"کوئی بات نہیں سوئٹ ہارٹ! ان شاء اللہ کل شام کو ہمارا نکاح اسی گھر میں ہوگا پھر جیسے چاہے مجھ سے ملنا' جیسے چاہے میرے پاس میرے قریب آنا۔"

"کل شام...... نکاح؟" عروہ کی حیرت دیدنی تھی۔

"ہوں...... تمہیں کوئی اعتراض ہے کیا؟"

"نہیں تو......" اس نے فوراً ہی بے اختیاری میں جواب دیا اور پھر خود ہی شرما گئی' احسن بہت پیار سے اسے دیکھتا رہا۔

"آں ہاں تو پرنس کو کوئی اعتراض نہیں ہے' بہت اچھے...... شکریہ میری جان!"

"لیکن آپ کے والدین کو تو اعتراض ہوسکتا ہے نا۔" عروہ کے دل میں خدشے نے سر اٹھایا تو فوراً زبان سے ظاہر بھی کردیا۔

"کس بات پر؟"

"میں سفید پوش گھرانے کی لڑکی ہوں اور آپ یقیناً ہمیشہ سے ہی اس پوش ایریا کے باسی رہے ہیں' امارت کا فرق ان کے اعتراض کی بہت بڑی وجہ ہوسکتی ہے آپ نے انہیں بتایا کہ میرا کردار کیا ہے؟"

"ہاں میں نے انہیں بتایا ہے کہ عروہ کا کردار بہت ہائی ہے میرے دل ونظر میں۔" احسن نے مسکراتے ہوئے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ فرط مسرت و حیرت سے اس کو دیکھنے لگی۔ وہ جس سے اس کی سوچ سے بڑھ کر پیار کرتا تھا اس نے دل ہی دل میں سجدۂ شکر ادا کیا۔

"چلو اب منہ ہاتھ دھولو ہم ذرا اکٹھے کریں گے اور ہاں تمہارے میکے والے کل ہمارے نکاح میں شرکت کے لیے یہاں موجود ہوں گے اور میری بہن بہنوئی اور والدین اگلے ہفتے پاکستان پہنچ رہے ہیں ان شاء اللہ ان کی آنے پر میں تمہیں بڑی شان سے تمہارے میکے سے رخصت کرواکے یہاں لاؤں گا' شادی کے اخراجات سب میرے ذمہ' تمہیں کسی قسم کی کوئی ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان شاء اللہ ہماری شادی اور ولیمہ بہت شاندار ہوگا اور وہ جو نفلس تم نے مجھے واپس کیے ہیں ناں اب رونمائی میں تمہیں میں وہی سارے نفلس دوں گا پھر دیکھوں گا کیسے واپس کرتی ہو۔" احسن نے اسے شوخ و شریر نظروں سے دیکھتے ہوئے شوخ و دلکش لہجے میں کہا تو وہ خوش دلی سے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ احسن اس کی دلکش ہنسی پر فدا ہوگیا۔

اگلی شام احسن ولا میں خوشیوں کی بارات آئی تھی۔ اسماء' سلیمہ' الیاس بیگ' تمینہ' مونا' سفینہ اور اس کا شوہر بھی دلی خوشی عروہ اور احسن کے نکاح میں شریک تھے۔ دلہن بنی عروہ احسن کے دل میں سمارہی تھی' قبول وایجاب کی رسم ادا ہوئی' مٹھائی سے سب کا منہ میٹھا کرایا گیا۔ شاندار کھانے کا انتظام بھی کیا گیا تھا' جے ایس خان بھی اس نکاح میں شرکت کے لیے آیا تھا۔ سلیمہ اور الیاس بیگ کو اسی دوران دبئی سے فون کے ذریعے اپنے اکلوتے بیٹے کی واپسی کی خبر ملی تھی وہ ان سے معافی مانگ رہا تھا' واپس گھر آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ ماں باپ نے فوراً آنے کی اجازت دے دی کہ صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ رہا تھا ان کے لیے یہی کافی تھا اور وہ سب اسے عروہ کے نکاح کا تحفہ سمجھ رہے تھے۔ عروہ اور احسن کی خوشی لفظوں سے بیان سے ماورا تھی' سبز عروسی لباس میں وہ حور لگ رہی تھی تو احسن سفید براق کلف والے کرتے شلوار میں شہزادوں کی سی آن بان دکھا رہا تھا۔

"ہوں...... تو اب آپ کس ٹرین میں سوار ہوں گی مسز عروہ احسن!" احسن نے موقع ملتے ہی اس کا کومل سا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کا نام لے کر عشق کی ٹرین میں سوار تو ہوگئی ہوں' اب ان شاء اللہ زندگی کی شام اسی ٹرین میں ہوگی۔"

"تھینک یو عروہ! تم نے مجھے مکمل کردیا' میرے عشق کو معتبر کردیا۔" احسن نے اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

"اور آپ نے مجھے معتبر بنادیا' شکریہ احسن!" عروہ نے محبت اور عقیدت بھری نظروں سے احسن کے چہرے کو دیکھتے دل سے کہا۔

یہ جو عشق ہے
یہ عجیب ہے
کہاں ہر کسی کا نصیب ہے؟
یہ اسی کے در کا غلام ہے
جہاں صدق بے شمار ہے
جہاں درد بھی اک بہار ہے
یہ جو عشق ہے!
یہ جو عشق ہے!

وہی ایک لمحہ زیست کا
فاخرہ گل

زوٹھا تو شہر خواب کو غارت بھی کر گیا
پھر مسکرا کے تازہ شرارت بھی کر گیا
محسن یہ دل کہ جس سے بچھڑتا نہ تھا کبھی
آج اس کو بھولنے کی جسارت بھی کر گیا

بوا کی زبانی نبیلہ اور زینب کو معلوم ہوا کہ تھا کہ فراز اور فروا کی دوسری شادی ہے انٹرنیٹ پر ہونے والی اس دوستی نے ڈاکٹر فروا کو مجید صاحب سے طلاق لینے پر اکسایا تھا وہ ایک امیر شخص ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی نیک دل انسان بھی تھے۔ انہوں نے ہی فراز کو ہسپتال میں ایک انتظامی امور کی کمیٹی میں تعینات کیا تھا اور وہ خود تو ڈاکٹر فروا کی خواہش پر ایک جدید طرز کے ہسپتال کی تعمیر میں اس قدر مصروف ہوئے کہ پھر ان کے پاس فروا کے لیے ٹائم ہی نہ بچتا۔ اسی بے توجہی نے فروا کو ان سے دور اور فراز سے قریب کردیا۔ اسپتال میں نظروں میں آنے کے خوف سے وہ دونوں موبائل فون یا انٹرنیٹ کا سہارا لیا کرتے اور پھر آخرکار ایک دن دونوں نے شادی کا فیصلہ کرنے کے بعد طلاق لینے کے لیے عدالت سے رجوع کرلیا لیکن مجید صاحب نے عدالتوں کے چکر لگانے کے برعکس خاموشی سے خود انہیں طلاق دے کر نہ صرف ہٹے بلکہ ہر اس چیز سے دستبردار ہوگئے جو اس دن تک ڈاکٹر فروا کے تصرف میں تھی۔

"اور فراز صاحب کے گھر والے؟" دانتوں تلے انگلی دبا کر سب کچھ سننے کے دوران نبیلہ نے پوچھا۔

"وہ متوسط طبقے کے لوگ تھے مگر اب اچھی گاڑیوں میں گھومتے ہیں نئے گھر میں رہ رہے ہیں اور بھلا انہیں کیا چاہیے؟" بوا نے فراز کے گھر والوں کا ذکر آتے ہی نخوت سے کہا اور پھر موضوع بدل کر بولیں۔

"اللہ فروا بی بی کو سدا سکھی رکھے بس میری تو یہی دعا ہے۔"

"ہاں بوا آمین۔" ڈاکٹر فروا کی خدا ترس فطرت کے باعث نبیلہ کے بھی دل سے ان کے لیے دعا نکلی تھی۔

"اچھا نبیلہ تم ایسا کرو میں سبزی لے آؤں تب تک تم چاول وغیرہ صاف کرلو پھر مل کر کھانے پکا لیں گے۔"

نبیلہ اور بوا میں کافی دوستی ہوگئی تھی سو وہ دونوں سارا دن اکٹھے باتیں بھی کرتیں اور کام بھی نمٹاتی جاتیں جبکہ زینب کا کام صرف رومی کو سنبھالنا تھا سو وہ خوشی خوشی رومی کے ساتھ ہی مصروف رہتی۔

اس روز بھی ڈاکٹر فروا ہسپتال جاچکی تھی اور فراز اپنے کمرے میں آرام کررہا تھا جبکہ زینب اسی روم کے ساتھ ملحقہ کمرے میں کھیل ہی کھیل میں رومی کو پڑھا بھی رہی تھی۔

"زینب......" وہ رومی کو گود میں لیے اسٹوری سنا رہی تھی جب بنا آواز کے دروازہ کھلا۔

"جج...... جی صاحب جی۔" اچانک فراز کو سامنے دیکھ کر وہ گڑبڑا گئی تھی کیونکہ یہ پہلا موقع تھا جب وہ اس طرح رومی کے کمرے میں آیا تھا۔

"مجھے اسپتال جانا ہے میرے کپڑے استری کردو مگر ذرا جلدی۔" رومی کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے اس نے حکم صادر کیا۔

"وہ...... لیکن......" وہ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی ذمہ داری تو صرف رومی اور اس سے متعلق سب کاموں کی ہے لیکن چونکہ اپنے اور اس کے درمیان حائل منصب کی

اونچی دیوار کا اندازہ اسے بہت اچھی طرح سے تھا جبھی چاہنے کے باوجود کچھ بھی کہہ نہ پائی تھی۔

"لیکن ویکن کیا؟ جو میں نے کہہ دیا وہ تمہیں کرنا ہے سمجھیں۔" سخت نظروں سے گھورتے اس نے جملہ مکمل کیا اور زوردار آواز سے دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں جا گھسا۔ آواز کی شدت سے زینب کا تو دل دہلا ہی خود نبیلہ بُری طرح یوں چونکیں کہ پیاز کاٹتی چھری ان کی انگلی بھی کاٹ گئی۔

"روبی آپ ایسا کرو میرے آنے تک یہ بلاکس بناؤ میں ابھی آتی ہوں۔" زینب نے بلاکس کا ڈبہ روبی کو تھمایا اور خود ڈرتی جھجکتی فراز کے کمرے میں داخل ہو گئی۔

"ادھر آؤ' بیٹھو میرے پاس۔" اس سے پہلے کہ وہ کپڑوں کا پوچھتی فراز نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھانا چاہا لیکن زینب ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ گئی۔

"میں تو...... آپ...... آپ کے کپڑے استری کرنے آئی تھی۔" تمام تر ہمت جمع کر کے زینب نے کہا۔

"لیکن میں نے تو تمہیں کسی اور کام سے بلایا ہے۔" فراز کی آنکھوں میں ہلکورے لیتا خمار زینب کو خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھا لیکن وہ ہمت نہیں ہاری تھی۔

"صاحب جی! ہم غریب ضرور ہیں مگر عزت اور خودداری ابھی ہم میں زندہ ہے آپ نے جیسا مجھے سمجھا میں ویسی ہرگز نہیں ہوں۔" اپنے تئیں بات ختم کر کے وہ جانے کے لیے مڑی لیکن فراز نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی جو تھامی تو وہ کسمسا کر رہ گئی۔

"خدا کا واسطہ ہے مجھ پر رحم کریں میں......" بے بسی اور تذلیل کے احساس سے اس کے رخسار بھیگنے لگے تھے۔

"تم جتنے روپے یہاں ایک ماہ کام کر کے لوگی اتنے تو میں تمہیں ایک دن کے ادا کر سکتا ہوں پھر تم......" اچانک دروازہ کھلنے سے اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی کہ ہاتھ میں پیاز کاٹنے کی چھری لیے کسی خدشے کے تحت نبیلہ لال ہوتی آنکھوں کے ساتھ ان کے سامنے موجود تھی مگر فراز نہ تو گھبرایا اور نہ ہی بوکھلایا۔

"آؤ آؤ' تم بھی شامل ہو جاؤ اس بولی میں' بولو کتنے لوگی اس کے؟" فراز نے زینب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبیلہ سے پوچھا۔ زینب کی کلائی بدستور اس کے ہاتھ میں تھی۔

"شرم آنی چاہیے تمہیں' اپنی حیثیت دیکھو اور اپنے کام......" نبیلہ کی بات پر فراز کا تو جیسے قہقہہ ابل پڑا۔

"میں کہتی ہوں چھوڑ دو میری بچی کو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" نبیلہ کی دہاڑ سے خود زینب نے سہم کر ماں کو دیکھا کہ یہ روپ اس کے لیے مکمل طور پر نیا ہی تو تھا۔

"بس بس ٹھیک ہے' دام بڑھانے کے لیے زیادہ ڈرامہ بازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے' سیدھی طرح بول کتنے میں معاملہ طے کرے گی؟" فراز بڑی بے خوفی سے بات کر رہا تھا۔

"میں کہتی ہوں چھوڑ دے اسے ورنہ......" ہذیانی کیفیت میں چیختی نبیلہ کی آواز کمرے کی تمام دیواروں سے ٹکرائی تو طنزیہ انداز میں فراز نے زینب کو ایک جھٹکے سے خود سے نزدیک کر لیا۔

"ورنہ کیا...... کیا کرے گی تو...... ہاں کیا کرے گی؟" مگر نبیلہ نے اس وقت آؤ دیکھا نہ تاؤ' ہاتھ میں پکڑی چھری لے کر اس پر پل پڑیں مگر فراز ان سے زیادہ پھرتیلا اور یقیناً اس حملے کے لیے تیار تھا جبھی چھری والا ہاتھ بڑی چابکدستی سے یوں موڑا کہ وہ خود نبیلہ کے پیٹ کو لہولہان کر گیا جبکہ دوسرا وار فراز نے دانستہ سینے پر کیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکیں۔

اس تمام واقعے کے بعد وہ رکا نہیں اور آہ و بکا کرتی زینب کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے فوراً سے پیشتر پولیس اسٹیشن کا نمبر ڈائل کرنے لگا اور خلاف توقع پولیس چند ہی منٹوں میں ان کے گھر پر موجود تھی۔

حواس باختہ بوا نبیلہ کے پاس ہی تھیں جبکہ زینب ذر

خوف، صدمے اور فراز کی دھمکیوں کے باعث وہاں سے بھاگ گئی تھی۔ مقصد وہاں سے فرار کے بجائے موقع پر بابر کو لے کر آنا تھا تاکہ ماں کی میت کو گھر لے جایا جاسکے جو بروقت طبی امداد نہ ملنے اور خون کے زیادہ بہہ جانے کے باعث موقع پر ہلاک ہوگئی تھیں۔

بیٹی کی عزت بچاتے بچاتے وہ خود مٹی کی چادر اوڑھے سوگئی تھیں۔ فراز نے موقف یہ اختیار کیا تھا کہ ان دونوں ماں بیٹی نے چاقو کے زور پر اسے چیک سائن کرنے کو کہا لیکن ہونے والی تکرار کے نتیجے میں جب نبیلہ نے چاقو سے اس پر وار کرنا چاہا تو اس نے محض اپنے دفاع کے لیے یہ قدم اٹھایا کیونکہ نبیلہ اور اس کی بیٹی کا تعلق ایک ایسے گروہ سے ہے جو عورتوں کی مدد سے مختلف طریقے اختیار کرکے گھروں میں اس طرح کی وارداتیں اکثر کیا کرتے ہیں اور ثبوت کے طور پر پولیس کے آنے سے چند ہی لمحے پہلے مشتعل بابر کا گھر میں موجود ہونا تھا اور پھر یہ کہانی تو رسمی طور پر اختیار کی گئی تھی ورنہ وہ یہ قصہ نہ بھی گھڑتا تو بھی وکیل کے تعاون سے اس کی حیثیت انہیں ہر طرح کی سزا دلوانے کو کافی تھی۔ جبھی پولیس ان دونوں کو تو گرفتار کرکے ساتھ لے گئی جبکہ نبیلہ کی لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوادی گئی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

جانی رات کو دیر سے گھر لوٹنے کی وجہ سے ابھی تک سو رہا تھا۔ رات کوشش کے باوجود چنو تاجی سے بات نہیں کرپائی تھی سو اب اس کے لائے گئے دودھ سے چائے بنانے کے بعد تاجی کو متوجہ کیا۔

"اماں! یہ دیکھ تو ذرا۔" چولہے سے چائے کی دیگچی اتار کر چنو نے جھڑے ہوئے کناروں کی بدرنگ پیالیوں میں چائے ڈال، ساتھ پاپے رکھے اور تاجی کو حیران کرنے کی غرض سے دوپٹے کے کونے سے گل کے بندھے ہوئے نوٹ نکال کر ہتھیلی اس کے سامنے پھیلادی۔

"یہ...... یہ تیرے پاس کہاں سے آئے؟"

چائے کی پیالی میں پاپے بھگوتے ہوئے تاجی ایک دم حیران رہ گئی تھی چنو نے ماں کو بہلی جان کر مختصراً تمام بات سے آگاہ کردیا۔ اس کی بات مکمل ہوتے ہی تاجی کے ہاتھ میں پکڑا رسک زیادہ بھیگ جانے کے باعث ایک دم چائے میں چھپاک سے گرا تو چائے کے چھینٹوں سے ان دونوں کے کپڑوں کے مزید داغ بڑھ گئے۔

تاجی کے سیاہی مائل چہرے پر اس کی سفید آنکھیں پھیلیں تو اس حد تک پھیلتی چلی گئیں کہ چنو کو اس سے خوف آنے لگا۔ اس نے چند تانبے اردگرد بکھری چائے ساتھ رکھے روپوں اور سامنے بیٹھی چنو کو دیکھا جس کا وجود نہ جانے کب اتنے بھرپور اور سڈول سراپے میں تبدیل ہوا کہ اس کی سارے دن کی خواری، جھڑکیوں اور گالیوں کے بدلے حاصل ہونے والی رقم سے زیادہ وہ ان چند گھنٹوں میں لے آئی تھی۔ ایک عجیب طرح کی میٹھی سی سنسنی کا احساس تھا جو ریڑھ کی ہڈی سے ہوتا ہوا اس کے جسم میں سرایت کرگیا اور بس زیست کا وہی ایک لمحہ تھا جب تاجی کو اس بات کا احساس ہوا کہ اس کے بیٹھ کر کھانے کے دن آگئے ہیں۔ کچھ دیر سوچ کر ایک نکتے پر پہنچنے کے بعد آخر وہ بولی۔

"کیا دوبارہ بھی بلایا ہے؟"

"ہاں آج...... اسی وقت۔" چنو نے مختصر سا جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اور سن...... یہ لے پیسے ساتھ والے کھوکھے سے کاجل اور سرخی لے کر لگا لینا۔" تاجی نے اسے بیس روپے کا ایک نوٹ دیا تو وہ خوش ہوگئی۔

اور ہاں جو پیسے بچیں ان سے بے شک کوئی سونف سپاری لے لینا اور جاتے ہوئے الائچی ضرور پھانکنا۔" تاجی نے گہری نظروں سے کچھ سوچتے ہوئے اس کے گال پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو اس نے خوشی ہو کر ماں کے ہاتھ کو ہی چوم ڈالا۔ وہ تاجی جو جوان ہوتی بیٹی کے ساتھ گھر میں رات گزارتے ہوئے گھبرا رہی تھی آج پیسے ہاتھ میں آئے تو خود بخود کر بھی بتانے لگی اس بات سے بے خبر کہ چٹائی پر سویا جانی دھوپ پڑنے کی وجہ

سے چند لمحے پہلے جاگنے کے بعد محض کسلمندی سے لیٹا ہے اوران دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو بڑے ضبط سے بہ خوبی سن رہا تھا جب ہی ان دونوں کے سر پرآ پہنچا۔

"شرم آتی ہے تجھے ماں کہتے ہوئے ماں نہیں تُو اپنے انڈے خود چبنے والا سانپ ہے سانپ......" غصے سے جانی کے منہ سے کف بہنے لگا اور یوں بھی اب وہ پہلے والا جانی تو تھا نہیں دھندے کے ساتھ اس کی ذات میں بھی واضح تبدیلی آ گئی تھی۔

"دماغ تو خراب نہیں ہوگیا تیرا۔" تاجی نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

"ارے مائیں تو مرجاتی ہیں اپنی بیٹیوں کی عزت کی حفاظت کرتے ہوئے اور تُو...... تُو خود اسے سکھا رہی ہے کہ زیادہ دام لینے کے لیے اپنے آپ کو کس طرح بیچا جاتا ہے کیوں حرام کاموں میں ڈال رہی ہے اسے۔ پہلے کیا کم حرام ہو رہا ہے یہاں؟" تاجی کے اس لالچ نے جانی کو برہم کردیا تھا۔

"ایسا کیا ہوگیا ہے جو جانی اس قدر غصے میں ہے۔" چھنو ٹھٹک تو ضرور گئی تھی مگر پھر بھی اچانک صورت حال کی تبدیلی پر ابھی وہ مکمل طور پر سمجھ نہیں پا رہی تھی البتہ تاجی اچھی طرح جان گئی تھی کہ اس کی چوری پکڑی گئی ہے۔

"ہونہہ آیا بڑا غیرت والا ارے حرام اور حلال کی تمیز وہ سکھاتے ہیں جن کے ہاتھ میں حرام سے پیٹ بھرنے والوں کے لیے حلال کا نوالہ ہو اور پھر تو بڑا حلال کا کھاتا ہے جو مجھے سبق دے رہا ہے۔ بول کس بات پر بڑھکیں مار رہا ہے؟" اب کے تاجی نے بات ختم کرتے ہوئے اسے چارپائی کی جانب دھکا دیا۔

"یہ چھنو ہوگی نا مجھے مگر میں کوئی بچہ نہیں ہوں سب جانتا ہوں کہ کیا کروا رہی ہے تُو اس سے۔" بات نکلی تو جو ذرا سا لحاظ تھا وہ بھی جاتا رہا۔

"چھنو میری بہن! یہ عورت تیری زندگی ایسے تباہ کردے گی کہ تُو کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہے گی تُو جیتے جی مرجائے گی اور اپنی زندہ لاش کا بوجھ نہیں اٹھا پائے گی۔" اس تمام عرصے میں وہ پہلی مرتبہ چھنو سے مخاطب ہوا تھا جو جو اس بابت ہی دونوں کے درمیان ہونے والا یہ مکالمہ سن رہی تھی۔

"بکواس بند کر اپنی......" تاجی نے گالی دیتے ہوئے ربڑ کا جوتا پوری قوت سے جانی کی طرف اچھالا تھا۔

"تُو جو بھی کرے میں اپنے جیتے جی کچھ ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" جانی نے کھا جانے والی نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"چل دفع ہو چھنو! پھینک یہ پیسے اور گھر بیٹھ ٹانگیں توڑ دوں گا تیری اگر ایک قدم بھی باہر نکالا تو۔" جانی کی غراہٹ اس کی عمر سے کہیں بڑھ کر تھی جو تاجی کو چونکنے پر مجبور کر گئی۔ چھنو کو بھی اس بات کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا کہ یقیناً کچھ غلط ہوگیا ہے اور آئندہ بھی ہونے والا ہے۔

"دفع ہوجا یہاں سے نکل جا اور آج کے بعد مجھے شکل نہ دکھانا اپنی ورنہ...... ورنہ تانئیں تو تیری میں توڑ دوں گی۔" مسلسل گالیوں سے نوازتے ہوئے تاجی نے کہا تو اس نے ہمدردی کی نظر سے چھنو کو دیکھا جس کا رنگ ان دونوں کی بات چیت کے دوران زرد ہوا اور آنکھوں میں بھی پانی بھرنے لگا تھا۔

"مرگیا آج سے میں تم سب کے لیے اور بس......" ہونے والا مکروہ انکشاف اور پھر بجائے شرمندگی تاجی کی ہٹ دھرمی سے جانی کا خون کھول اٹھا تھا سو اس نے فوراً باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے شاید کبھی واپس نہ آنے کے لیے......!

❁......❁......❁

"اچھا چل تو نے نہیں بتانا تو نہ بتا پر یوں افسردہ نہ بیٹھ یار!" بنو نے اکتا کر اسے دیکھا۔

صبح سے رات ہوچلی تھی آج نہ تو اس نے کچھ چھپانے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی کھانے کی طلب ہوئی۔ دن بھر گٹر کے ڈھکن پر بیٹھا اپنے جیسے ٹولی کے دوسرے لڑکوں کی زندگی پر غور کر رہا تھا جنہیں بہرحال اپنی ماں سے محبت

ضرور تھی لیکن اس کے دل میں معاملہ ذرا مختلف تھا جہاں فی الوقت ماں کے لیے ایک الاؤ دہک رہا تھا۔ دل تھا کہ کسی یتیم بچے کی طرح بلک بلک کر بس روئے ہی چلا جارہا تھا۔

باپ کا رشتہ اگر دنیا سے منہ موڑ بھی جائے تو اولاد کے لیے ماں کی آغوش سدا وا ہی رہتی ہے لیکن حیرت انگیز بات تھی کہ اس کے لیے پہلے بھی ماں کی محبت دیہاڑی سے مشروط تھی اور اب بھی اسے اچھی طرح یاد تھا جب وہ ناجی اور فیکے کے ساتھ بھیک مانگنے جاتا تھا۔ وہ دونوں اسے ہاتھ میں کٹورا پکڑا کر جس بھی علاقے میں بھیجتے وہ بجائے اس کے کہ صدا میں لگا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا بس یونہی گھومتا گھماتا شام کو پھر ان کے پاس جا پہنچتا جہاں ہمیشہ کی طرح ماں باپ کی طرف سے گالیاں اور جھڑکیاں اس کی راہ دیکھ رہی ہوتیں۔

دونوں چھوٹے بھائی البتہ اس ہنر میں طاق تھے چہرے پر مسکینی طاری کرتے ہوئے اس وقت تک راہگیر کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے جب تک کہ وہ کچھ دے نہ دیتا' نتیجتاً ناجی اور فیکے کے پیار اور ستائش کا حق دار ٹھہرے۔ ناجی کا ان کے ساتھ پیار بھرا انداز ہمیشہ اس کے دل میں حسرت بن کر ابھرتا۔

رات کو سوتے ہوئے یہ خواب بھی وہ جاگتی آنکھوں سے بڑی باقاعدگی سے دیکھا کرتا جس میں ناجی اس کے لاڈ کرتے ہوئے کبھی اس کی پیشانی چومتی اور کبھی ممتا بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے نرم آواز میں باتیں کرتی۔ یہ اس کا ایسا پسندیدہ خواب تھا جسے تصور کی آنکھ سے دیکھتا اکثر وہ سو جایا کرتا مگر پھر بھی نہ تو اسے کبھی سونے میں ایسا کوئی خواب نظر آیا اور نہ ہی کبھی خواب نے حقیقت کا روپ دھارا' ظاہر ہے خواب تو خواب ہوتے ہیں ناں اور پھر جاگتی آنکھوں سے دیکھے گئے خواب جن کی حیثیت اور جن کا وجود قطرہ قطرہ پگھلتی برف سے بڑھ کر ہرگز نہیں ہوتا۔

یوں ہی بیٹھے بیٹھے اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے جامی کو دیکھا جو ہاتھ میں صمد بونڈ کی پیلی ٹیوب پکڑے چلا آرہا تھا انہیں دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا تو جانی کے ساتھ بیٹھے لڑکے اس کے پیچھے موٹے موٹے سے پائپوں کے سروں پر جا پہنچے بونے جانے سے پہلے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا' پائپوں کے سرے پر پہنچتے ہی سب نے جیبوں سے ایک ڈیڑھ فٹ لمبی کپڑے کی پٹیاں نکالیں جو انہوں نے کچرے سے اٹھائی تھیں اور قریبی لگے بلدیہ کے نل سے ان پر پانی بہا کر اپنے تئیں صاف بھی کرلیا تھا۔

"لے جگر' آج میری طرف سے..... !" جامی نے جیب سے کپڑے کی وہ پٹیاں نکال کر ایک جانی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن..... لیکن یہ ہے کیا؟" وہ حیران تھا۔

یہ درست تھا کہ دن کے وقت وہ اکثر ان سے ملتا رہتا تھا کیونکہ وہ پہلے ان ہی کے ساتھ مل کر کچرہ چنا کرتا تھا لیکن ان سب کے ساتھ رات گزارنے کا یہ تجربہ پہلا تھا اور یہ ٹیوب تو وہ استاد کے کباڑ خانے میں اس کے کاریگروں کو مختلف چیزیں جوڑنے کے لیے استعمال کرتا دیکھتا تھا جب ہی کچھ نہ سمجھ میں آنے والی کیفیت میں دیکھنے لگا۔

"بس تو یہ سمجھ لے پیارے کہ سیٹھ لوگ اپنا غم غلط کرنے کو جام کا چسکا لیتے ہیں تو آپن جیسے لوگ دکھ مٹانے کو یہ طریقہ اپناتے ہیں۔ بس ہمیں دیکھ کر کرتا جا' سارے غم' دکھ' تکلیفیں تو بس دیکھ فناک سے دور۔"

غموں کو خیالی طور پر چٹکی بجا کر دور پھینکتے ہوئے اس نے کپڑا جانی کی مٹھی میں دبایا اور دائیں آنکھ بند کرکے ایک دفعہ پھر تلقین کی۔

"لیکن یار یہ چیزیں وغیرہ جوڑنے کے لیے....." وہ بولے بنا رہ نہیں پایا تھا۔

"زیادہ سوال کرنے کا نہیں اے کیا' اب الو دوسرا مال مہنگا بھی ملتا ہے اور پولیس کا بھی ڈر رہتا ہے پھر یہ پچاس روپے کی ٹیوب خریدنے پر کسی کو شک بھی نہیں ہوتا ویسے بھی آپن کا دل بھی تو ایک ٹوٹی ہوئی چیز ہی ہے ناں....."

کیا بولتا ہے؟" سب ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگے تھے مگر جانی کے لیے فضا ایک دم بوجھل سی ہوگئی تھی کاش ایسا ہوتا کہ ہم اپنے دکھ درد تکالیف اور ادھوری بین کرتی حسرتیں دھوئیں کی طرح فضا میں اڑا سکتے لیکن باوجود اس کے کہ زندگی سلگتے سگریٹ کی طرح لحہ بہ لحہ ختم ہورہی ہے پھر بھی ہم اپنے وجود کے اندر راکھ ہوئی حسرتوں کو کاش کے جزدان میں لپیٹے دل کے اعلیٰ ترین مقام پر سجائے رکھتے ہیں۔

رات کا اندھیرا اپنی تمام تر پُراسراریت سمیت ان سب پر حاوی ہورہا تھا پھر ان سب کے اصرار پر ہی جانی نے بھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے کپڑے کے بوسیدہ سے ٹکڑے کو الف کی شکل دے کر ایک سرے پر ہونٹ لگائی اور پھر روٹی کے لیے بنائے گئے پیڑے کی طرح گول کرکے منہ کے سامنے رکھا اور اندر کی طرف سانس کھینچنے لگا۔ شروع کے دنوں میں گو کہ جانی کو کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑا مگر حاصل ہونے والا سرور اس سے کہیں زیادہ تھا جب ہی ان سب کی محبت کا اثر قبول کرتے ہوئے اس خوابناک سرزمین پر قدم رکھتا ہی چلا گیا۔

❁ ❁ ❁

فیکے کو طاقو اور نوشے کے ساتھ عرس پر گئے تیسرا روز تھا اور پروگرام کے مطابق کل دوپہر کو انہیں واپس آجانا تھا۔ دو دن تک چیو خود تاجی کے سمجھانے بجھانے اور اس کے بعد زبردستی بھیجنے پر دکان پر جاتی رہی تھی۔ اس دن جانی اور ماں کے درمیان ہونے والی بحث اسے بہت کچھ سمجھا گئی تھی اسی لیے دوسرے روز جب تاجی نے جان بوجھ کر کام سے چھٹی لی اور وقت مقررہ پر اسے جانے کا یاد دلایا تو اس نے صاف منع کردیا جس پر تاجی نے اسے اپنے ہتکنے چیڑے انداز میں سمجھانے بجھانے کی بہت کوشش کی مگر اس کے نہ ماننے پر دھمکیوں پر اتر آئی تو زبدہ بالی آنکھوں سے ماں جیسے رتے کو اپنی پھٹی ہوئی سیاہ ایڑیوں تلے روندتی اس عورت کو دیکھتے ہوئے آخر وہ گھر سے نکل آئی۔

اس دن عرصہ بعد تاجی بڑے آرام اور سکون سے گھر پر رہی تھی مگر پھر بھی تاکید اس نے چیو کو یہ ہی کی تھی کہ حفیظ کے سامنے یہ ہی کہے کہ اس کے آنے کا گھر میں کسی کو بھی معلوم نہیں ہے نہ صرف یہ بلکہ اس سے پیسے لینے کے بعد تاجی نے اسے دکان سے ایک دو چیزیں بھی لے آنے کو کہا تھا۔ اسی طرح دو دن تک اس کے پاس جانے پر حفیظ آتے ہوئے اس کی مٹھی میں چند نوٹ تھما کر خاموش رہنے اور گھر میں ذکر نہ کرنے کا کہتا۔ پہلے دن چیو کی ناوابستگی سے شروع ہونے والا عمل ان دو ہی دنوں میں اسے ذہنی طور پر اپنی عمر سے کئی گنا بڑا کر گیا تھا۔

تاجی اور جانی کے درمیان ہونے والی بحث اور جانی کے ردعمل سے اب اسے خود اپنے آپ پر شرمندگی ہوا کرتی تھی۔ جانی کا فرطِ جذبات سے گلوگیر لہجہ اور اس کی خاطر پہلی مرتبہ ماں کے سامنے زبان درازی کرنا اور سب سے بڑھ کر ان کو چھوڑ کر جانا چیو کو رہ رہ کر دکھ دے رہا تھا۔ تاجی کا خیال تھا کہ وہ واپس آجائے گا مگر چیو کو یقین تھا کہ اب ایسا نہیں ہوگا وہ نہیں جانتی تھی کہ کب اور کن حالات میں اب دوبارہ وہ اپنے بھائی سے مل پائے گی اور مل پائے گی بھی کہ نہیں...... ابھی بھی دکان سے واپسی پر یہی کچھ سوچتے سوچتے ابھی گھر کے اندر آئی تھی کہ کنڈی کو ہٹائے تاجی دردناک آواز میں بین کرتی اندر داخل ہوئی۔

"ارے چیو! ہم لٹ گئے رے برباد ہوگئے۔ ہمارا تو کچھ نہیں بچا...... ہائے ہم تو لاوارث ہوگئے آج۔" بال نوچتے ہوئے تاجی نے روتے بین کرتے ہوئے چلاتے ہوئے کہا تو وہ بوکھلا گئی۔

"اماں کیا ہوا خیر تو ہے ناں؟ کچھ تو بول تو سہی......؟"

دھڑ دھڑ کرتے دل میں فوراً جانی کے نام کی بازگشت شروع ہوگئی تھی۔

"ہائے میرے اللہ میں تو جیتے جی مرگئی اپنے سر کے سائیں کے ساتھ ہائے میرے معصوم بچے او میرے رہا...... او میں کیا کروں......؟" کمر کے گرد دوپٹہ باندھ کر وہ صحن کی عین بیچوں بیچ کھڑی سینہ کوبی کرنے لگی تھی۔ بالوں کی بکھری ہوئی لٹیں کندھوں سے ہوتی ہوئی آگے

آ رہی تھیں اور چینو جو بت بنی ساکت وساکن کھڑی تھی یہ خبر سنتے ہی اپنے حواس کھونے لگی۔

"ہائے بدبختو...... دوزخ جلو جاکے ہائے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا...... میرے معصوم بچے راکھ ہوگئے...... میرا افیکا...... میرے سر کا تاج......" تاجی کے رونے اور سینہ کوبی کی آواز سن کر آس پڑوس کی عورتیں بھی آن کے آن میں ان کے گھر جمع ہوکر اس کی تقلید کرتے ہوئے ماتم کناں ہوگئیں۔

فیکے کی جوان اور طاقتور نوشے کی معصومانہ موت پر ہر آنکھ اشک بار اور ہر دل غمناک تھا۔ رانی اور گڈی اس اچانک پیدا ہونے والی صورتحال سے خوفزدہ چپ چاپ بے ہوش چینو کے پاس بیٹھی تھیں۔ چند عورتوں نے گھڑونچی سے پانی نکال کر اس کے چہرے پر چھینٹے مارنا شروع کیے تو وہ ہوش میں تو آ گئی لیکن اب بھی اس کا دل ہرگز یہ ماننے کو تیار نہ تھا کہ ابھی چند لمحوں پہلے تاجی کی کہی گئی باتیں واقعی حقیقت ہیں۔

"کیوں...... کب اور کیسے......؟" یہ سب کچھ پوچھنے کا تو ہوش بھی نہیں رہا تھا۔

سینہ کوبی کرتی تاجی بھی غشی کے دوروں میں بھی بین ہی کررہی تھی ایسے میں وہاں موجود عورتوں نے انہیں بڑا سہارا دیا۔

"اری ہوا کیا انہیں...... کچھ پوری خبر ملی کہیں سے؟" ایک ادھیڑ عمر عورت نے بے ہوش پڑی تاجی کا سر اپنے گھٹنے پر رکھتے ہوئے آرام سے سہلاتے ہوئے پوچھا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ تاجی کو کچھ دیر کے لیے ہوش میں نہ ہی لایا جائے تو بہتر ہے اس لیے کہ شوہر اور دو بیٹوں کا صدمہ برداشت کرنے کے لیے اس کے دل اور دماغ کو یقیناً کچھ مہلت درکار ہوگی۔

"بس چاچی! بے چاروں کی قسمت...... کالو بتارہا تھا کہ مزار پر عرس کی وجہ سے لگائی جانے والی بتیوں میں کرنٹ سے ایک دم آگ لگ گئی تھی سب بھاگے تو بھگدڑ میں کئی لوگ مارے گئے کچھ تو وہیں جل بھی گئے۔"

دوپٹے کے پلو سے آنسو صاف کرکے ناک رگڑتے ہوئے نصیبو نے کہا۔

"بڑا پیار تھا دونوں میں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کے جیتے تھے۔" سکھاں نے بے ساختہ گلوگیر لہجے میں بات کرتے ہوئے ترحم آمیز نظروں سے سامنے بے ہوش پڑی تاجی کو دیکھتے ہوئے کہا تو سسکیاں لیتی باقی عورتیں بھی ہاں میں ہاں ملانے لگیں حقیقتاً سبھی کو اس سانحے کا دلی طور پر رنج تھا۔ وقفے وقفے سے وہ چینو اور دوسری دونوں کو بھی دلاسا دیے جاتیں گو کہ ان کی مدد کرنا بے حد مشکل تھا کیونکہ وہ سب اسی طرح کے کاموں سے منسوب تھے جس میں روٹی کا تعلق دیہاڑیوں کی بنیاد پر ہوتا ہے مگر پھر بھی اخلاقی طور وہ جتنی مدد کرسکتی تھیں وہ کررہی تھیں۔

اچانک تاجی ہوش میں آ گئی تو باوجود اس کے کہ اس کی آواز بیٹھ چکی تھی مگر پھر بھی روتے ہوئے دوبارہ بال نوچنے اور سینہ کوبی کرنے لگتی۔ ماں کے ہاتھ پکڑ کر روکنے کی کوشش کرتے ہوئے چینو کبھی تو اس کے ہاتھ چوم کر اپنی آنکھوں پر لگاتی اور کبھی خشک ہونٹوں پر۔

لیکن کچھ ہی دیر میں برداشت ختم ہوگئی تو تاجی ایک بار پھر عورتوں کے بازوؤں میں جھول گئی۔ کئی چمکتی چاندنی راتوں پر گہن لگنے کے بعد اب گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا چکا تھا۔ چینو دونوں چھوٹی بہنوں کو سینے سے لگائے کبھی باآواز بلند روتی تو کبھی خود ہی چپ ہوکر انہیں حوصلہ دینے لگتی جو ان تمام مناظر سے ہراساں ہوکر سہمی بیٹھی تھیں۔

❁......❁......❁

دنوں کو گزرتے دیر ہی کتنی لگتی ہے گو کہ مشکل وقت سردیوں کی خشک راتوں کی طرح طویل ضرور لگنے لگتا ہے لیکن بہرحال رکتا وہ بھی نہیں اور درحقیقت وقت کا گزر جانا بھی رب کریم کی کروڑہا نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ سو جیسے تیسے کچی بستی کے اس چھپر نما مکان میں بھی دن گزر رہے تھے لاشعوری طور پر تاجی اور چینو دونوں کو ہی جانی کا بڑی شدت سے انتظار تھا جو ان دونوں کی توقع کے برعکس لوٹ کر ہی نہ آیا تھا اور نہ ہی بستی کے کسی فرد نے

اسے کہیں دیکھا تھا۔

صوبائی حکومت کی طرف سے حادثے میں جاں بحق شدگان کے وارثین کے لیے جتنی رقم کا اعلان کیا تھا اس سے نصف ضلع انتظامیہ کو ملی تھی۔

کالو نے تاجی کو روپے ملنے کی بابت آگاہ کیا تو وہ بھی اپنا حصہ لینے دفتر جا پہنچی جہاں اس کی حیثیت کا اندازہ کرتے ہوئے کئی طرح کی کٹوتیاں کرنے کے بعد مختصری رقم اس کے حوالے کی گئی جس روز تاجی وہ رقم لے کر گھر پہنچی؛ رانی اتنے سارے روپے اکٹھے اس کے ہاتھ میں دیکھ کر فوراً اپنی انگلیوں پر حساب کرنے لگی۔

"ابا...... نوشا اور طاقو...... تین لوگوں کے مرنے پر اتنے روپے ملے ہیں اللہ کرے اگلے عرس میں گندی بھی مرجائے تو کچھ اور پیسے بیٹھے بٹھائے مل جائیں گے۔"

رانی نے میل بھرے ناخن سے سر کھجاتے ہوئے کہا تو تاجی سے اور تو کچھ بن نہ پڑا تیل کی خالی بوتل اسے دے ماری اور وہ روتی ہوئی پینو کے گلے جا لگی کہ اپنے تئیں تو اس نے گھر کے فائدے ہی کی بات کی تھی یوں بھی نہ تو اتنے روز سے تاجی کام پر گئی تھی اور نہ ہی پینو۔ کھانے والے اب چار تھے تو کمانے والا ایک بھی نہیں بچا تھا سو زندگی ربڑ کے جوتے کی مانند آہستہ آہستہ گھسنے لگی۔

❋......❋......❋

جانی کے لیے زندگی مکمل طور پر بے معنی ہو کر رہ گئی تھی؛ پہلے تو پیٹ بھرنے اور گھر والوں کے طعنوں سے بچنے کے لیے وہ کچھ نہ کچھ کر ہی لیتا تھا لیکن اب تو سارا دن شہر کے تقریباً آخری علاقے میں موجود ہوٹل کے آگے بس گم صم سا بیٹھا رہتا جس سے کم از کم اتنی رقم تو ضرور اکٹھی ہو جاتی کہ وہ نشے میں اپنا حصہ ڈال سکے۔ ہوٹل بند کرتے وقت مالکان بچا کھچا بھی اسے دے جاتے جس سے وہ پیٹ کا ایندھن بھرتا اور اکثر یہی سوچتا۔

"حیرت ہے جب میں بازو پر چھوٹے تولیے اور ہاتھ میں کنگھے پکڑ کر ٹریفک سگنلز پر بیچا کرتا تھا تو میرے ہاتھ خالی جبکہ فقیروں کے کشکول بھر جایا کرتے تھے اگر گاڑیوں کو چمکانے لگتا تو ان کے مالک چند روپے دینے کے بجائے گاڑی گندی کرنے کا الزام لگا کر گالیاں دیتے ہوئے گاڑی بھگا کر لے جاتے اور میں ان گاڑیوں کی تیز رفتاری کے باعث پہیوں سے اڑتی دھول مٹی میں اپنی ذات کو مزید گرد آلود ہوتا دیکھتا رہتا اور آج جب کہ میں ایک نشئی کی حیثیت سے چپ چاپ بس بیٹھا رہتا ہوں تو لوگ دامن بھر جاتے ہیں۔" دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ان سب باتوں سے جانی کو قطعاً کوئی غرض نہ تھی اس کی دنیا صرف اور صرف کچرے کے ڈھیر سے شروع ہو کر بڑے بڑے پائپوں پر ختم ہوتی تھی۔

اس دن بھی وہ نشہ کرنے کے بعد پائپ کے اندر ہی آڑا ترچھا لیٹا ہوا تھا کہ ایک بڑی سی گاڑی عین اس کے سامنے آ کر رکی تھوڑی دیر تک اس سے چند باتیں کرنے کے باوجود خاطر خواہ جواب نہ پا کر سفید کوٹ پر کلپ کی مدد سے اپنے نام اور پیشے سے متعلق کارڈ لگائے آدمیوں نے اسے پکڑا اور بغیر کچھ کہے گاڑی میں بٹھا دیا جس میں اس جیسے چند دوسرے لڑکے بھی موجود تھے اس وقت تو ذہن ماؤف تھا سو یوں ہی خوابیدہ کیفیت میں ان کے ساتھ چل دیے لیکن نشے کا چھایا ہوا خمار ختم ہوا تو ارد گرد کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ چند نوجوان ڈاکٹرز نے نشے کے خلاف ایک بڑی مستند اور فعال این جی او بنائی ہے جو نشہ کرنے والے افراد کو اس سے نجات دلا کر زندگی کی راہ پر گامزن کرنے میں ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرتی ہے۔ یہ بھی پتا چلا کہ اس فلاحی تنظیم کو ایک نیک دل اور سینئر ڈاکٹر فروا کی مکمل حمایت اور سرپرستی حاصل ہے اور انہی کے بھرپور تعاون سے یہ نوجوان اپنے ملک کے مستقبل کے معماروں کو درست سمت کی روشنیاں کھوجنے کی تربیت دینا چاہتے تھے۔

کئی اخبار نویسوں نے ان کی تصویریں چھاپیں اور کئی لوگ ان کے پاس وارڈ میں آ کر نشے کے نقصانات بھی گنواتے رہے لیکن جانی کو ان سب سے کوئی غرض نہیں تھی وہ تو بس اتنا جانتا تھا کہ اس نشے نے ہی اسے بہت سے

دکھوں سے بچا رکھا تھا کہ تنہائی ملتے ہی اس کے دل میں گھر والوں کی یاد اور خصوصاً پتو کا ہونق چہرہ جس طرح بے چینی کا باعث بنتا تب اس کے پاس اپنا سر پیٹنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا البتہ نشہ کس طرح اسے اندرونی طور پہ کھوکھلا کر کے ناکارہ بنا رہا تھا اس بات کا تو نہ ہی اس سمیت کسی کو بھی شعور تھا اور نہ ہی سوچنے کی فرصت۔

مطب کے اوقات میں وارڈ میں شور شرابے کا جو ایک عجیب سا ماحول ہوتا اسے تمام ڈاکٹرز بڑے ہی تحمل سے اور بردباری سے سنبھالتے۔ جانی کو چونکہ اس دلدل میں پھنسے ابھی قلیل مدت ہی گزری تھی اس لیے وہ بہت جلد ہی بہتری کی منازل طے کرنے لگا تھا لیکن ابھی ان سب کے علاج کا کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اس تنظیم کی روح رواں ڈاکٹر فروا کے متعلق یہ سننے میں آیا کہ شوہر سے ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کے باعث انہوں نے جس طرح اپنے پہلے شوہر سے طلاق لینے کے لیے عدالت کا رخ کیا تھا اسی طرح اب بھی دوسرے شوہر سے طلاق لینے کے باعث انہوں نے کورٹ میں خلع کی درخواست دائر کر رکھی تھی جو کہ منظور ہونے اور خلع حاصل کرنے پر وہ اپنے بیٹے کے ساتھ گھر بار بیچ کر مستقلاً کینیڈا شفٹ ہو رہی ہیں۔

اسپتال میں ان کو دی گئی الوداعی پارٹی کے دن وہ فرط جذبات سے بار بار روتے ہوئے وارڈ میں متعین نرسز کا خیال تھا کہ انہیں ایک بار پھر مجید صاحب سے ہی نکاح کر لینا چاہیے جو پہلے ہی کینیڈا میں رہائش پذیر ہیں۔

جانے سے پہلے ڈاکٹر فروا ان کے وارڈ میں آئیں اور بات کرنے کے دوران آبدیدہ ہوتے ہوئے ان کے مشن کو آگے بڑھانے کو کہا لیکن وہ سب نہ ہو سکا جس کا خواب ڈاکٹر فروا نے دیکھا تھا۔ تمام ڈاکٹرز کو سمیٹ کر تسبیح کے دانوں کی طرح اپنے اخلاق کے دھاگے میں پرونے والی ڈاکٹر فروا کے جاتے ہی سب اس طرح انفرادی اختلافات میں الجھے کہ وہ دھاگہ ہی ٹوٹ گیا' تسبیح کے تمام موتی یونہی بس ادھر ادھر بکھر کر رہ گئے اور یوں ایک دن موقع پا کر ہی جانی اسپتال کی کھڑکی سے کود کر فرار ہوگیا' یہ جانے اور سوچے بغیر کہ اسپتال میں تو اس کو رہنے کی جگہ اور کھانا سب مفت میسر تھا لیکن پھر بھی اسے اپنا آپ وہاں قید معلوم ہوتا' باہر جا کر تو ہر کام کے لیے روپے درکار ہوں گے۔

❁.......❁.......❁

"اوئے ہیرو! کیا گل کھلا کے آیا ہے؟" لمبے چوڑے سپاہی نے جانی کو لات رسید کرتے ہوئے حوالات کے اندر پھینکنے کے انداز میں داخل کیا تو پہلے سے موجود قیدی نے فوراً ہی سوال داغ دیا۔ حواس باختہ جانی محض جاسوسی سے اسے دیکھنے لگا جو شاید اسی کا منتظر بیٹھا تھا۔

"بتا ناں' کہاں سے اور کیا کرتے پکڑا گیا ہے؟" وہ یقیناً تنہائی سے تنگ آ چکا تھا جبھی اس کے آتے ہی بات چیت کر کے وقت گزارنا چاہتا تھا مگر اس کی خاموشی سے چڑ گیا۔

"اب بولے گا نہیں تو تیرا دماغ پھٹ جائے گا' اچھا ہے کچھ کہہ سن کر دل ہلکا کر لے۔" جواب میں جانی نے گھٹنوں پر سر رکھ دیا' بالکل اسی طرح جیسے وہ دیہاڑی نہ لانے پر روٹی کے وقت کرتا تھا بے بسی کے آنسو تب بھی تھے اور آج بھی۔

"شکل سے اتنا چالو لگتا تو نہیں ہے میرا خیال ہے ابھی اس سمندر میں نیا ہے اور تیرنا بھی ٹھیک سے نہیں آتا ہے ناں؟" وہ جو کوئی بھی تھا مگر انتہائی باتونی تھا سو جانی کا کندھا ہلاتے ہوئے سوالیہ انداز میں بولا تو اس نے ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ جانی کا یہ انداز دیکھ کر دوسرے قیدی نے کندھے اچکائے اور وقت گزارنے کے لیے حوالات کی سیاہ آہنی سلاخوں کے پار زندگی کے آثار دیکھنے کی کوشش کرنے لگا مگر چند ہی لمحوں بعد اکتا کر ایک بار پھر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"چل چھوڑ اپنے اٹھی راز اپنے پاس رکھ اور میری سن' میں آج تیسری مرتبہ جیل آیا ہوں اب تو عملہ بھی واقف ہوگیا ہے سب جانتے ہیں کہ بس چند دنوں کا مہمان

ہوں۔" چھوٹا کھڑکی کوئلے کی تحریروں سے مزین دیوار کے سہارے ٹانگیں پسارتے ہوئے وہ بولا تو جانی نے سابقہ کیفیت میں محض آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"چل اب تو کچھ سنا دے یار! جیل کی رات بڑی لمبی لگتی ہے' گپیں مارتے ہوئے گزار لیں گے۔" جانی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا جھنجوڑتے ہوئے وہ بولا تو جانی جو رنگلیں تانے پولیس والوں کو یہاں سے وہاں جاتا دیکھ کر بے حد خوفزدہ ہو چکا تھا اسے اپنا ہمدرد خیال کرنے لگا۔

"جیل کی ایک رات..... میری تو جانے کتنی ہی راتیں اب جیل میں ہی کٹیں گی' مجھے تو کوئی چھڑانے بھی نہیں آئے گا۔"

"کیوں..... کوئی باپ بھائی کوئی والی وارث نہیں ہے تیرا؟" گفتگو میں دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے وہ بولا تو جانی نے بس یوں ہی نفی میں دائیں بائیں گردن ہلا دی یہ جانے بغیر کہ وہ تو حقیقتاً اب ان رشتوں سے محروم ہو چکا ہے۔

"کوئی یار دوست.....؟"

"نہیں..... کوئی نہیں۔"

"تو کیا اب تک یوں ہی اکیلا..... ارے کوئی کچرے پر پھینک گیا تھا تجھے' کیا کرتا رہا ہے اب تک؟" وہ جانی کی ادھوری باتوں سے الجھنے لگا تھا۔

"میں..... " جانی نے کچھ سوچ کر اپنی مختصر سی بپتا اسے کہہ سنائی البتہ ماں کے متعلق اپنے جذبات اور پنو سے نسبت رکھنے والی ہر بات وہ مکمل طور پر چھپا گیا تھا۔

"ہوں..... تو یہ بات ہے۔" اس نے جانی کی کہانی سن کر کسی سوچ میں گم ہوتے ہوئے نظریں جانی کے چہرے پر جما دیں دل بہت آگے کی حکمت عملی ترتیب دے رہا تھا۔

"پھر تو تیری قسمت واقعی بڑی خراب ہے' تجھ جیسے کتنے جیلوں میں پہلے سے سڑ رہے ہیں' بے گناہ بھی اور معمولی سے جرم کے مرتکب بھی اور پتا ہے جن کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہوتا ناں وہ اپنی عمر کا بڑا حصہ صرف پیشی کے انتظار میں ہی ان سیلن زدہ دیواروں کے ساتھ گزار دیتے ہیں۔" جانے کیوں اسے جانی سے ہمدردی ہونے لگی تھی۔

"اچھا سن' میرا نام بوبی ہے اور بس آج سے میں تیرا دوست بھی ہوں اور بھائی بھی' سمجھا؟" جانی کی شکل میں بوبی کو اپنے اوائل روز نظر آنے لگے تھے جب وہ بھی اس کی طرح حالات سے فرار ہونے کی کوشش میں یوں گھبرایا کہ اب اپنے ضمیر سے بھی فرار پانا ممکن نہ رہا تھا' چند لمحات خاموشی نے نگل لیے۔ جانی کا کندھا تھپتھپانے کے بعد بوبی نے اسے مزید کریدنے کا ارادہ ترک کر کے بازو کا تکیہ بنایا اور لیٹ کر اس کا بغور جائزہ لینے لگا۔

آئندہ آنے والے دنوں میں پولیس کا خوف جانی کے چہرے کی پیلاہٹ کو مزید گہرا کر رہے تھے' خشک لبوں پر بار بار زبان پھیرنے کے باوجود ان پر پپڑی جم چکی تھی اور پھر اس کی تو کوئی امید یا کوئی ایسا سہارا بھی نہ تھا جو اسے یہاں سے نکال کر لے جاتا۔ یہی سوچ کر اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا جسے اس نے اپنی آستین سے رگڑ کر بہنے سے روک تو دیا مگر پھر بھی یہ نمکین سیال بوبی کو بھی بے چین کر گیا۔ اسی لیے اپنی دانست میں اس کا غم دور کرنے کو وہ جانی کے نزدیک ہی کھسک آیا یوں بھی وہ اسے اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہو رہا تھا۔

"ماں یاد آ رہی ہے؟"

"ہاں بہت..... " ناجی جیسی بھی تھی آخر کو اس کی اپنی سگی ماں تھی جبھی بوبی کے سوال پر جو دل میں آیا کہہ ڈالا۔ ہزار اختلاف کے باوجود اس کا دل اب بھی ماں کی گود کے لیے ترستا تھا لیکن بوبی کے اگلے ہی سوال نے جانی کے ہونٹوں کی جنبش پر بین لگا دیا۔

"ماں بہت پیار کرتی ہے تجھ سے؟" بوبی کا پوچھا گیا سیدھا سادا سوال جانی کو انی کی طرح محسوس ہوا تھا جو اس کے جسم کو چھیدتا آر پار ہو گیا۔ آنسو تھے کہ گالوں پر لڑھکنے کے بجائے حلق میں جمع ہوتے جا رہے تھے

جب ہی بولنا ناممکن ٹھہرا تو محض جبڑے بھینچتے ہوئے گردن اثبات میں ہلادی۔

"یار ویسے اس معاملے میں تو تُو بڑا خوش قسمت ہے کہ اپنا دکھ کہنے کو تیرے پاس ماں ہے مجھے دیکھ جس کا کوئی نہیں ایک ماں تھی جو ہمارے پیٹ کا ایندھن بھرتے بھرتے بے چاری خود ہی اس ایندھن کی نذر ہوگئی۔" آلتی پالتی مار کر بیٹھے بوبی نے انگوٹھے کا ناخن مسلتے ہوئے کہا تو جانی اپنا غم بھول کر اسے بھی ستاسے دیکھنے لگا۔

بوبی یادوں کے بے جان گھوڑے پر سوار ماضی کے لق ودق صحرا کی خاک چھاننے نکل کھڑا ہوا تھا' دونوں کی کہانی میں ہزار اختلاف سہی لیکن آج کے آئینے میں دونوں ہی کی ماں کا عکس بڑا واضح نظر آرہا تھا۔

"کچھ نہیں ہے تیرے لیے...... کما کر لا اور کھا...... بہانے بناتا ہے ہڈ حرام!" بوبی کی کہانی سننے کے بعد جانی بے اختیار اپنی اور اس کی ماں کا موازنہ کرنے لگا تو تائی کی آواز باقی تمام محسوسات پر حاوی ہوکر اس کی سماعتوں پر ضربیں لگانے لگی۔

محبت بھرا کوئی جملہ' دعا یا ممتا سے لبریز کوئی لمس ایسا کچھ بھی تو جانی کی یادداشت کی کوٹھڑی میں محفوظ نہ تھا' ہاں تھا تو بس اندھیرا اور بس......

"ہونہہ! میری ماں کے دل میں تو دعائیں بھی محض ان لوگوں کے لیے تھیں جو اس کے کشکول میں جھنکار پیدا کرنے کا باعث بنتے۔ کڑواہٹ بھرے ذہن کے ساتھ جانی نے بددلی سے سوچا۔

لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ بوبی سے اپنا حال کہہ سن لینے کے بعد اسے واقعی اپنے اندر تبدیلی محسوس ہورہی تھی' یوں لگتا جیسے بوبی سے اس کی برسوں پرانی شناسائی ہو۔ نیند تو دونوں ہی کی آنکھوں میں نہیں تھی اس لیے آواز بلند باتیں کرنے پر سپاہی کی طرف سے سرزنش کا سامنا کرنا پڑا تو تمام رات سرگوشیوں میں باتیں کرتے ہوئے کس طرح رات گزر گئی انہیں پتا ہی نہ چلا اور بوبی کے دعوٰی کے عین مطابق صبح نو بجے سپاہی اسے بلانے آن پہنچا۔

"جانی تُو فکر نہ کر میں تجھے ضرور چھڑالوں گا لیکن شاید ایک دو دن لگ جائیں اور ہاں دیکھ......" جاتے ہوئے گلے ملنے کے دوران بوبی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"کسی بھی چیز یا جرم کا اعتراف نہ کرلینا' چاہے کچھ بھی ہوجائے ورنہ بڑا مسئلہ ہوجاتا ہے۔" اس نے جاتے ہوئے جانی کی بڑی ہمت بندھائی تھی لیکن اول تو اس کا جیل آنے کا پہلا تجربہ تھا سو خوفزدہ ہونا ایک فطری عمل تھا اور دوسری بات یہ کہ اسے معلوم تھا کہ اب اس کا جیل کی اس چھلی کوٹھڑی سے نکلنا شاید ناممکنات سے ہے۔

تھوڑی دیر بعد انسپکٹر کے سامنے اس کا بیان لیا گیا اور جانی کی اس وقت حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب سترہ موبائل فونز' ساٹھ ہزار روپے اور طلائی زیورات چوری کرنے جیسے کتنے ہی اسٹریٹ کرائمز اس کے پلے ڈال کر اعتراف جرم کے لیے کسا یا جانے لگا۔

"صاحب جی! میں نے کچھ نہیں کیا' میں بے گناہ ہوں۔ اللہ اور رسول کا واسطہ ہے مجھے چھوڑ دیں۔"

"بس بس اب چھوڑ دے یہ رونا دھونا اور سیدھی طرح بتا کس جماعت یا گروپ کے لیے کام کرتے ہو؟" ایس ایچ او نے روزنامچہ کھول کر جرم کی نوعیت کے خانے پر نظر دوڑائی لیکن اسے خالی پا کر جانی کی التجا نظر انداز کرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی اسٹک سے ٹیبل کی شفاف سطح پر آواز پیدا کرتے ہوئے بولا تو پاکستان کی حقیقی پولیس آہستہ آہستہ کرکے اس کے سامنے آنے لگی۔

"میرا کسی جماعت یا گروپ سے کوئی تعلق نہیں ہے صاحب! مجھے چھوڑ دو صاحب' میں ساری عمر آپ کو دعائیں دوں گا۔"

"آج تک کسی مجرم نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ جرم اس نے کیا ہے۔" سب انسپکٹر نے یونہی ایس ایچ او کے سامنے کارکردگی بڑھانے کو اسے کان سے پکڑا اور جھنجوڑ ڈالا۔

"یہ ایسے نہیں بولے گا' بند کردو اسے' ہونہہ آیا بڑا

مولوی! حلوے کھا کر دعائیں دینے والا۔" ایس ایچ او کے کہنے کی دیر تھی کہ کانسٹیبل نے اس کی کلائی کھینچی اور ایک بار پھر بند کر دیا۔

❀...... ــ × ــ ......❀

بہار آنے کو تھی ایسا موسم جس میں ٹنڈ منڈ کھڑے درختوں پر بھی شگوفے پھوٹنے لگتے۔

مگر ناجی کے آنگن میں اس دفعہ بہار آتے ہوئے گریزاں اس لیے تھی کہ گھر کے تمام در و دیوار پر تو جیسے خزاں ہی آ کر ٹھہر سی گئی تھی۔ گھر ایک دم ہی مردانہ آوازوں سے خالی ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ شوہر بچا تھا اور نہ ہی بیٹے' حادثے کے کتنے ہی دن بعد تک تو وہ کام پر جانے کے قابل بھی نہیں ہوئی تھی' حفیظ کے دیے روپوں سے اب تک گھر کا دال دلیا چل رہا تھا۔ عرصے بعد آخر وہ جی کڑا کے نکلی بھی تو ہمت ہار کر وہیں بیٹھ گئی بھلا اسے چلنے کی عادت ہی کہاں تھی فیکا اسے سارا سارا دن ریڑھی میں بٹھائے رکھتا ہر جگہ' اور وہی جانے والی صدا میں اسے فیکے کی ہی آواز سنائی دیا کرتی اور وہ یونہی بس خوامخواہ مڑ مڑ کے پیچھے دیکھنے لگتی کہ جیسے لوگوں کے اس ہجوم میں فیکا بھی اسے پکارا چلا آ رہا ہے۔

اکثر تو سڑک پر چلتے چلتے ناجی کو یاد ہی نہ رہتا کہ اس کے اطراف ٹریفک رواں دواں ہے وہ تو اس کی قسمت اچھی تھی کہ گاڑیاں ہارن پر ہارن دیتے نکلتیں ورنہ تو اچھا خاصا دیکھ بھال کے چلنے والوں کو بھی ڈرائیور حضرات کسی خاطر میں نہ لایا کرتے۔

آنکھوں میں آنسو لیے بس وہ ہولق سی کبھی ایک جگہ کھڑی ہوتی تو کبھی دوسری جگہ۔ نہ صرف شوہر بلکہ دو بیٹے آن کی آن میں راکھ بن گئے تھے۔ یہ بات اس کے ذہن سے نکالے نہ نکلتی اور پھر وہ تینوں تو چلو دنیا میں نہ رہے مگر جانی...... جو جیتے جی انہیں جدائی کا روگ لگا گیا تھا آتے جاتے لوگوں میں جانی کے چہرے کو کھوجتی ناجی کی سفید بے رونق آنکھیں ہر وقت حرکت میں رہتیں لیکن حقیقتاً اب وہ وہ ناجی نہیں رہی تھی نہایت کمزور دل اور بڑی کم ہمت ہو گئی تھی اب وہ......

گڈی تو یوں بھی پیدائشی کمزور تھی لیکن ان دنوں بھوک نے تو اس کی حالت مزید ابتر کر دی تھی۔ پتلی پتلی کمزور ہڈیاں اور اندر کی طرف بتدریج دھنستی آنکھیں' سارا سارا دن بھوک پوری نہ ہونے پر روتی رہتی نہ تو گود میں اٹھانے پر چپ ہوتی اور نہ ہی بہلانے پر اور بھلا چپ ہوتی بھی تو کیسے؟

اگر دو روٹی کی بھوک پر محض دو لقمے کھانے کے نام پر ملیں تو بڑے تو جیسے تیسے صبر کر لیں مگر بچوں کو کون سمجھائے؟ اس دن بھی ناجی کام پر گئی تو ضرور لیکن گڈی کی چڑچڑاہٹ اور رونے سے تنگ آ کر وقت سے پہلے ہی لوٹ آئی اور آتے ہی اسے گھر کے کچے فرش پر گیند کی طرح پٹخ دیا۔

"چپ کر...... اب آواز نکالی تو گلا گھونٹ دوں گی تیرا۔ ارے تم دونوں بھی مر جاتیں تو اچھا تھا' جان عذاب میں ڈالی ہوئی ہے میری۔" ناجی نے جھنجلاہٹ میں گڈی کو اس کے نحیف کندھوں سے پکڑ کر بری طرح جھنجھوڑا تو وہ ڈر کر چپ ہونے کے بجائے بلک بلک کر مزید رونے لگی۔

"اماں...... اماں اس میں گڈی بے چاری کا بھلا کیا قصور ہے؟" چنو بوکھلا کر باہر نکلی اور گڈی کو اٹھا کر آغوش میں لیتے ہوئے گلے سے لگا لیا' جب کہ رانی وہیں کمرے ہی سے جھانکتے ہوئے ماں کو آج پھر غیظ و غضب کے عالم میں دیکھتی رہی۔ ناجی نے گڈی کو پیار کرتی چنو کو گھورتے ہوئے دیکھا۔

جب سے ناجی نے دوبارہ سے دھندے پر جانا شروع کیا تھا جان بوجھ کر چنو کو گھر چھوڑ جایا کرتی' گورنمنٹ کی طرف سے لواحقین کو دی گئی امداد کے روپے کچھ تو دوسری بستی کے استاد کا ادھار لوٹانے اور گھر میں ہی کھڑی ریڑھی کو کرائے سمیت واپس کرنے میں خرچ ہو گئے اور کچھ گھر میں کھانے پینے پر۔ اب اس کا خیال تھا کہ چنو کو خود اس بات کا خیال ہونا چاہیے کہ گھر کو اس کی ضرورت ہے اور

اسے اپنی ماں اور چھوٹی بہنوں کے لیے کچھ کما کر لانا چاہیے مگر پتو کو ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر اسے مزید طیش آ جاتا لیکن جس طرح چوٹ تازہ ہو تو اس کے درد اور اس کے نتیجے میں جسم میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کا صحیح طور پر اندازہ نہیں ہو پاتا بالکل اسی طرح انسان کو بھی اپنے ساتھ ہونے والی کسی کی بدی بدبختی یا اپنے ہی کیے گئے کسی فعل کے مضر اثرات کا اندازہ بھی فوری طور پر نہیں ہوتا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیاز کی پرتوں کی طرح جب سارے خسارے ایک ایک کر کے کھلتے ہیں حقیقت کا ادراک تب ہی ہوتا ہے مگر آئندہ ایسا نہ ہونے کی حکمت عملی تو ترتیب دی جا سکتی ہے لیکن ہاتھ آئے خسارے سے جان چھڑانا بعض اوقات ممکن نہیں ہوتا اور پتو بھی ضمیر پر خسارے کا منوں بوجھ لیے آئندہ آنے والے وقتوں میں کوئی غلط قدم اٹھانا نہیں چاہتی تھی۔ اسی لیے تائی کی چڑچڑاہٹ بات بے بات گالی گلوچ اور دھندہ نہ ہونے کے باعث بھوک کا رونا سن کر بھی ان سنی کر دیتی۔ باوجود اس کے کہ وہ جانتی تھی کہ یہ سب دہائیاں وہ اس کے سامنے دے کر آخر کہنا کیا چاہتی ہے۔

"چپ کر اسے ورنہ......" تائی نے ابلتی آنکھوں سے پتو اور پھر گڈی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اماں! اس سارے معاملے میں گڈی بے چاری کا کیا قصور؟ کیوں اسے ہلکان کر رہی ہو؟"

"ہاں ہاں تم سب تو بے چاریاں ہی ہو ناں ظالم تو ہوں میں قصوروار تو میں ہوں کہ کیوں تم تینوں اناج کی دشمنوں کو پیدا کیا؟ اب بتا کہاں سے کھلاؤں تم سب کو؟ اپنے تن کے ٹکڑے کاٹ کر بیچ آؤں بول؟" چلاتے چلاتے ایک دو قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس نے پتو کی کمر پر دھموکا جڑ دیا تھا۔ دبلی پتلی پتو اس اچانک افتاد پر محض ہونٹ کاٹ کر رہ گئی تھی۔

"وہ فیکا...... فیکے کا نام آتے ہی لہجہ ذرا دھیما بھی ہوا اور آواز میں بھی ٹھہراؤ آتا محسوس ہوا۔" جبھی اس نے مجھے سارا سارا دن زمین پر پاؤں نہیں رکھنے دیا تھا ایک ہاتھ سے میری ریڑھی پکڑے سارا دن مجھے بٹھائے رکھتا کیا کروں اب نہیں رہی مجھے عادت سارا سارا دن چلنے کی اور ایک وہ جانی......" جانی کا نام زبان تک آتے ہی آواز میں غراہٹ شامل ہوتی محسوس ہوئی۔

"ناس مارا جانے کیا سبق پڑھا گیا ہے تجھے اچھے خاصے تے رزق والات مارے بیٹھی ہے۔"

"اماں......" پتو نے زخمی نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"خود تو جانے کہاں دفع ہو گیا اور ہم سے منہ کی نوالا تک چھین لے گیا۔"

"اس لیے کہ ابھی وہ اتنا بے غیرت اور بے شرم نہیں ہوا تھا کہ اپنی آنکھوں سے بہن کو عزت بیچتا دیکھتا۔" پتو نے آج پہلی مرتبہ اس موضوع پر یوں دبنگ انداز میں بات کی تھی جس پر تائی کا حیران ہونا لازمی تھا۔

"اور میں تو خوش ہوں کہ خدا نے ماں نہیں تو بھائی تو اتنا غیرت والا دیا ورنہ...... ورنہ میں تو شاید اب تک مر بھی گئی ہوتی۔"

"اچھا تو...... تو مجھے بے غیرت کہہ رہی ہے؟" تائی کو پتو کے سانولے چہرے پر شدت جذبات سے دوڑتی سرخی ذرا نہ بھائی تھی۔

"ہونہہ...... مائیں تو اپنی بیٹیوں کی عزت بچاتے بچاتے مر جاتی ہیں مگر ان پر ذرا سی بھی آنچ آنے نہیں دیتیں پھر کیسی ماں ہے تو کہ خود اپنے ہاتھ سے مجھے اس میدان میں اتارنے پر تلی ہے جہاں یہ بھوکے کتے چند روپوں کے بدلے تیری پتو کو نوچ ڈالیں گے جھنجوڑ کر رکھ دیں گے یہ وحشی جانور...... مگر تو......" پہلی دفعہ پتو کو یوں ماں کے سامنے بولتا دیکھ کر رانی بھی سہم گئی تھی اسی لیے بھاگتے ہوئے آ کر اس کے ساتھ آ چپکی تھی۔ روتی ہوئی پتو نے اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ کر گلے لگا لیا تھا اور پھر ان کے بالوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

پتو کے لہجے میں اس قدر تلخی آواز کی تیزی اور ماں کے سامنے زبان درازی اس سے پہلے کبھی دیکھی نہیں گئی تھی مگر اس سب کے باوجود تائی کے ذہن میں آیا فتور تھا

کہ کم ہونے کا نام ہی لینے کو تیار نہ تھا بلکہ شرمندہ ہونے کے برعکس اس کا غصہ مزید بھڑک اٹھا تھا۔ دن بھر چلتے رہنے کی وجہ سے ٹانگوں کا درد بھی اب اس سے برداشت نہیں ہو پارہا تھا اور گڈی کو اٹھائے رکھنے کی وجہ سے دائیں بازو میں بڑی اینٹھن.....

"ارے میں کوئی اکیلی نہیں ہوں اس دنیا میں بہت سی عورتیں ہیں جو اپنی مرضی سے یہ کام کرتی ہیں اور دوسروں سے بھی کرواتی ہیں کتنوں کو تو میں خود بھی جانتی ہوں۔ پتنگ لگے نہ پھٹکری رنگ بھی چوکھا آئے اور ایک تو نواب زادی ہے کہ ہونہہ....." تائی نے اندر کا غبار نکالنے کے لیے اٹھ کر رانی اور گڈی کو پیٹنا شروع کردیا۔

"بڑی بہنیں تو ماؤں کی جگہ ہوتی ہیں اپنی چھوٹی بہنوں کی زندگی سنوارنے کا سوچ پنو! ایک تیری قربانی سے ان دونوں کی زندگی بن جائے گی انہیں بھی اسکول بھیجا کریں گے مس جی بنا دیں گے انہیں۔ اری میری تو گزر گئی ان دونوں کا سوچ ورنہ یہ دونوں عزت والی زندگی کیسے جئیں گی؟" ان دونوں کو مارنا چھوڑ کر وہ پنو کو نرم لہجے میں سمجھا رہی تھی مگر اس کا کوئی بھی ردعمل محسوس نہ ہونے پر ایک بار پھر آواز کی لے بھی بدلی اور لہجے کی تال بھی۔

"مرجاؤ کہیں جا کر دفع ہوجاؤ اور مجھے سکون سے مر ہی جانے دو۔ کہاں سے بھروں تم سب کے پیٹ کا دوزخ۔" سر پر ہاتھ رکھے اب وہ بین کیے جارہی تھی پھٹی پھٹی آنکھوں اور پپڑی جمے ہونٹوں سے دہشت زدہ ہوکر یہ سب دیکھتی رانی اور گڈی کے چہرے پر نظر پڑتے ہی پنو کی آنکھوں میں آنسو رواں ہوگئے تھے ایک دم جانے اس کے من میں کیا سمائی کہ ایک نظر اس نے ہذیانی کیفیت میں بین کرتی ماں کو دیکھا اور پھر دونوں چھوٹی بہنوں کو جو اب خود رونا چھوڑ کر آنکھیں پھاڑے بڑی ناسمجھی سے ماں کو دیکھے جارہے تھیں۔

آنسو لمحہ بھر میں خشک ہوکر گرد آلود چہرے پر عجیب ٹیڑھی میڑھی سی سطریں بنا گئے تھے۔ پنو کو اپنی جانب متوجہ پایا تو فوراً دونوں اس کی طرف لپکیں اور اس کی بے جان ٹانگوں سے لپٹ گئیں۔ پنو نے لمحہ بھر کے لیے دونوں کو پیار کیا ہتھیلی کی پشت چہرے پر رگڑتے ہوئے آنسو صاف کیے کن انکھیوں سے ہلکان ہوکر بیٹھی تائی کو دیکھا اور پھر ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے ٹین کے صندوقچے میں رکھے خاکی رنگ کے لفافے میں موجود الانچیاں نکالنے چل دی۔ اپنی چھوٹی اور معصوم بہنوں کا مستقبل اور عزت اسے ہر حال میں محفوظ رکھنا تھی اور انہی کی خاطر اس نے ایک بار پھر درخت کی مانند خود کڑی دھوپ کا عذاب جھیلتے ہوئے ان ننھی کلیوں کو چھاؤں دینے کا سوچا تھا۔

❁......×......❁

جانی کو حوالات میں بند ایک ہفتہ ہوگیا تھا لیکن پولیس والوں کی طرف سے اس کے کیس میں کوئی بھی پیش رفت نہیں کی گئی تھی دن سے رات کا ہونا ایک مشکل ترین امر لگا کرتا۔

"اوئے....." ایک فربہ سے سپاہی نے حوالات کی سلاخوں کے اس پار سے آواز لگائی تو وہ بیٹھا بیٹھا ہڑبڑا گیا۔

"چل بھئی تیری ضمانت آئی ہے۔" آزادی کا پروانہ سناتے ہوئے اس نے جیب سے چابیوں کا گچھا نکالا اور مقفل سلاخوں پر موجود سیاہ تالا کھولنے لگا۔

جانی نے چونک کر بے یقینی کے عالم میں جیل میں موجود دوسرے قیدیوں کو دیکھا کہ شاید وہ سپاہی کسی اور سے مخاطب ہے اور وہ محض خوش گمانی کے زیر اثر اس آواز کو اپنے لیے سمجھ رہا ہے۔

"ابے تو..... تو بڑا ماسٹر نکلا ہمیں جھوٹی کہانیاں سناتا رہا کہ تجھے چھڑانے والا کوئی نہیں ہے پھر یہ ضمانت کس نے بھیجی ہے؟" ڈکیتی کے الزام میں کل ہی لاک اپ میں قید ہونے والے نئے قیدی نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے استفسار کیا۔

"دیکھ لے..... یہ دو دن کا چھوکرا بھی اب ہمیں الو بنا گیا۔" ساتھی نے بھی تائید کی تو وہ اس سے پہلے کہ

وضاحت دیتا سپاہی نے اکتاہٹ بھرے انداز میں گھورا۔

"اوئے چل جلدی بھی کر یہ پریس کانفرنس بعد میں کرلینا۔" سپاہی نے خود اندر آ کر اسے بازو سے پکڑا اور باہر کی طرف دھکیل دیا۔ حیران پریشان جانی ایس ایچ او کے دفتر پہنچا تو ان کے عین کرسی پر موجود شلوار قمیص میں ملبوس ایک انجان شخص کو دیکھ کر مزید الجھ گیا۔

"سلام صاحب۔" دایاں ہاتھ ماتھے تک لے جا کر اس نے دونوں کو سلام کیا۔

"ہاں ہاں بس ٹھیک ہے لیکن زیدی صاحب کی وجہ سے چھوڑ رہا ہوں اگر آئندہ کوئی ایسی حرکت کی تو امید نہ رکھنا' کڑی سے کڑی سزا دوں گا' سمجھے؟" ایس ایچ او نے اپنے پیشہ وارانہ انداز میں اسے تنبیہ کرنا لازمی خیال کیا تھا۔

"ویسے آپ صرف فون کردیتے تب بھی کام ہوجاتا' اتنے چھوٹے سے کام کے لیے آپ کا خود آنا کچھ مناسب معلوم نہیں ہوا۔" زیدی صاحب نے چائے کا آخری گھونٹ حلق میں اتارنے کے بعد کپ ٹرے میں رکھا اور سامنے رکھی بسکٹوں سے بھری پلیٹ کو پرے کھسکاتے ہوئے انسپکٹر کے الوداعی کلمات کو شانِ بے نیازی سے حوالہ سماعت کیا۔

"بس یہاں سے گزر رہا تھا سوچا ملاقات کا بہانہ ہی سہی۔" کرسی ہٹا کر اٹھتے ہوئے انہوں نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر ایک اچٹتی سی نظر جانی پر ڈال کر اسے اپنے پیچھے آنے کا کہا۔

"سلام صاحب۔" دونوں کے الوداعی مصافحے کے بعد جاتے جاتے ایک بار پھر مڑ کر جانی نے ایس ایچ او صاحب کو سلام کیا اور زیدی صاحب کی تقلید میں تھانے کی حدود سے باہر کی طرف قدم بڑھا دیے جہاں سیاہ چمکتی کرولا سے چار گز کے فاصلے پر کھڑی موٹر سائیکل پر بیٹھے بوبی کو دیکھ کر جانی کے جسم و جاں میں خوشی اور اطمینان خون بن کر یوں دوڑنے لگا گویا میلے میں بچھڑ جانے والا بچہ اپنے کسی قریبی عزیز کو سامنے پا کر خوشی سے نہال اس کی طرف دوڑا چلا آ رہا ہو۔

بوبی کو دیکھ کر ذہن میں بننے والا معمہ گویا ایک دم ہی جانی کی سمجھ میں آ گیا تھا۔ گاڑی کے قریب پہنچتے پر زیدی صاحب نے مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے موٹر سائیکل کی طرف اشارہ کیا اور خود سیاہ کرولا کا دروازہ کھلنے پر اس میں بیٹھ گئے۔

❁......-×-......❁
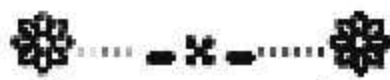
"یہ حفیظا آخر خود کو سمجھتا کیا ہے تو دیکھنا پچو اب آئندہ اگر اس نے بلایا بھی ناں تو نہیں جانے دوں گی اور لوگ بہت ہیں' ہونہہ......" آخرکار آج پچو حفیظ کے پاس گئی تھی مگر اس نے الٹے پاؤں واپس بھیج دیا تھا بغیر کسی کام اور دام کے۔ جس پر تاجی کا چراغ پا ہونا پچو کی امید کے عین مطابق تھا۔

"بیوی جب روٹھ کر میکے گئی ہوئی تھی تب تو بڑی چاپلوسی کرتا تھا اور اب جب ہمیں ضرورت پڑی تو کیسا منہ پھیرلیا۔" جواب میں پچو خاموشی سے کپڑے بدل کر دیوار کے سہارے ٹھنڈے چولہے کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ چہرے پر عجیب ویرانی اور گرمیوں کی دوپہروں کی سنسانیت کا راج تھا۔ رانی اور گڈی بھی ایک کونے میں بیٹھی خیالی چیزوں کے ساتھ دنیا آباد کیے کھیل میں مصروف تھیں۔

باہر سے دوسرے بچوں کے شوروغل کی آوازیں آتیں تو وہ دونوں بھی لمحہ بھر کے لیے رک کر حسرت سے دیوار کو دیکھا کرتیں جس کے اس پار کھیلتے بچے ان کے لیے بہت بڑی اور واحد کشش تھی مگر تاجی جس طرح پچو کو پہلے باہر نکلنے نہیں دیا کرتی تھی اسی طرح اب ان دونوں پر بھی باہر جانے پر پابندی تھی۔ یوں بھی اب جبکہ تاجی ان دونوں کو مس جی کے روپ میں دیکھنے لگی تھی اب تو وہ کسی بھی قیمت پر دوسرے بچوں کے ساتھ بھیج کر ان کا ذہن خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں پچو میں کہتی ہوں کتنا بدمعاش ہے ناں یہ حفیظا! پہلے تو دیکھ بیوی کا جوڑا بھی دے دیا کہ صاف ستھری ہو کر

آیا کرا اور اب......" تاجی چولہے کو گھورتی پچو سے باتیں کررہی تھی لیکن وہ ہنوز لاتعلق سی بنی بیٹھی رہی۔ ذہن کی پرواز شاید سوچ کے کسی اور ہی آسمان پر تھی۔

"کہیں واپس تو نہیں مانگ لیا ناں اس نے کپڑوں کا جوڑا۔" تاجی نے قریب آ کر بیٹھتے ہوئے اسے ٹہوکا دیا' جس کے چہرے پر اتری شام میں شہر خموشاں کی ویرانی بڑی ادا سی سے رقصاں تھی۔ تاجی کے بار بار مخاطب کرنے پر آخر اسے لب کھولتے ہی بنی۔

"کپڑوں کا جوڑا تو نہیں مانگا' پر کہتا ہے اب کبھی نظر نہ آنا ادھر' بڑی مشکل سے رخسانہ واپس آئی ہے اگر اسے ذرا سا بھی شک پڑ گیا تو اس کا گھر اجڑ جائے گا۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے مگر تُو رخسانہ کو بتا دینے کی دھمکی دے کر آخری دفعہ پھر روپے تو لے آتی ناں کم عقل! ابھی اپنا دماغ بھی چلا لیا کر جتنا سکھاؤں بس اتنا ہی کرتی ہے۔" پچو نے تڑپ کر تاجی کو دیکھا جس کے ماں ہونے پر اب اسے قطعاً یقین نہ رہا تھا۔ "گھر میں کچھ بھی نہیں ہے کھانے کو یہ دونوں بھی تیری آس میں بھوکی کھیل رہی ہیں اس وقت سے اب کیا کروں' کہاں سے لاؤں ان کے کھانے کو؟" تاجی نے سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی پچو کو بے زاریت سے دیکھا۔

"تیرا ابا بھی کمانے والے پُرزوں کو تو ساتھ لے کر مر گیا اور ان سو غاتوں کو میری جان کا عذاب بنا کر چھوڑ گیا۔" منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے تاجی نے آخری جملہ ادا کیا۔

"ویسے ماں تُو نے کبھی سوچا نہیں کہ کیسی ماں ہے تُو جو اپنے ہاتھوں سے بیٹی کی چادر اتار کر اسے بھرے بازار میں کھڑا کررہی ہے اور اپنے منہ سے لوگوں کو متوجہ کررہی ہے کہ ہے کوئی جو میری بیٹی کے ساتھ چند گھنٹے گزار کر ہمیں کچھ روپے دے۔" وہ باتیں جو اتنی دیر سے خاموش بیٹھے اس کے ذہن میں لاوے کی مانند پک رہی تھیں بالآخر زبان پر آ ہی گئیں۔

"تُو جانتی ہے ناں کہ پیغمبروں کے بعد سب سے بڑا رتبہ ماں باپ کا ہے' پر تجھے کیا پروا تیرے لیے تو پیسہ ہی سب سے بڑا پیر ہے۔ اسی کی خاطر تُو نے ہماری عزت کے رکھوالے کو گھر سے باہر نکال دیا' صرف اس لیے کہ تیرے رستے میں کوئی کنکر پتھر باقی نہ رہے۔" لہجے کا ارتعاش اپنی جگہ لیکن جب ضبط کا پارہ نہ رہا تو پچو نے گھٹنوں میں منہ چھپالیا۔ پچو کی باتوں نے چند لمحوں پہلے گرجتی برستی تاجی کو چونکا دیا تھا۔

"پچو......" گھٹنوں پر جھکے سر کو ہاتھ سے اوپر اٹھاتے ہوئے اس نے پکارا مگر پچو نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پرے کردیا۔

"اماں! جس طرح چکنے گھڑے پر پانی کی بوند نہیں ٹھہرتی یا بھربھری دیوار میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ کیل کو مضبوطی سے جکڑے اسی طرح فطرتاً بدنیت اور لالچی لوگوں پر بھی نہ تو کوئی بات اثر کرتی ہے اور نہ ہی انہیں وقت اپنی پکڑ میں لیتا ہے اور تُو انہی لوگوں میں سے ایک ہے۔" بات ختم کرکے وہیں رکے رہنے کے بجائے وہ اندر جا کر دیوار سے ٹیک لگا کر جا بیٹھی تھی۔ رانی اور چنو بھی تاجی کے سامنے رکنے کے بجائے دوڑتے ہوئے پچو کے دائیں بائیں بیٹھ گئیں۔ تاجی کو لگا تھا جیسے وہ دوہری شخصیت کے ساتھ جیتی جارہی ہے اور شاید اس کے اندر ایک اور انسان بھی موجود ہے جو بڑی زور و شور سے اس کے دل کا دروازہ دھڑ دھڑ بجائے ہی چلا جارہا تھا لیکن پاپی پیٹ کا خیال آتے ہی اس کے ذہن میں ایک بار پھر پچو کے لیے غصہ ابھرنے لگا تھا۔

اُدھر اپنی قسمت اور پھر مستقبل کے بارے میں سوچتے ہوئے پچو کی آنکھوں سے جاری آنسوؤں کی لڑیاں اس کی قمیص کا دامن بھگونے لگی تھیں وہ دامن جو بھی میلا ہونے کے باوجود بھی بےحد اجلا اور بےداغ تھا لیکن اب معاملہ قدرے مختلف تھا۔

❁......–×–......❁

فلیٹ کیا تھا جانی کے لیے تو وہ محل سے کم ہرگز نہ تھا کچی زمین کے فرش پر جابجا تاریں نکلی چٹائی اور پائپوں اور فٹ پاتھ پر سونے والا جانی تو اس طرح کی زندگی کی

خواہش تو دور تک تصور نہ کرسکتا تھا۔ صاف ستھرا کچن' خوب صورت کمرے' چمکتے باتھ روم' سبھی اس کی دسترس میں تھے۔ لمبی نیند سے جاگا تو نرم میٹرس پر بیٹھے بیٹھے کمرے کا جائزہ لینے لگا تھا۔

"ارے تُو کب سے جاگا ہوا ہے؟" بوبی کسی کام سے کمرے میں آیا تو اسے یوں اِدھر اُدھر دیکھتے چونک گیا۔

"بس ابھی ابھی جگا ہوں' کوئی پانچ سات منٹ پہلے۔" بائیس انچ کے رنگین ٹی وی کی فلیٹ اسکرین سے نظریں ہٹاتے ہوئے وہ بولا۔

"اچھا چل ٹھیک ہے' یہ کپڑے اِدھر تیرے لیے رکھے ہوئے ہیں' میں بھی اِدھر ہی ہوں تُو اچھی طرح ہاتھ منہ دھو کر آجا۔" بوبی نے کمرے میں موجود الماری سے ہینگر میں لٹکے استری شدہ کپڑے نکال کر کرسی کی پشت گاہ پر رکھے اور جاتے جاتے مڑا۔

"جلدی آجانا' میں چائے بنانے لگا ہوں' مل کر پیتے ہیں۔" جانی نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے جاتے ہی اٹھ بیٹھا' سامنے لگے وال کلاک پر نظر پڑی تو اس وقت حیرت کی انتہا نہ رہی جب اسے یہ پتا چلا کہ جیل سے آنے کے بعد جو وہ سویا ہے تو اب رات کے آٹھ بجے اس کی آنکھ کھلی ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد نہا دھو کر صاف ستھرے استری شدہ کپڑوں میں خود اپنے آپ کو وہ اجنبی لگنے لگا تھا۔ شیو کیا ہوا چہرہ آئینے کے سامنے دھیان سے بنائے گئے بال بھی کچھ تو اس کے سابقہ حلیے کے برعکس تھا اور اب وہ کہیں سے بھی اٹھائی گیرا اور چور معلوم نہیں ہو رہا تھا اب تو وہ بالکل اسی فلیٹ کا رہائشی معلوم ہو رہا تھا۔

"کیوں بھئی' کیسی لگی یہ تبدیلی؟" بوبی نے سامنے صوفے پر بیٹھتے جانی سے دریافت کیا۔

"بہت اچھی لیکن میری اصل اوقات تو تم جانتے ہی ہو ناں۔" ایک جھجک بہرحال جانی کے رویے میں ضرور موجود تھی مگر بوبی نے اس کی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جیب سے لائٹر نکالتے ہوئے بولا۔

"میں تجھے اپنی رہائی کے دوسرے ہی روز چھڑوا لیتا لیکن ......" سگریٹ کو ہونٹوں میں دبانے کے بعد لائٹر سے سلگا کر ایک لمبا کش لیتے ہوئے بوبی نے اس کے چہرے کا بغور جائزہ لیا جہاں صرف اور صرف سچائی رقم تھی۔

"چل چھوڑ جانے دے۔" دھوئیں کا مرغولہ ہوا میں چھوڑتے ہوئے بوبی نے کہا۔ چاہنے کے باوجود بھی وہ جانی کے سامنے اپنے دل کا بوجھ ہلکا نہیں کر پایا تھا۔

"کیا مجھ سے بھی چھپائے گا دوست' اپنے بھائی جانی سے بھی؟" جانی کے لہجے میں بے پناہ مان اور آنکھوں میں ڈھیر سارا خلوص تھا۔

"جس طرح میرا دکھ کسی اپنے کی طرح سن کر تُو نے میرے دل کو ہلکا کردیا تھا کیا میں تجھے اس قابل بھی نہیں لگتا کہ تُو اپنے دل کی بات کہنے کے لیے مجھ پر اعتبار کرسکے۔" جانی کی بات پر بوبی نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا۔

یوں بھی اس وقت وہ کسی ہمدرد' غمگسار اور کسی بے حد اپنے کی کمی بڑی شدت سے محسوس کر رہا تھا' جس کے سامنے وہ اپنے تمام دکھوں کے ساتھ آئینے کی طرح عیاں ہوجائے۔

"اچھا رک' میں پہلے چائے بنا لاؤں۔" بوبی نے سوچا شاید چائے بنانے کے دوران وہ اپنی اس کیفیت سے باہر نکل پائے' تبھی اٹھنے کی کوشش کی مگر جانی نے ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔

"نہیں چاہیے کچھ بھی' تُو بول' کیا کہہ رہا تھا۔" بوبی نے گہری سانس لے کر دوبارہ دھنسے جانے کے انداز میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے جانی کو دیکھا۔

"اعتبار کر مجھ پر' میں اتنا بُرا نہیں ہوں۔" اور پھر جانی کے بے حد اصرار پر اسے باپ کی وفات' بہنے پر ہونے والی اپنی لڑائی اور پھر زینب کی عزت بچاتے ماں کا قتل ہونا' سب ہی کچھ بتاتا چلا گیا۔

اس کی تمام کہانی سننے کے دوران جانی اپنی اور اس کی

ماں کا موازنہ کرتا رہا تھا اس کی ماں اپنی بیٹی کی عزت بچاتے بچاتے قربان ہوگئی جبکہ خود جانی کی ماں خوشی خوشی اپنی بیٹی کو دام بڑھوانے کے گر سکھا رہی تھی۔ اس کے اپنے دل پر رفتہ رفتہ بوجھ بڑھ رہا تھا۔

"اچھا پھر کیا ہوا؟" اپنی اندرونی کیفیات کو چھپائے وہ بڑے سکون سے بوبی کی تمام بات چیت سن رہا تھا۔

"ہونا کیا تھا' ڈاکٹر فروا خدا ترس خاتون تھیں اور انہیں بوا پر اعتماد بھی بہت تھا کہ وہ ایک عرصے سے ان کے ساتھ تھیں اور جس وقت اماں فراز کے سامنے گڑگڑا رہی تھیں وہ سب باتیں بوا نے سن لی تھیں اور ساری بات من وعن ڈاکٹر صاحب کو بتادی تو انہوں نے ہی میری اور زینب کی ضمانت کروائی۔ ہوا میں جاتے سگریٹ کے دھوئیں کو بغور دیکھتا بوبی شاید اس وقت کسی اور ہی دنیا میں تھا سو جانی نے بھی مداخلت کرنا مناسب نہیں سمجھا' کچھ دیر بعد وہ خود ہی بولا۔

"تب سے اب تک زینب بوا کے ہی پاس ہے۔"

"اور فراز.....؟" اپنے تئیں بات ختم کرکے جانی کی طرف دیکھنے پر اس کی طرف سے ایک اور سوال سامنے آیا تھا۔

"میں انتقام کی آگ میں جلتا فراز کو ختم کرنے کے لیے اس کے گھر تک پہنچا تو ضرور لیکن یار اس کی ماں کے جوڑے گئے بوڑھے ہاتھوں نے میرے ہاتھ باندھ دیئے۔ تب سے لے کر اب تک مختلف قسم کی ڈکیتیاں کرتا اور زندگی چلاتا آرہا ہوں۔ ماں کے بغیر چین ہی نہیں آتا' بس ایسا ہی سمجھ لے کہ ایک پیاس ہے جو کسی بھی طرح بجھتی ہی نہیں۔" سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر اس نے انگلیاں بالوں میں پھنسائی تھیں۔ اضطراب اس کی ایک ایک حرکت سے جھلک رہا تھا۔

"اگر فراز کو مار ڈالتا تو شاید آج دل کی بے چینی اس قدر نہ ہوتی لیکن یہ خیال کہ میری بہن پر بری نظر ڈالنے والا اور میری ماں کے خون سے رنگے ہاتھوں والا فراز اسی شہر میں زندہ گھوم پھر رہا ہے مجھے جینے نہیں دیتا۔" بے بسی سے اس نے ہتھیلی پر دوسرے ہاتھ کا مکا بنا کر مارا۔

"کاش کہ اس دن فراز کی ماں میرے سامنے نہ آئی ہوتی' اس کی گڑگڑاہٹ اور آنسوؤں میں مجھے اپنی ماں نظر نہ آئی ہوتی تو آج صورت حال بہت مختلف ہوتی۔" جانی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے دلاسا دیتے ہوئے تنہا نہ ہونے کا احساس دلایا تھا۔

"آج کل کے دور میں فراز جیسے انسانوں کی وحشت' ظالم اور کمینگی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذہن سے موت کا تصور نکل گیا ہے میرے دوست! بدکردار اور بدنیت لوگوں کے ہاتھوں شریف اور باکردار لوگوں کا وجود ایسا ہی ہے جیسے درختوں کی چوٹی سے پھل گرانے کے لیے بچے ان پر کبھی لمبی بانس نما لکڑیوں سے ضربیں لگاتے ہیں' انہیں جھاڑتے اور ہلاتے ہیں مگر بعض اوقات اس ساری تگ ودو کے بعد بھی پھل ہاتھ نہ آنے پر غصے سے جھنجلا کر ان کی ٹہنیاں تک توڑ دیتے ہیں اور پتوں تک کو نوچنا نہیں چھوڑتے۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن ماں.....کیا دنیا میں کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس پر ماں کے رونے بلکنے کا اثر نہ ہو۔" بات کرتے کرتے بوبی کا اپنا گلا رندھ گیا تھا۔

"ویسے ایک بات بتا یار! یہ ساری مائیں اتنی عظیم کیوں ہوتی ہیں؟ کیوں اولاد کی خوشی پر اپنی ہر حسرت قربان کردیتی ہیں؟ خود بھوکا رہ کر اولاد کے منہ میں نوالہ ڈالنا یہ بھلا ماں کے علاوہ کوئی کرسکتا ہے کیا؟" بوبی کی بات پر جانی ایک دم یوں چونکا جیسے بہت گہری نیند سے بیدار ہوا ہو۔

لفظ ماں گویا اس ایک لمحے میں کرنٹ بن کر اس کے جسم میں دوڑا تھا جبھی چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور ہاتھ پاؤں ساکت ہوتے محسوس ہوئے تھے۔

(تیسرا حصہ آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

محبتوں کے گلاب
فرح طاہر

وہ آملا تو فاصلے گھٹتے چلے گئے
بچھڑے تو سارے راستے سنسان کر گیا
بچھڑا کچھ ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

"محبت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟" آج کے دیئے پیپر کو ڈسکس کرتے کرتے توصیف نے اچانک ہی اسائمنٹ بنانے میں مگن عدنان کو دیکھ کے بڑی سنجیدگی سے یہ سوال کیا تھا۔

وہ جو پوری طرح سر جھکائے پیپر میں گم تھا سوالیہ انداز میں پوچھنے لگا۔

"کیا یہ کوئی نیا مضمون ہے؟"

"ویسے نام بڑا رومینٹک سا ہے۔" اس نے اپنی رائے اس تک پہنچائی تھی وہ بری طرح بھنا گیا۔

"تو! کوئی حال نہیں تمہارا عدنان۔"

"آج سائیکوجی کا اتنا ٹف پیپر دینے کے بعد تم یہ اچانک محبت کا ذکر کیوں لیے بیٹھے ہو وہ بھی مجھ سے؟" بھویں چڑھائے اس نے انگلی اپنی طرف کی۔ اس کا سوال بالکل بجا تھا توصیف لمبی سانس بھرتا مسکرا دیا۔

"کیونکہ لگتا ہے مجھے محبت ہو گئی ہے۔"

"تمہیں محبت ہو گئی ہے؟ واہ واہ..... تمہیں کیسے پتا لگا مجھے بھی بتاؤ؟" اس کا جوش دیکھ کر توصیف بھی جوش میں اس کے قریب کھسک آیا۔

"مجھ پر خود بخود شاعری کا نزول ہونے لگا ہے لفظ اپنے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے دکھائی دینے لگے ہیں۔ کسی کو سوچنا اچھا لگنے لگا ہے میں جس بھی پچوئیشن میں ہوں اس کا خیال ہر خیال پر حاوی ہونے لگتا ہے۔ اب تو یہ حال ہے کہ اس کے بنا اپنا آپ ادھورا سا محسوس ہونے لگا ہے۔" آنکھ بند کیے وہ اپنی وجدانی کیفیت بیان کر رہا تھا

"وحشت تیرے کی شاعری کرنے سے کسی کو سوچنے سے تمہیں لگتا ہے تمہیں محبت ہو گئی ہے؟" عدنان برا سا منہ بناتا اس سے دور ہوا تھا۔ توصیف آنکھیں کھولے اسے دیکھنے لگا۔

"اچھا یہ بتاؤ تمہیں کس سے محبت ہوئی؟" عدنان نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"وہ میری کزن ہے۔" اس نے اعتراف کیا۔

"تمہیں اچھی لگتی ہے؟"

"صرف اچھی...... بہت اچھی لگتی ہے۔"

"ہر وقت میرا دھیان اسی کی طرف لگا رہتا ہے نجانے کیا چیز ہے وہ جو ہر وقت میرے حواسوں پر چھائی رہتی ہے۔ ایسا لگتا ہے میں میں نہیں رہا وہ ہو گیا ہوں۔" انتہائی جذب کے عالم میں وہ اعتراف کر گیا تھا۔

"اناللہ وانا الیہ راجعون۔" دعا کے سے انداز میں منہ پر ہاتھ پھیرتا وہ کافی غمگین دکھائی دینے لگا تھا توصیف حد درجہ حیران ہوتا بولا تھا۔

"اب تمہیں کیا ہوا؟"

"تم تم نہیں وہ ہو گئے بس اسی لیے......" اس نے وضاحت کی تو توصیف نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔

عدنان کی فطرت سے وہ بڑی اچھی طرح واقف تھا اگر وہ کسی بات کا مذاق اڑانے پر آ جائے تو دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے مذاق بنانے سے نہیں روک سکتی اور یہاں تو محبت نا یک ہی ایسا تھا جس کا مذاق وہ ہمیشہ ہی اڑایا کرتا تھا تو پھر اب یہ کیسے ممکن تھا وہ اس کی بات کو سمجھ جاتا۔

بے بسی کے شدید احساس تلے دب کر جب وہ اور کچھ

نہ کہہ پایا تو بددعا پر اتر آیا۔

"تم جس طرح محبت کی توہین کرتے ہو دیکھنا محبت تم سے اس کا خوب بدلہ لے گی۔ تم جس بھی کونے میں جاؤ گے وہ تمہیں ڈھونڈ ہی نکالے گی۔ اللہ کرے تمہیں کسی سے ایسی محبت ہو کہ تم پاگل بن جاؤ۔" عورتوں کی طرح ہاتھ اٹھائے اسے بددعا سے نوازتا وہ اس کے پاس سے اٹھتا دور بیٹھا تھا جبکہ عدنان کے قہقہے نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

❀......❀......❀

ان کے پیپرز کے اختتام کے ٹھیک پندرہ دن بعد ہی ان کی نیکسٹ کلاس میں پروموٹ ہوجانے والے اسٹوڈنٹس کی لسٹ لگنے کی اطلاع اسے ملی تو اس نے توصیف کو اطلاع دینے کے لیے فون کیا جس پر اسے معلوم ہوا توصیف ابھی تک اسلام آباد سے واپس نہیں لوٹا تھا سو مجبوراً ہی عدنان کو آج اکیلے یونیورسٹی آنا پڑا۔

عدنان اپنی کلاس اور اپنے حلقہ احباب میں قدرے مغرور واقع ہوا تھا یہی وجہ تھی یونیورسٹی میں ایک سال گزر جانے کے باوجود بھی توصیف کے علاوہ اس کا کوئی دوست نہیں تھا بائے ہیلو سب سے تھی مگر جو دوستی کا تعلق توصیف کے ساتھ تھا وہ کسی دوسرے سے نہ بن سکا تھا۔ وہ قدرے ریزرو طبیعت کا مالک تھا جس کی وجہ سے لڑکیاں تو لڑکیاں لڑکے بھی اس سے سنبھل کر بات کیا کرتے تھے۔

اسٹڈی کے معاملے میں وہ ہمیشہ ہی اچھا اسٹوڈنٹ رہا تھا اس کے باوجود بھی اس کی عادت تھی ہر لسٹ میں اپنا نام بجائے اوپر سے دیکھنے کے وہ نچلی لائنوں میں خود کو ڈھونڈا کرتا تھا جیسے آج ہوا تھا۔

وہ ایڈمن بلاک کی عقبی دیوار پر لگی لسٹ میں بڑے غور سے نیچے سے نام دیکھتا اوپر کی سمت نظر دوڑا رہا تھا اس کی پوری توجہ اپنا نام تلاشنے میں تھی جب قدرے دبی دبی گھبرائی سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"سنیے۔"

وہ فوری طور پر سمجھ نہیں سکا تھا کہ پکارنے والے نے اسے پکارا یا کسی اور کو مگر پھر بھی اس نے پلٹ کر پکارنے والے کو دیکھنا چاہا تھا۔ اس کے سامنے قدرے کنفیوز سی لڑکی اس کی توجہ کی منتظر کھڑی تھی۔

چند ثانیے اس کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد وہ واپس پلٹنے ہی لگا تھا جب وہ لڑکی جلدی سے دوبارہ بول اٹھی۔

"مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے کیا آپ میری مدد کر سکتے ہیں؟" واپس پلٹتے اس کے قدم وہیں رک سے گئے۔

"اتنی بڑی یونیورسٹی میں مدد کے لیے آپ کو صرف میں نظر آیا؟" اپنی طرف انگلی کیے وہ استفہامیہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وہ نظریں اٹھائے مضطرب سی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

"ایسا نہیں ہے سر! آپ سے پہلے میں نے کچھ اور لوگوں سے بھی مدد کی درخواست کی تھی مگر ان میں سے چند نے مجھے فول بنادیا تو کسی نے مدد کرنے سے انکار کردیا۔" آنسو ضبط کرنے کی کوشش کے باوجود دو آنسو اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے لڑھک کر رخسار پر آ گئے تھے جنہیں اس نے ہاتھ کی پشت سے بڑی بے دردی سے صاف کر ڈالا تھا اس کے آنسو اس بات کے گواہ تھے کہ وہ کس حد تک فول بنادی گئی ہے۔ عدنان ایک دم چند قدم اٹھاتا اس کے نزدیک آیا تھا۔

"کیا آپ کے ساتھ ریگنگ کی گئی؟" اس کے بتانے کے باوجود بھی وہ اس سے یقین چاہ رہا تھا۔

"جی۔" خود پر قابو پاتے وہ صرف اتنا ہی بول سکی تھی۔

"مگر یہاں تو ریگنگ کی اجازت نہیں ہے۔ خصوصی طور پر چیئرمین صاحب نے سختی سے اس حرکت سے منع کیا ہے کیا آپ مجھے بتاسکتی ہیں اتنی سختی کے باوجود یہ حرکت کس نے کی؟" وہ پل میں مشتعل ہوا تھا وہ بھی عجیب ہی تھا۔

اس کی مدد کرنے کی ہامی بھرنے کے بجائے اپنی یونیورسٹی کے اصول توڑنے والوں کی تلاش میں چل پڑا تھا۔ وہ بھی خاموشی سے سر جھکائے سست روی سے اس

کے ساتھ چلنے لگی۔ وہ اس وقت بینک کے قریب موجود تھا اس نے دائیں طرف اشارہ کر کے کہا۔

"وہاں موجود ایک گروپ نے مجھے اپنے مذاق کا نشانہ بنایا۔"

عدنان نے اس کی نشاندہی کرنے پر اس جگہ نظر کی وہاں ابھی بھی ایک گروپ باتوں میں مصروف دکھائی دے رہا تھا لب بھینچے وہ اس کو اپنے ساتھ لیے اس گروپ کے قریب آ رکا۔

"ان میں سے کون تھا؟" اس کی طرف جھک کر قدرے سرگوشی میں پوچھا گیا تھا۔ اس نے غور سے وہاں موجود تمام اسٹوڈنٹس پر نظر دوڑائی اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔"

"اوہ اس کا مطلب وہ لوگ یہاں سے کھسک لیے اب اور کسی جگہ کسی اور نیو اسٹوڈنٹ کو تنگ کر رہے ہوں گے۔" عدنان غصے سے لب بھینچ کر رہ گیا پھر خود کو نارمل کرتا اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ویل آپ کو مجھ سے کس طرح کی مدد درکار ہے؟"

"آپ واقعی میری مدد کریں گے؟" وہ بے یقین سی تھی۔

"شیور۔" اپنی بات مکمل کرتا وہ رک کر اس کا چہرہ غور سے دیکھنے لگا جہاں آنسوؤں کے نشان ابھی بھی دکھائی دے رہے تھے۔ چہرے پر ہوائیاں واضح دکھائی دے رہی تھی کچھ بھی مزید کہے بنا اس نے آگے کی طرف قدم بڑھا دیے۔

دو چار قدم چلنے کے بعد جب اس نے محسوس کیا وہ اس کے پیچھے نہیں آ رہی تو اس نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا وہ ابھی بھی اسی جگہ سر جھکائے کھڑی تھی ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ عدنان جھنجلا کر واپس اس کے قریب آیا تھا۔

"محترمہ میرے ساتھ آئیں۔" اس کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"مگر کہاں؟"

"جہنم میں ہرگز نہیں لے جاؤں گا۔" ایک دم ہی وہ غصے میں آ گیا تھا۔

"یہ توصیف کے بچے نے بھی آج ہی غیر حاضر ہونا تھا نہ وہ غیر حاضر ہوتا نہ میں یوں خدمت خلق کے کام سرانجام دے رہا ہوتا۔" زیر لب بڑبڑاتا وہ واپس پلٹا تھا۔ اس بار وہ بھی اس کے ہمراہ تھی وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کینٹین کے پاس آن رکا تھا۔

"آپ کیا لینا پسند کریں گی؟"

"مگر کیوں؟" سوال کرنا شاید اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا اور گھما پھرا کر جواب دینا عدنان کی عادت۔

"اپنا بیگ دکھائیں۔"

"کیا میں ایک بار پھر فول بنا دی گئی؟" صدمے کے زیر اثر وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔ اتنا ضرور کیا کہ خاموشی کے ساتھ اپنا بیگ اس کی طرف بڑھا دیا۔

وہ بیگ میں ہاتھ ڈالے اپنی مطلوبہ چیز تلاش کرتا رہا اور جب مطلوبہ چیز نہ ملی تو جھنجلا کر بولا۔

"کس قسم کی لڑکی ہیں آپ اپنے بیگ میں آئینہ تک نہیں رکھتی۔"

"جی؟" اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

وہ اس کے بیگ میں آئینہ تلاش کر رہا تھا مگر کیوں؟ وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

"مگر آپ نے آئینے کا کیا کرنا ہے؟" اپنی حیرت پر قابو پاتی اس نے پوچھ ہی لیا۔

"اچار ڈالنا ہے۔" اسے جواب سے نوازتے اس نے پاس سے گزرتی لڑکی کو پکارا۔

"ایکسکیوز می؟" وہ لڑکی فوراً ہی اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ "کیا آپ کے پاس آئینہ ہوگا؟"

"جی۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے اپنے ہینڈ بیگ سے آئینہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا اس نے آئینہ اس کو پکڑایا اور کہا۔

"ذرا اس میں اپنی شکل ملاحظہ کیجیے۔"

"مگر کیوں؟" ناسمجھی کے ساتھ پھر سوال ہوا تھا۔

"جیسا کہا ہے ویسا کریں۔" قدرے رعب سے ڈانٹا گیا تھا تب اس نے فوراً آئینہ لے کر اپنے چہرے کے سامنے کرلیا مگر نظریں ابھی بھی عدنان پر گی تھیں۔

"مجھے نہیں خود کو دیکھیں۔" پاس کھڑی لڑکی بھی حیرت سے ان دونوں کو دیکھے جارہی تھی۔

"کیا کبھی خود کو آئینے میں نہیں دیکھا؟" وہ دبی دبی آواز میں اسے ڈانٹ رہا تھا تو وہ ایک دم ڈرتی نظریں اس پر سے ہٹا کر خود کو آئینے میں دیکھنے لگی۔

آنسو بھری بے یقین سی نگاہیں رخساروں پر مٹے مٹے آنسوؤں کے نشان اور صاف ظاہر ہوتی بدحواسی...... وہ ایک دم شرمندہ ہوتی نظر جھکا گئی۔

عدنان نے آئینہ اس سے لے کر شکریہ کے ساتھ لوٹایا اور اس لڑکی کے جانے کے بعد دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"جس قدر بدحواسی اور ہونق آپ دکھائی دے رہی ہیں کوئی کہہ سکتا ہے آپ ماسٹر کی اسٹوڈنٹ ہیں؟ جب ایسی شکل کے ساتھ آپ دوسروں سے مدد مانگیں گی تو لوگ نا چاہتے ہوئے بھی آپ کا مذاق بنائیں گے خود پر تھوڑا تو اعتماد رکھیں جب خود پر آپ کو یقین ہی نہ تھا تو یہاں اکیلی کیوں چلی آئیں؟" وہ دبی دبی آواز میں اسے لتاڑ رہا تھا اور وہ شرمندہ سی نظریں جھکائے کھڑی تھی وہ اس کا کچھ نہیں تھا مگر اسے اچھا سمجھا رہا تھا۔

"دنیا میں اچھے لوگ ناپید نہیں ہوئے۔" اس کا یقین واپس آنے لگا۔

سامنے کھڑے شخص پر ایک دم ہی اس کا اعتماد بڑھا تھا جبھی پرسکون ہوتی بولی۔

"سوری میں واقعی بہت کنفیوز تھی جبھی مجھے مذاق کا نشانہ بنایا گیا۔" اس کا اعتماد لوٹتے دیکھ کر عدنان مسکرایا۔

"اوکے آپ کا تعارف؟"

"میرا نام تازیست احمد ہے ایم اے اسلامیات کی اسٹوڈنٹ ہوں مجھے میرا ڈیپارٹمنٹ نہیں مل رہا تھا اسی وجہ سے مدد کی ضرورت پیش آئی۔" پہلے کی نسبت وہ اب کھل کر بولی تھی عدنان کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔

"شکر ہے ہوں ہاں اور سوالوں کی جان چھوڑ کر آپ نے کچھ تفصیل سے بولا۔"

"ایسی بات نہیں ہے میں اچھا خاصا بول لیتی ہوں مگر آج نئے لوگوں نے جو میرے ساتھ کیا بس اسی نے بولتی بند کردی تھی۔ آپ کے ساتھ نے حوصلہ بخشا تو لفظ بھی زبان پر بکھر آئے۔"

"آپ بس مجھے اسلامیات ڈیپارٹمنٹ کا بتادیں۔"

تب کندھے اچکاتے ہوئے عدنان نے کہا۔

"اوکے۔" اور آگے قدم بڑھا دیئے تازیست بھی اس کے ہمراہ چلنے لگی۔ کینٹین سے ذرا فاصلے پر اسلامیات ڈیپارٹمنٹ موجود تھا مطلوبہ جگہ پر پہنچ کر عدنان نے کہا۔

"یہی آپ کا مطلوبہ ڈیپارٹمنٹ ہے۔"

"تھینک یو سو مچ سر۔"

"عدنان گیلانی۔" اس نے اپنا مختصر سا تعارف پیش کرتے ہوئے مزید کہا۔

"تھینکس کی ضرورت نہیں ہاں یہ ضرور بتادیں کہ آگے آپ کو پرابلم تو نہیں ہوگی؟"

"نہیں نہیں ان شاء اللہ اب میں خود ہینڈل کرلوں گی۔" اس کے انداز میں مکمل اعتماد تھا۔

"اوکے آل دی بیسٹ۔" عدنان نے مسکرا کر کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا تو تازیست بھی ڈیپارٹمنٹ کے اندر داخل ہوگئی۔

❁......❁......❁

وہ بڑے ریلیکس انداز میں اوندھا لیٹا لیپ ٹاپ سامنے کھولے اپنی میلز چیک کررہا تھا جب اس کے سیل کی بیل گنگنا اٹھی لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظر جمائے اس نے یس کا بٹن پریس کیا اور سیل کان سے لگالیا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے بات کا آغاز کیا گیا تھا۔

"یس عدنان اسپیکنگ۔"

"جی جی آپ کی مہربانی مائی لارڈ۔" دوسری طرف قدرے شوخی سے جواب دیا گیا تھا۔

"اوئے تم۔" توصیف کی آواز پہچان کر وہ فوراً سیدھا ہوا تھا۔

"ہاں میں کیسے ہو تم؟" اس کے پوچھنے پر وہ فوراً اسٹارٹ ہوا تھا۔

"آ گئی تمہیں میری یاد بے وفا دوست اسلام آباد جا کر تم تو ایسے بھولے کہ مڑ کر خبر تک نہ لی۔"

"سوری یار کام کا بوجھ اتنا تھا کہ کان کھجانے کی فرصت نہیں ملی اچھا رزلٹ کا بتاؤ کیسا رہا؟" وہ شرمندہ سا وضاحتیں پیش کرنے لگا جب عدنان ہنس کر بولا۔

"ویسا ہی جیسا ہمیشہ ہوتا ہے۔" عدنان کا انداز قدرے بے پروا تھا۔

"او بتا نا یار۔" توصیف اپنی اسٹڈی کو لے کر ہمیشہ پوزیسو رہا کرتا تھا اسی لیے کچھ زیادہ ہی بے چین دکھائی دے رہا تھا وہ بھی شرافت سے مزید تنگ کیے بتانے لگا۔

"تم سیکنڈ لاسٹ اور میں بالکل لاسٹ۔"

"کیا..... تم سچ کہہ رہے ہو؟" توصیف بے یقین سا تھا۔

"سو فی صد سچ۔"

"پھر تو بہت مبارک ہو۔" توصیف کا لہجہ متبسم تھا۔

وہ عدنان کی عادت سے واقف تھا عدنان رزلٹ نیچے سے دیکھنے کا عادی تھا۔ اس کا کہنا تھا شروع میں ہی نام دیکھ کر مزا نہیں آتا اس لیے نیچے سب ناموں کو دیکھتے آخر میں اپنا نام دیکھ کر زیادہ مزا آتا ہے اسی لیے اس نے پہلے نمبر پر ہونے کے باوجود خود کو لاسٹ اور اس کو سیکنڈ لاسٹ کہا تھا۔

"تمہیں بھی بہت مبارک ہو۔" عدنان اب کھل کر مسکرایا تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ تمہاری "ان" سے ملاقات ہوئی؟" عدنان نے سوال کرکے جیسے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"او یار! کیا یاد کرا دیا کتنی مشکل سے تو میں نے خود کو بہلایا تھا تم نے پھر سے میرا زخم ہرا کر دیا۔" وہ منہ بسورے احتجاجاً بولا تھا۔

"کیوں ایسا کیا ہوا؟" عدنان حیران ہی تو رہ گیا۔

"پورے پندرہ دن ہو گئے اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔" کس قدر روہانسا انداز تھا اس کا۔

"یہ تو بہت بڑا ظلم ہوا تم پر۔" عدنان اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ کو لبوں میں دبائے اس کے غم میں شریک ہوا تھا۔

"ہاں یار بابا نے اتنے سارے دنوں کے لیے اسلام آباد بھیج کر بڑا ظلم کیا مجھ پر۔" کیا دہائی دیتا انداز تھا اس کا، عدنان اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ سکا اور بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"تم ہنس رہے ہو؟" اس کو صدمہ پہنچا۔

"تو..... تم بھی تو خود پر غور کرو کیسے مجنوں بنے افسوس کر رہے ہو۔" عدنان کی ہنسی اس کے الفاظ اسے مزید تاؤ دلانے کو کافی تھے۔

احتجاجاً وہ کال ڈسکنیکٹ کر گیا عدنان تاریک ہوتی سیل کی اسکرین دیکھ کر مسکرا دیا۔

❁.....❁.....❁

رات کا کھانا کھانے کے بعد عدنان ہوسٹل کے بڑے سے لان میں چہل قدمی کر رہا تھا جب اسے توصیف کی کال موصول ہوئی اس نے قدرے حیران ہوتے اس کی کال پک کی۔

"سب خیریت ہے نا تم نے پھر کیوں کال کی؟"

"کل کے لیے تمہارا کیا پروگرام ہے۔" اس نے پوچھا۔

"کل کا کوئی خاص پروگرام نہیں ہے میں کل فری ہوں گا مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کل مجھے تمہیں کہیں لے کر جانا ہے۔"

"مجھے؟" اس نے حیران ہوتے استفسار کیا۔

اس کی اس درجہ حیرت بجا تھی آج سے پہلے توصیف نے کبھی اس طرح کی کوئی فرمائش نہیں کی تھی۔

"ہاں تمہیں تم چلو گے نا میرے ساتھ۔"

"چل تو میں لوں گا مگر تم بتاؤ تو سہی جانا کہاں ہے؟"

"اسپورٹس گراؤنڈ۔" توصیف نے مختصراً بتایا۔

"مگر توصیف تم جانتے ہو اسپورٹس میں مجھے زیادہ انٹرسٹ نہیں ہے اور اتنا تو بالکل نہیں کہ میں خصوصی طور پر جاکر کچھ دیکھوں۔" وہ انکار کرنا چاہتا تھا جب توصیف نے تیزی سے کہا۔

"پہلے میری بات سن لو پھر انکار کردینا۔"

"اوکے کہو۔"

"یہ لازمی نہیں ہے اسپورٹس گراؤنڈ میں اسپورٹس ہی ہو۔"

"تو پھر......؟" عدنان نے پوچھا۔

"تو پھر یہ کہ بہار کا موسم ہے ہر طرف پھول ہی پھول ہیں رنگ ہے خوشبو ہے اور......" وہ بات مکمل نہیں کرسکا تھا جب عدنان نے اسے ٹوک دیا۔

"مطلب کی بات پر آجاؤ اس قدر بذلہ مت کرو۔" اس کے انداز پر توصیف ہنس دیا تھا۔

"بہار کے موسم میں ہر سال کی طرح اس سال بھی وہاں پھولوں کی نمائش منعقد کی جارہی ہے۔"

"اوکے مگر مجھے پھر بھی سمجھ نہیں آرہا وہاں ہمارا کیا کام ہوگا۔ وہ نمائش تو ٹی وی پر بھی دکھائی جائے گی ہم وہاں بھی دیکھ سکتے ہیں۔" عدنان الجھن کا شکار دکھائی دے رہا تھا۔

"عدنان تم میرے ایسے دوست ہو جو معصوم سا دشمن بھی ہوتا ہے جس کی معصومیت ہی ہر وقت دل جلاتی رہتی ہے۔ تم ہی کیا میں بھی پھولوں کی خاطر یوں خصوصی وہاں جانے والا نہیں تھا مگر پھولوں والی کی خاطر مجھے وہاں جانا ہی ہوگا۔" تپے تپے انداز میں اس نے وضاحت پیش کی تھی۔

"کیا مطلب......؟"

"مطلب باقی اسکولز کی طرح علینہ بھی وہاں اپنے اسکول کی طرف سے اپنے اسٹاف کے ہمراہ اسٹال لگانے آرہی ہے اب علینہ وہاں آرہی ہے یہ جان کر تمہیں اندازہ ہو ہی گیا ہوگا میں کیوں وہاں جانا چاہتا ہوں؟ اب وہاں جانے کے لیے تمہارا ساتھ اس لیے درکار ہے کیونکہ میں وہاں اکیلے جاکر اپنے جانے کا کوئی بہانہ نہیں بنا سکتا۔ تم ساتھ ہوگے تو کہہ دوں گا تمہارے ساتھ ادھر آ گیا اس لیے تمہیں میرے ساتھ وہاں جانا ہی ہوگا۔" توصیف نے بنا سانس لیے بات مکمل کی تھی۔

"اچھا تو اب سمجھا۔" عدنان نے ہر لفظ کو ادا ئیگی سے ادا کیا تھا۔

"بڑی مہربانی آپ کی سمجھ دانی کی۔" اس کی نوازش میں بھی طنز کی بھاری آمیزش تھی۔

"آخر تم جاکر ایک ہی بار بتا کیوں نہیں دیتے۔" اس نے مفت کا مشورہ دیا تھا۔

"ہاں ماما جی کا کھیل ہے نا جاکے بتادو۔ جاکر بتادینے سے دوسرے دل میں موجود اپنے لیے محبت کا پتا لگانا عجیب مشکل سا لگتا ہے۔ میں اپنی محبت اس پر واضح کرنے سے پہلے دیکھنا چاہتا ہوں وہ میرے لیے کس طرح کے جذبات دل میں رکھتی ہے ایسا نہ ہو کہ میں جاکر اپنی محبت کا اظہار کروں اور دوسری طرف سے انکار ہوجائے تو خوامخواہ دل تو ٹوٹے گا ہی میری محبت کی توہین بھی ہوگی۔"

"یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو۔" عدنان نے پہلی بار بنا چوں کیے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

"تو پھر تم چل رہے ہو کل میرے ساتھ؟" اس نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

"ہاں تمہارے لیے یہ بھی کرنا پڑے گا مجنوں۔" اس نے مسکرا کر ہامی بھری۔

❁......❁......❁

اگلی شام پانچ بجے تیار ہوکر وہ دونوں اسپورٹس گراؤنڈ پہنچے جہاں چیکنگ کے بعد انہیں اندر جانے دیا گیا تھا' توصیف بہت زیادہ ایکسائٹڈ دکھائی دے رہا تھا۔ گیٹ سے اندر قدم رکھتے ہی پورا گراؤنڈ جیسے ایک نظر میں سمٹ آیا تھا۔ دائرے کی صورت ہر اسکول نے اپنی منتخب کردہ جگہوں پر اسٹال لگا کر گراؤنڈ کو سجا رکھا تھا جبکہ درمیان سے گراؤنڈ خالی تھا جہاں آنے والے شائقین کہیں کہیں ذرا جمائے بیٹھے تھے تو کہیں پر بچے بھاگتے دوڑتے دکھائی

دے رہے تھے اور کچھ لوگ اسٹال پر پھولوں کی خوب صورتی سراہتے نظر آرہے تھے۔ فضا میں ہر طرف پھولوں کی مہک رچی ہوئی تھی۔ انہوں نے آگے قدم بڑھائے اور دائیں طرف لگے اسٹالز میں سے اپنا مطلوبہ اسٹال تلاشنے کی ابتدا کی۔ ہر اسٹال پر اس کے اسکول کا بینر لگایا گیا تھا یہی وجہ تھی وہ جلد ہی علینہ تک پہنچ گئے تھے وہ اپنی ساتھی ٹیچرز کے ساتھ اسٹال کی خوب صورتی مزید بڑھانے کے لیے ڈیکوریشن میں مصروف تھی۔ اس نے اپنے اسٹال کو واقعی بڑی خوب صورتی سے سجایا تھا ان کو اسٹال لگانے کے لیے گراؤنڈ کی سیڑھیاں دی گئی تھیں جسے انہوں نے اپنی ہی کلرفل امبریلا لگا کر تمام سیڑھیوں کو اس کے تلے ڈھانپ دیا تھا۔ اوپری طرف کی پہلی تین سیڑھیوں پر مختلف اقسام کے پھولوں کے گملے رکھے تھے۔ پھولوں کی موجودگی کو تلاشتی تتلیاں خودبخود وہاں پہنچ گئی تھیں۔ یہی وجہ تھی وہاں خوب صورت پروں والی تتلیاں منڈلاتی دکھائی دے رہی تھیں' نچلے چار اسٹیپز (سیڑھیوں) پر انہوں نے بڑے پہاڑی پتھر رکھ کر انہیں رنگا پھر آبشار کی طرح وہاں سیٹ کردیا پھر ان پتھروں کے گرد انہوں نے کھلتے پھولوں کے بہت سے گملے سجادیے۔ نیچے گھاس کا فرش بچھایا ہوا تھا اور انہی پتھروں کے درمیان اوپری طرف سے شاید پانی کی نلکی چھوڑی ہوئی تھی جس میں سے پانی نکل نکل کر پتھروں پر سے بہتا ہوا نیچے رکھے کناؤ وارٹب میں گررہا تھا' یہ سب دیکھ کر بے ساختہ ذہن میں چھوٹی سی جھیل کا تصور آرہا تھا۔ چھوٹا رات ہونے کی وجہ سے ہر طرف جلی مصنوعی لائٹنگ کی وجہ سے بھی یہ منظر خاصا دلکش محسوس ہورہا تھا۔

یہ ان کی محنت کا نتیجہ تھا کہ دیکھنے والا پل بھر کو رک کر اس اسٹال کو توصیفی نگاہوں سے ضرور دیکھتا تھا' وہ بھی سراہے بنا نہ رہ سکے۔

علینہ یوں اچانک توصیف کو سامنے دیکھ کر بے تحاشا خوش ہوئی تھی۔

''توصیف تم یہاں..... تم نے تو مجھے سرپرائز کردیا۔''

''دیکھ لو پھر۔'' توصیف نے فرضی کالر کھڑے کیے تھے۔

''اچھا بتاؤ میرا اسٹال کیسا لگ رہا ہے؟'' اسٹال پر نظر ڈالے اس نے بڑے اشتیاق سے سوال کیا تھا۔

''تمہاری طرح خوب صورت۔'' اس کی پرشوق نگاہیں ہر طرف سے بے نیاز اس کے چہرے کا طواف کررہی تھیں۔

''کیا مطلب؟'' وہ بھنویں سکیڑے اچنبھے سے پوچھ رہی تھی تو وہ فوراً حال میں لوٹا تھا۔

''کچھ نہیں' ان سے ملو یہ میرا جگری دوست عدنان گیلانی!'' بالآخر اسے کب سے فراموش کیے عدنان کا خیال آ ہی گیا۔

''السلام علیکم!'' علینہ نے فوراً سلام جھاڑا۔

''وعلیکم السلام؟'' اس نے جواب دیا تو اس نے اخلاق سے اس کا حال دریافت کیا۔

''کیسے ہیں آپ؟''

''بالکل ٹھیک۔'' اس نے مسکرا کر مختصر جواب دیا۔

''او کے یہ بتائیں ہمارا اسٹال کیسا لگ رہا ہے؟''

اس کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ ہر پاس سے گزرتے شخص سے اپنے اسٹال کی تعریف کرالے۔ اس کے انداز پر عدنان کے لبوں پر بڑی بے ساختہ مسکراہٹ دوڑی تھی جسے کمال مہارت سے چھپا کر اس نے کہا۔

''بہت بہترین۔'' وہ یونہی گفتگو میں مصروف تھے جب اسٹالز کا معائنہ کرتے ایم ڈی صاحب ان کے اسٹال پر آن ٹھہرے۔ عدنان علینہ سے گفتگو میں مصروف تھا جب ایم ڈی صاحب اسے دیکھ کر اس کی طرف چلے آئے اور حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولے۔

''عدنان بیٹا تم یہاں؟''

عدنان چونکتا ہوا ان کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو سامنے دیکھ کر ایک دم گڑبڑا گیا۔

''انکل آپ.....؟''

''ہاں بھئی میں یہاں ججمنٹ کے لیے بلایا گیا مگر تم

یہاں کس طرح؟"

"میں..... میں اپنے دوست کے ساتھ یہاں آیا تھا انکل!" اس کا انداز بوکھلاہٹ سے پُر تھا۔

توصیف بڑی حیرت سے اسے اس طرح ایم ڈی سے باتیں کرتے دیکھ کر ان کے درمیان رشتہ کو سمجھنے کی سعی کررہا تھا۔ وہ عدنان کا بہترین دوست تو تھا مگر اس کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا تھا کہ وہ لاہور میں رہتا ہے اور تعلیم کے سلسلے میں بہاؤ الدین ذکریا یونیورسٹی کے ہوسٹل میں رہائش پذیر ہے۔

"ایم ڈی سے عدنان کا کیا تعلق ہوسکتا ہے؟" وہ ابھی تک اسی سوچ میں الجھا تھا۔

دوسری طرف عدنان نے ایم ڈی صاحب کو کسی نا کسی طرح مطمئن کرکے آگے کی طرف روانہ کیا اور وہ بارہ سے توصیف کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم انہیں اور یہ تمہیں کیسے جانتے ہیں؟" وہ ابھی تک وہیں اٹکا تھا۔

"یہ....." سوچنے پر بھی جب اس سے جواب نہ بن پڑا تو جلدی سے کہنے لگا۔ "یہ میرے ایک دوست کے عزیز ہیں بس اسی کے ذریعے مجھے پہچانتے ہیں۔"

"مگر ان کے انداز سے دور کی جان پہچان تو نہیں لگ رہی تھی مجھے۔"

"کیا یار تم عورتوں کی طرح بال کی کھال ادھیڑنے بیٹھ جاتے ہو۔ ایم ڈی صاحب بڑے اچھے انسان ہیں مجھ سے کیا وہ تو ہر ملنے والے سے اسی طرح پیش آتے ہیں۔" عدنان نے جھنجلا کر جواب دیا تھا۔

"تو تم....." توصیف مزید کچھ کہتا مگر عدنان نے اس کی توجہ اسٹیج کی طرف مبذول کی۔

"تم چھوڑو سب! ادھر سنو لگتا ہے فائنل اناؤنسمنٹ ہونے لگی ہے۔" اپنی کوشش میں وہ کامیاب رہا تھا توصیف واقعی سب بھلائے علینہ کے پاس جا کھڑا ہوا تھا۔

علینہ بڑی پرجوش تھی اسے امید تھی آج کے انعامات میں اس کا حصہ بھی ہوگا۔ شاید یہ اس کی محنت تھی یا اس کا کامل یقین کہ انعام پانے والوں میں اس کا اسٹال دوسرے نمبر پر آیا تھا۔ انعام کی ٹرافی لیے وہ بڑی خوش دکھائی دے رہی تھی۔ تقریب اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی جب عدنان نے توصیف سے کہا۔

"رات کافی ہوگئی ہے توصیف! اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

"ہاں چلتے ہیں۔" وہ علینہ کے ساتھ سامان سمیٹنے میں اس کی مدد کررہا تھا۔ اس کے انتظار میں کھڑا یہاں وہاں نظریں دوڑا رہا تھا جب اس کو لگا کہ اس نے ابھی تازیست احمد کو دیکھا ہے۔ وہ صرف ایک نظر ہی اسے دیکھ سکا تھا مگر اس ایک غیر ارادی نظر نے اسے احساس کرادیا کہ پہلے دن کی طرح تازیست آج بھی پریشان اور بوکھلائی ہوئی تھی۔ وہ بے اختیار ہی اس سمت بڑھا جہاں اس نے تازیست کو دیکھا تھا۔

نجانے کس وجہ سے اس نے لاشعوری طور پر اسے ہر اسٹال پر ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی مگر جب وہ نہ ملی تو وہ مایوس سا لب بھینچے واپس توصیف کے پاس آیا تھا۔ توصیف ابھی بھی مصروف تھا وہ پھر بلا ارادہ تازیست کو سوچنے لگا۔

"وہ اس وقت یہاں اکیلی کیا کررہی تھی اور میں کیوں اس طرح اسے ڈھونڈ رہا ہوں؟" نجانے کیوں وہ خاصا مضطرب سا تھا۔ "وہ خاصی پریشان دکھائی دی اسی لیے میں نے اسے تلاشنا چاہا تاکہ پھر اس کی مدد کرسکوں۔" اس نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دے کر خود کو تسلی بخشنا چاہی تھی۔

مگر اس کے جواب سے اس کے دل کو تسلی نہیں ہوئی تھی وہ ابھی بھی اسی طرح مضطرب تھا۔

"کیا معلوم وہ میرا وہم ہو۔" گہری سانس بھرتے اس نے اپنے نا سمجھ میں آنے والے خیالات سے سر جھٹکتے ہوئے توصیف سے کہا۔

"توصیف میں جارہا ہوں تم علینہ کو گھر چھوڑتے جانا۔"

"ہاں میرا ارادہ بھی یہی ہے مگر پھر تم کیسے جاؤ گے؟"

"میں کوئی لڑکی نہیں ہوں یار جو اس طرح پریشان ہورہے ہو۔ میں رکشے سے چلا جاؤں گا۔"

"تم طنز کرنے سے بھی باز مت آنا۔" اس کے انداز پر توصیف ہنس دیا تھا۔

"تم خود بات ایسی کرتے ہو کہ اگلا بندہ تپ جائے۔"

"ایک تو تمہیں علینہ بھابی کے ساتھ مزید وقت گزارنے کا موقع فراہم کررہا ہوں تم سمجھتے نہیں ہو۔" اس کی طرف جھک کر اس نے قدرے سرگوشی میں کہا تھا۔

"جی نہیں یہ موقع تم نے فراہم نہیں کیا میں نے خود یہ کام کیا ورنہ وہ میڈم تو انکل کو بلانے کو تیار تھی میں نے گھر تک چھوڑنے کی آفر کی تب رکی۔" وہ بھی دوست اسی کا تھا کہاں اس کا احسان ہضم کرتا۔

"تم مانو نہیں وہ ایک الگ بات ہے اور اب میں مزید بحث میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ بہت سخت نیند آرہی ہے اس لیے مجھے اجازت دو۔" عدنان نے اس سے الوداعی مصافحہ کیا اور ہوسٹل کے لیے وہاں سے نکل آیا۔

❁ ❁ ❁

وہ تازیست کو لے کر کچھ وقت تک الجھتا رہا مگر سو کر اٹھا تو اسے بھول چکا تھا اور اسے بھولا ہی رہتا اگر اسلامیات ڈیپارٹمنٹ کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کی نظر تازیست پر نہ پڑی ہوتی۔ اسے سامنے دیکھ کر ایک دم ہی اس کے ذہن میں کل کا منظر تازہ ہوا تھا وہ ابھی تک اسی کشمکش میں تھا کہ تازیست واقعی وہاں تھی یا وہ اس کا وہم تھا۔ اپنی الجھن کو سلجھانے کی خاطر وہ تیز تیز قدم بڑھاتا اس کی طرف بڑھا تو صیف اسے پکارتا اس کے پیچھے تھا۔

"کدھر جارہے ہو؟"

"تم بھی آجاؤ۔" لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ تازیست اس کی طرف متوجہ نہیں تھی اس نے اسے پکار کر اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا تھا۔

"ایکسکیوزمی مس تازیست احمد۔" تازیست چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی پھر احتراماً بولی۔

"السلام علیکم عدنان سر!" اس وقت اس کی نظریں اس پر اس طرح اٹھی تھیں جیسے پوچھ رہی ہوں۔ "جی فرمائیں کیا کام ہے؟"

توصیف پاس کھڑا حیرت سے کبھی اس کو دیکھتا تو کبھی سامنے کھڑی اس انجانی لڑکی کو۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا یہ کیا ماجرا تھا جس کی وجہ سے خود عدنان کسی لڑکی کی طرف بڑھا تھا۔ تازیست کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر وہ ایک دم گڑبڑایا تھا بنا سوچے سمجھے وہ اس کی طرف چلا تو آیا تھا مگر اب سوچ میں پڑ گیا کہ اس سے پوچھے یا نہ پوچھے۔ اسی ادھیڑبن میں کچھ دیر سوچنے کے بعد بالآخر اس نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

"کیا کل آپ اسپورٹس گراؤنڈ گئی تھیں؟"

"میں......؟" انگلی اپنی طرف کیے اس نے استفہامیہ اس کی طرف دیکھا تھا۔

"جی آپ......" عدنان نے اقرار میں سر ہلایا۔

"نہیں...... میں تو نہیں گئی۔" اس کے انداز میں مکمل اعتماد تھا۔

لاکھ کھوجنے کے باوجود بھی وہ اس کے چہرے اور اس کے لفظوں میں ذرا سی بھی لڑکھڑاہٹ ڈھونڈ نہیں پایا تھا۔

"اوکے پھر شاید میری نظروں نے دھوکہ کھایا ہو سوری۔" معذرت خواہ انداز میں کہتا وہ واپسی کے لیے پلٹنا

تھا۔ ناحق رات سے اب تک خود کو اتنا خوار کیا اسے اچانک ہی افسوس نے آن گھیرا۔ اس کے انداز نے ایک بار پھر توصیف کو جھٹکا دیا تھا مگر وہ خاموش تھا جب وہ تازیست سے کچھ فاصلے پر پہنچ گئے تب توصیف اس سے مخاطب ہوا۔

"یہ کیا معاملہ ہے عدنان؟ تم خود اس لڑکی کے پاس صرف یہ پوچھنے کی خاطر گئے کہ آیا وہ کل اسپورٹس گراؤنڈ گئی تھی یا نہیں؟ بھئی کون وہ؟" اس کے سامنے کھڑا وہ سوالیہ نگاہیں اس کے چہرے پر جمائے پوچھ رہا تھا۔

"آؤ بتاتا ہوں۔" وہ اسے لیے گراؤنڈ میں آ گیا اور اب وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ان میں سے ایک بولنے کو تیار تھا جبکہ دوسرا سننے کا منتظر وہ کہہ رہا تھا۔

"یہ تازیست احمد تھی۔" ابھی وہ فقط اتنا ہی کہہ سکا تھا کہ توصیف پھر سوال کر بیٹھا۔

"کون تازیست؟" عدنان نے اسے گھورا تھا۔

"چپ کر کے سنو گے تو ہی پتا چلے گا نا کہ کون تازیست ہے۔" وہ خاموش ہوا تو اس نے تازیست سے ملنے سے لے کر کل تک کے تمام احوال اس کے گوش گزار کیے تھے توصیف نے خاموشی سے اسے سنا تھا وہ بہت غور سے عدنان کو دیکھ رہا تھا جو ایک دم کافی الجھا ہوا دکھائی دینے لگا تھا۔

"اب ان کا کہنا ہے کہ وہ کل وہاں نہیں تھیں مگر میرا یقین کہتا ہے وہ میری نظر کا دھوکہ نہیں تھا۔

"کل واقعی وہاں میں نے انہی کو دیکھا تھا۔" اس کے انداز میں واقعی یقین کی جھلک نمایاں تھی۔

توصیف نے بڑی جانچتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"مگر میرا تم اسے لے کر کیوں اس قدر الجھ رہے ہو؟ تمہیں اس سے کیا غرض کہ یہ وہاں تھیں یا نہیں؟" اس کا سوال درست تھا عدنان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"مجھے بالکل سمجھ نہیں آ رہی تم اس لڑکی کو لے کر اس قدر سوچ میں کیوں پڑ گئے ہو؟" اس کے سوال کے جواب پر عدنان ایک دم ہی مسکرانے لگا تھا۔ توصیف نے انتہائی حیرت سے اس کی مسکراہٹ کو دیکھا تھا۔

"کیا پاگل ہو گئے ہو؟" توصیف نے پوچھا تھا۔

"نہیں بس تمہارے انداز کو دیکھ کر ہنسی آ گئی مجھ سے زیادہ تو تم الجھ گئے ہو اور اس وقت تمہیں دیکھ کر لگتا ہے ابھی مجھے کہہ دو گے کہ مجھے محبت ہو گئی ہے۔" اس کی بات کے اختتام پر خود توصیف بھی ہنس دیا تھا۔

"کہا تو نہیں ہے مگر ممکن ہے کہہ دوں تمہارا اس طرح الجھنا اس کے لیے سوچنا اگر محبت سے ملا دیا جائے تو کچھ غلط نہیں ہو گا کیونکہ محبت میں محبوب کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔"

"نہیں میں اسے محبت نہیں کہتا۔" عدنان نے سر جھٹکا۔

"او کے تو پھر تمہاری نظر میں محبت کیا ہے اس کی تعریف کر دو۔" توصیف نے چیلنج دیا مگر بہت سوچنے پر بھی وہ کوئی لفظ ادا نہیں کر سکا تھا۔

"میں نہیں جانتا محبت کیا ہے۔" اس نے گویا ہار تسلیم کی۔

"جب محبت ہو گی تو جان بھی جاؤ گے۔" اس کا انداز متبسم تھا۔

"تو کیا محبت کو جاننے کے لیے محبت کرنا ضروری ہے؟ بنا محبت کیے بھی تو محبت کو سمجھا جا سکتا ہے۔" عدنان نے گویا اسے لاجواب کرنا چاہا تھا۔

"ہرگز نہیں محبت جب ہوتی ہے تبھی محسوس بھی ہوتی ہے۔" توصیف نے الٹا اسے لاجواب کر دیا تھا۔

"تم پاگل ہو بس۔" عدنان نے بُرا سا منہ بنایا تھا توصیف بے ساختہ ہنس دیا۔

"ہاہاہا..... تم ہار تسلیم کر لو۔"

"اونہہ....." وہ سر جھٹک کر رہ گیا تب توصیف شرارتاً بولا تھا۔

"ویسے لڑکی اچھی ہے۔" اس نے بڑی معنی خیزی سے کہا تھا اور عدنان غصے سے اسے مارنے کو لپکا تھا وہ دور تک

توصیف کی ہنسی گونج رہی تھی۔

❁......❁......❁

ہڑتال کی وجہ سے یونیورسٹی بند تھی عدنان نے وہاں رہنے کے بجائے گھر کا چکر لگانے کا سوچا اور سامان سمیٹ کر گھر چلا آیا۔

اس وقت وہ اپنے ڈیڈی سے ملنے ان کے آفس میں موجود تھا مگر وہ نہ تو گھر پر تھے نہ ہی اس وقت اسے آفس میں ملے اسی لیے وہ ان کے انتظار میں انہی کے آفس میں بیٹھ گیا۔ اسے وہاں بیٹھے بہت زیادہ وقت نہیں گزرا تھا جب سیکرٹری نے انٹرکام پر اسے کسی کی آمد کی اطلاع دی تھی۔

ریسیور کان سے لگائے اس نے چند ثانیے سوچا اور پھر نووارد کو اندر بھیج دینے کا حکم دے کر ریسیور رکھ دیا۔ وہ ایزی چیئر پر منتظر تھا جب کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اس نے دروازہ کی طرف نگاہ کی اور اندر داخل ہوتی ہستی کو دیکھ کر بے ساختہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے سامنے اس وقت تازیست احمد تھی جو فائل سینے سے لگائے دروازہ بند کرتی پلٹی تھی اور اپنے سامنے عدنان کو دیکھ کر اسی کی طرح اپنی جگہ جم کر رہ گئی۔

چوئشن اس طرح کی تھی کہ نا تو وہ آگے بڑھ سکتی تھی نہ ہی واپس پلٹ سکتی تھی جبھی لب دانتوں میں دبائے ساکت کھڑی تھی۔

"زندگی میں کبھی ایسا مقام بھی آ جاتا ہے کہ جس شخص سے آپ اپنے آپ کو چھپانا چاہتے ہو تو حالات آپ کو اسی شخص کے سامنے اس طرح لا کھڑا کر دیتے ہیں کہ پھر نہ تو آپ چھپ سکتے ہیں نہ ہی حالات سے فرار حاصل کر سکتے ہیں۔" وہ بھی اپنی خودداری کے پندار کو بہت سنبھالے ہوئے تھی مگر نجانے کیا وجہ تھی جو یونیورسٹی کے شروع دن سے لے کر آج تک نہیں نہ نہیں وہ اس شخص سے ٹکرا جاتی تھی مگر کل تک وہ حالات کو کسی نہ کسی طرح اپنی طرف موڑتی آئی تھی مگر آج ایسا کسی بھی طرح ممکن دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس وقت اس کے ہاتھ میں پکڑی فائل ہی اس کے یہاں آنے کی وجہ بیان کرنے کو کافی تھی۔ لب بھینچے نظریں جھکائے وہ ساکت کھڑی تھی جب اس نے بات کی ابتدا کی۔

"آپ یہاں......؟" اب کسی بھی صورت فرار ممکن نہیں تھا خود کو سنبھالے گہری سانس خارج کرتے اس نے حالات کا سامنا کرنے کا فیصلہ کیا اور آگے بڑھ کر بنا اس کے کہے خود ہی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"جی میں یہاں۔" عدنان اپنی چھوڑی نشست دوبارہ سنبھال چکا تھا جب تازیست نے کہنا شروع کیا۔

"نیوز پیپر میں آپ کی فرم کی نوکری کا ایڈ دیکھا تھا اسی سلسلے میں قسمت یہاں تک کھینچ لائی۔"

"آپ یہاں جاب کریں گی...... جاب ٹائمنگ پر شاید آپ نے غور نہیں کیا؟" عدنان نے استفہامیہ اس کی طرف دیکھا تھا۔

اب تک کی کسی بھی ملاقات میں وہ اسے ضرورت مند بالکل نہیں لگی تھی لباس اور اطوار سے وہ اسے کسی اچھے گھر کی لڑکی سمجھے ہوئے تھا تو پھر آج ایسا کیا ہو گیا تھا جو وہ شام سے رات تک کی شفٹ میں جاب کرنے چلی آئی تھی۔

"میں نے ٹائمنگ پر بھی غور کیا ہے۔" ٹیبل کی چکنی سطح پر نظریں جمائے اس نے جواب دیا تھا۔

"کیا میں جان سکتا ہوں ایسی کیا ضرورت آن پڑی جو آپ کو یہاں تک کھینچ لائی؟ دراصل میں نے بالکل بھی ایسا نہیں سوچا تھا کہ ایک مہنگی ترین یونیورسٹی میں زیر تعلیم لڑکی یوں نوکری تلاش کرتی پھرے گی۔ ظاہری طور پر بھی آپ مجھے مستحق محسوس نہیں ہوئی۔"

"دنیا ظاہری دکھاوے پر یقین رکھتی ہے سر!" اس کے لبوں پر تلخ سی مسکراہٹ آ چکی تھی۔ "یہ دنیا ہے سر! جہاں میں اچھا لباس زیب تن نہیں کروں گی تو مجھے حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور کم از کم میں کسی کی حقارت بھری نگاہ برداشت نہیں کر سکتی اور رہا آپ کا سوال کہ مہنگی ترین یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہوں تو سر! اسی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے شوق نے ہی تو اس قدر خوار کر رکھا ہے

وہاں داخلہ تو کسی طرح لے لیا اور ہر چھ مہینے بعد بھاری رقم فیس کی صورت میں کہاں سے دوں؟ آخر اتنا پیسہ کہاں سے لاؤں؟" وہ تو جیسے پھٹ ہی پڑی تھی۔

"اب تک صبح سے تین جگہ جا چکی ہوں مگر مجال ہے جو یہاں مجبوری کی مجبوری کو سمجھا جائے لوگ اکیلی لڑکی کو مفت کا مال سمجھ کر ہاتھ صاف کرنے کے چکر میں تیار رہتے ہیں۔ دن کی نوکری میں کر نہیں سکتی کہ میری کلاسز کا حرج ہوگا اور رات کی نوکری کوئی ڈھنگ کی مل ہی نہیں رہی تو کیا کروں؟" بے بسی کے عالم میں اپنا آپ اس پر کھولتی وہ اب رونے لگی تھی۔ عدنان دم سادھے بیٹھا انکشافات کی زد میں تھا یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ بظاہر خوش دکھائی دیتی یہ نازک سی لڑکی اس قدر مصیبتوں کا شکار بھی ہوسکتی ہے۔

"آپ کے گھر والے......؟" عدنان کا انداز بڑا دھیما سا تھا۔

"کوئی بھی نہیں ہے میرا والدین کا انتقال ہو چکا رشتہ داروں میں سے کوئی بھی میری ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہ تھا تب ایک دور پار کی رشتے دار جس کا اپنا بھی کوئی نہیں تھا اس نے اپنے ساتھ گھر پر رکھ لیا یوں ہم ایک سے دو ہوگئے۔ پاپا نے اپنے پیچھے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی تھی جس کا مجھے آسرا ہوتا۔ سو زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مجھے خود گھر سے باہر نکلنا پڑا۔" سوں سوں کرتے اس نے اس بار بھی تفصیل سے جواب دیا تھا۔

عدنان نے خاموشی سے ٹشو باکس اس کی طرف بڑھایا جس میں سے دو تین ٹشو نکال کر وہ اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

"اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کرسکتا ہوں؟" عدنان کو اس وقت اس سے حد سے زیادہ ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔

"مگر کب تک؟" تازیست نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"جب تک آپ کی تعلیم مکمل نہ ہوجائے۔"

"بھیک نہیں چاہیے مجھے میں محنت کر کے پیسہ کمانا چاہتی ہوں۔" اس نے صاف جواب دیا تھا۔

انتہائی افسردہ ماحول میں بھی اس کے انداز نے اسے مسکرانے پر مجبور کیا تھا جبھی اپنی بے ساختہ امڈ آئی مسکراہٹ کو کمال مہارت سے چھپاتا کہنے لگا۔

"پڑھائی اور نوکری دونوں ایک ساتھ آپ کو مشکل میں ڈال دیں گی۔"

"تو پہلے کون سی آسانیاں ہیں۔" جواب فوراً حاضر تھا۔

"مگر پھر بھی آپ ایک بار پھر سوچ لیں۔" عدنان نے اسے باز رکھنا چاہا تھا۔

"سوچنے کی گنجائش باقی نہیں ہے سر!" اس کا انداز بڑا حتمی تھا۔ عدنان سر کرسی کی پشت گاہ سے لگائے کچھ پل سوچنے کے بعد بلآخر بولا۔

"گو کہ اس وقت ڈیڈی آفس میں نہیں ہیں اس کے باوجود بھی آپ کی نوکری کی ضمانت میں دیتا ہوں آپ سمجھیں آپ کی نوکری پکی ہوگئی۔"

"ڈیڈی..... آپ.....؟" اس بار اس نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا تھا۔

"جو بات آپ کو پہلے پوچھنا چاہیے تھی وہ آپ اب دریافت کر رہی ہیں، خیر یہ میرے ڈیڈی کا آفس ہے۔" عدنان نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"میں بھی ڈیڈی سے ملنے کی خاطر یہاں آیا مگر ان سے ملاقات نہ ہوسکی مگر آپ یقین رکھئے میں نے اگر کہہ دیا ہے تو اپنے فیصلے سے ذرا پیچھے نہیں ہٹوں گا آپ کو یہاں جاب مل جائے گی۔" اس نے اسے یقین دلایا تھا۔

"شکریہ۔" وہ بہت ممنون دکھائی دینے لگی تھی۔

"اٹس اوکے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کو جب بھی میری مدد کی ضرورت پیش آئے تو بلا جھجک بتا دیجیے گا۔ آپ کی مدد کر کے مجھے اچھا لگے گا۔" مسکرا کر کہتا وہ ایک دم کچھ یاد آنے پر رک کر اس کو دیکھنے لگا تھا۔ اس کے اس طرح خاموش ہوجانے پر تازیست نے استفہامیہ اس کی سمت دیکھا تھا۔

''اگر آپ سچ بتائیں تو ایک اور بات آپ سے پوچھوں؟''

''جی پوچھیے۔'' اس نے گویا اجازت دی تھی۔

''اس روز نمائش میں آپ ہی تھیں ناں؟'' وہ اس روز کو اب تک نہیں بھولا تھا۔

''اوہ......'' تازیست نے آواز بلند گہری سانس لی تھی۔

''جی میں ہی تھی۔'' اس نے سر جھکا کر جواب دیا تھا۔

''تو پھر آپ نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا؟'' عدنان کے انداز میں حیرت سمٹ آئی تھی۔

''جھوٹ نہ بولتی تو اور کیا کرتی؟ میں وہاں اپنے محلے کی ایک ٹیچر کے ساتھ گئی تھی جو مجھے اپنے حصے کا سارا کام سمجھا کر واپس آ گئی تھیں پھر اس کی جگہ سارا کام میں نے کیا جس کے بدلے میں اس نے مجھے کچھ روپے دیے۔'' شرمندگی سے مزید سر جھکائے اس نے حقیقت بیان کی تو عدنان بُری طرح سوچ میں پڑ گیا۔

''اُف یہ حالات انسان کو کیا کچھ کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔'' اس کے جواب نے جیسے اس سے اس کی قوت گویائی چھین لی تھی جبھی وہ تسلی میں کوئی ایک لفظ تک ادا نہیں کر سکا تھا۔ سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہونے والے عدنان گیلانی نے آج پہلی بار کسی حالات کے مارے کو سامنے دیکھا تھا' تازیست احمد شکریہ کے الفاظ ادا کرتی کب کی وہاں سے جا چکی تھی مگر عدنان ابھی تک دروازے پر نظریں ٹکائے گم سم بیٹھا تھا۔

❁......❁......❁

یونیورسٹی میں کلاسز کا آغاز ہو چکا تھا مگر عدنان ابھی تک منظر سے غائب تھا توصیف نے بار بار اس سے رابطے کی کوشش کی مگر ہر بار اس کا نمبر بند ملتا رہا جس کی وجہ سے وہ اس کے لیے ازحد پریشان و متفکر تھا۔

آج بھی جیسے ہی کلاس ختم ہوئی اس نے ایک بار پھر عدنان کا نمبر ٹرائی کیا۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی مگر پہلی بیل پر دوسری طرف سے کسی قسم کا کوئی رسپانس موصول نہیں ہوا تو اس نے دوبارہ اس کا نمبر ڈائل کیا اس بار بھی حال پہلے کا سا تھا وہ مایوس ہونے کو تھا جب اس کی کال پک کر لی گئی تو وہ ازحد بے تابی سے بولا۔

''عدنان یار تم کہاں ہو نمبر بھی بند کر رکھا تھا مگر کیوں؟''

''میں اپنے گھر پر ہوں۔'' عدنان نے دھیمے سے انداز میں جواب دیا تھا۔

''دراصل میں یہ جاننا چاہتا ہوں تم یونیورسٹی کیوں نہیں آ رہے۔ نمبر بند کیوں کر رکھا تھا؟'' اس سے بات کرتا توصیف سامنے پڑی کرسی پر ٹک گیا تھا۔

''ہاں بتاؤں گا۔'' اس کا انداز سنجیدہ سا تھا۔

''تم یہ بتاؤ تم اس وقت کہاں ہو؟'' عدنان اس وقت اسے شدید ڈپریس محسوس ہوا تھا۔

''میں یونیورسٹی میں ہوں مگر تم مجھے بالکل ٹھیک نہیں لگ رہے؟'' توصیف پریشان ہوا اٹھا تھا۔

''اوکے تم میرا وہاں انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں۔'' اس کے سوالوں کو گول کیے اس نے مختصراً کہا۔

''تم ملتان میں ہو۔'' توصیف پریشان تو تھا اب حیران بھی ہوا تھا۔

ملتان میں ہونے کے باوجود یونیورسٹی نہیں آ رہا تھا؟ اس سارے معاملے کی سمجھ توصیف کو بالکل نہیں آ رہی تھی۔

''اوکے تم آ جاؤ میں انتظار کر رہا ہوں۔'' توصیف نے کہا تو دوسری طرف سے کال ڈراپ کر دی گئی پھر جب تک عدنان آ نہیں گیا وہ مسلسل اسی نہج پر سوچتا رہا۔ اس نے سامنے نظر کی تو عدنان سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ وہ اس قدر بے تاب تھا کہ وہاں کھڑے ہو کر اس کا انتظار کرنے کے بجائے خود لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے پاس چلا آیا۔

رسمی دعا سلام کے بعد بغل گیر ہوتا وہ اس سے الگ ہو کر فوراً بولا تھا۔

''تم ملتان میں تھے مگر یونیورسٹی سے غیر حاضر تھے یہ سب کیا ہے عدنان؟''

''یہ سب کچھ بھی نہیں ہے بس اتنا ہے کہ میں ملتان ہی میں رہتا ہوں۔'' عدنان نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر

نکائی ہوئی تھی جہاں اس کے جواب کو سن کر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"آؤ میرے ساتھ۔" وہ اسے اپنے ساتھ لیے ایک طرف آن بیٹھا تھا۔

توصیف مسلسل اسے دیکھ رہا تھا کچھ پل کی خاموشی کے بعد وہ گویا ہوا۔

"تم میرے اچھے دوست ہو مگر میں نے تم سے جھوٹ بولا۔" توصیف کے کچھ بولنے کو کھلتے لب دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"پہلے مجھے سنو پھر میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔"

"مصلحت کے تحت بولے جھوٹ کی معافی تو خدا نے بھی دی ہے پھر تم تو میرے ایسے مخلص دوست ہو جس نے میری ذات سے دوستی کی میرے گھر اور گھر والوں میں بھی دلچسپی نہ لی۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے تم سے غلط بیانی کی پلیز مجھے معاف کر دینا۔ میرا مقصد تمہیں دھوکہ دینا نہیں تھا میں ملتان میں ہی رہتا ہوں مگر پھر بھی میں نے لاہور کا بتایا' اس کی وجہ یہی تھی کہ اگر میں تمہیں بتاتا کہ میں ملتان میں رہتا ہوں تو تم یقیناً مجھ سے یہ سوال کرتے کہ ملتان میں رہنے کے باوجود میں یہاں ہاسٹل میں رہائش پذیر کیوں ہوں؟ اس وقت ہم میں اتنی دوستی بھی نہیں تھی کہ میں تم سے سچ بولتا اور اپنے فیملی میٹرز تم سے ڈسکس کرتا' بس اسی لیے جھوٹ کا سہارا لینا پڑا۔" چند ثانیے خاموشی کی نظر کرنے کے بعد وہ پھر گویا ہوا۔

"مگر اب ہم میں اتنی دوستی تو ہے کہ میں تم پر اعتبار کر سکتا ہوں۔"

"اب مجھے تم سے اپنا مسئلہ شیئر کرنے میں کوئی شرمندگی محسوس نہیں ہو رہی۔ تم جانتے ہو میری حقیقی ماں کی وفات اس وقت ہوئی جب میں پیدا ہوا' تب ڈیڈی نے میری دیکھ بھال کی خاطر دوسری شادی کرلی مگر شاید یہ میری بدقسمتی تھی کہ وہ دوسری ماں میری ماں ثابت نہ ہوگی۔ انہوں نے مجھے آیا کے حوالے کیا اور خود اپنی سرگرمیوں میں مگن ہوگئیں وہی سرگرمیاں جو عموماً امیر لوگوں کی زندگی کا خاصا ہوا کرتی ہیں۔ میرے ڈیڈی ایک کامیاب بزنس مین ہیں مگر شاید وہ ایک اچھے باپ نہیں ہیں جبھی بجائے مجھ کو اپنے رنگ میں رنگنے کے وہ خود ان کے رنگ میں رنگتے چلے گئے اور پھر مجھے بھول گئے میرے علاوہ میری ایک سوتیلی بہن اور بھائی بھی ہے۔ ممی اور ڈیڈی کی مکمل کاپی مگر بچپن سے ہی مجھے کوئی خاص توجہ نہیں ملی تھی اسی لیے میں زندگی کے ہنگاموں سے دور ہوتا چلا گیا۔ یہی وجہ تھی اپنے گھر میں ہوتی آئے دن کی پارٹیز اور نمود و نمائش کی اس بھاگ دوڑ سے بُری طرح اکتا گیا تب سے اب تک میں نے اپنی زندگی ہاسٹل میں رہ کر گزاری۔ میرے ڈیڈی اگر کامیاب بزنس میں ہیں تو ممی بھی ان سے کم نہیں ہیں ڈیڈی کے کاروبار میں آدھا شیئر تو ان کا ہے' وہ ڈیڈی کے شانہ بشانہ رہ کر کام کرتی ہیں۔ ان کی سوچ اس حد تک کاروباری ہے کہ بزنس کو بڑھانے کی خاطر انہوں نے اپنی اولادوں کا رشتہ بھی ایک سودے کے تحت اپنے بزنس فرینڈز کی فیملیز میں کر دیا۔ مجھے نہ تو اس گھر کا ماحول پسند ہے اور نہ ہی وہاں کے مشینی لوگ۔ اسی لیے اس گھر میں رہنے کے بجائے میں نے ہمیشہ ہاسٹل میں رہنے کو ترجیح دی۔ اگر کبھی ڈیڈی کی یاد ستائے تو وہاں جا کر ان سے مل آتا ہوں۔" اس کے ہر ہر لفظ میں اس کا دکھ بول رہا تھا۔

توصیف حیران و پریشان ہونے کے بجائے اب شرمندہ بیٹھا تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا ہر وقت مطمئن اور خوش نظر آتا یہ شخص اندر سے اس قدر دکھی بھی ہو سکتا ہے۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جس کا دکھ شاید سب سے بڑا تھا کہ اپنی زندگی میں سب کے ہونے کے باوجود بھی وہ تنہا زندگی گزارنے پر مجبور تھا' توصیف کو اس وقت صرف ایک حل سوجھا تھا۔

"عدنان تم شادی کرلو۔" اس کی بات سن کر عدنان کے لبوں کی تراش میں واضح مسکراہٹ در آئی تھی ایک ایسی مسکراہٹ جس میں تلخی نمایاں تھی۔

"ڈیڈی کو اب خیال تو آیا ہے میری شادی کر دینے کا

مگر مسئلہ یہ ہوا کہ جیسے ہی ڈیڈی کو یہ خیال آیا ممی کو بھی میری شادی کا خیال آ گیا۔ اس لیے اب ڈیڈی چاہتے ہیں میں ان کی بھتیجی سے شادی کرلوں تو ممی چاہتی ہیں میں ان کی بھانجی سے شادی کرلوں۔ سب کی مرضی سنتے سنتے میں تو کہیں پیچھے ہی رہ گیا کسی نے مجھ سے پوچھنا تک گوارا نہیں کیا کہ آخر میں کیا چاہتا ہوں؟" ڈیڈی اور ممی کے درمیان بھانجی اور بھتیجی کو لے کر سرد جنگ چھڑ گئی ہے۔

"مگر سچ تو یہ ہے میں نہ تو ان کی بھتیجی سے شادی کرنا چاہتا اور نہ ہی ان کی بھانجی سے میں ڈیڈی جیسی زندگی نہیں گزارنا چاہتا اور ایسی زندگی تو ہرگز بھی نہیں جس میں آپ کی بیوی ہی آپ کی غم گسار نہ ہو آپ کی نصف بہتر ہی آپ کو نہ سمجھتی ہو ایک ایسی بیوی جس کو آپ سے زیادہ پارلر پارٹیز عزیز ہو۔" مسلسل بولتا عدنان اب اپنے ہاتھوں پر سر گرائے بیٹھا تھا اس کی ذہنی کیفیت اس کے لفظوں سے عیاں تھی۔

"تم اس قدر پریشان ہونے کے بجائے ان کا فیصلہ ماننے سے انکار کردیتے۔" توصیف نے کہا۔

"ہاں میں نے ایسا بھی کیا تھا مگر وہاں کسی نے بھی میرے انکار کو کسی گنتی میں نہیں لیا ابھی تک تو وہ خود آپس میں الجھ رہے ہیں کہ ڈیڈی کی بھتیجی بہو بنے گی یا ممی کی بھانجی۔" عدنان لب بھینچے بے بس دکھائی دے رہا تھا۔

معاملہ خاصا گمبھیر تھا توصیف جو پہلے اس سے اپنی خوشی شیئر کرنے کو بے چین تھا اب منہ لٹکائے تھا۔

"کاش میرے پاس کوئی تیسرا آپشن ہوتا تو میں ان کے سامنے لاکھڑا کرتا۔" کہتے کہتے اچانک اس کے خیالوں میں ایک چہرہ اترا تھا جسے سوچ کر وہ ایک دم چپ ہوا تھا اس کی خاموشی محسوس کر کے توصیف نے اس سے پوچھا۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے سر جھٹکا۔ "میں نے تمہیں بھی پریشان کردیا؟"

"اوئے اگر اس طرح غیرت برتو گے تو مجھ سے پٹو گے۔" توصیف نے فوراً آنکھیں دکھائیں پھر کہنے لگا۔

"مجھے تو افسوس اور دکھ ہو رہا ہے کہ میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔" اس کے انداز میں افسوس نمایاں تھا' عدنان ہنس دیا پھر پیار سے بولا۔

"تم بہت اچھے ہو توصیف! تم میرے ایسے دوست ہو جس سے میں اپنی پریشانی شیئر کرکے ریلیکس ہو گیا ہوں حالانکہ تم نے مسئلے کا کوئی حل بیان نہیں کیا ہے مگر پھر بھی میں پہلے کی نسبت بہت اچھا فیل کر رہا ہوں۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔" توصیف نے مسکرا کر کہا اور پھر اس کا موڈ درست کرنے کی خاطر اس نے اپنی خوشی اس سے شیئر کرنے کا فیصلہ کیا اور کہنے لگا۔

"مجھے تمہیں کچھ بتانا تھا۔"

"ہاں تو بتاؤ۔" وہ مکمل توجہ سے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"میری شادی کی بات چل رہی ہے ممکن ہے اسی ہفتے میں ہو جائے۔"

"کیا...... یہ اتنی اچانک شادی کیوں اور کس سے...... اور وہ تمہاری محبت......" عدنان نے تو جیسے سوالوں کی بوچھاڑ کردی تھی۔

"میری محبت ہی سے تو میری شادی ہو رہی ہے۔" عدنان کی حیرانی اسے مزا دے رہی تھی اسے خوشی ہو رہی تھی کہ وہ اس کا دھیان ہٹانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"مطلب......؟"

"مطلب یہ کہ قسمت خود ہی مجھ پر مہربان ہوگئی ہے علینہ کے والدین حج کی سعادت ادا کرنے جا رہے ہیں اور وہ جانے سے پہلے علینہ کی شادی کردینا چاہتے ہیں۔ جب یہ خبر مجھ تک پہنچی تو میں آپی کے ذریعے امی ابو کو ادھر جانے کا کہا پھر آپی نے جب علینہ سے میرے متعلق رائے لی تو......" وہ مسکرا کر چپ ہوا تھا۔

"تو پھر؟" عدنان نے بے تابی سے سوال کیا تھا۔

"تو پھر وہ بڑی چالاک ثابت ہوئی اور میری محبت جیت گئی۔ کہا تھا ناں وہ خود محسوس کرے گی تو وہی ہوا اس نے میری محبت کے آگے گھٹنے بھی ٹیکے اور خود آپی کے

سامنے مجھ سے محبت کا اعتراف بھی کیا......" اس کے لہجے میں محبت کا فخر نمایاں تھا۔

"واؤ......" عدنان بڑا حیران ہوا۔

"مانتے ہو ناں محبت میں بڑی طاقت ہے۔" توصیف ابرو اچکائے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے تو پتا نہیں۔" عدنان نے منہ بنایا۔

"ویسے بھی میں تم سے جیت نہیں سکتا۔" عدنان ہنس دیا تھا۔ جب توصیف نے پوچھا۔

"میری شادی پہ آؤ گے ناں؟"

"شادی پر تو نہیں البتہ ولیمے پر ضرور آؤں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"نہیں تمہیں ہر تقریب میں آنا ہوگا۔" توصیف نے اصرار کیا۔

"دیکھو ضد مت کرو میں پہلے بتا چکا ہوں میں بس ولیمے پہ آؤں گا۔"

"مگر کیوں؟" اس نے وجہ جاننا چاہی۔

"کیونکہ ہر تقریب میں تم بزی ہو گے صرف ولیمے میں فرصت سے مل سکو گے اس لیے میں صرف ولیمے میں آؤں گا تاکہ تم مجھے کمپنی دے سکو۔"

"واہ واہ کیا لوجک بھرا جواب ہے۔" توصیف نے تو جیسے سر دھنا تھا۔ عدنان بے ساختہ مسکرایا تھا' عدنان کی بات کچھ حد تک درست بھی تھی وہ شادی میں بزی ہوتا تو وہاں کوئی دوسرا اس کو کمپنی دینے کو موجود نہ ہوتا وہ خوامخواہ بور ہوتا یہی سوچ کر اس نے زیادہ اصرار نہیں کیا تھا اور اس کی بات مان لی تھی۔

❀......❀......❀

توصیف اپنی شادی کی ڈیٹ طے پا جانے کے بعد سے یونیورسٹی سے چھٹی پر تھا جبکہ عدنان روز کلاسز اٹینڈ کر رہا تھا۔ پچھلے دنوں غیر حاضری کی وجہ سے ادھورے رہ جانے والے لیکچرز کو وہ اب مکمل کر رہا تھا۔ آج بھی لیکچر نوٹ کرنے کی نیت سے لائبریری کی طرف جانے کا ارادہ تھا تاکہ سکون سے بیٹھ کر اپنا کام مکمل کر سکے۔ کتابیں ہاتھ میں لیے وہ ڈیپارٹمنٹ سے باہر آیا۔ اس کا رخ لائبریری کی طرف تھا جب چلتے وقت اس کی نظر اٹھی اور پھر واپس پلٹنا ہی بھول گئی قدم اپنی جگہ رک سے گئے تھے اور وہ یک ٹک اسی سمت دیکھے جا رہا تھا۔

سرخ سوٹ میں اپنے مخصوص اسٹائل میں اسکارف نماز کے اسٹائل میں سر پر لپیٹے دوپٹہ گلے میں اچھی طرح پھیلائے کتابوں کو کسی قیمتی متاع کی مانند سینے سے لگائے وہ بڑی نرم مسکراہٹ کے ساتھ گلابوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے لب کچھ اس انداز میں نیم وا تھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ گلابوں سے ہم کلام ہو۔ محبت نے اپنے خلاف بولنے پر اس سے خوب بدلہ لیا تھا وہ بری طرح چاروں شانے چت محبت کی زمین پر پڑا تھا' کل تک وہ شدید پریشان تھا کہ ڈیڈی' ممی کے سامنے ان کے دیے رشتوں کا نعم البدل کہاں سے لائے اور آج خود بخود وہ نعم البدل ملا تو زندگی ایک دم حسین سی محسوس ہونے لگی۔

اس وقت وہ اس قدر محو تھا کہ اردگرد کے ماحول کو بھی فراموش کر بیٹھا تھا۔ ملا تو وہ اس سے پہلے بھی تھا اس کو دیکھا بھی تھا مگر اتنی حسین تو وہ اسے کبھی نہیں لگی تھی شاید یہ محبت کا کمال تھا' خود فراموشی کے عالم میں قدم بڑھاتا وہ اس کے نزدیک آیا۔ اس کے نزدیک پہنچ کر اس کے سامنے کھڑے ہونے کے باوجود بھی وہ ابھی تک اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

ایک دم ہی دل چاہا وہ اس سے بات کرے دل کی سنتا وہ اسے پکار بیٹھا تھا۔

"نازیست......" وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اسے یوں خود کو یک ٹک دیکھتے پا کر پریشان ہوگئی۔

"عدنان سر آپ ٹھیک تو ہیں؟"

"ہنہہ...... ہاں...... ہاں میں ٹھیک...... ایک دم ٹھیک۔" اس کی پکار پر اس نے ہوش کی دنیا میں قدم رکھا تھا پھر سے وہی ماحول' وہی منظر نگاہ کے سامنے تھا مگر ایک دل کی دنیا بدل جانے کی وجہ سے منظر اور ماحول سب حسین لگنے لگے تھے۔

اور پھر باہر کے موسم تو ہمارے دل کے موسموں سے وابستہ ہوتے ہیں جب دل کا موسم حسین ہو تو ہر موسم حسین محسوس ہوتا ہے۔" اس کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا تھا وہ اس کی طرف دیکھتا مسکرا رہا تھا۔

دوسری طرف اس کو یوں مسلسل مسکراتے دیکھ کر تازیست کو اس کی ذہنی حالت پر شک ہوا تھا۔

"مگر مجھے تو آپ بالکل ٹھیک نہیں لگ رہے۔"

"میں ٹھیک ہوں۔" اب اسے بتاتا بھی تو کیا.....

تازیست کو اپنے چہرے پر جمی اس کی نظریں ڈسٹرب کرنے لگی تھیں' جبھی برائے بات اس نے توصیف کے متعلق استفسار کیا۔

"آج آپ کا دوست دکھائی نہیں دے رہا؟"

"آں..... اس کی شادی ہو رہی ہے اسی لیے چھٹیوں پر ہے۔" اس کے سوال کا جواب دے کر اس نے بھی ایک سوال کرنا ضروری سمجھا' جبھی اجازت طلب کی۔

"تازیست آپ سے ایک بات پوچھوں؟" وہ بھی اس سے اتنا زیادہ فرینکلی نہیں بولا تھا چہ جائیکہ یوں سوالات کی نوبت آئے گی۔

"آپ کی جاب کیسی جا رہی ہے' کسی قسم کا کوئی مسئلہ تو نہیں؟"

"نہیں سر! کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں بلکہ آپ کے ریفرنس کی بدولت مجھے پک اینڈ ڈراپ کی سہولت بھی مل گئی۔" اس نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔" وہ چند پل خاموش رہنے کے بعد پھر سے بولا۔

"اچھا ایک اور بات پوچھوں؟" لبوں پر مسکراہٹ' آنکھوں میں انتظار کی کیفیت کے ساتھ وہ بڑا ہی بھلا لگ رہا تھا اب تو تازیست کو شدید حیرت نے آن گھیرا۔

"آخر یہ آج عدنان سر کو ہوا کیا ہے؟" وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

"جی..... ایک بار پھر اجازت دی گئی تھی۔

"آپ یہ اسکارف ہر وقت کیوں لپیٹے رکھتی ہیں؟" بنا کسی وقت کے اس نے اپنا سوال کر کے اسے وقت میں ڈال دیا تھا۔

"یہ کیسا سوال ہے؟" پل میں اس کی پیشانی پر سلوٹیں نمودار ہوئی تھیں۔

"آپ کو برا لگا تو معافی کا خواستگار ہوں۔" اس نے فوراً اس کی ناگواری محسوس کی تھی اس نے کوئی تاثر ظاہر نہ کیا تو عدنان مزید کچھ کہے وہاں سے ہٹ گیا جبکہ تازیست کی نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

وہ اس کا محسن تھا اور اس نے اب تک کہ ہر کڑے وقت میں اس کا ساتھ دیا تھا وہ نہیں جانتی تھی آج اس نے یہ سب کیوں کہا مگر اب تک اس نے بڑی محتاط زندگی بسر کی تھی اور آگے بھی احتیاط کا دامن تھامے رکھنا چاہتی تھی۔

❁.....❁.....❁

تازیست اسے بری تو پہلے بھی نہیں لگتی تھی مگر اب تو اس کا خیال کسی ایک پل بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا تازیست اس کے متعلق کیا سوچتی ہے مگر وہ اب اسے اپنی زندگی سمجھنے لگا تھا اور اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا۔

آج توصیف کے ولیمہ میں شرکت کے بعد اس نے چہکتے توصیف اور شرمائی لجائی علینہ کو دیکھا تو اس کے دل نے شدت سے تازیست کے ساتھ کی خواہش کی تھی یہ خواہش اس قدر منہ زور ثابت ہوئی کہ وہ ولیمے کی تقریب سے واپس آنے کے اگلے روز ہی مصطفیٰ گیلانی (ڈیڈی) کے سامنے جا پہنچا۔

مصطفیٰ گیلانی اس سے ناراض تھے یہی وجہ تھی اس کی موجودگی محسوس کر لینے کے باوجود بھی سر اٹھائے بنا نظریں کتاب کے صفحوں پر جمائے رہے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اسے اطلاع مل چکی تھی کہ ممی ڈیڈی سے شدید اختلاف کے بعد جھگڑا کر کے گھر سے جا چکی ہیں یعنی کہ ایک دیوار خود بخود اس کے سامنے سے گر چکی تھی اور اب اسے بس مصطفیٰ گیلانی کا سامنا کرنا تھا ممی کے جھگڑے کی خبر سننے کے بعد الفاظ خود بخود اس کے ذہن میں در آئے تھے اب وہ

ڈیڈی کا سامنا کرنے کو بالکل تیار تھا۔

"ڈیڈی! کب تک ناراض رہیں گے؟"

جواب ندارد..... ان کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وہ پھر بولا تھا۔

"ڈیڈی کیا آپ چاہتے ہیں میری شکل میں ایک اور مصطفی گیلانی جنم لے؟" وار کیا تھا جیسے تیر تھا جو بروقت نشانے پر لگا تھا۔ مصطفی گیلانی کتاب بند کیے اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

"اس بات سے تمہاری کیا مراد ہے؟" وہ بھی سیدھا ہوا۔

"مطلب اور مراد کو جانے دیں، یہ بتائیں کیا آپ اپنی اس زندگی سے خوش ہیں، مطمئن ہیں؟ کیا آپ کو نہیں لگتا میری ممی کے بعد آپ کی زندگی صرف خسارے میں رہی۔" ایک کے بعد ایک سوال اس کے سوالوں کی پٹاری سے باہر آ رہا تھا۔

"اس سے مطلب کیا ہے تمہارا؟" مصطفی گیلانی نے اپنا سوال پھر دہرایا تھا۔

"ڈیڈی! آپ کے کہنے پر میں آپ کی بھتیجی سے شادی کرلیتا ہوں مگر مجھ سے کہیں زیادہ اپنی بھتیجی کو آپ جانتے ہیں وہ ممی سے کہیں زیادہ پارٹیز کی دلدادہ ہے پورا دن وہ گھر سے باہر گزارتی ہے بوائز فرینڈز کی تعداد میں تو اس کے بوائے فرینڈز ہیں اس سب کے باوجود بھی آپ کو لگتا ہے کہ میں اس لڑکی کے ساتھ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزار سکوں گا؟" اپنی بات کہہ کر وہ کچھ دیر چپ رہا تھا تاکہ مصطفی گیلانی کو اس کی بات سمجھنے کا ٹائم مل جائے اس سارے وقت میں اس کی نظریں ان کے چہرے پر جمی تھیں مگر وہ جب ان کے تاثرات سے کچھ اخذ نہ کرسکا تو مزید گویا ہوا۔

"ڈیڈی میں آپ کا بیٹا ہوں آپ سے زیادہ میری فطرت کو اور کون سمجھ سکتا ہے؟ میں آپ کی سی زندگی نہیں گزارنا چاہتا ڈیڈی! اب تک آپ سب کے ہوتے ہوئے بھی میں نے بالکل تنہا زندگی گزاری ہے مگر آگے کی

زندگی میں یوں تنہا گزارنا نہیں چاہتا آپ کی اپنی زندگی کی بہترین مثال ہمیشہ میرے سامنے رہی ہے آپ بیمار ہوں تب بھی آپ اکیلے ہوتے ہیں ممی کو آپ کی فکر نہیں ہوتی۔ ان کی نظر آپ سے زیادہ آپ کے بینک بیلنس پر جمی رہتی ہے اور اب بھی اپنی بھانجی سے میری شادی وہ مجھ سے محبت میں نہیں کروا رہی ہیں بلکہ وہ اس لیے اسے میرے ساتھ جوڑنا چاہتی ہیں تاکہ آپ کی جائیداد میں وہ بھی حصے دار بن جائے ایسے میں وہ میری شادی آپ کی پسند سے بھی ہونے نہیں دیں گی۔"

گرم لوہے پر چوٹ لگائی جائے تو وہ وہی شکل اختیار کرتا ہے جو ہم چاہتے ہیں عدنان نے بھی ان کے دل پر بڑی گہری چوٹ لگائی تھی جبھی ان کا دل اس کی باتوں پر ایمان لا رہا تھا پھر وہ غلط بھی تو نہیں کہہ رہا تھا عاصمہ سے شادی کے بعد سے اب تک وہ صرف پیسہ کمانے کی مشین بن کر رہ گئے تھے بھی اپنی طرف توجہ کرتے بھی تو عاصمہ فوراً ان کی توجہ کا رخ کسی دوسری طرف موڑ دیتیں۔

فرصت کے کسی لمحے میں جو بھی انہیں شریک حیات کے ساتھ کی ضرورت ہوتی تو وہ بھی انہیں اپنے پاس نہ ملتی اور اب ثمرین یا عائلہ میں سے کسی کی شادی عدنان سے کروانے کا مطلب واقعی دوسرے مصطفیٰ گیلانی کو جنم دینا تھا۔ عدنان ان کی پہلی اولاد تھا اب تک اس نے بھی ان سے کچھ نہیں مانگا تھا مگر اب اگر وہ ان سے ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنے کا متمنی تھا تو وہ اسے انکار کرنا نہیں چاہتے تھے ویسے بھی اس کی بات اچھی طرح ان کی سمجھ میں آ گئی تھی وہ اس سے شرمندہ تو تھے مگر ابھی ازالے کا وقت باقی تھا جبھی دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئے۔

"تم تو بڑے سیانے ہو گئے ہو باپ کو سمجھانے لگے ہو۔"

"ایسی بات نہیں ہے ڈیڈی!" وہ بھی مسکرایا تھا۔ "اب دل کی بات کیسے کرتا؟"

کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھتے وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو عدنان بھی کھڑا ہو گیا' مصطفیٰ گیلانی نے آگے بڑھ کر پدرانہ شفقت کے جذبات سے مغلوب ہو کر اسے گلے لگا لیا۔

"اب مجھے وہاں لے چلو جہاں تم شادی کرنا چاہتے ہو۔" باپ تھے بیٹے کے گریز کو پا گئے۔ وہ ایک دم جھینپ کر مسکرایا تو خود زندگی بھی مسکرا دی کہ زندگی کے مسکراتے لمحوں میں سے اپنے حصے کی خوشیاں کشید کرنے کی باری اب اس کی تھی۔

❁......❁......❁

تازیست احمد کی فائل سے اس کا مکمل ایڈریس نوٹ کرنے کے بعد مصطفیٰ گیلانی عدنان کے ہمراہ اس کے گھر پہنچ گئے۔ ان کی آمد بالکل اچانک اور غیر متوقع تھی جبھی تازیست انہیں یوں اپنے گھر دیکھ کر بری طرح بوکھلا گئی وہ تو اس وقت اپنے اور اماں بی کے لیے چائے تیار کرنے جا رہی تھی جب ان دونوں سے پہلا سامنا اسی کا ہوا تھا۔ روز کی طرح اس وقت وہ اسکارف لپیٹے ہوئے نہیں تھی' سادہ سے کاٹن کے فیروزی سوٹ میں دوپٹہ اوڑھے وہ سادگی کا حسین امتزاج محسوس ہو رہی تھی۔ بوکھلاہٹ میں پہلے تو وہ کچھ بول ہی نہ سکی' پھر خود کو سنبھالنے کے بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی تو بولی۔

"سر! آپ لوگ یہاں..... میرے گھر.....؟"

"کیوں کیا ہم نہیں آسکتے؟" مصطفیٰ گیلانی کا انداز شفقت بھرا تھا جبکہ عدنان نے صرف اسے دیکھنے پر اکتفا کیا تھا۔

"نہیں..... میرا مطلب تھا میں نے کبھی نہیں سوچا تھا آپ لوگ میرے گھر بھی آسکتے ہیں۔" مصطفیٰ گیلانی نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر پوچھنے لگے۔

"عدنان بتا رہا تھا آپ کے ساتھ آپ کی اماں بی رہتی ہیں' کیا وہ اس وقت گھر پر موجود ہیں؟"

"جی! مگر آپ کو ان سے کیا کام آن پڑا؟" حیرت آنکھوں میں سموئے وہ جاننے کی متمنی تھی۔

"ان سے بات ہو گی تو کام کی نوعیت آپ کو بھی معلوم ہو جائے گی۔"

"ویسے کیا ہمیں یہیں کھڑے رہنا پڑے گا؟" انہوں

نے حزاح میں بات کی تھی۔

"اوہ معافی چاہتی ہوں سر! آئیں اندر آئیں۔" وہ انہیں لیے اماں بی کے پاس آئی۔ اماں بی اس کے ساتھ انجان لوگوں کو دیکھ کر اٹھ بیٹھی تھیں۔ مصطفیٰ گیلانی اور عدنان نے بڑے مؤدب انداز میں انہیں سلام کیا تھا جواب ملنے پر سامنے پڑے صوفے پر براجمان ہوگئے۔ تازیست اماں بی کے پاس تک گئی۔

"معاف کیجیے گا میں نے آپ دونوں کو پہچانا نہیں۔" اماں بی نے بات کی ابتدا کی تھی۔

"جی ہم پہلی بار مل رہے ہیں۔" جواب مصطفیٰ گیلانی نے دیا پھر مزید گویا ہوئے۔ "دراصل ہماری آمد تازیست احمد سے رشتے کے سلسلے میں ہوئی ہے۔" اپنے آنے کی وجہ بتانے کے بعد انہوں نے تفصیل بتانا بھی ضروری سمجھا تھا۔

"میرا مطلب ہے میں اپنے بیٹے عدنان کی شادی تازیست سے کرنے کا خواہش مند ہوں۔" اس بار تازیست کے ساتھ ساتھ اماں بی بھی حیران ہوئی تھیں۔

اماں بی نے بڑی جلدی خود کو حیرت کے جھٹکے سے باہر نکالا اور خوشی سے بھرے لہجے میں بولیں۔

"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" کس قدر بے یقین لہجہ تھا ان کا مگر ان کی بے یقینی بجا تھی وہ لڑکی جس کو زندگی گزارنے کے لیے شدید جدوجہد کرنا پڑ رہی ہو جس کے رشتے دار تک اس کی غربت اور اکیلا پن دیکھ کر تنہا چھوڑ گئے ہوں اس کے لیے رشتے کا آجانا ہی خاصا خوش کن تھا۔ تازیست وہاں سے اٹھ کر جاچکی تھی اور ہر مشرقی لڑکی کی طرح اس کی اس ادا کو شرم سے منسوب کیا گیا تھا۔ عدنان نے مصطفیٰ گیلانی کی طرف جھکے سرگوشی میں پوچھا تھا۔

"ڈیڈی اگر آپ کی اجازت ہو تو میں باہر جاؤں؟" شوخی اس کے لفظوں سے عیاں تھی' مصطفیٰ گیلانی نے مسکرا کر اقرار میں سر ہلا دیا۔

اب باقی کی باتیں اماں بی اور مصطفیٰ گیلانی کے درمیان ہونا تھیں۔ تازیست چولہے کے قریب کھڑی کھولتے پانی کو بے دھیانی میں دیکھے جارہی تھی' اس کی سوچ بڑی پرسوز ہو رہی تھی۔

"الٰہی تُو بڑا کارساز ہے اپنے بندوں کی شہ رگ سے کہیں زیادہ ان کے قریب' جس شخص کو تُو نے میری مدد کے لیے بھیجا اسی کو میرا نصیب بنانے جارہا ہے۔ میرا نصیب...... میں تو ایسا سوچتی بھی ڈرتی تھی اور تُو نے میری سوچ کو سچ کردیا۔" عدنان دبے پاؤں کچن میں داخل ہوا تھا۔

تازیست کی اس کی طرف سے پیٹھ تھی' دوپٹے کے نیچے سے جھانکتی چوٹی نے بے ساختہ اس کی توجہ اپنی طرف کھینچی تھی' عدنان اس کے قریب آن کھڑا ہوا۔

"تازیست اجازت ہو تو کچھ کہوں؟" شوخی تو جیسے اس کے ہر لفظ میں سمٹ آئی تھی جبکہ اس کی نظر ابھی بھی اس کی چوٹی پر تھی۔

"آپ یہاں؟" اچانک اس کی آواز پر پلٹتی وہ اس سے ٹکرانے بچی تھی۔

"جی میں یہاں شادی کی باتیں بڑوں میں طے ہوتا تھیں وہاں مجھے اپنا کوئی کام نظر نہ آیا تو یہاں آپ کے پاس چلا آیا۔"

بڑے ہی نامحسوس انداز میں وہ اس سے مناسب فاصلے پر جا کھڑی ہوئی تھی مگر اس نے بڑی شدت سے اس کی اس حرکت کو محسوس کیا تھا۔

"احتیاط کرنا اچھی بات ہے مگر اپنوں سے نہیں۔" مسکراہٹ لبوں میں دبائے وہ سر ہلاتا بولا تھا۔

"آپ کو اس رشتے سے انکار تو نہیں ہوگا؟" سوال کے بعد اب وہ اس کے جواب کا منتظر تھا مگر وہ کیا کہتی۔

"جسے خود کسی مضبوط رشتے کی اشد ضرورت تھی اور اب جب وہ رشتہ اسے مل رہا تھا تو وہ انکار کیوں کرتی؟" وہ بس دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ پیٹھ موڑ گئی۔

عدنان کو اپنے سوال کا جواب ملا تو مطمئن سا اس کے برابر میں آن کھڑا ہوا۔

"اب جب آپ اور میں ایک حسین بندھن میں بندھنے جارہے ہیں تو اسی بندھن کی بدولت میں آپ

سے ایک فرمائش ضرور کروں گا۔" تازیست نے منہ سے کچھ نہ کہا مگر سوالیہ نظریں اس کے چہرے کی طرف اٹھا دیں۔

"آپ کے بال یقیناً بہت پیارے ہوں گے میں ان کو دیکھنے کی شدید خواہش رکھتا ہوں۔" وہ ایک دم گھبرا گئی اس کی گھبراہٹ اس کے چہرے سے عیاں ہوئی تھی۔ اس کی اس قدر گھبراہٹ نے اس کو مزا دیا تھا جبھی لطف لیتا بولا تھا۔

"اتنا مت گھبرائیں ابھی دیکھنے کی خواہش نہیں کروں گا۔" بے حال ہوتی اس کی سانسیں بحال ہوئی تھیں۔ ایک بار پھر اس نے استفہامیہ اس کی سمت دیکھا تھا۔

"شادی کی رات دلہن کے سوا سنگھار کے ساتھ بالوں کو کھلا چھوڑ دیجیے گا۔" اس کی آنکھیں بزم لو دینے لگی تھیں جبکہ تازیست کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئی تھیں پہلے تو وہ اس کی بات سمجھ نہ سکی مگر جب سمجھی تو گویا گلال کے ہزاروں رنگ اس کے چہرے پر اُمڈ آئے تھے۔

عدنان کا قہقہہ بے ساختہ اٹھا تھا اس کے لیے یہ خیال ہی فرحت بخش تھا کہ تازیست کے چہرے پر شرم کی لالی صرف اور صرف اس کے لیے تھی۔ اس سے شرمائی وہ ایک دم رخ موڑ گئی تھی عدنان کچھ دیر کھڑا یونہی میٹھی نظروں سے اسے دیکھتا رہا پھر مسکراتا ہوا کچن سے نکل گیا۔

❁.....❁.....❁

"بڑے تیز ہو یار! میں نے شادی کی تو تم بھی فوراً بدلے پر اتر آئے۔" توصیف کو جیسے ہی اس کی شادی کی خبر ملی وہ فوراً اس کے پاس دوڑا چلا آیا تھا۔

"اور شادی وہ بھی تازیست احمد سے..... بڑی چیز ہو تم خبر ہی نہ لگنے دی اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا۔" اس کی شوخی عروج پر تھی۔

"بکواس مت کرو معاملہ والا کچھ نہیں تھا وہ تو بس کیوپڈ کا تیر اچانک ہی چلا اور سیدھا دل میں اتر گیا۔" اس کا اعتراف بڑا خوب صورت تھا توصیف کی آنکھیں کھل گئیں۔

"کیوپڈ کا تیر..... تیرا مطلب محبت سے ہے؟"

"ہاں۔" اس کی ہاں میں بھی اس کا پیار چھلکا تھا۔

"اوئے ہوئے پھر بتا ذرا محبت کیا ہے؟" اس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

"اب تو دیوان بھی لکھ سکتا ہوں تم بس پوچھ رہے ہو محبت کیا ہے؟" وہ مسکرایا تھا۔

❁.....❁.....❁

آج تازیست احمد تازیست عدنان بن کر اس کے آنگن میں اتری تھی۔ اس شادی سے اگر کچھ لوگ ناخوش تھے تو مصطفیٰ گیلانی توصیف اور اماں بی کے ساتھ وہ خود بھی بہت خوش تھا۔

پہلی نظر اس کی بیڈ کی طرف اٹھی تھی جو کہ خالی تھا۔ دروازہ بند کرتا وہ آگے بڑھا۔ اب اس کی نظر نے ڈریسنگ ٹیبل تک کا سفر کیا تھا جہاں تازیست آئینے کے سامنے کھڑی اپنے لیے بال سنوار رہی تھی۔

"گویا کہ حکم کی تکمیل کی گئی تھی۔"

اس کے لب مسکرا اٹھے وہ مبہوت ہی تو رہ گیا اس کی سوچ سے کہیں زیادہ خوب صورت اور گھنے بال تھے اس کے۔ وہ بے خود سا آگے بڑھا اور اس کے قریب آ گیا۔ بے ساختہ اس کے دل نے ان بالوں کی نرماہٹ محسوس کرنے کی ضد کی تھی نتیجتاً اس نے ہاتھ بڑھایا اور اس کے بالوں کو مٹھی میں بھر لیا۔ تازیست نے ذرا سی گردن خم کر کے اسے دیکھا اور شرما کر سر جھکا گئی۔

"آپ سے بھی زیادہ آپ کے بال خوب صورت ہیں۔" اس کو بانہوں میں لیے اس نے پیار بھری سرگوشی کی تھی۔

تازیست نے بُری طرح شرما کر اس کے کشادہ سینے میں پناہ لی تھی کہ اب یہی اس کی مضبوط پناہ گاہ تھی۔

خدا بہترین حکمت والا ہے وہی بہتر جانتا ہے کب کہاں کسی کو ملا کر ان کے درمیان محبت کا وسیلہ بنا کر ان کو ایک دوسرے کا سہارا بنائے ان کی زندگی کو حسین سے حسین تر بنا دے۔ ان کی زندگی بھی حسین ہوگئی تھی ایک دوسرے کی سنگت میں وہ بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔

❁

مجھے ہے حکم اذاں
ام مریم

جب تصور مرا چپکے سے تجھے چھو جائے
اپنی ہر سانس سے مجھ کو تیری خوشبو آئے
پیار میں ہم نے کوئی فرق نہ چھوڑا باقی
جھیل میں عکس میرا ہو اور نظر تو آئے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

بلال صاحب کی نیک سیرتی عباس کے رویے میں مثبت تبدیلی کا سبب بن رہی تھی۔ فاطمہ کے ساتھ بھی اس کا رویہ بہتر ہوتا جارہا تھا جبکہ فاطمہ کے دل کی سرزمین پر خوش گمانی کے بہت سے پھول کھل اٹھتے تھے۔ لاریب سکندر کی غیر موجودگی میں نہایت اداس رہتی ہے اپنے اس رویے کی وجہ وہ خود بھی جاننے میں ناکام رہتی ہے۔ دوسری طرف وقاص لاریب کو اغوا کرنے اور اپنے عتاب کا نشانہ بنانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ ایسے میں تائید غیبی ملنے پر لاریب وہاں سے راہ فرار اختیار کرتی ہے اور یہ حادثہ اس کا سارا غرور خاک میں ملا دیتا ہے۔ دوسری طرف وقاص کے اس مکروہ فعل کا جب اس کے والدین کو پتا چلتا ہے تو انہیں کسی طور یقین نہیں آپاتا ایسے میں وقاص زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا خود اپنی ہی نظروں سے گر جاتا ہے۔ فراز اپنی تذلیل برداشت نہ کرتے اریبہ کو کسی طور معاف کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔ نبیل کے قائل کرنے پر وہ اریبہ کی اصل حقیقت اس پر ظاہر کرتا ہے اسی پریشانی کے عالم میں اس کا ٹکراؤ سکندر سے ہوتا ہے وہ معذرت کرتے اس کی ڈریسنگ کراتا ہے جبکہ واپسی پر سکندر کا بیگ فراز کی گاڑی میں ہی رہ جاتا ہے۔ ابراہیم احمد سمعیہ کے ساتھ مل کر کلاسز کا آغاز کرتے ہیں جہاں وہ شرجیل اور دیگر بہت سے لوگ ابراہیم احمد کے ذریعے درس قرآن حاصل کرتے ہیں وہ انہیں مختصراً اپنی ماں کے خائف رویے اور اپنے مسلمان ہونے کا مختصراً احوال بھی بتاتا ہے اور اپنی بہن کے لیے فکرمند رہتا ہے۔ پاکستان میں اپنی بہن کی تلاش ابراہیم کا اہم مقصد ہے۔ فراز نبیل کے کہنے پر بیگ کو کھولتا ہے۔ جب ہی تمام کاغذات کو دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے سکندر کوئی اور نہیں آفاق چاچو کا بیٹا اور اس کا کزن ہوتا ہے۔ یہ جان کر وہ سکندر کی تلاش میں نکلتا ہے اور اسے ڈھونڈنے میں کامیاب ہوجاتا ہے جبکہ دوسری طرف سکندر کو ان تمام حقائق کا علم ہوجانے کے بعد بھی کچھ خاص خوشی نہیں ہوئی۔ فراز کا رویہ اسے مزید الجھا دیتا ہے۔ لاریب اس حادثہ کا ذکر کسی سے نہیں کرتی لیکن دل ہی دل میں یہ خوف اسے ہلکان کیے رکھتا ہے کہ اگر وقاص نے یہ سب کو بتادیا تو وہ کہیں کی نہ رہ پائے گی ایسے میں بابا جان کے بلانے پر وہ بلا عذر وہاں جانے کی حامی بھر لیتی ہے۔ فاطمہ کے والہانہ انداز عباس کو ایک مرتبہ پھر حیرت میں مبتلا کردیتے ہیں وہ ایک بار اسے پھر شک کی نگاہ سے دیکھتا اور اس کے عزائم جاننا چاہتا ہے۔ وقاص کے غلط رویے پر بابا جان کو اپنی غلطیوں اور عباس کے ساتھ کی گئی ناانصافی کا اندازہ ہوتا ہے وہ تلافی کی غرض سے عباس کے یہاں آتے ہیں لیکن عباس کو فاطمہ پر غصہ کرتے دیکھ کر اسے اپنی بہو کو ڈانٹنے سے روک کر اسے حیرت میں مبتلا کردیتے ہیں جبکہ فاطمہ بھی گنگ رہ جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁.....●.....❁

بابا جان دونوں کی کیفیات سے محظوظ ہوکر مسکراتے اور نپے تلے قدم اٹھاتے آگے بڑھتے ہیں۔

"میں تو سمجھا تھا کہ جب میں تمہارے گھر پہنچوں گا تم اپنی کسی فلم کا گانا گاتے اپنی بیوی کے آگے پیچھے پھرتے نظر آؤ گے مگر یہاں آ کر پتا چلا کہ تم تو بالکل بھی نہیں بدلے۔ کم از کم یہ ہی یاد رکھ لیتے کہ اس لڑکی کی خاطر تم نے ہمیں چھوڑا تھا ماشاءاللہ ہماری بہو ہے تو چاند کا ٹکڑا۔ تمہاری پسند پرفیکٹ ہے بیٹے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا اور اپنا ہاتھ فاطمہ کے سر پر رکھ دیا۔ فاطمہ کی بوکھلاہٹ کا عالم دیکھنے والا تھا اس نے شپٹا کر عباس کو دیکھا۔ جو گنگ کھڑا تھا۔

"کیا تم دونوں کو میرا آنا اچھا نہیں لگا؟" اب کے انہوں نے قدرے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

"ایسا نہیں ہے بابا جان آپ اتنا اچانک آئے ہیں کہ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔" عباس کے لیے خود کو سنبھالنے میں مشکل ہو رہی تھی۔

"بس میرا دل کیا تم سے ملنے کو سو چلا آیا۔ تم یہ بتاؤ کیا تم ہماری بہو کو ہر وقت ایسی طرح سہائے رکھتے ہو؟" عباس جوان کی اس غیر متوقع آمد پر چکرایا ہوا تھا ان کے اس قیاس پر جتنا بھی جزبز ہوا ہو مگر اس غلط فہمی کو دور نہیں کر سکا تھا۔

"ارے بابا جان نہیں، ایسا کچھ نہیں ہے پلیز ریلیکس اور فاطمہ جائیں اسامہ کو بھی لا کر بابا جان سے ملوائیں۔ سوری میں بتانا بھول گیا یہ میرے بابا جان ہیں اور بابا جان دیا اور اسامہ ہمارے جڑواں بچے ہیں۔" وہ فاطمہ سے نظریں چرائے نارمل انداز میں بات کر رہا تھا مگر فاطمہ اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈولتی بے چینی اضطراب اور وحشت سے آگاہ تھی۔ وہ حواس باختہ سی تیزی سے کمرے سے نکل بھاگی۔

"شہر کی بے مہار لڑکیوں میں یہی خامی ہوتی ہے بزرگوں سے بات کرنے کی تمیز بھی نہیں سکھاتے والدین، دیکھو پہلی بار ملی ہے مجھ سے مگر سلام بھی نہیں کیا۔" انہوں نے عباس سے شکوہ کیا۔

"سوری بابا جان میں سمجھا دوں گا اسے آپ بیٹھیں میں چائے بنواتا ہوں۔" وہ جیسے کسی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔

"ضرور سمجھانا مگر اس طرح نہیں جیسے ابھی سمجھا رہے تھے اور یہ ہماری پوتی کو تو دکھاؤ ادھر۔" ان کے لہجے میں خفیف سی شرارت اور شوخی تھی۔

"ماشاءاللہ بہت پیاری ہے بالکل تم دونوں کا عکس۔" وہ بے حد محبت سے کہتے بچی کی اجلی روشن پیشانی پر بوسہ ثبت کر رہے تھے۔ عباس کے چہرے پر اک رنگ آ کر گزر گیا۔

"عباس بیٹھو، مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" عباس اضطراب کی کیفیت میں ان کے مقابل ٹک گیا۔

"جو کچھ ہو چکا اسے بھلا کر واپس چلو بیٹے مجھے اعتراف ہے کہ میں نے تمہارے معاملے میں گنجائش رکھ کر نہیں سوچا اور شدت پسندی سے فیصلہ کیا۔ اس حویلی پر، ہماری محبت پر جتنا وقاص کا حق ہے اس قدر تمہارا بھی ہے۔ میں تمہیں تمہارے حق سے محروم کر کے اللہ کے ہاں مجرم نہیں بننا چاہتا۔ مجھے یقین ہے تم میری کوتاہی کو معاف کر دو گے۔" وہ شرمسار لہجے میں گویا تھے اور عباس ساکن بیٹھا تھا۔

"ہم سب کو تمہاری ضرورت ہے بیٹے، خاص کر تمہاری ماں کو۔ تمہاری جدائی نے اسے مستقل مریض بنا دیا ہے اس وقت اس کی سب سے بڑی حسرت تم سے تمہارے بیوی بچوں سے ملنے کی ہے۔ میں محض اپنی انا کی تسکین کی خاطر تمہارے ساتھ تمہاری ماں کو بھی بہت تڑپا چکا ہوں۔" بابا جان اپنے تئیں اس کی خاموشی کو اس کی ناراضی سمجھ رہے تھے تبھی فاطمہ اسامہ کو اٹھائے اندر آئی تھی۔ بابا جان نے وارفتگی سے پوتے کو لے نہایت محبت سے بار بار اسے چوما۔

"یہ ولی عہد ہے ہمارا، میرا شہزادہ۔" ان کے چہرے پر روشنی سی چھا گئی۔

"یہ نہ سوچنا بیٹی کہ ہم نے رونمائی نہیں دی آپ کو، بس آپ تیار ہو جاؤ میں ساتھ لے کر چل رہا ہوں تم لوگوں کو بھلے تم دو بچوں کی ماں بن گئی ہو مگر اپنی ساس نندوں کے لیے نئی دلہن ہی ہوگی تمہاری اماں جان سب رسمیں کریں

گی تمہاری۔" وہ بے حد محبت آمیز انداز میں کہہ رہے تھے۔

"فاطمہ کھڑی کیوں ہیں آپ؟ جائیں بابا جان کے لیے اچھی سی چائے بنا کر لائیں۔" فاطمہ کچن میں آئی تو اس کے پسینے میں بھیگتے کپکپاتے ہاتھوں سے ہر شے پھسل رہی تھی۔

"ساجد چائے تم بناؤ اور ٹرالی ٹی وی لاؤنج میں لے آنا فاطمہ آپ اندر کمرے میں آ کر میری بات سنیں۔" عباس اس پر سرسری نگاہ ڈالتا خانساماں کو حکم دے کر پلٹ گیا۔ فاطمہ کو اپنی سماعتوں پر شبہ ہونے لگا۔

"آپ جائیے میم۔" خانساماں کے احساس دلانے پر اس کا پہلے سے بے قابو دل کچھ اور بھی اچھل پچھل ہو گیا۔

"آپ نے کیوں بلوایا ہے مجھے؟" عباس نے مضحکہ اڑاتی نظروں سے اس کا فق ہو جانے والا چہرہ دیکھا۔

"گھبرانے کی ایکٹنگ کرنے کیا ضرورت ہے بھلا اس قسم کی صورت حال کی خواہش میں ہی تو تم یہاں اپنی حیثیت ومقام بھول کر منتظر بیٹھی ہو۔ اتنا ہی فریفتہ ہو گئی تھیں نا مجھ پر تم اپنا گھر اپنی فیملی اور اپنا مذہب تک چھوڑ دیا تم نے کس کی خاطر...... ؟ میری خاطر نا، میں نے سوچا تمہاری اس خواہش کو پورا کر دوں۔" اک اک لفظ نہایت درشت لہجے میں کہتا وہ جیسے ہی فاطمہ کے قریب آیا فاطمہ کی رنگت لمحوں میں زرد ہو گئی۔

کسی بے دردہ تھوڑے کی ضرب لگی تھی۔

یہ وہ شخص تھا جسے دیوتا بنائے وہ کسی داسی کی طرح پوجتی آئی تھی ہر لمحہ جس پر وہ خود کو نثار کرتی آئی تھی۔ یہ تھا اس کا اصل روپ، اتنا گھناؤنا کہ وہ اس کی محبت کی پاکیزہ و بے داغ چادر کو آلودہ کرنے پر تل گیا تھا یا پھر وہ اسے اتنا لوز کریکٹر سمجھتا تھا کہ وہ کسی کے بھی بستر کی زینت بن سکتی ہے۔ فاطمہ کو لگا اس کا دل پھٹ رہا ہو۔

❁......◉......❁

"اتنے اکتائے ہوئے اور بے زار کیوں نظر آتے ہو سکندر اعظم؟" فراز نے اس کے ہمراہ چلتے ہوئے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"اچھے خاصے ہینڈسم ہو یار، خود کو مین ٹین کرو آج کل کی لڑکیاں شائننگ گروٹ پرسنالٹی پر ہی جان دیتی ہیں اتنے امیر ہونے والے ہو عنقریب تمہیں اسٹائل بھی آنے چاہئیں۔" فراز نے اس سے پکا یارانہ گانٹھ لیا تھا۔ شہر کے نامور وکیل سے مل کر ساری صورت حال واضح کر کے اس نے سکندر کو اس کا حق دلوانے کی قانونی کارروائی مکمل کر لی تھی۔

"کیا کروں یار، پینڈو جو ٹھہرا۔"

"پینڈو نہیں تم تو مجھے درویش لگتے ہو۔ فیمس سابق فلمی ہیرو اور ڈائریکٹر ساحر عباس کو جانتے ہو یار پرنس ہے وہ بندہ قسم سے۔ وہ بھی کسی گاؤں سے ہی تعلق رکھتا ہے مگر کیا پرسنالٹی ہے بس دیکھتے رہ جاؤ۔" فراز جس شدومد کے ساتھ عباس کی تعریفوں میں رطب اللسان تھا سکندر اسے دیکھتا رہ گیا۔

"کیا ہوا چپ کیوں ہو گئے، شاید تم نے کبھی دیکھا نہیں انہیں، میں تو بہت فین ہوں ان کا مسٹیکی۔"

"میں جانتا ہوں۔" سکندر نے کہا مگر فراز اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔

"یعنی تم مووی دیکھ چکے ہو ان کی۔" سکندر مسکرا دیا۔

"تم غلط سمجھے میں نے ان کی مووی کبھی نہیں دیکھی۔ البتہ حقیقت میں انہیں دیکھا ہے، وہ واقعی بہت ہینڈسم ہیں۔" فراز تھم سا گیا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو سکندر؟" فراز کے لہجے و انداز میں ہنوز غیر یقینی تھی۔

"میں جس جاگیر دار فیملی کے ہاں ملازمت کرتا رہا ہوں، عباس...... میرا مطلب ہے ساحر بابا سائیں کے بھتیجے ہیں۔" اب کی مرتبہ فراز سے نگاہ دانستہ چار نہیں کی۔ اپنی زندگی کے نشیب و فراز کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آ کر وہ اس کے سامنے عیاں کر چکا تھا۔

"اوہ...... تو لاریب ان کی فیانسی تھیں۔" فراز دکھ کی لپیٹ میں آ کر کھڑا رہ گیا۔ سکندر کی آنکھیں لہو رنگ تھیں وہ ہنوز دوسری سمت چہرہ کیے ہوئے تھا۔ فراز نے اس کے ضبط کی کوشش میں دہکتے چہرے کو بے حد رنج کی کیفیت

میں دیکھا اور سرد آہ بھری۔

"یہاں کا باربی کیو بہت مشہور ہے آؤ آج یہیں ڈنر کرتے ہیں۔" فراز نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اونچی آواز میں کہا۔ اس کا ذہن حاضر سے کٹ کر کہیں نادانستگی میں گم ہونے لگا۔

("یو نو سکندر مجھے ہوٹلنگ بہت پسند ہے میرا بس چلے تو دن میں ایک بار لازمی کسی ہوٹل میں کھانا کھاؤں مگر......!"

وہ اپنے حوروں جیسے دلکش شباب کے ساتھ اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ سکندر تو اسے نگاہ بھر کر دیکھنے سے بھی خائف رہا تھا کہ کہیں وہ اس کی آنکھوں میں اپنے لیے مچلتے جذبوں کو نہ پالے۔

"اوہو...... کھاتے کیوں نہیں ہو؟" وہ خود بروسٹ سے انصاف کر رہی تھی۔ سکندر گڑبڑا کر رہ گیا۔

"شادی کے بعد میں تو لازماً عباس کے ساتھ دن میں ایک بار باہر کھانا کھایا کروں گی۔ حالانکہ باجو کہتی ہیں کہ میں انہیں زیادہ تنگ نہ کیا کروں لیکن انہیں ہی تو تنگ کرنے کا مزہ آیا کرے گا۔ وہ کتنے حسین خواب سجائے تھی جن کا برملا اظہار سکندر کے سامنے ہی ہوا کرتا۔ امامہ چھوٹی تھی اور ایمان بڑی۔ ایسی باتوں پر تو خاص طور پر سرزنش یا ڈانٹ سننے کو ملا کرتی جبکہ وہ ایسی عمر میں تھی جہاں صرف خواب سجا کر تسلی نہیں ہوتی۔ اس شخص کے حوالے سے کسی سے سب کچھ شیئر کرنے کو بھی دل چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب عباس امریکا سے تعلیم حاصل کر کے واپس آیا تھا اور شہر جا بسا تھا۔ شوبز کو بھی جوائن کر لیا تھا اور بابا جان نے اسے حویلی سے بے دخل کر دیا تھا۔ مگر لاریب کی امیدیں اور یقین تھا ہی اتنا پختہ جو ٹوٹنے پہ آمادہ نہیں تھا۔ جب یقین ٹوٹا تو وہ خود ٹوٹ گئی تھی۔ جو کچھ سامنے آیا اس نے وہ سب کچھ بھی توڑ ڈالا پھر سب سے زیادہ نقصان سکندر کے حصے میں کیونکر نہ آتا۔ سب سے زیادہ قریب تو وہی ہوا تھا نا اس کے)

"سکندر......!" فراز کے ٹوکنے پر وہ چونک کر اسے تکنے لگا۔ سکندر کی سرخ آنکھوں میں ماضی کے لرزتے سایوں کا تکلیف دہ تاثر تھا۔ فراز نے بے اختیار اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ نرمی و محبت سے دبایا۔

"میرا خیال ہے ہم دونوں کو وقت ضائع کیے بغیر دوسری شادی کر لینی چاہیے تم کیا کہتے ہو؟" فراز کا مقصد اس کا موڈ بدلنا تھا مگر سکندر ایسے احساسات سے جلد باہر آنے کی پوزیشن نہیں تھا۔

"ذرا ہماری محترماؤں کو بھی تو پتا چلنا چاہیے کہ ہم ہرگز گرے پڑے نہیں، مجھے تو ہر روز کوئی نہ کوئی لڑکی آئی لو یو، دل یو میری می بولتی ہے، تمہیں بولتی ہے؟" فراز نے بے تکی ہانکنا شروع کر دی تھیں سکندر جھلا کر اٹھ گیا۔

"کیا بکواس ہے یار اور سنو مجھے تم گھر کب تک لے کر چلو گے تمہارے تاؤجی کا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔ وہی قاتل ہیں نا میرے بابا کے۔" فراز نے حیران کن نظروں سے اسے دیکھا پھر نرمی سے مسکرا دیا۔

"کیا تم اس قتل کا بدلہ لو گے سکندر......؟"

"دل تو چاہتا ہے کہ پوری دنیا کو آگ لگا دوں۔" اس نے مشتعل انداز میں کہا۔

"تمہیں اپنے گھر والوں کو تو ضرور اپنی خیریت کی اطلاع دینی چاہیے پریشان ہوں گے وہ لوگ۔" سکندر نے اس بات کو سن کر یوں ہونٹ بھینچے جیسے اندر سے اٹھتی ناگواری پر قابو پایا ہو۔

"کل ہم اپنے وکیل کے ساتھ گھر چلیں گے کارروائی تو چند منٹ کی ہوگی شاید، ویسے اگر تم چاہو تو انہیں کورٹ میں بھی طلب کیا جا سکتا ہے۔" فراز نے اس کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس کا مدعا جاننا چاہا۔

"نہیں میرا مقصد کسی کا تماشا لگانا یا دل آزاری نہیں ہے۔" فراز اس کے چہرے پر عجیب سی لاچاری پا کر بے ساختہ مسکرا دیا تھا۔

"مجھے تمہاری شرافت پر ہرگز کوئی شبہ نہیں سکندر، لیکن کچھ فیصلے بگاڑ کی روک تھام کے لیے بھی کیے جاتے ہیں۔ یہ طے ہے کہ وہ لوگ ہمدردی کے مستحق تو نہیں ہیں۔" فراز

کے لہجے کی کڑواہٹ نے سکندر کو عجیب نا فہم سے احساسات کا شکار کیا تھا۔

"کیا تم اپنے رشتوں سے نفرت کرتے ہو فراز؟"

"میں مجرم سے نہیں جرم سے نفرت کرتا ہوں لیکن جرم کی روک تھام کے لیے مجرم کو سزا ملنا ضروری ہے۔" فراز کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ سکندر کو فراز علوی کا یہ روپ اور بھی پیارا لگا۔

❁......◉......❁

"بیٹی مبارک ہو وقاص حیدر، مجھے امید ہے اب تم لازمی اپنی بے حجابیوں اور بے باکیوں کو لگام دے لو گے۔" بابا کا لہجہ نہ تلخ تھا نہ ترش بلکہ ٹوٹا ہوا اور تنبیہی تھا۔

کمدار نے جس وقت انہیں وقاص کی اس نازیبا حرکت کا بتایا تھا وہ گنگ ہونے لگے تھے اس صدمے سے کہ وہاں وقاص نے جس لڑکی کو اغوا کیا تھا وہ کوئی اور نہیں لاریب تھی۔ انہیں لگا تھا زمین ان کے پیروں تلے سے کھسک گئی ہو۔ بات ایسی تھی کہ جسے زبان پر لانا دشوار تھا۔

"لو بتی تمہاری ماں اب اصرار کرے گی تمہیں لے چلوں تمہاری بیٹی دکھانے۔" بابا جان نے موضوع بدل دیا۔ وقاص جانتا تھا وہ بہت انا پرست ہیں۔ صرف ان کا نہیں لاریب کا اور اپنا بھی پردہ رکھیں گے۔ یہ بدنامی صرف وقاص کی ہی تو نہیں تھی لاریب کی بھی تھی اور انہیں یہی گوارا نہیں تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے میرے چاند کی؟ جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ اماں پوچھ رہی تھی تمہارا، بیٹی تو بہت ہی پیاری ہے، حویلی کے در و دیوار جاگ اٹھیں گے اس کی قلقاریوں سے۔" اماں جان بے حد خوش نظر آ رہی تھیں۔

"کب ڈسچارج ہو رہی ہے اماں؟" انہوں نے بیوی کو مخاطب کیا۔

"ڈاکٹر تو آج ہی ڈسچارج کر رہے تھے مگر وقاص کو کل ڈسچارج کیا جائے گا تو میں نے منع کر دیا۔ ہماری خواہش ہے بیٹا اور بہو ایک ساتھ اپنے گھر خیر سے لوٹیں۔"

"یہ تو خوشی کا موقع، کیا خیال ہے بیگم صاحب اپنے باقی بچوں کو بھی نہ بلوالیں حویلی؟" بابا جان کے کہنے پر اماں جان کا چہرہ ایک دم جگمگانے لگا۔

"اس سے اچھی بھلا اور کیا بات ہو سکتی ہے مگر میرا عباس......" خوشی پر پھر یاس و ملال کا غلبہ چھانے لگا۔ بابا جان نے مسکراہٹ دبائی وہ انہیں سرپرائز دینے کا سوچ بیٹھے تھے۔

❁......◉......❁

"کیا مصیبت آ پڑی ہے آخر تم لوگوں پر ذرا ذرا سے بچے نہیں سنبھالے جاتے؟" بچوں کی چیخ و پکار پر عباس جھلایا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ شیما دونوں بچوں کو چپ کرانے کی کوشش میں ہلکان یا کر اس کا غصہ کچھ اور بڑھا۔

"فاطمہ کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"پتا نہیں صاحب میں تو بچوں کے رونے کی آواز سن کر یہاں آئی تھی۔ بی بی صاحبہ تو کہیں بھی نہیں تھیں۔" شیما کے جواب پر عباس کے ماتھے پر ناگواری سمٹ آئی۔

"دیکھو اسے، یہیں کہیں ہوگی بلا کر لاؤ۔" اس پر جھنجلاہٹ سوار تھی۔

"کسی نے اسے کہیں جاتے ہوئے دیکھا؟" عباس کی کیفیت عجیب تر ہونے لگی۔

"صاحب واچ مین کہہ رہا ہے کہ اس نے آج صبح فاطمہ بی بی کو باہر جاتے دیکھا تھا۔" احسان بابا کچھ دیر میں نئی اطلاع کے ساتھ چلے آئے۔

"ٹھیک ہے تم لوگ جا کر اپنا اپنا کام کرو شیما تم بچوں کا خیال رکھنا" وہ عجلت میں کہتا گاڑی کی چابی اٹھا کر کمرے سے نکل گیا۔ سارے راستے اس کا دماغ کھولتا رہا تھا۔

"فاطمہ صاحبہ ہیں گھر پر؟" اس نے گاڑی پارکنگ میں روکی تھی اور اگلے چند منٹ بعد وہ اس کے اپارٹمنٹ کے دروازے پر کھڑا تھا۔ کال بیل کے جواب میں دروازہ ادھیڑ عمر خاتون نے کھولا۔ وہ اس سے قبل بھی ایک دو مرتبہ اسے فاطمہ کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔

"جی...... جی...... مگر ان کی طبیعت......!" ان کی بات ادھوری رہ گئی۔ عباس اسے پیچھے کرتا اندر گھس آیا تھا۔ ملازمہ بوکھلا کر اس کے پیچھے آئی۔

"صاحب میری بات......!"

"آپ کو پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے میں ان سے ضروری بات کرنے آیا ہوں۔" عباس خاتون کی تشفی کرانے کے بعد بجھے سے بغیر فاطمہ کے کمرے میں چلا آیا۔

"ایسے چوروں کی طرح بھاگ کر آنے کا مقصد؟" عباس کا لہجہ سرد تھا۔

"آ...... آپ...... مجھے غلط سمجھ رہے ہیں م...... م...... میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔ مجھے جان سے مار ڈالیں مگر مجھے بری لڑکی نہ سمجھیں۔ مجھے چھوڑ دیں...... اللہ کے لیے میرا یقین کریں...... میں ہرگز ویسا کچھ نہیں کرسکتی جو آپ سمجھتے ہیں م...... میں مر جاؤں گی مگر......!" اس کے لہجے میں خوف تھا۔

"تم بھی غلط سمجھی ہو، میں ہرگز ویسا نہیں چاہتا جو تم سمجھی ہو۔" عباس نے اس کا بازو جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اگر تم رونا دھونا بند کرو تو مجھے کچھ اہم بات کرنی ہے تم سے۔" عباس کی ڈانٹ پر فاطمہ نے سسکیوں کا گلا گھونٹنے کی ناکام کوشش کی۔

"جس وقت بابا جان آئے اس وقت کے غصے میں انہیں جو منظر نظر آیا وہ اسے ذہنی طور پر قبول کرکے اسی کے مطابق بی ہیو کررہے ہیں۔ میں چاہنے کے باوجود ان کی غلط فہمی دور نہیں کرسکا۔ بات صرف سوری کرلینے سے ختم ہونے والی نہیں رہی۔ میں بہت کریٹیکل سچویشن میں پھنس چکا ہوں مجھے آپ سے ایک فیور چاہیے۔ آپ میرے ساتھ پیپر میرج کرلیں ایکچولی میں بابا جان کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ میری بیوی نہیں ہیں......!" وہ اور بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر فاطمہ کی غیر یقینی میں مبتلا ہوتی سماعتیں اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھیں۔ اس نے جو کہا تھا وہ اتنا خوش فہم تھا کہ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

بالآخر اس پر خدا نے مہربانی کردی تھی۔ وہ یکدم خود کو کہکشاؤں میں اڑتا محسوس کرنے لگی۔ اس کے بعد کا مرحلہ اک خواب کی کیفیت میں طے ہوا تھا۔ نکاح نامے پر سائن کرتے اس کے تن بدن میں تشکر اور نیاز مندی کا ایسا احساس ابھرا کہ وہ زمان و مکان فراموش کرکے وہیں سجدے میں گرگئی۔ غیر یقینی واستعجاب کا مرحلہ نپٹا تو اسے اپنی خوش نصیبی پر پیار آنے لگا۔ وہ جتنی سرشار تھی اس بندھن کے بندھنے پر عباس اسی قدر مضطرب اور بے کل تھا۔

وہ اندر آیا تو فاطمہ کے چہرے پر ایسی چمک اور تابانی اتری تھی جو اسے نظر لگ جانے کی حد تک پیارا اور دلنشیں روپ دینے لگی۔

"یہ محض ایک کاغذی رشتہ ہے۔ جو وقت کی نزاکت کے پیش نظر مجبوراً باندھا گیا ہے۔ واضح رہے کہ کاغذوں پر طے ہونے والے سودوں کا تعلق دل و روح سے نہیں بندھا کرتا۔ عریشہ کے بعد کسی دوسری عورت کی گنجائش میری زندگی میں نہیں نکل سکتی۔ مجھ سے کبھی بھی کوئی توقع امید باندھنے کی کوشش نہ کرنا۔" فاطمہ کو بھی اس سے بہت زیادہ توقعات نہیں تھیں اس کے باوجود عباس کا روکھا انداز اس کے مسرت بھرے دل کو لمحوں میں پارہ پارہ کرکے رکھ گیا۔

"اور ہاں، یہ ڈیل ہمارے بیچ ہوئی ہے اسے کسی تیسرے فریق تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ دوسری اہم بات یہ کہ تمہارا قیام بچوں کے کمرے میں ہی رہے گا۔ اس بندھن کے بندھنے کی اصل وجہ میرے بچے ہی ہیں یا پھر بابا جان کی غلط فہمی، بہتر ہے کہ تم ان باتوں کو بھی فراموش نہ کرو۔" وہ پوری طرح اس کی اوقات اس پر واضح کر چکا تھا۔

وہ سارا دن عجیب گزرا تھا۔ تمام ملازم اس کی بدل جانے والی حیثیت سے آگاہ ہوئے تو اپنے اپنے انداز میں خوشی کا اظہار کرنے کے بعد مبارک باد دی تھی۔

"صاحب کا فیصلہ بروقت اور بالکل درست ہے مجھے بے حد خوشی ہے فاطمہ بیٹے۔" احسان بابا کی شفقت و محبت پر اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"بہتر ہوتا کہ صاحب چھوٹا موٹا ولیمہ بھی کر لیتے مگر انہیں اپنے والد محترم پر یہ ظاہر نہیں کرنا کہ یہ نکاح ابھی ہوا ہے۔ شاید وہ کسی پر بھی نہیں ظاہر کرنا چاہتے۔ خیر ہم اپنے طور پر آج اس خوشی کو منائیں گے۔" وہ مسکرا کر اسے اپنے پروگرام سے آگاہ کر رہے تھے۔

❁ ◉ ❁

بچھڑے تو قربتوں کی دعا بھی نہ کر سکے
اب کے تجھے سپرد خدا بھی نہ کر سکے
تقسیم ہو کر رہ گئے خود کرچیوں میں ہم
نام وفا کا قرض ادا بھی نہ کر سکے
نازک مزاج لوگ تھے جیسے کہ آئینہ
ٹوٹے کچھ اس طرح کہ صدا بھی نہ کر سکے
ہم منتظر رہے کہ کوئی مشق ستم ہو
تم مصلحت شناس جفا بھی نہ کر سکے

ایمان کو مسلسل تکتی شرجیل کی آنکھوں میں غبار اترنے لگا۔ بھینچے ہوئے ہونٹ شدت جذبات سے لرزنے لگے۔

"کب ختم کرو گی یہ ناراضگی ایمی؟ مان لیا کہ مجرم ہوں تمہارا۔ تمہارا انتظار کرتی آنکھوں میں صحراؤں کی ریت اڑنے لگی ہے تم تو کبھی بھی ایسی کٹھور نہ تھیں کہ میں بلاؤں تو نہ آؤ۔ میں مناؤں تو نہ مانو۔ اپنے گناہگار کو تلافی کا ایک موقع تو تمہیں دینا چاہیے۔" آنسو موتیوں کی طرح ٹوٹ کر اس کے گریبان میں گم ہونے لگے۔

"زارون کو تمہاری ضرورت ہے میری ساری دعائیں تمہارے نام ہو چکی ہیں میں ہر لمحہ اللہ سے تمہاری زندگی اور صحت مانگتا ہوں پتا نہیں کب قبول ہوگی یہ دعا۔" وہ پھر بہت دنوں بعد اسی ہیجان کا شکار ہوا تھا۔

"ریلیکس شرجیل، ٹیک اٹ ایزی۔" دروازے پر کھڑے ابراہیم احمد نے اس کی حالت خراب ہوتی محسوس کی تو تیزی سے بڑھ کر اسے سہارا دیا اور کمرے سے باہر لے آیا۔

"خود کو سنبھالو شرجیل احمد، اللہ ہم سے زیادہ ہماری بھلائی چاہتا ہے۔"

"میں ٹوٹ رہا ہوں ابراہیم احمد اب مجھ سے اور برداشت نہیں ہوتا۔" شرجیل نے ہاتھ سے گالوں پر پھسلتی نمی پونچھ ڈالی۔

"اللہ کبھی بھی ہمت سے بڑھ کر نہیں آزماتا کبھی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ ذرا سوچو ان کی خدانخواستہ موت بھی واقع ہو سکتی تھی مگر اللہ نے تمہارے لیے امید کا ایک دیا جلتا چھوڑ دیا ہے۔ اپنے ایمان اور یقین کو مضبوط رکھو شرجیل احمد۔" ابراہیم احمد بہت نرمی و محبت کے ساتھ اس کی ہمت بندھا رہا تھا۔

"مجھے بہت ڈر لگنے لگا ہے ابراہیم احمد اگر وہ بھی مجھے چھوڑ گئی تو......؟"

"ایسا کیوں سوچتے ہو اللہ پر بھروسہ رکھو ان شاء اللہ بھابی بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"زارون اتنا بڑا ہو گیا ہے ابراہیم احمد مگر وہ اپنی ماں کی صورت اور لمس سے بھی نا آشنا ہے۔" شرجیل کے لمحہ بھر کو رک جانے والے آنسو پھر سے رواں ہوئے اسے رہ رہ کر اپنی زیادتیاں یاد آ رہی تھیں۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا اللہ نے چاہا تو محمد زارون کو ماں کی محبت و شفقت بھی ضرور ملے گی۔" ابراہیم نے مسکرا

کراس کا کاندھا پرامید انداز میں تھپتھپایا۔

❁......◉......❁

جب اسے بابا سائیں نے پیغام بھیج کر بلوایا تھا ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس کے پاس بھی ان کی تیمارداری کا بہانہ تھا مگر جب وہ تندرست ہوگئے تو لاریب کے پاس رکنے کا کوئی بہانہ بھی نہیں رہا۔ اسے دھڑکا سا لگا رہتا بابا سائیں اس سے واپسی یا پھر سکندر کے متعلق کوئی سوال نہ کرلیں۔ سکندر کی اس طویل غیر حاضری کے حوالے سے بابا سائیں کے پاس کیا جواز ہے لاریب یہ بھی نہیں جانتی تھی مگر یہ طے تھا کہ اسے پلٹ کر وہاں نہیں جانا تھا۔ اب وہ کسی قیمت پر واقص پر بھروسہ نہیں کرسکتی تھی۔

"لاریب...... لاریب بیٹے۔" بابا سائیں اسے پکارتے ہوئے آرہے تھے۔

"جی بابا جان۔" اس کا لہجہ بوجھل مگر چہرے پر زبردستی کی مسکان تھی۔

"تمہارے تایا سائیں کا فون آیا ہے بیٹے، امامہ شہر کے اسپتال میں ہے بیٹی کی نعمت سے نوازا ہے اللہ پاک نے اسے ہمیں چلنا ہوگا آپ ذرا جلدی سے تیار ہوجاؤ۔" بابا سائیں اپنی بات مکمل کرکے تیزی سے پلٹ گئے۔ لاریب البتہ اپنی جگہ پر ساکت رہ گئی تھی۔ عجیب صورت حال تھی۔ ایک جانب بہن کی خوشی تھی دوسری جانب عزت کے درپے ہونے والا شخص کا سامنا اس کے قدموں میں زنجیریں ڈال رہا تھا۔

"بی بی جی بڑے سائیں آپ کو بلا رہے ہیں۔" کچھ دیر میں ہی ملازمہ پھر ان کا پیغام لیے چلی آئی لاریب کو اٹھنا پڑا تھا۔ بعض معاملات میں انسان ناگواری کے باوجود مجبوریاں نبھانے کو خود کو مارتا رہتا ہے۔ لاریب کو بھی اس وقت ایسا ہی معاملہ درپیش تھا۔

"ٹھیک ہے تم چلو میں آتی ہوں۔" لاریب کو تیاری میں دس منٹ لگے تھے آج اس نے دوپٹے کی بجائے چادر کا انتخاب کیا تھا۔ اس چادر میں اس کا نازک سراپا تقریباً چھپ گیا تھا۔

❁......◉......❁

"تم نے اپنی تیاری مکمل تو کرلی ہے نا عباس بیٹے؟" بابا جان اس سے فون پر مخاطب تھے۔

"ایک گھنٹے تمہارے پاس میں پہنچ رہا ہوں۔ پھر اکٹھے گاؤں کے لیے نکلتے ہیں ٹھیک ہے؟" عباس کا پہلے سے بوجھل دل ان کے اس اٹل حکم پر مزید بوجھ سمیٹ لایا تھا۔ عریشہ کی اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش حسرت میں ڈھل گئی تھی یہ سوچ کر وہ حواس باختہ ہورہا تھا۔ اسی لمحے فاطمہ وہاں چلی آئی تھی۔ وہ آئی تو اپنی تیاری کا بتانے تھی مگر عباس کے چہرے پر جو وحشت چھلکاتے تاثرات تھے دیکھ کر وہ سب کچھ بھولنے لگی۔

"عباس......!" وہ چیخی اور ہراساں ہوتی خود کو اذیت دیتے عباس کی جانب لپک آئی۔ عباس نے انہی وحشتوں کی فراوانی میں اسے چونک کر دیکھا تھا۔ اسے اس رات اپنے اوپر جھکی پریشان فاطمہ یاد آئی۔ اس ایک لڑکی کی ہی وجہ سے ہمیشہ اس کے نقصان ہوئے تھے۔ اس کے اندر وحشت تو تھی ہی جنون اور نفرت کا طوفان امڈ آیا وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا اور بنا سوچے سمجھے اسے الٹے ہاتھ کا زناٹے دار تھپڑ دے مارا۔ فاطمہ سنبھلے بغیر صوفے پر جا گری۔ عباس کا قہر پھر بھی نہیں تھما تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر اس تک آیا۔

"میں نے کہا بھی تھا کہ اپنی اوقات مت بھولنا۔ اپنی حدود یاد رکھنا۔ میری ذات میں انوالو ہونے کی جرأت نہ کرنا۔" وہ دہشت سے اسے دیکھے گئی۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے بہتر ہوگا مجھے اپنی شکل نہ دکھاؤ۔" فاطمہ کو اپنا ریزہ ریزہ وجود سمیٹ کر اٹھنا پڑا۔ طے پایا تھا کہ وہ کچھ بھی کرلے اس شخص کو جیتنے سے قاصر تھی۔ اپنے کمرے میں آکر بھی وہ کتنی دیر تک روتی رہی۔ معاً اس کی ہچکیاں تھم گئیں۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"میں نہیں روؤں گی عباس حیدر۔ نہیں یہ آنسو میری محبت کی تذلیل نہ ثابت ہوں مجھے نہیں بھولنا چاہیے آپ سے محبت کی خواہش رکھنا میری اوقات

سے بہت بڑھ کر ہے۔'' آنسو بختی سے پونچھتے ہوئے اس نے خود کو باور کرایا تھا۔

ملازمہ عباس کا پیغام لے کر آئی تو فاطمہ نارمل انداز میں اٹھی جیسے کچھ دیر قبل اس کے احساسات مجروح ہوئے ہی نہ ہوں۔ عباس حیدر چونکہ اس کی دیوانگی سے آگاہ تھا تبھی کچھ جزبز کچھ خائف سا کچھ دیر بعد خود وہاں چلا آیا تھا۔ وہ اسے روبرو پا کر گھبرائی۔

''میں اور بچے تیار ہیں بس آ رہی تھی۔'' اس کا لہجہ نارمل تھا۔

''تم شادی کے بعد پہلی بار اپنے سسرال جا رہی ہو تیاری کرتے وقت اس بات کا خیال نہیں آیا تمہیں۔'' وہ بولا تو اس کا لہجہ سرد تھا۔ فاطمہ نے اس کی ساحر نظروں کو اپنے گال پر تھپڑ کے سرخ نشان پر ٹھہرتے دیکھا اور جیسے لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کی الجھن اور خفگی کی وجہ سمجھ گئی۔

''آئی ایم سوری، مگر میرے پاس میک اپ کا سامان نہیں تھا۔'' اس نے مجرمانہ انداز میں کہا۔

''ہاں، تم ان مصنوعی سہاروں کے بغیر بھی اپنے مقاصد بڑی سہولت سے حاصل کر لیتی ہو۔'' عباس کے اعصاب پوری طرح اضطراب کا شکار تھے۔

''میرے بیڈ روم میں جاؤ، عریشہ کی چیزیں تمہاری ضرورت پوری کر دیں گی۔'' فاطمہ کا دل ریزہ ریزہ ہو گیا مگر اسے حکم سے انحراف کی تاب نہیں تھی۔

❋……◉……❋

سکندر نے آخری کش لے کر سگریٹ پھینکا اور والٹ سے لاریب کی تصویر نکال کر نگاہ کے سامنے کر لی۔ کاش تم اپنی صورت کی طرح دل بھی پیارا رکھتیں۔ اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے لائٹر آن کیا۔ اگلے لمحے ماحول میں ایک حیران کن منظر ابھرا لائٹر کا شعلہ تصویر کا کونا نگل رہا تھا۔ ہر لمحہ بڑھتے شعلے کی آنچ تصویر کو مکمل طور پر نگل کر سیاہ راکھ میں تبدیل کر گئی۔ دروازے پر دستک کی آواز نے سکندر کو چونکا دیا۔ اس نے لائٹر بند کر کے بستر پر پھینکا تھا۔ اندر داخل ہوتے فراز نے اس کا دھواں ہوتا چہرہ دیکھا۔

''خیریت ہے نا؟'' فراز کے لہجے میں تشویش تھی۔

''تم ابھی تک سوئے نہیں؟'' فراز سے سوال کرتے وہ اندر ہوتی ٹوٹ پھوٹ سے دانستہ دھیان ہٹا چکا تھا۔ فراز کی گہری جائزہ لیتی نظریں الگ امتحان تھیں۔

''میں تو سوتا ہی دیر سے ہوں تم کیوں جاگ رہے ہو؟'' فراز کے مسکرانے اور کیے گئے سوال پر سکندر نے زیادہ توجہ نہیں دی۔

''کہیں ہماری بھابی صاحبہ کی کمی تو محسوس نہیں ہو رہی آپ کو؟'' اس کا لہجہ شرارتی ہونے لگا۔

''دیکھو فراز اگر تم ایسی ہی فضول کی ہانکنے آئے ہو تو جا سکتے ہو۔'' فراز کا حیرت و غیر یقینی سے منہ کھلا رہ گیا۔ پھر جو ہنسنا شروع کیا تو لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

''کیا میں تمہیں شکل سے پاگل نظر آتا ہوں فراز؟'' وہ درشت انداز میں ٹوک کر بولا۔

''سکندر اعظم یہ تم ہو اتنی جلدی بدل گئے یا پھر تمہاری اصل یہی تھی میں مستقبل کے آئینے میں جھانک رہا ہوں۔ مجھے لاریب بھابی پر رحم آ رہا ہے۔'' سکندر نے اسے گھورنے پر اکتفا کیا۔

''میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں فراز۔ پلیز بی سیریس۔''

''میں بھی کہاں ہوں مذاق کے موڈ میں، یار آج پہلا دن ہے تمہیں لینڈ لارڈ ہوئے۔ تم نے اتنی جلدی نگاہیں پھیر لیں۔ کل کو اگر تم مجھے ملو تو کہو گے کون فراز، میں تو کسی فراز......!''

''فراز......!'' وہ چیخا۔ فراز نے سہمنے اور ڈرنے کی شاندار اداکاری کی تھی۔

''تم چپ ہو گے یا نہیں؟'' وہ پھر چیخا۔ فراز نے سعادت مندی کی انتہا کی۔

''کیوں نہیں جناب نوکری سے نخرہ کی۔'' وہ منمنایا۔

''تم نہیں سدھر سکتے۔ بولو کیوں آئے ہو اس وقت؟ اب یہ نہ کہہ دینا بیوی سے نپٹنے کو مجھے تو بہت معصوم اور پیاری لگی ہے لاریب۔ بلکہ سچ پوچھو تو میں

تمہارے متعلق مشکوک ہو چکا ہوں سچ کہو انہوں نے وہ سب کچھ تمہیں واقعی کہا تھا یا الزام لگا رہے ہو؟" سکندر کے سوال پر فراز پہلے ششدر ہوا پھر طیش میں اس پر گھونسا تان کر کھڑا ہو گیا۔

"اگر تم عمر میں مجھ سے کچھ سال بڑے اور اس ساری جائیداد کے اکلوتے وارث نہ ہوتے اور میں تمہارے ہی گھر میں کھڑا نہ ہوتا تو لحاظ نہ کرتا۔ یار کچھ تو شرم کرو...... تم میرے دوست ہو کر اس کی سائیڈ...... بس کیا کہوں تم سے شکوہ کروں بھی تو کیسے کہ جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔" وہ قطعی غیر سنجیدہ تھا اور جذباتیت کی بے مثال اداکاری کرنے میں مصروف تھا۔

"بے فکر رہو، یہ بدلہ میں لوں گا تو ضرور تم سے مگر اس وقت جب لاریب بھابی سے ملوں گا دیکھنا کیسے ان کے ساتھ مل کر تمہاری غیبتیں کرتا ہوں۔ تم نے ابھی میرے جوہر نہیں دیکھے اور سنو...... یہ تم سگریٹ کچھ زیادہ نہیں پینے لگے؟" وہ اسے گھور رہا تھا سکندر اس آخری بات میں اپنے لیے محبت واپنائیت کا رنگ چھلکتا محسوس کر کے مسکرا دیا۔ فراز اور وہ اس عرصہ میں بہت تیزی سے ایک دوسرے کے قریب آئے تھے۔ ان کے بیچ بے تکلفی کی دیوار تو گری ہی تھی کوئی بات بھی ایسی نہیں رہی تھی جس پہ پردہ ہو۔ فراز سکندر کے دل میں اتر گیا تھا۔

جس طرح بغیر کسی لالچ وغرض کے اس نے سکندر کے لیے اتنا کچھ کیا تھا وہ بلاشبہ قابل ستائش تھا۔ سکندر کو علوی ہاؤس میں لانے والا وہی تھا۔ سکندر کو اس کے اخلاص پر رتی برابر بھی شبہ نہیں رہا تھا۔ سکندر کو یاد تھا وہ دن جب وہ پہلی بار علوی ہاؤس میں اسے لایا تھا اور اس کے اصل حوالے سے متعارف کرانے کے بعد اپنے رشتوں سے اس کے حق کی خاطر لڑا تھا۔ وہ وقت بھی بہت نازک تھا سکندر کے لیے جب اس نے اپنے والدین کے قاتلوں کو سامنے پایا تھا مگر خود پر ضبط کیے رہا وہ اتنا اعلیٰ ظرف بھی نہیں تھا مگر اسے نبی کریمﷺ کی حیات طیبہ کے لاتعداد واقعات ازبر تھے جب آپ نے بدلہ لینے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی معاف کر کے اپنی امت کو بھی اسی عفو و درگزر کو اختیار کرنے کا سبق دیا تھا۔ سکندر نے یہ کام خالصتاً رضائے الٰہی کے لیے کیا تھا۔ جبھی وہ اس کا احسان کسی پر نہیں جتلاتا تھا۔ فراز بے قرار ہونے لگا۔

"یہ لوگ بہت کم ظرف ہیں سکندر تمہیں اور کچھ نہیں تو انہیں کم از کم اس گھر سے ضرور بے دخل کر دینا چاہیے، یہ تمہاری سوچ اور توقع سے کہیں زیادہ خطرناک ہیں۔"

"ایس او کے فراز تم پریشان نہیں ہو، کچھ نہیں ہوگا۔"

"کیوں نہیں ہوگا سکندر، یہ لوگ آفاق چاچو کے ساتھ بہت غلط کر چکے۔" وہ چیخا اور سکندر نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھپتھپا دیا تھا۔

"ان کی عمر اتنی ہی تھی۔" اس کا ضبط کمال درجے کا تھا فراز کا منہ کھل رہ گیا۔

"یعنی تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ انہیں قتل کیا گیا؟" فراز کے چیخنے پر سکندر کی رنگت میں سرخیاں گھل گئی تھیں۔

"یہ ان کا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ مجھے اچھا نہیں لگتا ہے فراز کہ میں ان لوگوں کو اس عمر میں بے ٹھکانہ کروں، اپنے بھائی کی جائیداد اور بزنس پر ان کا بھی حق ہے۔ میں انہیں اس سے محروم نہیں کرنا چاہتا۔" فراز اسے یوں دیکھتا رہا تھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"یعنی تم انہیں بزنس سے بھی الگ نہیں کر رہے؟"

"ہاں، میں ایسا ارادہ نہیں رکھتا۔ فراز وہ لوگ بوڑھے ہو چکے ہیں انہوں نے ایک عمر اس بزنس کو سنوارا اور اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کی ہیں اور کچھ نہ سہی تو یہ حق تو ہے نا ان کا۔" اس کے رسانیت آمیز انداز پر فراز کو بے تحاشا تاؤ آیا تھا۔

"تم بے وقوف ہو سکندر، شاید تمہیں اس سب کی اس لیے پروا نہیں ہے کہ تمہیں یہ سب بنا محنت اور مشقت کے حاصل ہو گیا ہے۔" فراز کے غصیلے انداز کے باوجود سکندر ہنس پڑا تھا۔

"اس آخری بات سے میں اتفاق ضرور کروں گا۔ لیکن

بے فکر رہو۔ اب اس کاروبار کو میں خود سنبھالوں گا اس کا سارا چارج میں اپنے کنٹرول میں لے رہا ہوں۔ تاؤ جی اور چاچو یہاں کام ضرور کریں گے مگر اس بزنس کی ہر ڈیل میری مرضی سے طے پائے گی۔"

"دراصل میں نہیں چاہتا کہ تم نے مجھ پر جو اتنی محنت کی ہے اسے اکارت کردوں آخر تمہیں بتانا بھی تو ہے کہ تمہارا شاگرد کتنا قابل ہے۔" "لیکن یاد رہے کہ اس فرم کے مینیجنگ ڈائریکٹر تم ہو۔ خبردار چھٹی کرنے کا کبھی سوچنا بھی مت ڈبل تنخواہ کاٹوں گا۔" اور فراز نے جواب میں آنکھیں دکھانا شروع کردی تھیں۔

"میں تمہاری فرم میں ملازم نہیں بنوں گا سکندر۔" کچھ دیر بعد جب فراز نے سنجیدگی سے بات کی تو سکندر کو جھٹکا لگا تھا۔

"میرا شمار میری فیملی کے دیگر دھوکے باز لالچی مردوں میں نہیں ہوتا۔ شرجی بھائی میں اور نبیل الحمدللہ تاؤ جی سے یکسر مختلف ہیں۔ جس روز شرجی بھائی کو اس ساری حقیقت کا پتا چلا تھا انہوں نے اسی روز سے آفس جانا ترک کردیا تھا۔" اپنے پندار کی حفاظت کرتا فراز سکندر کو بہت پیارا لگا تھا۔

"لیکن تم میری فرم میں میرے ساتھ کام کیوں نہیں کرنا چاہتے؟" سکندر کو جس بات پر سب سے زیادہ اختلاف تھا اس نے وہی سامنے رکھی۔

"بس میں نہیں چاہتا کہ ہمارا تعلق کسی وجہ سے خراب ہو۔" وہ ہنوز سنجیدہ تھا۔

"کوئی تعلق خراب نہیں ہوگا بلکہ یہ تعلق مضبوط ہوگا ان شاء اللہ تم دیکھنا اور سنو تم وہاں میرے ماتحت نہیں ہوں گے۔ فراز تم محسن ہو میرے اور ہمیشہ میرے لیے خصوصی اہمیت کے حامل رہو گے۔" وہ جذباتی ہو رہا تھا جبھی اٹھ کر اس کے گلے لگ گیا۔ فراز کو ہی اپنی جون بدلنی پڑی۔

"تم تو سنجیدہ ہوگئے یار میں مذاق کر رہا تھا مطلب یہ تھا کہ کہیں میری فیملی کے لالچی اور خود غرضی کے جراثیم مجھ کو بھی نہ لگ جائیں۔ خیر اگر تمہارا یہ اصرار ہے تو پھر سن لو میں سیلری اپنی مرضی سے لوں گا، صرف یہی نہیں تعلق مضبوط کرنا ہے تو اپنے بچوں کے میرے بچوں سے رشتے طے کروا بھی سے، بولو شرط منظور ہے؟" وہ کھلکھلا کر کہہ رہا تھا۔ سکندر جھٹکا کھا کر اس سے الگ ہوا اور سے گھورا۔

"اچھا یار لعنت بھیجو ان باتوں پر مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے تم سے۔" اس کا انداز ایسا تھا کہ سکندر کو اس پر توجہ دینی پڑی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے سکندر جس طرح تاؤ جی نے پہلے تمہاری یہاں آمد پر اتنا واویلا کیا اور تمہیں آفاق چاچو کی اولاد تسلیم کرنے سے ہی انکار کردیا تھا تمام شواہد کو رد کرتے ہوئے اس کے بعد یکدم سے کسی خوشی اس بات کو اتنی فراخ دلی سے قبول کرلینا کچھ ہضم نہیں ہوا مجھے۔"

"ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔" سکندر کا سادہ سا جواب فراز کی تسلی نہیں کراسکا۔

"میں پھر اپنی بات دہراؤں گا سکندر کہ تم ابھی انہیں نہیں جانتے ہو، وہ کسی بھی صورت اپنے گھاٹے کا سودا نہیں کرتے۔ تمہیں بتا چکا ہوں نا کہ انہوں نے شرجی بھائی کی مسز کو کن حالوں تک پہنچایا۔ یہ لوگ ابھی بھی نہیں بدلے اور بدلیں گے بھی نہیں۔" فراز سکندر کو شرجیل کے متعلق بھی مختصراً بتا چکا تھا۔ سکندر کے ذہن میں دور تک ایمان نہیں تھی جبھی وہ سمجھ نہیں سکا تھا۔ دوسری اہم بات یہ کہ اسے ایمان کے شوہر کا نام پتا نہیں تھا۔

"تمہیں ہر بات کو نیگیٹو انداز میں نہیں سوچنا چاہیے فراز۔" فراز نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"تاؤ جی کی یہ مصلحت کوشی جانے کیوں مجھے خطرناک محسوس ہو رہی ہے۔ میں پھر کہوں گا تم ان سے الگ ہو جاؤ۔ پلیز میری اس بات کو سرسری نہ لو سکندر۔ میں کسی مزید نقصان کا متحمل نہیں ہوسکتا۔" فراز کے لہجے میں وحشت سی اتر آئی تھی۔

"تم مجھے تھوڑے وہمی لگتے ہو فراز، لیکن بے فکر رہو، میں تمہاری بات پر سوچوں گا ضرور۔" فراز نے اس کی آمادگی محسوس کرکے ہی سکھ کا سانس بھرا تھا۔

❁......⊛......❁

"پتا نہیں کہاں چلا گیا، یہیں تو رکھا تھا۔" اس نے جھنجلا کر کہتے ہوئے زور سے دراز کھینچی مگر اگلے لمحے یکدم ساکن ہو کر رہ گئی۔ دراز میں موجود ٹوٹے ہوئے فوٹو فریم کے شیشے سے جھانکتی اپنی اور سکندر کی مشترکہ تصویر یادوں پر گری گرد کو صاف کرنے لگی۔ کچھ دیر یونہی آنسوؤں سے لبریز نظروں سے تصویر کو تکتے رہنے کے بعد اس نے ہاتھ بڑھا کر احتیاط سے اسے باہر نکالا۔

سکندر کی مسکراتی آنکھوں میں کیسا تازگی بھرا خمار تھا یوں جیسے پوری دنیا فتح کرلی ہو۔ جبکہ وہ اس کے پہلو میں اس سے بالکل متضاد کیفیات کا شکار لگتی تھی۔ تمام تر آرائش وزیبائش کے باوجود اجڑی ہوئی اور پر سوز۔ اسے نہیں معلوم تھا شادی کے دن یہ تصویر کس نے اور کس وقت کھینچی تھی اس کی آنکھوں سے مچلتے آنسو بے تابی سے بکھر کر ٹوٹے ہوئے شیشے پر گرے اور نظر و ذہن کے ساتھ شیشے کو بھی دھندلا گئے۔ وقت پلٹ کر جیسے انہی لمحوں پر گرفت مضبوط کر چکا تھا۔

("یہ...... یہ کیوں لگائی تم نے یہاں؟" وہ غرائی تھی۔ یہ ان کی شادی کا دوسرا یا تیسرا دن تھا جب شام کو وہ کمرے داخل ہوئی اور دیوار پر خوب صورت فریم میں آویزاں اپنی اور سکندر کی تصویر دیکھ کر گویا آگ لگ گئی تھی۔ اس کی دھاڑ پر سکندر اچھا خاصا جز بز ہو گیا مگر اس کی طرح اپنے جذبات بے قابو نہیں ہونے دیے۔

"آئی ایم سوری، آپ کو اچھا نہیں لگا تو میں اتار دیتا ہوں۔" سکندر کے دھیمے انداز میں نرمی تھی۔ مگر لاریب کی تلملاہٹ کچھ اور بڑھ گئی۔

"تم کیوں اتارو گے بھلا۔ میرا دل جلانے کی خاطر تو یہ کام کیا تم نے میں خود اتارتی ہوں۔" اس پر الزام لگاتے اس نے کبھی سکندر کے جذبات واحساسات کو سمجھنے ان پر غور کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی تھی۔

"آپ رہنے دیں لاریب میں......!" اسے اسٹول پر چڑھتے دیکھ کر سکندر نے پھر مداخلت کی۔ مگر وہ ان سنی کرتے ہوئے اسٹول پر چڑھ گئی۔ انداز میں غصیلا پن تھا۔

جب تصویر نہیں اتری تو اس نے اپنی فطرت کے عین مطابق غصے میں آتے ایک کے بعد دوسرا جھٹکا ایسے جارحانہ انداز میں دیا کہ لڑکھڑا کر اسٹول سے نیچے گری تھی مگر زمین پر نہیں سکندر کے توانا و مضبوط آہنی بازوؤں میں جس نے اسے سنبھالتے ہی دانستہ خود میں سمو لیا تھا۔

"میں اسی لیے منع کر رہا تھا آپ کو مگر آپ سنتی کہاں ہیں۔" سکندر کے دھیمے لہجے میں بھی وارفتگی کی آنچ پھوٹ رہی تھی۔ آنکھوں میں اس پل کتنے شوخ اور دلکش رنگ تھے۔ اس کے برعکس لاریب قربتوں کی اس وحشت بھری آگ میں جل کر خاکستر ہوئی بری طرح سے تلملا کر اس کی بانہوں کا حصار توڑتی تڑپ کر فاصلے پر ہوتے ہی اس پر برس پڑی۔

"شٹ اپ، تمہیں ضرورت کیا تھی آخر مجھے پکڑنے کی۔" وہ بپھری ہوئی شیرنی لگ رہی تھی جسے قابو کرنے کو کیسے دل مچل گیا تھا سکندر کا تبھی اس کے مقابل رک کر پر شوق نظروں سے اسے تکتا متبسم ہوا۔

"اگر میں نہ پکڑتا تو آپ کو تو چوٹ لگ جاتی۔"

"بکواس نہ کرو میں اگر آئندہ مر بھی رہی ہوں تو تم مجھے ہاتھ لگانے کی غلطی نہ کرنا، سمجھے؟"

"یہ حکم تو میں آپ کا نہیں مان سکتا۔ یہ غلطی تو کرنا ہی پڑے گی مجھے کبھی نہ کبھی آخر کو شوہر ہوں اب آپ کا۔" وہ جتنے غصے میں تھی اس کے متضاد سکندر پر اس قدر شرارت بھرا خمار چھا رہا تھا۔ اس کے انداز میں لگاوٹ بھی تھی اور جسارت بھی جس نے لاریب کے اشتعال کو اور بھی بڑھا ڈالا۔

"اپنی اوقات مت بھولو تم، سنا تم نے؟" اسے دیکھتے ہوئے وہ حلق کے بل چیخی۔ اس مرتبہ سکندر نے اس کی بات کے جواب میں خاموشی اختیار کرلی اور آگے بڑھ کر تصویر اتارنے میں مشغول ہو گیا۔

"یہ لیجیے یہی چاہیے تھی نا آپ کو۔" خوب صورت سنہرے فریم میں جکڑی تصویر اس کی جانب بڑھاتے وہ کتنے رسان سے گویا ہوا تھا۔ لاریب نے سلگتی نظروں سے

خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
July 2014
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM

اسے کچھ دیر دیکھا پھر اسی مشتعل انداز میں فریم پکڑ کر زور سے دیوار پر دے مارا تھا۔ ایک چھناکا ہوا اور اسے لگا صرف تصویر کا شیشہ نہیں بلکہ اس نے سکندر کا دل بھی ایسے ہی چکنا چور کر دیا ہو۔

"اٹھاؤ اسے یہاں سے مجھے نظر نہ آئے دوبارہ۔" وہ آنکھیں نکال کر غرائی۔ اس نے فریم کو ٹھوکر ماری ٹھوکر مارتے ہوئے خود بلبلا کر پیر پکڑتی دوہری ہو گئی تھی۔ ٹوٹے ہوئے شیشے کی بے رحم نوکیلی دھار اس کے پیر کے انگوٹھے کے میں اس بری طرح گھسی کہ وہ درد برداشت کرنے کو ہونٹ بھینچ گئی۔

"زخمی ہو گیا آپ کا پیر۔" سکندر سب کچھ بھلا کر بے چین ہو کر لپک آیا تھا۔

اس کے ہونٹوں سے سسکی بکھری اور آنکھوں سے آنسو مچل گئے۔ بے خیالی میں اس کا ہاتھ پھر زخمی ہوا تھا مگر شتاب سکندر تھا نہ ہی اس کی بے چینی بھرا کیئرنگ انداز۔ وہ بے قراری سے رو تی چلی گئی۔)

"آ جاؤ سکندر..... !" اس کے آنسو اسی تواتر سے بہتے تھے۔

(بہت قرضے چڑھا گئے ہو مجھ پر بہت چالاک تھے۔ جیتنا آتا تھا تمہیں اور بابا سائیں کہتے ہیں وہ مرد ہی کیا جو اپنی عورت کو جیت نہ سکے۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں سکندر مجھے تمہارے علاوہ اب اور کچھ نہیں چاہیے) وہ مضطرب سی ہاتھ مل رہی تھی۔ اسے وہ کام یکسر بھول گیا تھا جو وہ کرنے آئی تھی۔ اسے بس سکندر یاد رہ گیا تھا اسے سکندر کی محبت یاد رہ گئی تھی۔

❁.....◉.....❁

وہ پہلو کے بل ساکن لیٹا ہوا تھا مگر دل و دماغ میں ایک حشر بپا تھا۔ اذیت وحشت اور شرمندگی ایسی جس کا کنارہ نہیں ملتا تھا۔ ندامت کے اشک برساتے آنکھ تھکتی نہیں تھی کہ نہ دل کا ملال ڈھلتا تھا کیا تھا وہ؟

ایک سیاہ کار، بدکار، غلاظت میں لپور لپور ڈوبا ہوا انسان۔ جس نے رب کی رضا کے متعلق سوچنے اہمیت دینے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ آسائشات کی فراوانی اور لامحدود اختیارات نے اسے فرعونی طنطنے اور رعونت میں مبتلا کر دیا تھا اسے یاد ہی نہ رہ سکا تھا یہ دنیا فقیں یہ دنیا ایک دھوکے کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ تو ایک مہلت ہے۔ من مانی کرنا اور حکم چلانا ہی اس کا معمول تھا۔ زمین جیسے ہمیشہ کے لیے اس کی میراث تھی۔ جس پر وہ جیسے چاہتا اکڑ کر چل سکتا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ بہر حال اس کو ملنے والی ڈھیل کی کوئی حد بھی مقرر ہے۔ اس زمین پر اسے اختیارات سونپنے والا ہی اس کا اصل حقدار ہے۔

لاریب......! جس کی بے رخی، بے اعتنائی اسے ناگوار گزرتی تھی جسے سبق سکھانے اور اپنی تسکین کا ذریعہ بنانے کو وہ ہر معاشرتی، سماجی اور مذہبی حد بندی کو پھلانگنے کا تہیہ کر چکا تھا جانتا ہی نہ تھا کہ خدا کی لاٹھی کیسی بے آواز ہے کیا ہوا تھا پھر؟ وہ جو سمجھتا تھا اسے فتح حاصل کرنے سے کوئی روکنے والا نہیں۔ کیسے منٹوں میں بے بس کر دینے والے نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ طاقت اور اختیار کے زعم میں مبتلا اس کا دماغ اس وقت شدید اذیت و کرب کے باوجود اس خوف سے سن ہونے لگا کہ وہ یہاں اس ویرانے میں بے کسی اور بے بسی کی موت مارا جائے گا۔ لاریب اسے پلٹ کر دیکھے بغیر جا چکی تھی جبکہ کمدار کو اس نے خود وہاں سے واپس بھیجا تھا اس حکم کے ساتھ کہ اگر اس کی ضرورت پڑی تو خود کال کر کے بلوائے گا۔ پھر بھلا وہاں کون تھا جو اسے اس اذیت ناک عبرت انگیز موت مرنے سے بچا سکتا۔ اس نے بے چارگی اور مایوسی کی کیفیت میں کچھ دور گر جانے والے اپنے سیل فون کو دیکھا جو لاریب سے الجھنے کے دوران جانے کب جیب سے نکل کر فرش پر جا گرا تھا۔

اس کی وہ جسمانی طاقت جس پر اسے بے تحاشا غرور تھا اس وقت اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی وہ خود میں اتنی ہمت بھی نہیں پاتا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھاتا اور اپنی مدد کا کوئی سبب بنا پاتا۔ اسے اندازہ ہوا وہ خود سے کتنی محبت کرتا ہے۔ اس نے جانا اسے موت سے کتنا خوف آتا

ہے۔اس نے زندگی میں پہلی بار بقائمی ہوش وحواس مایوسی، بے بسی اور بے چارگی کی انتہا پر جا کر خود کو گھٹ گھٹ کر روتے محسوس کیا۔اس کے پاس زندگی بھر سب کچھ ہمیشہ وافر مقدار میں رہا تھا۔اسے ہاتھ پھیلانے، مانگنے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تھی۔اسے کبھی رب کا اس کی دی گئی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا خیال نہیں آ سکا تھا۔مگر اس پل اس نے زندگی میں پہلی بار خود کو رب سے ہمکلام ہوتے گڑگڑاتے محسوس کیا۔

"مجھے بچالے، اس وقت کوئی نہیں ہے جو مجھے سنے اس وقت کوئی نہیں ہے جو مجھے دیکھے اس وقت کوئی بھی نہیں ہے جو مجھے سنبھالے۔میں جانتا ہوں تو مجھے سن رہا ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں تو مجھے دیکھ رہا ہے میں یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ تو میرے دل کی بدلتی کیفیت سے غافل نہیں ہے اس وقت اگر کوئی مجھے بچا سکتا ہے تو وہ صرف تو ہے مجھے بچالے مجھے اس شرمناک موت سے دوچار نہ کر۔" وہ رو رہا تھا بلکہ رہا تھا تڑپ رہا تھا اور سسک رہا تھا۔ پیر سے اٹھتا درد کا تیز ریلا جیسے کوئی طوفان تھا۔جو آگ کی طرح بڑھتا پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔پھر یہ تکلیف اس کے سینے سے گردن اور گردن سے حلق تک جا پہنچی وہ سہم گیا خوف سے سرد پڑنے لگا۔اس نے نڈھال ہو کر آنکھیں بند کرلیں۔اس مرحلے پر اسے فرعون کا انجام یاد آیا وہ انجام جو عبرت انگیز تھا اور جوان کے قاری صاحب نے قرآن پاک پڑھاتے ہوئے بہت تفصیل سے سمجھایا تھا جسے وہ اب تک بھولا رہا تھا مگر اب اچانک وہ تمام واقعہ اس کے ذہن میں پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔

"تو کیا فرعون کی طرح میری بھی آخری وقت کی توبہ اللہ نے رد کردی ہے؟" اس نے سوچا اور اس کے حلق میں نوکیلے کانٹے اُگ آئے تھے۔اگر ایسا تھا تو کچھ عجب نہیں تھا یہی قانون قدرت ہے اللہ نے تو اپنا طریقہ پہلے سمجھا دیا۔موت کو سامنے پا کر مانگی گئی توبہ قابل قبول نہیں وہ اب کیوں حراساں ہے اس نے اپنا وقت گنوا دیا تھا مایوسی نے اس کے وجود میں اپنے پنجے گاڑھے اور اسے اپنے سیاہ لبادے میں چھپالیا مگر پھر ایک معجزہ ہو گیا اسے اِذن ربانی اِذن مغفرت مل گئی تھی۔یہ بخشش کرنے والے کی اس کی بے بہا عنایت تھی کہ وقاص اپنی سابقہ روش پر شرمسار ہوتا خود سے نگاہ ملانے کے قابل بھی نہیں رہا۔

"کیا تھا وہ اس قابل؟" وہ خود سے سوال کرتا اور آنسو زار و قطار بہنے لگتے۔اس نے رحمان کی رحیمیت کو جانا تو اندر سے گم صم ہوتا چلا گیا۔عجیب تھی یہ خفت و خجالت جس نے اسے باقی ہر احساس سے بے نیاز کر ڈالا تھا۔

"زمین پر جو کوئی ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی صاحب عظمت احسان کرنے والے تیرے رب کی ذات تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔"

کھلی کھڑکی سے ایک خوش الحان آواز ہوا کے دوش پر اڑتی اس تک پہنچ گئی۔وقاص کی وہ غفلت اور بے حسی ٹوٹنے لگی جوان دنوں اس پر ماحول سے اپنوں سے اپنی ذات تک کے لیے چھا گئی تھی۔اس کی سماعت چونکی اور پوری توجہ سمیٹ لائی۔اماں جان نے اس کی صحتیابی کی خوشی میں ختم القرآن کروایا تھا قاری صاحب کی آواز میں

کچھ لفظ چنے ہیں گوہر سے

☆ طنز وہ تیر ہے جو شہد میں بھگو کر بھی مارا جائے مگر پھر بھی اس کی چبھن کم نہیں ہوتی۔

☆ لوگ چاند پر پہنچنے کے لیے ہزاروں جتن کریں گے مگر دل تک پہنچنے کے لیے کچھ بھی نہیں کرتے۔

☆ اگر آپ اپنے گھر کے باہر تختی پر عبارت لکھوا لیں کہ مجھ سے ملنے والے جھوٹ کے پاؤں اور غیبت کے چہرے باہر چھوڑ کر آئیں تو یقین کیجیے آپ سے ملنے کوئی نہیں آئے گا۔

☆ لفظ لکھنے پڑھنے سے کچھ نہیں ہوا احساس کی شدت ان کو پر اثر بناتی ہے۔

☆ جس گھر میں عورت دکھی رہتی ہے اس گھر میں خوشیاں مہمان کی طرح دستک دے کر آتی ہے جنہیں نہ پھینکا جاسکتا ہے اور نہ اپنایا جاسکتا ہے۔

نرجس ظل.......کوٹ چوغطہ

سوز و گداز اور کشش تھی۔

"اے گروہ جن و انس اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو تو (ذرا) نکل کر تو بھاگو۔ تم زور کے سوا نکل بھاگو گے (اور زور تم میں ہے ہی نہیں) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔"

وقاص کو لگ رہا تھا کہ اس کا رب اپنے کلام کے ذریعے باقاعدہ جتا دیا تھا کیا نہیں ہو چکا تھا اس کے ساتھ یہی معاملہ؟

خدا نے اسے اپنے آگے ہاتھ پیر باندھ کر گرا لیا تھا اور اس کی طاقت چھین لی تھی۔ وہ طاقت جو اسی نے عطا بھی کی تھی اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور آنکھوں میں آنسوؤں کی طغیانی بڑھنے لگی۔ وہ حرف بہ حرف تلاوت سنتا اور ترجمہ پر غور کرتا اپنے اندر تبدیلی و تغیر رونما ہوتا محسوس کرتا آنسو بہاتا رہتا۔

"مجرم پہچانے جائیں گے اپنی پیشانیوں سے پھر وہ پیشانیوں (کے بالوں) سے اور قدموں سے پکڑے جائیں گے تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یہ ہے وہ جہنم جسے گناہ گار جھٹلاتے تھے وہ اس کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان پھریں گے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔"

اس کے بعد مغفرت کا اذن تھا پھر انعام و اکرام کی خوش خبری۔ وہ سورہ رحمٰن کو پہلی بار دل و ذہن کے دریچے وا کر کے سن رہا تھا اور جیسے اسی کلام کی خوب صورتی میں گم تھا جاہ و جلال میں گم تھا جب دروازہ کھلنے کی آواز ابھری مگر وہ چونکا نہیں یہاں تک کہ کوئی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

"وقاص..... آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟" وہ اس کا کاندھا نرمی سے چھو کر استفسار کرتی اس کی توجہ کی طالب بنی ہوئی تھی۔ وہ...... جسے وقاص نے نہ کبھی نرمی سے چھوا تک نہ تھا نا مخاطب کیا تھا مگر وہ پھر بھی کسی مہربان سایہ دار بادل کی طرح تھی۔ اگر سمجھا جاتا اگر جانا جاتا تو یہ بھی اس کے رب کی اس پر خاص عنایت تھی۔ اس کی بے بہا نعمتوں میں سے ایک بے بہا اور خوب صورت ترین نعمت۔ وقاص بے اختیار اس کی جانب پلٹ گیا آج پہلی بار امامہ کو تکتے اس کی نظر میں نرمی تھی محبت و احترام کے ساتھ اپنے سلوک پر شرمساری کا جاں گداز احساس تھا۔

"آ..... آ..... آپ کیا درد ہو رہا ہے؟" امامہ کی نظر اس کے بھیگے ہوئے چہرے پر پڑی تو جیسے بے اختیار تڑپ اٹھی اور اس کا چہرہ ہاتھوں کے نرم پیالے میں لے لیا۔

"نہیں، اب میں ٹھیک ہوں، تم کیسی ہو امامہ؟" وہ بولا تو اس کی آواز بوجھل تھی۔ اس کے دل کی طرح جہاں ملامت و یاسیت کا احساس گہرا تھا۔

"میں.....؟" امامہ کو کہاں توقع تھی کہ وہ اس قدر نرمی و تحمل سے اس کی خیریت بھی پوچھ سکتا ہے جبھی گڑبڑائی تھی پھر سر کو اثبات میں ہلا دیا۔

"مجھے آپ سے معافی مانگنی تھی وقاص، میری تمام تر خواہش اور دعاؤں کے باوجود بیٹا نہیں ہوا اور.....!"

"امامہ..... بس کرو پلیز۔" وہ جیسے کراہ رہا تھا تازیانہ ہی ایسا شدید تھا یہ اس کے گناہوں میں سے ہی ایک گناہ تھا کہ وہ امامہ پر بیٹے کے لیے دباؤ ڈالتا رہا تھا۔ حالانکہ جانتا بھی تھا کہ وہ اس معاملے میں کس درجہ بے بس ہے۔

"میں غلطی پر تھا ہر لحاظ سے۔ مجھے احساس ہو چکا ہے امامہ، کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو ان تمام زیادتیوں کے لیے جو میں تمہارے ساتھ کر چکا ہوں؟" اس کے نرم ہاتھ اپنے لرزیدہ ہاتھوں میں لے کر انہی پر پیشانی ٹکائے وہ سسک اٹھا تھا امامہ کے تو جیسے اوسان ہی خطا ہو کر رہ گئے۔

(جاری ہے)

خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
July 2014
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM

آیا ہوں کہاں سے سرِ شام نہ پوچھا
بستی کے چراغوں نے مرا نام نہ پوچھا
میں نے بھی اسے دیکھ کے رخ پھیر لیا تھا
اس نے بھی مرا حال سرِ عام نہ پوچھا

انتظارگاہ کی دیواروں پر لٹکے ہوئے ریلوے نظام کے مختلف چارٹ کو کئی دفعہ پڑھنے کے بعد ناہید نے اپنے بائیں طرف والی نشست پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جس پر ابھی ابھی بھاری بھرکم عورت آ کر بیٹھی تھی۔ اس عورت نے دوستانہ مسکراہٹ سے ناہید کی طرف دیکھا۔ ناہید نے بھی صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا وہ نہایت خاموش طبع تھی اور اجنبیوں سے تو ویسے ہی بہت کم بے تکلف ہوتی۔ اسی دوران ناہید کے سامنے والی نشست پر تیکھے نقوش کی ایک دبلی پتلی لڑکی نے قبضہ جما لیا اس کے ساتھ ایک مرد بھی تھا۔ جو غالباً اس کا شوہر ہوگا ناہید نے دلچسپی سے اس جوڑے کی طرف دیکھا اور پھر دروازے کی طرف دیکھنے لگی اسے ڈر تھا کہ یہ عورت کہیں اس سے بات چیت نہ شروع کردے۔ اسے اب اپنے شوہر پر غصہ آنے لگا تھا جو کسی کام کا کہہ کر باہر گیا تھا اور اب تک واپس نہیں آیا تھا۔ ناہید نے وقت گزاری کے لیے چارٹ کو دوبارہ پڑھنا شروع کردیا۔ پڑھنا کیا بلکہ صرف نظریں ہی اس پر تھیں دل کہیں اور تھا۔ وہ شادی کے پورے ایک سال بعد اپنے ماں باپ سے ملنے جارہی تھی۔ ٹرین کو بھی آج ہی لیٹ ہونا تھا۔ وہ منہ میں بڑبڑائی اسے محسوس ہوا کہ اسے کوئی آنکھ مسلسل گھور رہی تھی۔ اس نے گھبرا کر دائیں طرف گردن گھمائی۔ دو بڑی اشتیاق سے مردانہ آنکھیں اسے گھور رہی تھیں۔ اس مرد کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ اس کا شیو بڑھا ہوا تھا اور اس کے سر پر فلیٹ کیپ تھی۔ ناہید کے بدن پر سوئیاں سی چبھنے لگیں اس کے لیے بحیثیت عورت یہ کوئی نئی بات نہیں تھی لیکن اس کی ایسی حالت پہلی دفعہ ہوئی تھی عجیب وحشت تھی اس کی آنکھوں میں اس نے گھبرا کر منہ دوسری طرف کرلیا اسے شہباز پر غصہ آنے لگا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد جب دوبارہ دیکھا تو وہ شخص اسے مسلسل گھور رہا تھا۔ اتنے لوگوں کے باوجود اس کا بدن کانپنے لگا وہ شہباز کو دیکھنے کے لیے ابھی کھڑی ہی ہوئی تھی کہ وہ خود انتظارگاہ میں داخل ہوا۔

”کہاں رہ گئے تھے؟“ ناہید نے نیم خفگی سے پوچھا۔

”ارے اتنے پنکھے چل رہے ہیں تمہیں اب بھی پسینہ آرہا ہے۔“ شہباز نے اس کے سوال کو نظرانداز کرکے پوچھا۔

رہے ہیں۔ پتا نہیں اسے موت کیوں نہیں آتی۔" وہ تنفر سے بولی۔

یہ وہ بہو تھی جسے وہ عمر کی پسند کے خلاف بہو بنا کر لائی تھی۔ کیونکہ زنیرہ کی ماں اس کے بچپن میں وفات پا گئی تھیں۔ وہ ماں تھی اور ممتا کے ہاتھوں مجبوراً اس نے عمر کے آگے ہاتھ جوڑے کہ میری بہن کی بیٹی سے شادی کرلو، یہ تمہارا مجھ پر احسان ہوگا۔ دل کے نا چاہتے ہوئے بھی عمر آفندی کو ماں کی بات ماننی پڑی اور آج وہی بھانجی، وہی بہو اس کے مرنے کی دعائیں مانگ رہی تھیں نجانے کتنے آنسو اس کمزور آنکھوں سے بہنے لگے۔

"زونی پلیز تم ٹینشن مت لو، بڑھاپے میں دماغ خراب ہوجاتا ہے۔ تم کمرے میں چلو۔" وہ بیوی کا موڈ ٹھیک کرنا چاہتا تھا۔ یہ سوچے بغیر کہ جس ماں نے پال پوس کر بڑا کیا ایک لمحے میں اس نے اس ماں کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے۔ عمر جب 4 سال کا تھا تو اس کا شوہر وفات پا گیا ہارٹ اٹیک نے اس کی ہنستی بستی زندگی تباہ کردی۔ لیکن عمر کی خاطر اس نے دوسری شادی نہیں کی کہ ماں سے بچھڑ کر۔ اسے ماں جیسا پیار کون دے گا۔ سب نے کہا کہ وہ شادی کرلے لیکن عمر سے والہانہ محبت نے اسے یہ قدم اٹھانے سے منع کردیا۔ آخر عمر بڑا ہو کر اس کا سہارا بنے گا۔ یہ سوچ اسے خوشی دیتی اور اس نے ہنس کر یہ قربانی قبول کرلی۔

❀......☆......❀

"ماں، مجھے سائیکل چاہیے سب لڑکے سائیکل پر اسکول جاتے ہیں میں اتنی دور پیدل جاتا ہوں اتنی گرمی ہوتی ہے اور سب لڑکے میرا مذاق بناتے ہیں۔" دس سالہ عمر ماں سے ایک نئی فرمائش کر رہا تھا پہلے گزر بسر بہت مشکل سے ہو رہی تھی پھر بھی تو تین ہزار کی بھاری رقم فیس کی صورت میں ادا کی تھی اب نئی فرمائش...... وہ بیٹے کا دل بھی توڑنا نہیں چاہتی تھیں۔

ایاز آفندی کی وفات کے بعد اس نے اپنی ذات اور بیٹے کو کسی پر بوجھ نہیں بننے دیا تھا۔ ایاز آفندی کے چھوٹے سے گھر میں وہ اپنے بیٹے کے ساتھ بہت سادہ اور پرسکون زندگی بسر کررہی تھی۔ صبح سے دوپہر تک وہ دو، تین گھروں میں کام کرتی اور پھر رات دیر تک سلائی کرتی، وہ عمر آفندی کا مستقبل روشن بنانا چاہتی تھی۔ اس کے لبوں سے نکلی ہر خواہش کو پورا کرنا چاہتی تھی کہ اسے باپ کی کمی محسوس نہ ہو وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔ وہ خود بھوکا رہ کر اس کے لیے کھانا بچا کر رکھتی تھی۔ کئی سالوں سے نئے کپڑے بنانے کا خیال اسے آیا ہی نہیں۔ ہاں، ہر تہوار پر وہ عمر آفندی کے لیے دو، تین قیمتی سوٹ ضرور بناتی تھی۔ بہت محبت تھی اسے اپنے عمر آفندی سے اور عمر بھی بہت محبت کرتا تھا ماں سے اسی لیے وہ شہر کے اچھے انگلش اسکول میں عمر آفندی کو پڑھا رہی تھی کہ بڑا ہو کر اس کا بیٹا ڈاکٹر بنے، وہ دن رات محنت کرکے اس کی بھاری فیس بھرتی، لیکن اب اس کے پاس صرف دو ہزار روپے تھے اور گھر کا راشن بھی ختم تھا۔ ایک معمولی سائیکل بھی پانچ، چھ ہزار سے کم نہیں ملتی تھی۔ ماں کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر وہ دوبارہ بولا۔

"ماں میں نے کچھ کہا ہے، اگر مجھے سائیکل نہ لے کردی تو میں اسکول نہیں جاؤں گا۔" عمر آفندی نے غصے سے کہا۔

"میرے بچے بس دو دن صبر کرلے، میں اپنے چاند کو ضرور سائیکل لے کردوں گی۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی تو وہ ماں سے لپٹ گیا۔

"میری امی بہت اچھی ہیں مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں۔" وہ خوشی سے بولا۔

"ہاں میں اپنے چاند سے بہت محبت کرتی ہوں تو ہی تو میری کائنات ہے۔" اولاد کتنی بھی بڑی ہوجائے ماں کے لیے ننھی منی ہی رہتی ہے۔

❀......☆......❀

"عمر جینا حرام کردیا ہے تمہاری ماں نے میرا، کبھی کوئی فرمائش، کبھی کچھ نجانے کب جان چھوٹے گی اس

رفعت نواز

السلام علیکم آنچل اسٹاف اور آنچل کی پیاری قارئین کو دلی سلام قبول ہو۔ میرا نام رفعت نواز ہے میں 15 دسمبر کی شام کو اس دنیا میں رونق افروز ہوئی' بہن بھائیوں میں میرا نمبر چوتھا ہے ہم تین بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ بھائی دونوں بڑے ہیں اس کے بعد میری بہن ہے اور وہ بھی میری طرح آنچل کی دیوانی ہے۔ چھوٹی بہن شازیہ کو بھی آنچل پسند ہے میں 6 سال سے آنچل کی خاموش قاری رہی ہوں۔ مجھے آنچل کے تمام سلسلے بے حد پسند ہیں فیورٹ ڈائجسٹ آنچل' فیورٹ رنگ سیاہ ہے۔ پسندیدہ شخصیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ پسندیدہ رائٹر میں میرا شریف طور' نازیہ کنول نازی' آسیہ رزاقی' نمرہ احمد' عمیرہ احمد' ام مریم' نگہت عبداللہ' اقراء صغیر احمد ہیں۔ مجھے اپنی زندگی میں بہت سے رشتے بے حد عزیز ہیں لیکن اظہار نہیں کرسکتی' مجھے اپنی کزن ثمینہ جو کہ میری دوست بھی ہے بے حد پسند ہے۔ خوبی مجھے نہیں پتا کہ مجھ میں کون سی خوبی ہے شاید اعتبار اور بھروسہ کرنا لیکن کبھی کبھی اپنی یہی خامی بھی لگتی ہے۔ میں رشتوں سے جلد بدگمان ہوجاتی ہوں اور غصہ بہت زیادہ آتا ہے اور سارا خود پر ہی اتارتی ہوں' کبھی کبھی میں خود کو بہت تنہا محسوس کرتی ہوں جب ایسا ہوتا ہے تو میں آنچل کو دوبارہ پڑھنے لگتی ہوں تو پھر تنہائی ختم ہوجاتی ہے اور یہ سوچ کر مطمئن ہوجاتی ہوں کہ کوئی اور میرا ہے یا نہیں لیکن آنچل تو میرا اپنا ہے۔ میری تمام لوگوں سے ایک ہی درخواست ہے کہ پلیز کسی کو دھوکہ نہ دیں' دھوکہ دینے والے یہ نہیں سوچتے وہ جن کو دھوکہ دیتے ہیں وہ زندگی پھر کسی اور پر اعتبار نہیں کرپاتے اور کسی کا مان بھی نہ توڑیں' شکریہ' اللہ حافظ۔

مصیبت سے میری۔'' زنیرہ شوہر کو گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر بلند آواز سے چلائی۔ وہ جو آفس سے تھکا ہارا آیا تھا بیوی کو غصے میں دیکھ کر اسے ماں پر مزید غصہ آیا۔

''اس گھر کا ماحول کبھی خوشگوار نہیں رہ سکتا۔ جب تک یہ بڑھیا نہیں مرتی۔'' ذہن کی آخری حد کی غلاظت کے ساتھ عمر آفندی نے ماں کے بارے میں سوچا۔

''زونی اب کیا ہوا ہے؟'' وہ محبت سے بیوی کو دیکھ کر بولا۔

''ہونا کیا ہے، صبح میرے کمرے میں رکھا وہ ڈیکوریشن پیس توڑ دیا جو آپ نے میری برتھ ڈے پر دیا تھا۔'' کہنے کے ساتھ زنیرہ آنسو بہانے لگی اور وہ غصے سے دھاڑتا ہوا ماں کے پاس پہنچا۔

''کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ، کیوں جینا حرام کر رکھا ہے۔ کبھی اس گھر میں کوئی دن سکون کا جینے دو گی بھی یا نہیں یا اسی طرح اپنی نحوست اس گھر پر رکھو گی نجانے کس گناہ کی سزا مل رہی ہے مجھے۔'' وہ وہاں پہ دھاڑ رہا تھا اور وہ بوڑھی آنکھیں ایک بار پھر نم ہوچکی تھی۔

''نہیں عمر پتر، زنیرہ دھی کو غلط فہمی ہوئی ہے وہ گھر (ڈیکوریشن پیس) میں نے نہیں توڑا میں تو سنی کے رونے کی آواز پہ اندر گئی تھی۔ کوئی چیز نیچے گری تھی۔ مجھے لگا جیسے سنی گر گیا اور وہ گھر تو سنی سے گرا تھا۔''

''کیوں اس کرتی ہے یہ خود نقصان کرکے میرے بیٹے پر الزام لگا رہی ہے کیا مرنا بھول گئی ہو، دیکھو کیسے بیٹے کے سامنے مظلوم بن رہی ہے۔'' زنیرہ چلا کر بولی۔

''پتا نہیں اس مصیبت سے کب میری جان چھوٹے گی۔'' یہ کہتے ہوئے عمر آفندی وہاں سے نکل گیا۔

بوڑھی آنکھوں نے روتے دل سے مرجانے کی دعا کی جب والدین اولاد پر بوجھ بن جاتے ہیں تو پھر ان کا مر جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ زنیرہ نے ایک زہریلی مسکراہٹ سے اس بے بس بوڑھی عورت کو دیکھا پھر

قریب آ کر بولی۔
"بہت مان تھا نا بیٹے پر، یہی بیٹا تجھے خود ایک دن اس گھر سے نکالے گا۔"
"نہیں میرا عمر ایسا نہیں کرسکتا۔" نجانے کس مان کے تحت اس نے بہو کو پختہ آواز میں کہا۔
"یہ تو وقت بتائے گا۔"

❁......☆......❁

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی۔ اسے کمرے میں ماں کہیں نظر نہ آئی۔ رات کے اس پہر اس کی ماں کہاں جاسکتی ہے اس نے الجھتے ذہن کے ساتھ سوچا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ برآمدے میں اس کی ماں سردی میں بیٹھی کپڑے سلائی کررہی تھی۔ رات کے دو بج رہے تھے اور وہ سردی سے بے نیاز اپنے کام میں مگن تھی۔ پاس چائے کا ایک کپ پڑا تھا۔ جسے شاید اس نے نیند نہ آنے کے لیے رکھا تھا۔
"ماں، آپ اب تک جاگ رہی ہیں۔" عمر نے حیرت سے ماں کو دیکھا۔ آج سے پہلے تو اس نے اتنی رات تک سلائی نہیں کی تھی۔
"صبح کچھ کپڑے سلائی کے دینے تھے تو سوچا کہ ابھی بیٹھ کر سلائی کرلوں۔ صبح تو کام پر جانا ہوتا ہے نا۔" ماں نے محبت سے بیٹے سے جھوٹ بولا۔
وہ کیا بتاتی کہ اسے دن رات محنت کرکے اس کے لیے سائیکل خریدنی تھی جس پر اس کا بیٹا اسکول جائے تو اسے گرمی نہ لگے۔ صبح اس کام کے چار ہزار روپے ملنے تھے دو ہزار روپے کے وہ کپڑے سلائی کرچکی تھی۔ صبح وہ اپنے بیٹے کے لیے سائیکل خریدے گی یہ بات اسے خوشی دے رہی تھی کہ سائیکل کو پا کر اس کا بیٹا کتنا خوش ہوگا۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ سائیکل خریدنے کے بعد پورا مہینہ کیسے گزرے گا اور پھر فیس، بہت ساری سوچیں ذہن میں آئیں لیکن بیٹے کی خوشی سے بڑھ کر تو کچھ بھی نہیں تھا۔
"بیٹا تم جاکر سو جاؤ میں آتی ہوں۔"
"نہیں ماں، مجھے اکیلے ڈر لگ رہا ہے۔ مجھے اکیلے نہیں سونا مجھے آپ کے ساتھ سونا ہے۔" وہ بہت ضدی لہجے میں بولا تو نصرت بیگم سب کام چھوڑ کر بیٹے کو لے کر کمرے میں آ گئی اور پھر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ میٹھی گہری نیند سو گیا۔

❁......☆......❁

"عمر! مجھے ساری رات نیند نہیں آتی، یہ تمہاری بیمار ماں ساری رات کھانستی رہتی ہے۔ مجال ہے جو ایک منٹ کے لیے بھی سونے دے، تنگ آ گئی ہوں میں اس زندگی سے۔" عمر دوپہر کا کھانا کھانے گھر آیا تو بیوی کی ایک نئی شکایت سنی۔
"تو میں کیا کروں۔" اس نے بیزاری سے بیوی کو دیکھا۔
"تم اسے کوارٹر میں شفٹ کردو، وہاں ملازم بھی تو رہتے ہیں۔" اس نے دل کی بات شوہر کو بتادی۔
"کیا؟ تم پاگل ہوگئی ہو، اماں وہاں اکیلی کیسے رہیں گی۔" بہت اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے بیوی سے کہا۔
"لو، کیا ملازم انسان نہیں اگر یہ وہاں رہے تو قیامت تو نہیں آ جائے گی۔" عمر کی خاموشی پر اس نے کہا۔
"ٹھیک ہے تم فرمانبرداری کرو، رہو اپنی ماں کے پاس رہو میں اپنے گھر جارہی ہوں وہ ہمیشہ کی طرح پھر دھمکی دے رہی تھی۔ جس کے آگے عمر آفندی ہمیشہ ہار جاتا تھا۔
"نہیں تم کہیں مت جاؤ، بچے پریشان ہوں گے۔ امی کا بستر کوارٹر میں لگوا دیتے ہیں۔" اس نے فیصلہ کرلیا تھا۔ زنیرہ نے محبت سے شوہر کو دیکھا۔
عمر آفندی ماں کے کمرے میں آیا تو وہ بھی شوہر کے پیچھے آ گئی تھی۔ وہ بوڑھی عورت بخار میں تپ رہی تھی۔ صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔
"اماں آج سے تم کوارٹر میں سو جانا، زوبی کو نیند نہیں آتی تمہارے کھانسنے سے۔" وہ روٹھے لہجے میں ماں

صائمہ مشتاق

ڈیئر آنچل اسٹاف اور قارئین کرام کیا حال ہے جی آپ سب کا؟ امید کرتی ہوں کہ تمام لوگ خیریت سے ہوں گے تو جناب آتے ہیں اپنے تعارف کی جانب' آہم آہم میرا نام صائمہ مشتاق ہے ماہ بدولت دس نومبر کو اس دنیا میں تشریف لائیں اور حال ہی میں 10th کلاس کے پیپر دیئے ہیں اور ہم جوائنٹ فیملی ہیں' ہم چار بہن بھائی ہیں' میرا سب سے پہلا نمبر ہے پھر مجھ سے چھوٹا بھائی احسن پھر ایک بہن اقراء اور سب سے چھوٹا بھائی وقاص ہے جو ہم سب کا لاڈلہ ہے۔ کھانے میں چنا چاول پسند ہے' لباس میں شلوار قمیص اور فراک پسند ہے۔ پھولوں میں گلاب اور موتیا کے پھول پسند ہیں۔ شاعری جنون کی حد تک پسند ہے' کچھ کچھ خود بھی شاعری کر لیتی ہوں۔ جیولری میں مجھے ایئر رنگز بہت پسند ہیں' شاعروں میں محسن نقوی' وصی شاہ' امجد اسلام امجد' پروین شاکر سب بہت پسند ہیں۔ رائٹرز میں میرا شریف نازیہ کنول نازی' سباس گل' ام مریم' نمرہ احمد' عمیرہ احمد' نگہت عبداللہ پسند ہیں۔ خوبیاں یہ ہیں کہ ہر کسی سے بنا کر رکھتی ہوں اگر کوئی ناراض ہو جائے تو چاہے میری غلطی نہ ہو تو پھر بھی سوری کر لیتی ہوں اور خامیاں یہ ہیں کہ ہر کسی پر جلد اعتبار کر لیتی ہوں جس کا بہت نقصان اٹھا چکی ہوں میری بہت زیادہ فرینڈز ہیں' نرگس' صباء' ثمینہ' اقراء' راحیلہ' ہم سب فرینڈز ہیں اور میری آئیڈیل میری پھوپو جانی شگفتہ فاروق ہیں میں بالکل ان جیسا بننا چاہتی ہوں۔ سردیوں کا موسم بہت پسند ہے' بارش بہت دکھی کر دیتی ہے' رسالوں میں مجھے آنچل' خواتین' شعاع اور کرن پسند ہے۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ اللہ آنچل کو اور بھی ترقی عطا فرمائے اور ملک پاکستان کی خیر فرمائے' آمین۔ میرا تعارف کیسا لگا ضرور بتایئے گا۔

سے بولا۔

بوڑھی عورت کو پہلی حیرت تو بیٹے کے آرام سے بات کرنے پر ہوئی اور دوسری حیرت اس کی بات پر۔

"لیکن بیٹا مجھے کوارٹر میں ڈر لگے گا" وہ نحیف کمزور آواز میں بولی۔

"ہاں قبر میں تو اپنے ساتھ باڈی گارڈ لے کر جائے گی۔" زنیرہ نے تنفر سے نصرت بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا اور وہ خاموش ہو گئی دل پر کسی نے چھرا گھونپ دیا تھا۔

"وہاں ملازم ہوتے ہیں، ڈر نہیں لگے گا۔"

اور پھر اسی شام کو بوڑھی عورت کو کوارٹر میں شفٹ کروا دیا گیا۔ وہ کمزور بوڑھی آنکھیں ساری رات اپنی بے بسی پر روتی رہی۔ ساری رات اس نے موت کی دعا مانگی۔ کسی کروٹ اسے نیند نصیب نہ ہوئی، بخار شدید ہو گیا تھا۔

❁......☆......❁

دن رات کی محنت اور مہینے بھر کی کمائی سے اس نے اپنے بیٹے کو سائیکل لے کر دی تھی عمر آفندی نئی سائیکل پا کر بہت خوش تھا اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے بیٹے کو خوش دیکھ کر نصرت بیگم خوش ہو رہی تھیں۔ زندگی اسی طرح گزر رہی تھی عمر آفندی نے میٹرک کے بعد کالج میں داخلہ لے لیا اور ماں کی دن رات کی محنت اور دعاؤں سے وہ کامیابی حاصل کرتا رہا۔ وہ ایف اے کے امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے پاس ہوا تو حکومت نے اسکالر شپ دے دی۔ اس طرح وہ اپنے اخراجات پورے کر کے پڑھتا رہا اور پھر ایک دن وہ پروفیسر بن گیا البتہ ڈاکٹر نہ بن سکا۔

❁......☆......❁

کئی دن بعد وہ ماں کے کوارٹر میں آیا تو ماں کو سسکتے پایا۔ ملازم ہی اس بوڑھی عورت کا خیال رکھتے تھے۔

"ماں کیسی طبیعت ہے، وہ عمر سے خفا تھی بھی بات

نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن عمر کو دیکھ کر وہ ساری ناراضگی بھول گئی تھی۔

"بخار ہے بیٹا۔" وہ کمزور آواز میں بولی۔

"چل ماں تجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں۔"

نجانے اس کے دل میں کیا آیا اور پھر وہ ماں کو لے کر ڈاکٹر کے پاس چلا آیا۔ ڈاکٹر کے پاس جا کر اس پر انکشاف ہوا کہ اس کی ماں کینسر کی مریضہ ہے۔ عمر آفندی کو اس خبر سے بہت دھچکا لگا اور پھر وہ ماں کو کچھ بتائے بغیر گھر لے آیا۔ پھر اس نے اپنی بیوی کو ماں کی بیماری کے متعلق بتایا تو گھر میں ایک قیامت سی آ گئی۔

"تمہاری ماں کو کینسر ہے، ہائے میرے بچوں کو کچھ نہ ہو جائے مجھے نہیں رہنا اس گھر میں، تمہاری ماں اس گھر میں رہے گی یا پھر میں۔" اس نے فیصلہ سنا دیا تھا اور ایک بار پھر بوڑھی کمزور ماں اولاد کے ہاتھوں ہار گئی۔

اب وہ ایدھی سینٹر جا چکی تھی۔ ان بوڑھی آنکھوں میں کوئی آنسو نہیں تھا۔ لبوں پر کوئی شکوہ نہیں تھا۔ اس کے بیٹے نے اسے زندہ قبر میں اتار دیا تھا اور اس نے خود پر مٹی ڈال کر خود کو دفن کر لیا تھا۔

❁......☆......❁

ایک دن ایدھی سینٹر سے فون آیا کہ آپ کی ماں مر چکی ہے۔ اس نے بغیر کسی افسوس کے ماں کو دفن کیا کہ اب اس کی زندگی پرسکون ہو چکی ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے لیے دن رات دعا کرنے والے ہاتھ اب منوں مٹی تلے دب چکے ہیں اور زندگی کی آفات اب اس پر اترنے والی تھیں۔

❁......☆......❁

دو سال بعد وہ خود بستر مرگ پر تھا اس کی بیوی اسے چھوڑ کر جا چکی تھی۔ جب اسے علم ہوا کہ عمر آفندی کو کینسر ہے تو وہ اپنے بچوں کے ہمراہ اپنے باپ کے پاس چلی گئی۔ اس کے بچے اس کے نافرمان ہو گئے تھے۔ جانے سے پہلے وہ تنفر سے بولی تھی۔

"تم جیسے انسان کا یہی حال ہونا چاہیے۔ جس ماں نے تیس سال تمہیں پالا پوسا...... میرے پیچھے لگ کر تم نے اس ماں کو قبر میں اتار دیا۔ جب تم اتنے نافرمان اولاد ثابت ہوئے تو اب اپنی اولاد سے کس فرمانبرداری کی توقع رکھتے ہو۔ تم اپنی ماں سے مخلص نہیں تھے، جب میں بوڑھی ہو جاؤں گی تو میرے ساتھ بھی یہی سلوک کرو گے۔ مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا جو سگی ماں کا نہیں ہو سکا وہ مجھ سے کہاں مخلص ہوگا۔ مجھے طلاق چاہیے۔" یہ کہہ کر وہ جا چکی تھی۔

"ہر عمل کا مکافات عمل ضرور ہوتا ہے۔" عمر آفندی نے بھیگی آنکھوں سے سوچا۔ شدت کرب سے اس نے مر جانے کی دعا کی لیکن زندگی کا ابھی امتحان باقی تھا۔ اس نے بھیگی آنکھوں سے ماں کو پکارا۔

"ماں...... ماں...... میری پیاری ماں...... صرف ایک بار آ جاؤ۔ میں کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ میں اپنے ہر گناہ کا کفارہ ادا کروں گا۔ ماں میری پیاری ماں...... صرف ایک بار آ جاؤ، بچپن میں میری ایک آواز پر تم آ جاتی تھیں، ماں اب بھی آ جاؤ...... ماں صرف ایک بار......" روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

ہم جگنو تھے ہم تتلی تھے ہم رنگ برنگے پنچھی تھے
کچھ ماہ و سال کی جنت میں ماں ہم دونوں بھی ساتھی تھے
میں چھوٹا سا اک بچہ تھا تیری انگلی تھام کر چلتا تھا......!
تو دور نظر سے ہوتی تھی میں آنسو آنسو روتا تھا......!
اک خوابوں کا روشن بستہ تو روز مجھے پہناتی تھی......!
جب ڈرتا تھا میں راتوں کو تو اپنے ساتھ سلاتی تھی
ماں تو نے کتنے برسوں تک اس پھول کو سینچا ہاتھوں سے
جیون کے گہرے بھیدوں کو میں سمجھا تیری باتوں سے
میں تیرے ہاتھ کے تکیے پر اب بھی رات کو سوتا ہوں
ماں میں اک چھوٹا سا بچہ تیری یاد میں اب بھی روتا ہوں

آیا ہوں کہاں سے سرِ شام نہ پوچھا
بستی کے چراغوں نے مرا نام نہ پوچھا
میں نے بھی اسے دیکھ کے رخ پھیر لیا تھا
اس نے بھی مرا حال سرِ عام نہ پوچھا

انتظار گاہ کی دیواروں پر لٹکے ہوئے ریلوے نظام کے مختلف چارٹ کو کئی دفعہ پڑھنے کے بعد ناہید نے اپنے بائیں طرف والی نشست پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جس پر ابھی ابھی بھاری بھرکم عورت آ کر بیٹھی تھی۔ اس عورت نے دوستانہ مسکراہٹ سے ناہید کی طرف دیکھا۔ ناہید نے بھی صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا وہ نہایت خاموش طبع تھی اور اجنبیوں سے تو ویسے ہی بہت کم بے تکلف ہوتی۔ اسی دوران ناہید کے سامنے والی نشست پر تیکھے نقوش کی ایک دبلی پتلی لڑکی نے قبضہ جما لیا اس کے ساتھ ایک مرد بھی تھا۔ جو غالباً اس کا شوہر ہوگا ناہید نے دلچسپی سے اس جوڑے کی طرف دیکھا اور پھر دروازے کی طرف دیکھنے لگی اسے ڈر تھا کہ یہ عورت کہیں اس سے بات چیت نہ شروع کر دے۔ اسے اب اپنے شوہر پر غصہ آنے لگا تھا جو کسی کام کا کہہ کر باہر گیا تھا اور اب تک واپس نہیں آیا تھا۔ ناہید نے وقت گزاری کے لیے چارٹ کو دوبارہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پڑھنا کیا بلکہ صرف نظریں ہی اس پر تھیں دل کہیں اور تھا۔ وہ شادی کے پورے ایک سال بعد اپنے ماں باپ سے ملنے جا رہی تھی۔ ٹرین کو بھی آج ہی لیٹ ہونا تھا۔ وہ منہ میں بڑبڑائی اسے محسوس ہوا کہ اسے کوئی آنکھ مسلسل گھور رہی تھی۔ اس نے گھبرا کر دائیں طرف گردن گھمائی۔ دو بے اشتیاق مردانہ آنکھیں اسے گھور رہی تھیں۔ اس مرد کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ اس کا شیو بڑھا ہوا تھا اور اس کے سر پر فیلٹ کیپ تھی۔ ناہید کے بدن پر سوئیاں سی چبھنے لگیں اس کے لیے بحیثیت عورت یہ کوئی نئی بات نہیں تھی لیکن اس کی ایسی حالت پہلی دفعہ ہوئی تھی عجیب وحشت تھی اس کی آنکھوں میں اس نے گھبرا کر منہ دوسری طرف کر لیا اسے شہباز پر غصہ آنے لگا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد جب دوبارہ دیکھا تو وہ شخص اسے مسلسل گھور رہا تھا۔ اتنے لوگوں کے باوجود اس کا بدن کانپنے لگا وہ شہباز کو دیکھنے کے لیے ابھی کھڑی ہی ہوئی تھی کہ وہ خود انتظار گاہ میں داخل ہوا۔

"کہاں رہ گئے تھے؟" ناہید نے نیم خفگی سے پوچھا۔

"ارے اتنے پنکھے چل رہے ہیں تمہیں اب بھی پسینہ آ رہا ہے۔" شہباز نے اس کے سوال کو نظرانداز کر کے پوچھا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔ آپ نے بہت دیر کردی۔" وہ بہت دیر بعد ہنسی تھی۔

"ہاں بس آدھے گھنٹے بعد گاڑی آجائے گی۔" شہباز نے اسے مطلع کیا۔

"ابھی آدھا گھنٹہ اور بیٹھنا پڑے گا۔" ناہید نے سوال کیا۔

"تو اور کیا اتنی جلدی میکے تھوڑی پہنچ جاؤ گی۔ یہ سسرال کی زمین ہے۔ اتنی جلدی پیچھا تھوڑی چھوڑے گی۔" شہباز نے ہنس کر کہا۔

ناہید کو اس کا مذاق اچھا لگا۔ اس نے شرما کر گردن جھکالی۔ ناہید نے بے خیالی میں نظریں گھمائیں تو اس کی نظر پھر سے اسی مرد پر جا ٹکی جو ابھی تک اسے دیکھ رہا تھا۔ ناہید نے بے چینی سے شہباز کو باہر چلنے کو کہا۔

"چلو ٹھیک ہے کچھ دیر باہر ٹہل لیتے ہیں۔" شہباز سامنے بیٹھے ہوئے مرد سے سامان کی حفاظت کا کہہ کر باہر چلا گیا۔ ناہید کو اب اطمینان تھا کہ وہ نظریں اس سے اب بہت دور تھیں لیکن اس کا یہ اطمینان پانی میں نمک کی طرح گھل گیا وہ اجنبی اسے پلیٹ فارم پر بھی نظر آگیا۔ اس کی نظریں مسلسل ناہید کے تعاقب میں تھیں۔

"آؤ اندر چل کر بیٹھتے ہیں۔" ناہید نے شہباز کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

"تمہیں کیا ہوگیا ہے ابھی تو تم باہر آنے کی ضد کررہی تھیں اور اب اندر آجاؤ۔" جتنی دیر میں شہباز نے یہ کلمات ادا کیے ناہید انتظار گاہ کی طرف بڑھ چکی تھی۔ شہباز حیرت سے اسے جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ پہلے تو یہ ایسی نہیں تھی۔ اب اسے کیا ہوگیا ہے پہلے تو اس نے کبھی بھی ایسی حرکتیں نہیں کی تھیں۔ اب اتنی اکھڑی اکھڑی سی کیوں ہے پھر خود ہی یہ سوچ کر خوش ہوگیا کہ وہ یہ سب اس کی محبت میں کررہی ہے۔ وہ یقیناً یہ سوچ رہی ہوگی کہ میں تو اسے چھوڑ کر واپس آجاؤں گا اور پھر اسے پورے ایک مہینے میرے بغیر رہنا ہوگا بس اسی غم میں یہ اوٹ پٹانگ حرکتیں کررہی ہے۔ شہباز نے اٹیچی اٹھائی اور انتظار گاہ سے باہر نکل آیا۔ گاڑی پلیٹ فارم سے لگنے سے پہلے ہی لوگ پلیٹ فارم پر آچکے تھے۔ اتنے بڑے اسٹیشن پر لوگ بہت کم تھے۔ جو گاڑی کے پلیٹ فارم پر رکتے ہی مختلف ڈبوں میں سما گئے شہباز بھی اسی ڈبے میں داخل ہوا جہاں اس نے بکنگ کروائی تھی۔ گاڑی نے وسل دی اور آہستہ آہستہ چلنا شروع ہوگئی۔ ناہید اب مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اجنبی شخص کسی اور ڈبے میں سوار ہوچکا ہوگا پھر وہ اپنی بے وقوفی پر خود ہی مسکرادی۔

ایسے آوارہ مزاج مرد دنیا میں ہوتے ہیں میں تو خوامخواہ ڈر رہی تھی۔ اور یہ اتفاق بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ شخص مجھے ہر جگہ مل رہا تھا ممکن ہے ایسا نہ ہو جیسا میں سوچ رہی تھی۔ اس نے خود سے کہا اور شہباز سے باتوں میں مصروف ہوگئی مردانہ ڈبہ تھا۔ اس لیے اس کی اِدھر اُدھر دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی لیکن آخر کب تک شہباز سے وہ کتنی باتیں کرتی اس نے وقت گزاری کے لیے گاڑی کی کھڑکی سے باہر جھانکنا شروع کردیا۔ جب اس مصروفیت سے بھی تھک گئی تو اس نے ڈبے کا جائزہ لینا شروع کردیا۔ طرح طرح کے لوگوں سے ڈبا بھرا ہوا تھا۔ اس نے لاشعوری طور پر اس بھیڑ میں اس اجنبی کو ڈھونڈنا شروع کردیا۔ جہاں تک اس کی نظریں جاسکتی تھیں اس نے دیکھا لیکن وہ اجنبی اسے کہیں نظر نہ آیا۔ "وہ یہاں ہے ہی نہیں۔" اس نے بے خیالی میں یہ الفاظ اتنی زور سے ادا کیے کہ شہباز بھی چونک پڑا۔

"کون یہاں نہیں ہے۔" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں نہ جانے بے خیالی میں کیا کہہ گئی۔" اس نے گھبراہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔

اجنبی کو وہاں نہ پاکر ناہید مطمئن ہوگئی۔ ان کی شادی کو ابھی سال ہی گزرا تھا اس لیے ان کی محبت ابھی تازہ تھی یوں بھی شہباز نے اکیلے پن کی زندگی بہت گزاری تھی۔ ناہید اس کے گھر میں چراغ کی طرح داخل ہوئی لہٰذا وہ اس چراغ کی بہت حفاظت کررہا تھا۔ باتوں باتوں میں انہیں محسوس ہی نہ ہوا کہ کتنے اسٹیشن آئے اور گزر گئے۔ دن شب میں تبدیل ہونے کے لیے کمربستہ ہوا تو انہیں بھوک کا احساس ہوا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد

شہباز نے ناہید سے کہا۔

"تم تھک گئی ہوگی۔ برتھ بھی میں نے بک کروائی ہوئی ہے تم برتھ پر جاکر آرام کرلو۔"

"ہاں تھک تو میں گئی ہوں۔ ویسے بھی ابھی رات بھر کا سفر ہے۔" ناہید نے جواب دیتے ہوئے لاشعوری طور پر نگاہیں اوپر کی تو اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں۔ سامنے والی برتھ پر وہی اجنبی نیم دراز تھا۔ اس کی فلیٹ کیپ ابھی تک اس کے سر پر جمی ہوئی تھی ناہید پھر نروس ہوگئی۔

"برتھ پر تم سو جاؤ میں یہیں ٹھیک ہوں۔" اس نے شہباز سے کہا اور پھر خود ہی بولی۔ "نہیں بلکہ تم بھی نہ سوؤ یہاں میرے پاس بیٹھے رہو ہم ایک رات نہیں سوئیں گے تو کیا ہوجائے گا۔" شہباز حیرت سے اس کا منہ تک رہا تھا۔

"یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ خود ہی ایک بات کہتی ہو اور خود ہی اس سے انکار کردیتی ہو۔"

"کچھ نہیں مجھے کچھ نہیں ہوا مگر زیادہ پوچھوں گے تو کچھ ہوجائے گا بس تم مجھے اکیلا نہیں چھوڑنا۔"

"اچھا بابا نہیں چھوڑوں گا تم کو اکیلا نہیں جاتا برتھ پر۔" شہباز نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے تسلی دی۔ "ارے یہ کیا تمہارے ہاتھ تو برف کی طرح سرد ہورہے ہیں۔" شہباز نے اس کا ہاتھ پکڑے پکڑے اس سے کہا۔

"شہباز کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ اگلے اسٹیشن پر ہم ڈبا تبدیل کرلے کسی اور ڈبا میں بیٹھ جائیں یہاں تو میرا دم گھٹ رہا ہے۔" ناہید نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ اوپر بیٹھا اجنبی اس کی حرکتوں پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

"پاگل ہوگئی ہو دوسرے ڈبے میں کیا دوسری دنیا ہے وہاں بھی ان جیسے دوسرے انسان ہوں گے۔ انہی سے ملتے جلتے لوگ، بس بھیڑ ہوگی یہاں کم از کم سیٹ تو ہے اور وہاں سیٹ بھی نہیں ملے گی۔" ناہید اسے کیا بتاتی کہ دوسرے ڈبے میں کون ہوگا۔ اسے احساس تھا کہ اس کی پریشانی شہباز کو بھی پریشان کردے گی۔ اس لیے مزید ضد کرنا اس نے مناسب نہیں سمجھا اور وہ خاموش ہوگئی۔

وہ اس ڈبے میں تنہا نہیں ہے دوسرے لوگ اور شہباز بھی تو ہے اس سوچ نے اس کی ڈھارس بندھائی مگر وہ فکر مند ضرور تھی کہ یہ مرد کون ہے اس کی آنکھوں میں اتنی وحشت کیوں ہے اور وہ اس طرح اس کا پیچھا کیوں کررہا ہے۔ کچھ دیر بعد اسے یوں محسوس ہونے لگا کہ اس اجنبی کو اس نے کہیں دیکھا ہے لیکن کہاں؟ اسے یہ یاد نہیں۔ خیالات کی اس یورش نے اسے تھکا دیا رات کی تاریکی میں پٹری پر ریل کا انجن پوری رفتار سے بھاگ رہا تھا۔ ڈبے میں خاموش زندگی تھی باہر سناٹا تھا۔ ناہید نے شہباز کے کندھوں پر اپنا سر رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔ اس کی آنکھ کھلی تو ڈبے میں گھپ اندھیرا تھا۔ پنکھے بند ہوچکے تھے وہ پسینے میں شرابور ہوچکی تھی۔ اس کے منہ سے اچانک چیخ نکل گئی۔

"شہباز کہاں ہو تم؟"

"ناہید میں یہاں ہوں تمہارے قریب۔" ایک ہاتھ نے اسے گرفت میں لیتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کیا ہے؟" آواز میں ابھی تک خوف کے رنگ باقی تھے۔

"کچھ نہیں ناہید ڈیئر لائٹ چلی گئی ہے۔" شہباز نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں شہباز کچھ ہونے والا ہے۔ مجھے شام ہی سے پتا ہے کچھ ہونے والا ہے۔ شہباز مجھے بچالو مجھے کچھ ہونے والا ہے۔" ناہید چلائی۔

"ناہید یہاں بہت سے لوگ ہیں اگر کچھ ہوگا تو صرف تمہیں نہیں ہوگا۔"

"ہم پر آئے گی بلکہ صرف مجھ پر ہی آئے گی۔"

"نہیں شہباز ہم بچھڑنے والے ہیں آخر اس شخص کا ہم پر داؤ چل ہی گیا وہ اپنے آپ سے باتیں کررہی تھی۔ شہباز اس کی معصومیت پر سوائے مسکرانے کے اور کیا کرسکتا تھا۔ ناہید نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔ اسے محسوس ہوا کہ کوئی سخت ہاتھ اسے قتل کرنے کے لیے اس کی جانب

بڑھ رہا ہے۔ اچانک ڈبے میں روشنی پھیل گئی۔ لائٹ آ گئی۔ پنکھوں نے گردش شروع کردی۔

نہ واردات ہوئی نہ کوئی قتل ہوا یہاں تک کہ سب کچھ ویسے کا ویسا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ ابھی تک شہباز سے لپٹی ہوئی ہے۔ وہ شرما کر اس سے الگ ہوگئی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے سامنے والی برتھ کو دیکھا پرندے کے بغیر پنجرے کی طرح برتھ خالی پڑی تھی۔ نا اجنبی تھا نہ اس کی فلیٹ کیپ پہلے تو اس نے سوچا کہ وہ ادھر اُدھر ہوگا ابھی لوٹ آئے گا لیکن جب صبح نمودار ہوئی تو ابھی تک برتھ خالی تھی۔ اسے ایک انجانی خوشی ہوئی اس کی روح کو رہائی مل گئی۔ برتھ خالی ہونے کا مطلب تھا کہ وہ اجنبی رات میں کسی اسٹیشن پر اتر گیا۔ اسے بغیر کوئی نقصان پہنچائے ناہید کے اندازے غلط ثابت ہوئے اسے خود پر غصہ آنے لگا۔ اس نے ایسے ہی اس شخص پر شک کیا۔ اس نے دل ہی دل میں توبہ کی اور کھڑکی سے باہر کے منظر سے لطف اندوز ہونے لگی۔ گاڑی کی رفتار کم ہونے لگی شاید اسٹیشن آ گیا یہ ایک چھوٹا اسٹیشن تھا۔ یہی وہ زمین تھی جہاں سے وہ ایک سال پہلے دلہن بن کر روانہ ہوئی تھی۔ یہ اسٹیشن اتنا چھوٹا تھا کہ گاڑی برائے نام ہی رکنے کا تکلف کرتی وہاں شاید ان کے سوا کوئی اور سواری بھی نہ اتری ہوگی یہ تو وہ چھوٹا سا قصبہ تھا جہاں ناہید کے والد اکیلے رہتے تھے۔ اب تو بیچارے بیمار رہنے لگے تھے۔ کمزوری بھی کافی ہوگئی تھی۔ ورنہ جوانی میں وہ غضب کا صحت مند ہوا کرتے تھے۔ فائر مین تھے اور کئی میل چل کر اپنی ڈیوٹی پر جایا کرتے تھے۔ اب وہ کئی برس سے ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے تھے۔ ناہید کی شادی کے بعد وہ اوران کی بیوی یعنی ناہید کی ماں دونوں اکیلے رہ گئے تھے۔ کوئی اور اولاد بھی نہیں تھی کہ گھر میں چہل پہل رہتی ناہید نے شادی کے بعد بہت ضد کی کہ وہ اس گھر کو چھوڑ کر ان کے ساتھ رہے لیکن وہ نہیں مانے ناہید نے اسٹیشن سے گھر جاتے ہوئے شہباز سے پھر یہی ذکر چھیڑ دیا کہ وہ ابا سے بات کریں کہ ہمارے ساتھ رہیں۔ شہباز نے بھی اس کی تائید کی۔

چند گلیوں سے گزرنے کے بعد جب ناہید کا گھر اس کی آنکھوں کے سامنے آیا تو آنکھوں میں خوشی کے آنسوؤں نے بسیرا کرلیا وہ پورے ایک سال کے بعد اپنے گھر کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں اس کا بچپن گزرا تھا۔ جہاں اس نے اپنی جوانی کو اپنے آنگن میں اترتے دیکھا تھا۔ وہ اس دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں سے اس کی ڈولی اٹھی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو۔ اب چلو بھی۔" وہ شہباز کی آواز پر چونکی اور گھر میں داخل ہوئی گھر میں عجیب ویرانی برس رہی تھی۔ جیسے کوئی یہاں رہتا ہی نہ ہو۔ ایک سال بعد اتنا کچھ بدل گیا ہوگا اسے اندازہ ہی نہ تھا۔ ابا نے مانوس سی خوشبو کو محسوس کیا اور پلٹ کر دیکھا۔

"ارے ناہید تو شہباز بیٹا آ ؤ آ ؤ۔ نہ خط نہ خیر نہ خبر ناہید کی ماں دیکھو تو کون آیا ہے۔" وہ خوشی سے دیوانے ہورہے تھے۔

شور سن کر ناہید کی ماں باہر آئی۔ ماں بیٹی نے مل کر خوب ساون بھادوں برسایا۔ کچھ دیر کے گلے شکوے کے بعد پھر سے قہقہے اس گھر کا مقدر بن گئے۔ شہباز ایک ہفتے کی چھٹی پر آیا تھا۔ ایک ہفتہ ایک دن کی طرح گزر گیا۔ لہٰذا وہ ناہید کو چھوڑ کر واپس آ گیا۔ ناہید کے بغیر اس نے بیس دن بھی بڑی مشکل سے کاٹے اور ناہید کو لینے سسرال پہنچ گیا۔ ناہید کو اس کی بے تابی اچھی بھی لگی اور غصہ بھی آیا اس کا دل ابھی بھرا نہیں تھا۔ وہ انکار کرنا چاہتی تھی لیکن ابا نے اسے مجبور کیا لہٰذا وہ اپنے ابا سے اس بات کو منوانے کے بعد واپس آ گئی کہ وہ انہیں ملنے ضرور آتے رہیں گے۔ واپس آنے کے بعد شہباز اور ناہید کی زندگی پھر اطمینان کی ڈگر پر رواں دواں ہوگئی۔ دن گھر کے کام کاج میں گزر جاتا شام کو شہباز کے گھر آنے کے بعد دونوں گھومنے پھرنے نکل جاتے زندگی انہی لگے بندھے اصولوں کے سہارے قدم اٹھا رہی تھی کہ ایک زوردار جھٹکے نے ناہید کو پھر جھنجوڑ کر رکھ دیا وہ اجنبی مرد اسے پھر نظر آ گیا۔ جو اسے اسٹیشن پر ملا تھا۔ وہ اس طرح کہ شہباز کے آنے کا وقت ہوگیا تھا۔ مگر وہ خلاف معمول اب تک گھر نہیں آیا تھا۔ ناہید نے چھت پر جا کر

ٹہلنا شروع کردیا۔ جھت پر سے اس نے سڑک پر جھانکنا شروع کردیا اس تانک جھانک میں اس کی خواہش کا بھی دخل تھا کہ شاید اسے شہباز نظر آجائے۔ اچانک اس کی آنکھوں میں کنکر بھر آئے لوگوں کے ہجوم میں اسے وہ فلیٹ کیپ صاف نظر آگئی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اسے اپنی جان خطرے میں نظر آنے لگی۔ اس نے اپنے آپ کو بڑی مشکل سے سنبھالا اور نیچے آگئی اپنے آپ کو بستر پر گرادیا اس کے اردگرد اندھیرا چھیلنے لگا اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اٹھ کر بجلی کا سوئچ ہی آن کرسکے وہ یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہورہی تھی کہ قاتل نے اب تک اس کا دروازہ کیوں نہ کھولا تھا۔ اچانک دروازے پر بیل کی آواز نے ناہید کو اندر تک ہلادیا اس نے تکیہ منہ پر رکھ لیا اور اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ یہ شہباز کے آنے کا وقت تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے محسوس ہوا کہ باہر شہباز ہی ہے۔ اس نے بھاگ کر دروازہ کھول دیا اور سہم کر ایک طرف ہوگئی۔ اس کے ہونٹوں پر خشکی تھی۔ بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا ناہید...... یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے۔"

اتنے میں ناہید چکرا کر زمین پر گری اور گرتے ہی بے ہوش ہوگئی۔

"ناہید...... ناہید......!" وہ زور زور سے چیخنے لگا۔

لیکن بے سود۔ اس نے روایتی طریقہ آزمایا اور اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور یہ طریقہ کامیاب ہوا ناہید کو ہوش آگیا۔ ناہید کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی اس سے شہباز کو تھوڑی تسلی ہوئی لیکن یہ سب کیوں ہوا وجہ تو ڈاکٹر ہی بتا سکتا ہے۔

"شاباش اب تم تیار ہوجاؤ تمہارا ڈاکٹر کے پاس جانا بہت ضروری ہے۔"

"نہیں...... نہیں شہباز! میں ٹھیک ہوں۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔ مجھے پلیز تنہا چھوڑ دو۔" ناہید نے چیخ کر کہا شہباز گھبرا گیا کیونکہ اس سے پہلے وہ کبھی اونچی آواز میں نہیں بولی تھی۔ شہباز کو یقین ہوگیا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس نے ضد کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

"اچھا بابا ہم ڈاکٹر کے پاس نہیں چلتے مگر یہ تو بتاؤ کہ تمہیں ہوا کیا ہے۔"

"کچھ نہیں میں ڈر گئی تھی۔" شہباز کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

"یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے۔ اگر آپ میری زندگی چاہتے ہیں تو وقت پر گھر آجایا کریں۔" معاملے کی سنگینی کا شہباز کو اب احساس ہوتا جارہا تھا۔ شہباز سوچ رہا تھا کہ یہ دن بھر تنہا رہتی ہے گھبرا گئی ہیں تو کیا ہوگا لیکن پہلے بھی تو یہ تنہا ہی رہتی تھی پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا وہ سوچ میں پڑ گیا۔

"کیا سوچنے لگے چلیے منہ ہاتھ دھو لیجیے میں کھانا نکالتی ہوں۔" آواز میں پہلے جیسی نرمی اور نرم لہجہ دیکھ کر شہباز کے چہرے پر تنی فکر جیسے ڈھل گئی۔ وہ مطمئن ہوگیا۔ شہباز تو کھانے کی میز پر مطمئن اور شاداب نظر آرہا تھا لیکن ناہید بجھی بجھی سی تھی۔ شہباز نے ناہید سے کہا کہ آؤ کھانا کھانے کے بعد باہر گھومنے چلتے ہیں۔

"نہیں...... نہیں اتنی رات کو نہیں مجھے ڈر لگتا ہے۔" ناہید نے شہباز کی پیش کش کو رد کردیا۔

"ارے ناہید اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ میں ہوں نہ تمہارے ساتھ کیا تم نے شام سے ڈر ڈر کی رٹ لگا رکھی ہے۔" شہباز کو غصہ آگیا۔

"کل تم جلدی آجانا پھر چلیں گے۔" ناہید نے اس کے غصے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ اس رات شہباز نے اس نئی صورت حال پر بڑی دیر تک غور کیا وہ سوچ رہا تھا کہ ناہید کو اس گھر میں آئے ہوئے ایک سال سے زائد کا عرصہ ہوچکا ہے لیکن وہ اتنی غیر مطمئن اور پریشان کبھی نہیں ہوئی اور نہ ہی آج تک ڈری ہے یہ اچانک اسے کیا ہوگیا ہے کچھ بھی جب اس کی سمجھ میں نہ آیا تو اس نے اسے اتفاق سمجھ کر نظر انداز کردیا اور نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

دوسرے دن وہ بہت دیر تک سوتا رہا ناہید نے بھی

اسے نہ جگایا۔ وہ خود بھی یہی چاہتی تھی کہ شہباز آج دفتر نہ جائے شہباز دن بھر اس کی دلداری میں لگا رہا کیونکہ کل کے واقعے کو اس کے ذہن سے نکالنا بھی تو تھا۔ شام کے وقت دونوں ٹہلنے نکل گئے۔ شہباز وقت پر گھر آنے لگا روزانہ کھانے کے بعد دونوں ٹہلنے نکل جاتے ناہید کی صحت پر اس خوشی کا اچھا اثر پڑا کہ شہباز اس کی بہت حفاظت اور اسے وقت دے رہا ہے۔ اس کے چہرے کی سرخی دوبارہ بحال ہوگئی تھی۔ شہباز بھی بہت مطمئن تھا۔ اس دن پہلی تاریخ تھی۔ شہباز نے باہر ہوٹل میں کھانا کھانے کا پروگرام بنایا۔ ناہید نے نیا لباس زیب تن کیا اور چلنے کے لیے تیار ہوئی۔ اس معیار کے ہوٹل میں وہ پہلی دفعہ آئی تھی۔ قالین سے ڈھکے ہوئے پورے ہال کو دیکھتے ہوئے ناہید اپنی قسمت پر رشک کررہی تھی۔ آج اس کی چال ہی بدل گئی تھی۔ خوشی کے رنگ اس کے چہرے سے لہک لہک کر گزر رہے تھے۔ ایک ٹیبل پر بیٹھنے کے بعد ویٹر کو کھانے کا آرڈر کیا۔ ناہید خوشی سے پاگل ہوئی جارہی تھی۔ ہلکی مسکراہٹ سے وہ شہباز سے گفتگو میں مگن تھی کہ اچانک اسے جھٹکا لگا۔

"شہباز یہاں سے اٹھو چلو یہاں نہیں بیٹھنا ہے۔" اس نے حکم دینے والے انداز میں کہا۔ شہباز اس کی تبدیلی پر ہکا بکا ہوگیا۔

"مگر کیوں؟"

"بس میں نے کہہ دیا۔" اس کی آواز میں غصے کے ساتھ ساتھ خوف کی لہر بھی تھی۔

"پلیز ناہید میں آرڈر دے چکا ہوں۔"

"آرڈر کینسل بھی ہوسکتا ہے۔"

"مگر یار کوئی وجہ بھی تو ہو یہ بیٹھے بٹھائے تمہیں کیا ہوگیا ہے۔"

"تم چلتے ہو یا میں اکیلی جاؤں۔" ناہید نے تقریباً چیخ کر کہا۔ شہباز غصے میں اٹھا اور آرڈر کینسل کروانے چلا گیا۔

"شہباز رکو مجھے بھی ساتھ لے چلو مجھے یہاں بہت خوف آرہا ہے۔"

"بابا میں ہوٹل میں ہی ہوں۔ ہوٹل سے باہر نہیں جارہا۔" شہباز نے آرڈر کینسل کروایا اور اسے لے کر گھر آگیا۔

شہباز اتنے غصے میں تھا کہ اس نے ناہید سے راستے میں کوئی بات نہیں کی۔ اسے اپنی بیوی کی حالت پر شک ہونے لگا تھا۔ گھر پہنچتے ہی اس نے ناہید کو ڈانٹنا شروع کردیا۔ یہ ان کی ازدواجی زندگی کا پہلا جھگڑا تھا۔ لیکن یک طرفہ شہباز چیختا رہا اور ناہید آنسو بہاتی رہی اور آنسوؤں نے غصے کو شکست دی۔ شہباز اپنی قسمت پر لعنت بھیج کر بستر پر دراز ہوگیا۔

ناہید اپنے کیے پر نادم ہورہی تھی لیکن وہ مجبور تھی اسے احساس تھا کہ شہباز پر کیا گزری ہوگی لیکن اسے وہ قاتل پھر نظر آگیا تھا۔ جو ویٹر کے رخصت ہوتے ہی ہال میں داخل ہوا تھا۔ وہی فلیٹ کیپ بڑھی ہوئی شیو..... اس نے سوچا کہ شہباز کو سب کچھ بتادے۔ پھر خود ہی اس خیال کی نفی کردی کیونکہ ابھی تک وہ اسے صرف اس کا پاگل پن سمجھ رہا ہے مگر حقیقت معلوم ہونے پر وہ اور بھی پریشان ہوجائے گا۔ ان دونوں کے درمیان کئی دن تک بول چال بند رہی لیکن آخر کب تک؟ ناہید نے اسے منا ہی لیا۔ کئی شامیں گھر پر گزارنے کے بعد انہوں نے پھر باہر جانا شروع کردیا۔ ایک شام جب ناہید اور شہباز پارک میں بیٹھے ہوئے تھے تو ناہید کو پھر وہی شخص نظر آگیا ناہید نے بھاگنا شروع کردیا۔ شہباز اس کے پیچھے اور ناہید آگے۔ ناہید نے گھر پہنچ کر دم لیا۔ شہباز کو ناہید پر اتنا غصہ تھا کہ دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس کی جان لے لے لیکن شہباز نے سوچا کہ اس سے پہلے معلوم کرے کہ یہ سب کرکے وہ کیا ثابت کرنا چاہتی ہے آخر یہ سب وہ کیوں کررہی ہے۔

"آخر تم یہ سب کیوں کررہی ہو۔ جب سے تم اپنے میکے سے واپس آئی ہو تم بدل گئی ہو پہلے والی ناہید تم ہرگز نہیں ہوسکتی۔ آخر تم مجھے بار بار ذلیل کرکے کیا ثابت کرنا چاہتی ہو۔" شہباز اس سے یہ سب انتہائی غصے سے پوچھ

رہا تھا۔

"نہیں شہباز تم مجھ پر شک کررہے ہو۔" ناہید نے بے بسی سے کہا۔

"ابھی تو نہیں لیکن شک ضرور کرنے لگوں گا اگر تم مجھے صحیح صورت حال نہیں بتاؤ گی۔"

"کچھ بھی تو نہیں۔" ناہید انجان بن کر کہا۔

"کون ہے ناہید جس کو دیکھ کر تم بوکھلا جاتی ہو۔ اس دن ہوٹل میں اور آج پارک میں مجھے صحیح صورت حال بتادو ورنہ میں کوئی بھی وجہ فرض کرنے میں حق بجانب ہوں گا۔" ناہید کو بچنے کا کوئی راستا نظر نہ آیا۔ ناہید نے ناخن کترنا شروع کردیا۔ یہی وہ وقت تھا جب ناہید کے ساتھ شہباز کو نرمی سے کام لینا چاہیے تھا اور اس نے ایسا ہی کیا۔

"ناہید پلیز مجھے بتادو یار میں بھی تمہارے ساتھ ہر دکھ درد پریشانی میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔"

"میری جان کو خطرہ ہے کوئی مجھے ماردینا چاہتا ہے۔ مگر مجھے نہیں معلوم وہ مجھے کیوں مارنا چاہتا ہے لیکن وہ..... وہ..... وہ پیشہ ور قاتل ہے۔" ناہید نے کہا۔

"ارے پاگل لڑکی کون تمہیں مارے گا اور کیوں......؟"

"نہیں اس کی آنکھیں بہت وحشت ناک ہیں۔ وہ مجھے ماردے گا۔" شہباز کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ معاملہ اس قدر گمبھیر ہوچکا ہے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا اگر ناہید کا اندازہ غلط بھی ہے تو اس وقت اسے جھٹلانا نہیں چاہیے۔ پھر اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور بولا۔

"کون کہتا ہے کہ عورتیں عقل مند ہوتی ہیں چند اتفاقات کو تم حقیقت سمجھ بیٹھی اور لگیں آنسو بہانے۔ بھئی تم سے کسی کو کیا دشمنی ہوسکتی ہے۔"

"میں پہلے ہی جانتی تھی اس لیے بتا نہیں رہی تھی کہ تم اسے مذاق ہی سمجھو گے۔" ناہید نے غصے میں کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ تم اسے پہلے سے جانتی ہو میرا مطلب ہے شادی سے پہلے......!"

"تم مردوں کو شک کے سوا آتا ہی کیا ہے؟ میں نے اس کو پہلی مرتبہ اسٹیشن پر ہی دیکھا تھا اور وہ آج تک سائے کی طرح میرے پیچھے ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے کل تم اکیلی باہر جانا میں تمہارے پیچھے ہوں گا جب تمہیں وہ شخص نظر آئے تو مجھے اشارہ کردینا۔"

"نہیں شہباز وہ آدمی بہت خطرناک ہے۔ ہم پولیس کی مدد لیتے ہیں۔"

"پاگل ہوگئی ہو کیا کوئی اتا نہ پتا پولیس کو ہوا میں دوڑائیں گے؟ بس اب ہم کل ایسا ہی کریں گے۔" دراصل شہباز کو یقین تھا کہ ناہید وہم کا شکار تھی۔ دوسرے دن پروگرام کے مطابق وہ گھر سے نکلی شہباز بھی اس کے پیچھے تھا۔ ناہید کو جہاں اس کے ملنے کی امید تھی وہاں گئی لیکن بے سود پہلے قاتل اسے تلاش کررہا تھا اور اب وہ قاتل کو تلاش کررہی تھی۔ کئی دن کی تگ ودو کے بعد بھی وہ شخص کہیں نظر نہ آیا۔ شہباز دل میں ہنس رہا تھا کہ اس کا اندازہ بالکل ٹھیک ہے۔ دن رات کی تلاش میں ناہید کے دل میں قاتل کا خیال پیوست ہوکر رہ گیا اب تو اس اجنبی قاتل نے ناہید کی رات کی نیند یعنی خوابوں میں بسیرا کرلیا وہ نیند میں اس طرح ڈرتی کہ چیخ چیخ کر پورا گھر سر پر اٹھا لیتی۔ اس کے بعد وہ خود روتی رہتی اور شہباز جاگتا رہتا۔ شہباز نے تسلیوں سے لے کر دواؤں تک ہر کام کرکے دیکھ لیا مگر اس میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ اب یہ سب شہباز کے بس سے باہر ہوگیا۔ اس سے پہلے کہ شہباز کچھ فیصلہ کرتا ایک ایسا واقعہ رونما ہوا کہ جس نے شہباز کی سوچ کے دھارے کو ہی بدل دیا۔

ہوا یوں کہ ایک دن دروازے پر بیل ہوئی اس دن شہباز کی چھٹی تھی وہ گھر پر ہی تھا ناہید کی طبیعت آج قدرے بہتر تھی تین راتوں سے وہ ڈری بھی نہیں اور دروازے کے قریب ہی جھاڑو لگارہی تھی۔ اس سے پہلے کہ گھنٹی کی آواز سن کر شہباز دروازے پر پہنچتا اس نے خود ہی باہر جھانکا۔ سر پر وہی فلیٹ کیپ بڑھی ہوئی شیو۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور دیکھتی اس نے چیخ ماری اور صرف

اتنے ہی لفظ ادا کیے کہ قاتل دروازے پر ہے اور بے ہوش ہوگئی۔ شہباز بھاگ کر دروازے پر پہنچا وہاں اس کا دوست آصف کھڑا تھا آصف بہت حیران اور پریشان ہوا۔

"ارے آصف تم، تمہیں امریکہ سے آئے ہوئے ایک ہفتہ ہوگیا اور تم مجھ سے ملنے اب آئے ہو۔"

"وہ تو میں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ چیخ کیسی تھی۔" شہباز کو اچانک یاد آیا کہ ناہید کو تو وہ بے ہوش چھوڑ کر آیا ہے۔ وہ واپس پلٹا اسے اٹھا کر کمرے میں لے آیا۔ اسے معلوم تھا کہ ناہید کس طرح ہوش میں آئے گی لیکن اس سے پہلے وہ آصف کو فارغ کرنا چاہتا تھا۔ وہ باہر آیا تو آصف سخت پریشان تھا۔

"مجھے لگتا ہے شہباز تم کسی مشکل میں ہو مجھے اپنے دوست کو نہیں بتاؤ گے۔"

"کچھ نہیں آصف ضرور بتاؤں گا۔ مجھے بھی اس وقت کسی ہم خیال دوست کی سخت ضرورت ہے۔ مگر یار ابھی نہیں ابھی تم چلے جاؤ بعد میں بتاؤں گا۔"

"نہیں دوست مجھے ابھی بتاؤ آخر مسئلہ کیا ہے۔"

"مگر یار وہ بے ہوش ہے۔"

"کون......؟"

"میری بیوی یار۔"

"تم بھول رہے ہو شہباز کہ میں امریکہ سے ڈاکٹری کمپلیٹ کرکے آیا ہوں اور ڈاکٹر بھی سائیکالوجی کا اور تمہاری بیوی مجھے نفسیاتی مریض معلوم ہوتی ہے۔ تم اسے بے ہوش رہنے دو اور مجھے اندر چل کر ساری اسٹوری آرام سے سناؤ۔" شہباز کیا کرتا اسے اندر لے آیا اور الف سے ی تک ساری اسٹوری سنادی۔

"تم گھبراؤ نہیں میں تمہارے کیس کو سمجھ چکا ہوں۔ کوئی نادیدہ خوف ہے جو اس کے لاشعور میں دفن ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ مجھے بھابی سے کچھ سوال کرنا ہیں اس کے لیے میں کل حاضر ہوں گا۔"

"لیکن یار وہ تو تمہیں قاتل سمجھتی ہے۔"

"کل نہیں سمجھے گی ایسے مریض حلیے سے خوف زدہ ہوتے ہیں۔ چہرے سے نہیں کل میں اپنا حلیہ تبدیل کرکے آؤں گا۔"

"یار میں سمجھا نہیں۔" شہباز نے کہا۔

"ارے یار اتنی سی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آرہی وہ تم سے کیوں نہیں ڈرتی کسی اور سے کیوں ڈرتی ہے۔ مجھ سے ہی ڈرتی ہے اس کا مطلب ہے میرا حلیہ ایسا ہے جو اس کے نفسیات کے ڈر سے اٹیچڈ ہے۔ جب کہ وہ مجھے جانتی تک نہیں میرے جوتے یا میری ٹوپی یعنی یہ فلیٹ کیپ یا یہ کوٹ کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس کی وجہ سے وہ مجھ سے ڈری کل میں کوئی نہ کوئی چیز تبدیل کرکے آؤں گا۔"

"کس چیز کی تبدیلی سے وہ نارمل ہوتی ہے۔ اچھا دوست میں کل آؤں گا۔" اسے اسی طرح لیٹے رہنے دو۔ ایسے مریض خود بخود ہوش میں آجاتے ہیں۔" آصف نے ہاتھ ملایا اور رخصت ہوگیا۔

دوسرے دن وہ پھر آیا اس نے فلیٹ کیپ نہیں پہنی ہوئی تھی اور باقی لباس وہی تھا۔ شہباز نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور ناہید کو آواز دی۔ دونوں دم بخود تھے کہ نہ جانے ردعمل کیا ہوگا۔ پردے کو جنبش ہوئی اور ناہید کمرے میں داخل ہوئی۔

"یہ میرے دوست ہیں پچھلے ہفتے امریکہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس آئے ہیں۔" شہباز یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ناہید نے اسے مسکرا کر خوش آمدید کہا اور چائے بنانے کا کہہ کر رخصت ہوگئی۔ دونوں دوست خوش ہوکر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"دیکھا دوست ساری گڑبڑ اس ٹوپی کی تھی جو آج میرے سر پر نہیں ہے۔ شکر ہے پہلی تبدیلی پر ہی معاملہ حل ہوگیا اب مجھے بھابی سے کچھ سوال کرنا ہیں۔"

"کرلو......ابھی وہ چائے لے کر آتی ہی ہوگی۔"

"نہیں شہباز مجھے اس سے اکیلے میں سوال کرنا ہیں۔ اگر تم مائنڈ نہ کرو۔"

"کوئی بات نہیں تم میرے دوست ہو مجھے تم پر پورا بھروسا ہے۔" آصف نے کہا۔

"تو بس پھر ٹھیک ہے جیسے ہی بھابی چائے لے کر آئے گی تم سگریٹ لینے کے بہانے باہر چلے جانا اور تقریباً آدھے گھنٹے بعد آنا ٹھیک ہے۔" ناہید کے آنے سے پہلے اسکیم تیار ہوچکی تھی۔ شہباز نے چائے کا آخری گھونٹ حلق میں اتارتے ہوئے کہا۔

"آصف تم سگریٹ پیتے ہو۔"

"جی جناب میں سگریٹ پیتا تھا اور اب بھی پیتا ہوں۔" ڈاکٹر آصف نے شہباز سے کہا۔

"لیکن شہباز اس وقت میں سگریٹ لانا بالکل بھول گیا۔"

"ارے کوئی بات نہیں۔ میں لا دیتا ہوں۔" شہباز اپنی جگہ سے کھڑے ہوکر بولا۔

"ارے نہیں..... نہیں اس کی کیا ضرورت ہے۔" آصف بولا۔

"ارے نہیں جناب میں لاتا ہوں۔" شہباز وہاں سے چلا گیا اور ٹھیک آدھے گھنٹے بعد واپس آیا ڈاکٹر آصف نے سگریٹ سلگایا اور چلنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں اسے باہر تک چھوڑ کر آتا ہوں ناہید۔" آصف اور شہباز دونوں باہر آگئے۔

"تو کچھ بولا ناہید نے۔" شہباز نے کہا۔

"نہیں دوست یا تو یہ چالاکی سے کام لے رہی ہے یا اسے واقعی میں کوئی بات یاد نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی واقعہ اس وقت پیش آیا ہو جب یہ تین چار سال کی ہوگی۔ آپ یہ بتائیں ناہید کے والدین حیات ہیں۔"

"جی ہاں میں ان سے آپ کو ملوا دیتا لیکن وہ یہاں نہیں رہتے میں انہیں خط لکھتا ہوں جب وہ دونوں آجائیں گے تو میں آپ کو بلوالوں گا۔"

"ٹھیک ہے شہباز میں انتظار کروں گا۔" شہباز نے ناہید کی بیماری کا خط اس کے والد صاحب کو لکھ دیا۔ تیسرے ہی دن دونوں ساس اور سسر آگئے۔ شہباز اپنے سسر یعنی ناہید کے والد کو لے کر ڈاکٹر آصف کے پاس چلا آیا۔

"ٹھیک ہے شہباز اب آپ تشریف لے جائیں میں ان سے بات کروں گا۔" شہباز نے بلا اعتراض وہاں سے جانے کو ترجیح دی۔ ڈاکٹر آصف نے ناہید کے والد سے کہا۔

"دیکھیے آپ ناہید کے بارے میں جو بھی جانتے ہیں پلیز سب بتادیں۔" پہلے تو ناہید کے والد نے تکلف سے کام لیا لیکن جب آصف نے یہ کہا کہ آپ کی بیٹی ایسے مرض میں مبتلا ہے کہ اس سے اس کی جان بھی جاسکتی ہے تو وہ پگھل گئے۔ انہوں نے ساری تفصیل بتانی شروع کی۔

"اصل میں ناہید میری بیٹی نہیں ہے۔"

"جی.....؟" آصف کا منہ کھلا ہی رہ گیا۔

"جی آصف صاحب ناہید میری بیٹی نہیں ہے آپ کو شاید معلوم نہ ہو میں فائر مین تھا ایک دفعہ میرے قصبے کے ایک گھر میں آگ لگ گئی۔ میں اس وقت ڈیوٹی پر تھا فائر بریگیڈ والوں کا دفتر یہاں سے بہت دور تھا گاڑی پہنچنے میں بہت دیر لگ سکتی تھی اور یہاں یہ حال تھا کہ آگ اپنے پورے عروج پر تھی۔ کسی کی ہمت نہ تھی کہ آگ کے قریب جاتا اس وقت میری تربیت میرے کام آئی میں نے اپنے جسم پر کمبل لپیٹا اور آگ میں داخل ہوگیا۔ اس امید پر کہ شاید کوئی زندہ بچ گیا ہو باقی سب کچھ تو خاکستر ہوگیا۔ اتفاق اور معجزاتی طور پر ایک بچی زندہ بچ گئی۔ میں اسے لے کر باہر آگیا۔ میرے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی اور اس بچی کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ میں نے اس بچی کو اپنی بیٹی بنالیا۔ ایک اور بات بتادوں جو آپ وعدہ کریں گے شہباز کو نہیں بتائیں گے۔ اس گھر کو آگ لگانے والا شہباز کا والد تھا۔ جس نے اسے کسی دشمنی کی وجہ سے آگ لگائی تھی۔ لوگوں نے اسے موقع پر پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیا۔ اسے عمر قید ہوگئی۔ شہباز کا والد جیل میں ہی مرگیا۔ کچھ دنوں بعد اس کی ماں بھی چل بسی شہباز کو اس کے چچا نے پالا اس کا چچا میرا بہترین دوست تھا۔ اس کی درخواست پر میں نے ناہید کی شادی شہباز سے طے کردی اس شادی پر میں دل سے تیار نہیں تھا۔ مگر میرے دوست کی اس بات نے مجھے

لاجواب کردیا کہ ناہید کا گھر شہباز کے والد نے اجاڑا تھا اب اس کو یہ موقع دو کہ وہ اب ناہید کا گھر آباد کر کے اپنے والد کے دکھ کا ازالہ کریں۔" ڈاکٹر آصف نے اپنی فلیٹ کیپ دکھاتے ہوئے پوچھا کہ شہباز کا باپ ایسی یا اس سے ملتی جلتی ٹوپی پہنتا تھا۔ ناہید کے والد نے اس ٹوپی کو غور سے دیکھا۔

"شہباز کا باپ کسی دفتر میں نوکر تھا اور بابو بننے کے لیے ہر وقت ایسی ٹوپی پہنے رکھتا تھا۔" اس انکشاف کے بعد آصف گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"کیا ہوا ڈاکٹر آصف آپ کسی نتیجے پر پہنچے یا نہیں۔"

"ارے انکل آپ نے تو بات ہی صاف کردی۔ بات یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح ناہید نے شہباز کے والد کو آگ لگاتے دیکھ لیا تھا۔ بعد میں وہ اس واقعے کو بھول بھال گئی۔ پھر اچانک کسی وقت اس کے ذہنی خلیوں میں ایسی تبدیلی واقع ہوگئی کہ اسے وہ واقعہ تو یاد نہیں آسکا مگر وہ فلیٹ کیپ اس کے ذہن میں آگئی۔ اب وہ جس کسی کو بھی فلیٹ کیپ میں دیکھتی ہے تو وہ اسے قاتل سمجھتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ وہ اس کی جان لے لے گا۔ اب ہر چہرے میں اسے وہی چہرہ نظر آتا ہے جو اس نے کبھی دیکھا بھی نہ ہو اس نے تصور میں کوئی چہرہ تخلیق کرلیا۔"

"ڈاکٹر صاحب آپ کی باتیں میری تو سمجھ میں نہیں آئیں اب مجھے یہ بتائیں کہ اس کا علاج ہوسکتا ہے یا نہیں۔"

"جی انکل سبب معلوم ہوجائے تو علاج میں آسانی ہوجاتی ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ اب وہ مکمل نارمل لڑکی بن جائے گی۔" آصف نے یقین دلایا۔

اور وہی ہوا دیر تو ضرور لگی مگر ڈاکٹر آصف ناہید کو حقیقی دنیا میں واپس لانے میں کامیاب ہوگیا۔ اپنی کامیابی کا مظاہرہ کرنے کے لیے وہ ناہید کے سامنے فلیٹ کیپ پہن کر آیا شہباز یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ناہید چیخنے چلانے کے بجائے مسکرا کر کہنے لگی۔

"آصف بھائی آپ پر یہ کیپ بہت جچ رہی ہے۔"

"دوست مبارک ہو آپ کی بیوی اب بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن تھوڑی بہت کمزوری ہوسکتی ہے۔ تم ایسے کرو کہ اسے لے کر کسی پہاڑی مقام پر گھوم پھر آؤ۔" شہباز نے اب تک اس کی کون سی بات ٹالی تھی۔ جواب ناٹا ناہید کو لے کر وہ ایک ہفتے کی چھٹی پر روانہ ہوگیا۔ ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ ناہید پہلے جیسی خوش شکل ہوچکی تھی۔ آج انہیں واپس آنا تھا۔ شہباز نے بلندی پر چڑھتے ہوئے ناہید سے کہا۔

"آؤ اس پہاڑی کے اوپر چلتے ہیں۔ پھر نہ جانے کب آنا ہو۔"

"شہباز کے بچے کیا سمجھتے ہو میں تھک جاؤں گی۔"

دونوں نے پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کر فاتحانہ قہقہہ لگایا لیکن ناہید بہت تھک چکی تھی۔ اب آپ مجھے گود میں لے کر نیچے اتاریے گا میں تو تھک چکی ہوں۔" ناہید زمین پر بیٹھ کر لمبے لمبے سانس بھرنے لگی۔ شہباز کو نہ جانے کیا شرارت سوجھی وہ فلیٹ کیپ پہن کر اس کے سامنے آگیا۔ نہ جانے وہ اس کی صحت کا امتحان لینا چاہتا تھا یا پھر وہ اس کو خوف زدہ کر کے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا ناہید کچھ دیر اسے دیکھتی رہی اور پھر جیسے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا "قاتل" اور شہباز کو دھکا دے دیا۔ شہباز اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گرتے وقت صرف اتنا کہہ سکا ناہید یہ میں ہوں شہباز۔ یہ الفاظ ناہید کی سماعت سے ٹکرائے اور اس کو جیسے ہوش آگیا لیکن شہباز کے تعاقب میں اس نے بھی پہاڑی سے چھلانگ لگادی۔

دھکا دینے والے ہاتھ اس بچی کے تھے جس کے ماں باپ کو شہباز کے والد نے زندہ جلا دیا تھا۔ جان قربان کرنے والی وہ لڑکی تھی جو شہباز کی بیوی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے تعاقب میں اپنی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

بہار کے رنگ

فاطمہ خان

اب کوئی مجھ کو دلائے نہ محبت کا یقین
جو مجھ کو بھول نہ سکتے تھے وہی بھول گئے
کیا کہیں، کتنی ہی باتیں تھیں جو اب یاد نہیں
کیا کریں ہم سے بڑی بھول ہوئی بھول گئے

"پھپھو! میں اس بار روزے آپ کے پاس رکھوں گا۔" شایان بچوں کی طرح ضد کرتے فون پر اپنی پھپھو سے مخاطب تھا۔

"جی بیٹے کیوں نہیں اس بار میرا شانی میرے پاس روزے رکھے گا اور ہم سب مل کر سحر و افطار کریں گے۔" پھپھو نے دنیا بھر کا پیار اپنے لہجے میں سموتے شایان کو اس کے نک نیم سے پکارا۔

"شانی..... شانی کدھر ہو تم کہاں چلے جاتے ہو۔ یہ ٹی وی اور پنکھا یونہی چل رہا ہے اور یہ صاحب کمرے میں موجود ہی نہیں ہیں۔ ارے تمہیں معلوم نہیں ملک میں بجلی کا کس قدر بحران آیا ہوا ہے لوڈ شیڈنگ سے برا حال ہے بجلی مہنگی سے مہنگی تر ہوتی جا رہی ہے اور یہ صاحب.....!" شکور صاحب اپنے مخصوص انداز میں گرج رہے تھے۔

"او کے پھپھو پھر فون کروں گا موسم خراب ہوگیا ہے اس سے پہلے کہ طوفان آ جائے میں چلتا ہوں۔" شایان نے یہ کہہ کر اپنا موبائل فون جیب میں رکھا اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا جہاں اس کا سامنا اس کے منتظر تھا والد شکور صاحب سے ہونا تھا مگر اسے ان کے غصے کو رام کرنا آتا تھا آخر وہ بچپن سے یہی کچھ تو کر رہا تھا۔

شایان عرف شانی صرف سات برس کا تھا جب اس کی امی کی اس کی دادو اور پھپھو سے زبردست لڑائی ہوئی تھی اس کے بعد وہ اپنی نانو کے گھر آ گیا پھر نجانے کتنے دن وہ نانو کے گھر رہا کہ ایک روز اس کے بابا اس کو لینے کے لیے آ گئے۔ مما اس روز بہت خوش تھیں۔ نانو اور مما نے بابا کو اچھا سا لنچ بھی کرایا تھا۔

شانی اس روز بہت خوش تھا کہ اب وہ پھر سے اپنے پرانے اسکول جا سکے گا اور دوستوں سے بھی ملے گا مگر بابا اسے دادو کے گھر کے بجائے ایک اور گھر میں لے آئے یہ گھر اس کے بابا کا تھا تب اسے پتا چلا کہ دادو کا گھر اور ہوتا ہے اور بابا کا گھر اور ہوتا ہے۔ اس کے شب و روز اب اسی گھر میں گزرنے لگے۔ دادو کا کچھ سالوں بعد انتقال ہوگیا اور پھپھو شادی کے بعد پشاور چلی گئیں جہاں بدقسمتی سے شادی کے چند سال بعد ان کے شوہر ایک حادثے کے نتیجے میں دنیا سے رخصت ہوگئے مگر پھپھو نے بھائی کے گھر آنے کی بجائے بیوگی کی زندگی اپنے شوہر کے گھر میں ہی گزاری۔ وہ اپنی بیٹی فارحہ کے ساتھ پشاور میں اکیلی رہتی تھیں۔ شایان اب ایم بی اے کر چکا تھا اور ایک بہت اچھی کمپنی میں جاب کر رہا تھا۔ سو پھپھو سے اس کا رابطہ کبھی بھی ختم نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ اپنی پھپھو کو کبھی بھول نہیں پایا تھا اور اب اس رابطے میں اضافہ کی بڑی وجہ سدرہ پھپھو کی بیٹی فارحہ تھی جسے اس نے اپنے ایک کزن کی شادی میں دیکھا تھا اور تب سے اب تک وہی اس کے خیالوں پر چھائی ہوئی

تھی دل و دماغ پر ایک ہی شبیہ بار بار دستک دے رہی تھی اور دل نے تو اس کو ہم سفر بنانے کی ضد باندھ لی تھی۔

شایان مسکراتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو دیکھا سعدیہ بیگم نہایت غصے کے عالم میں صوفے پر بیٹھی تھیں۔

"نصیب دشمناں آج مزاج برہم ہیں۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگا تو ایک نہایت غصیلی آواز آئی۔

"شایان ادھر آؤ اور میری بات سنو۔"

"جی امی جان۔" اتنا کہہ کر وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"آج تم نے پھر ردا کی انسلٹ کی وہ بھی سب کے سامنے۔" سعدیہ بیگم نہایت غصے کے عالم میں بولیں۔

شایان کے تصور میں ردا کا سراپا لہرایا جب اس نے اس کے ساتھ شاپنگ پر جانے سے انکار کردیا تھا۔

"مگر مما میں نے اس کی کوئی انسلٹ نہیں کی۔ اس وقت میں بہت مصروف تھا اس کے ساتھ شاپنگ پر نہیں جا سکتا تھا۔" شایان نے وضاحت پیش کی۔

"دیکھو بیٹا ردا میری بہن کی اکلوتی بیٹی ہے تمہاری خالہ اور خالو دونوں تمہیں بہت پسند کرتے ہیں اور ردا کی پسندیدگی سے تو تم اچھی طرح واقف ہو۔ بھائی صاحب کا چلتا ہوا کاروبار شادی کے بعد تمہی نے سنبھالنا ہے۔ ماشاء اللہ تمہاری تعلیم مکمل ہوچکی ہے۔ تم برسر روزگار ہو اور اب تو کمپنی کی طرف سے تمہیں گاڑی بھی مل گئی ہے اب میں سنجیدگی سے سوچ رہی ہوں کہ اس عید پر ردا کو اپنی بہو بنا کر گھر لے ہی آؤں۔" مما کا لہجہ ایک دم نارمل ہوگیا تھا اور ان کا یہ حسین منصوبہ سن کر شایان کے ہوش اڑ گئے۔

"پلیز مما، ایسا مت کریں میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں ردا میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔ ابھی اس بات کو آپ رہنے ہی دیں۔" اتنا کہہ کر شایان اپنے کمرے میں چلا گیا اور سعدیہ بیگم اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

☆☆☆

"فارحہ بیٹا اس بار رمضان کے لیے خریداری ذرا زیادہ کرنی ہے۔ شانی آرہا ہے بتا رہا تھا کہ اسے پکوڑے بہت پسند ہیں اور ساتھ میں فروٹ چاٹ بھی مزیدار قسم کی ہونی چاہیے۔" سدرہ بیگم فارحہ کو ہدایت دیتے ہوئے بولیں۔

"ٹھیک ہے اماں مگر یہ شایان صاحب یہاں کرنے کیا آرہے ہیں ادھر کراچی میں انہیں سکون نہیں ہے۔" فارحہ اکتا کر بولی۔

شایان کو وہ خاندان کی چند شادی کی تقریبات میں دیکھ چکی تھی اور فون پر اماں کی اکثر اس سے بات ہو جاتی تھی مگر وہ ان کے گھر کبھی نہیں آیا تھا اور نہ وہ کبھی ماموں کے گھر گئے تھے۔ اس کے آنے کا سن کر اسے ذرا بھی خوشی نہیں ہوئی تھی اور جب سے اس نے اپنے آنے کا بتایا تھا اماں روز اس کا ذکر لے بیٹھتی تھیں اور اب تو وہ روز شایان نامہ سن کر تنگ آچکی تھی۔

"فارحہ بیٹا تمہیں شایان کیسا لگتا ہے؟" سدرہ بیگم نے فارحہ کے سامنے وہ سوال رکھا جو وہ پچھلے کئی دنوں سے پوچھنا چاہ رہی تھیں مگر ایک جھجک آڑے آجاتی تھی۔

"ٹھیک ہے اماں مگر آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔" فارحہ کے ایک دم کان کھڑے ہوگئے۔ اس سے پہلے کہ سدرہ بیگم کوئی جواب دیتیں اچانک فون کی بیل بجی۔ انہوں نے فون اٹھایا اور فون پر جو کچھ کہا گیا وہ ان کے ہوش اڑانے کو کافی تھا۔

"فارحہ بیٹی پیکنگ کرو جلدی سے ہمیں ابھی اور اسی وقت کراچی کے لیے نکلنا ہے شانی کا بہت بڑا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔" یہ خبر سن کر فارحہ کے بھی ہوش اڑ گئے۔ سدرہ بیگم اور فارحہ اسی وقت کراچی کے لیے نکل گئیں۔

شایان اپنے بستر پر نیم دراز کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ پچھلے چھ دن اس کی زندگی کے بھیانک ترین دن تھے چھ دن پہلے وہ گھر سے ہنستا مسکراتا اپنے آفس کے لیے نکلا تھا کہ اچانک اس کی گاڑی سامنے سے آنے والے ٹرالر سے ٹکرا گئی اور وہ زخمی ہوگیا۔

حادثہ بہت خطرناک تھا جس کے نتیجے میں وہ ہمیشہ کے لیے اپنی ایک ٹانگ سے معذور ہوگیا اب اس کے

ساتھی اس کا کمرہ اور اس کی تنہائی تھے۔ وہ شدید پریشان اور مایوسی کا شکار ہورہا تھا۔ پھپھو اور فارحہ کو اطلاع اس کے والد شکور صاحب نے دی تھی۔ ہر وقت غصے میں رہنے والے شکور صاحب اس حادثہ کے بعد تو جیسے ٹوٹ سے گئے تھے۔ فارحہ اور پھپھو نے ناصرف گھر کا انتظام سنبھال لیا تھا بلکہ شایان کا خیال بھی بہت اچھی طرح رکھنا شروع کردیا تھا۔ ان کے آنے سے سعدیہ بیگم کو بہت حوصلہ ہوا تھا ورنہ شایان کی حالت دیکھ کر تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ ابھی ایک دن پہلے ہی تو وہ اسپتال سے گھر آیا تھا اور ماہ رمضان بھی شروع ہوگیا تھا۔ ابھی وہ اپنے خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

''آجائیں۔'' اس نے اکتاہٹ بھرے لہجے میں کہا دروازہ کھلا اور پھپھو مسکراتی ہوئی اس کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

''شایان بیٹا افطاری کا وقت ہونے والا ہے۔ آج ہم سب تمہارے ساتھ اس کمرے میں افطاری کریں گے مگر کل سے تم ہم سب کے ساتھ ڈائننگ روم میں افطاری کرو گے۔'' پھپھو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مگر پھپھو میرا تو روزہ نہیں ہے آپ لوگ کرلیا کریں افطاری جیسے آپ لوگوں کا دل چاہے۔'' شایان نے ناگواری کے تاثرات چھپاتے ہوئے کہا۔

''ابھی مجھے نیند آرہی ہے میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں مگر وہ یہ روتا ہوا چہرہ پھپھو کو نہیں دکھانا چاہتا تھا بچپن میں ابا کا دیا ہوا سبق ''مرد کبھی نہیں روتے'' اسے آج بھی ازبر تھا۔ وہ اسی طرح لیٹا رہا جب تک دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے پھپھو کو بہت دکھ دیا ہے اس کا رویہ ان دنوں بہت تلخ ہوگیا تھا مگر وہ مجبور تھا اس معذوری نے اسے سب سے دور کردیا تھا۔

سعدیہ بیگم سحری کے بعد کچھ دیر کے لیے لیٹ گئی تھیں مگر نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس حادثہ نے صرف شایان کو ہی نہیں بلکہ ان کو اور شکور صاحب کو بھی بہت بدل دیا تھا۔ وہ جو سمجھا کرتی تھیں کہ ردا ان کے بیٹے کے لیے بہترین شریک حیات ثابت ہوگی اب ان کی رائے تبدیل ہوچکی تھی۔ ان کی بہن اور ردا ایک بار بھی ان کے بیٹے کی خیریت دریافت کرنے اسپتال اور ان کے گھر نہیں آئیں صرف چند ایک بار فون پر رابطہ کیا تھا اور کل تو ان کی بہن نے فون پر واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا وہ ردا کی شادی کسی لنگڑے سے ہرگز نہیں کریں گے۔ ان کی اس بات نے سعدیہ بیگم کو بہت دکھ پہنچایا تھا اب وہ فارحہ کو اس نظر سے دیکھنے لگی تھیں اور اس سلسلے میں شکور صاحب بھی ان کے ہمنوا تھے۔ سدرہ بیگم اور فارحہ نے جس طرح اپنا پن کر دکھایا تھا اس پر وہ ان کی بہت مشکور تھیں مگر شایان کا رویہ انہیں بہت پریشان کررہا تھا وہ اور شکور صاحب روزانہ اپنے بیٹے کے پاس جاتے اس سے باتیں کرتے مگر وہ تو جیسے سب سے ناراض تھا۔ اسے اس ذہنی دباؤ سے نکالنا تھا جس کا وہ روز بروز شکار ہوتا جارہا تھا۔ اس نے اپنے سب دوستوں سے ملنا ترک کر رکھا تھا شکور صاحب مصنوعی ٹانگ لگوانا چاہتے تھے مگر شایان کسی سے بات تک نہیں کرتا تھا۔ رمضان کا مہینہ بہت تیزی سے گزر رہا تھا مگر شایان ہنوز اپنے کمرے میں ہی مقید تھا۔

''کیا میں اندر آسکتی ہوں؟'' فارحہ نے شایان کے کمرے میں آنے سے پہلے اجازت طلب کی۔

''کیوں نہیں فارحہ تمہیں کب سے اجازت کی ضرورت پڑگئی۔'' شایان نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ نکھری نکھری سی فارحہ کتنی اچھی لگ رہی تھی۔ کبھی یہ چہرہ اس کے شب و روز پر حاوی تھا مگر اب اس کی ساتھی اس کی تنہائیاں تھیں جن میں وہ کسی کو مخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ اس سے پہلے کہ شایان کچھ اور سوچتا فارحہ مسکراتے ہوئے اس کے بیڈ کی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی اور پلیٹ میں رکھا ہوا سیب کاٹ کر اسے دینے لگی۔

''رہنے دو تمہارا روزہ ہے میں خود کرلوں گا۔'' وہ شرمندہ ہوکر بولا۔

''نہیں شایان مجھے کرنے دیں مجھے اچھا لگتا ہے۔''

اتنا کہہ کر اس نے سیب کا ایک ٹکڑا اس کی طرف بڑھایا۔ نا چاہتے ہوئے بھی اسے وہ لینا پڑا۔

"شایان زندگی کی طرف لوٹ آئیں۔" وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"آپ سے محبت کرنے والے لوگ بہت تکلیف میں ہیں ان کو مزید تکلیف مت دیں خدارا ہم پر رحم کریں۔" فارحہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ شایان کے لیے یہ سب ناقابل برداشت تھا۔

"چلی جاؤ یہاں سے۔" اس کے درشت لہجے پر فارحہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے بھیگی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا اور خاموشی سے واپس پلٹ گئی۔

رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو چکا تھا۔ شایان نے قرآن پاک کا مطالعہ شروع کیا۔ قرآن کی آیتیں پڑھ کر اس کے دماغ میں پڑی بہت سی گرہیں کھلتی گئیں۔ اس نے اپنے رویے پر غور کرنا شروع کیا تو سوائے شرمندگی کے اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ اس روز اس نے اپنی بیساکھی پکڑ کر پہلی بار کمرے سے باہر قدم نکالا۔ ابھی روزہ کھلنے میں دس منٹ تھے اس نے مسکراتے ہوئے سب کی جانب دیکھا اور شکور صاحب کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا سب اسے دیکھ کر حیران تھے۔

"پھپھو پکوڑے جلدی لائیں روزہ کھلنے والا ہے۔"

وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا سب میز کے گرد بیٹھ گئے سائرن بجا اور روزہ کھل گیا۔ یہ وہ پہلی افطاری تھی جو اس گھر کے مکینوں نے بہت خوشی سے کی تھی۔ شایان نے کہہ دیا تھا کہ اب وہ سارے روزے رکھے گا سب کو خوشی تھی کہ اب وہ زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا اور اس سلسلے میں پورے گھر والوں نے اس کا ساتھ دیا تھا وہ روزانہ ایک گھنٹے تک بیساکھی کے سہارے چلتا۔ سعدیہ بیگم کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اب اس نے اپنے دوستوں اور ملنے جلنے والوں سے بھی ملنا شروع کر دیا تھا۔ شکور صاحب نے اس کی مصنوعی ٹانگ بنوائی اور جب عید سے فقط دو روز پہلے وہ یہ مصنوعی ٹانگ لگوا کر گھر آیا تو سب حیران رہ گئے۔ اب وہ پھر سے پہلے والا شانی بن گیا تھا۔ فارحہ کے چہرے پر اپنائیت کے رنگ دیکھ کر اسے بہت خوشی ہوئی تھی اب وہ چاہتا تھا کہ فارحہ ہی اس کی ہمسفر بن کر اس گھر میں آئے مگر ڈرتا تھا کہ کہیں اس کی معذوری دیکھ کر وہ انکار نہ کر دے۔ انتیسویں روزے کی شام جب فارحہ چھت پر کھڑی چاند کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی وہ چپکے سے اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

"فارحہ..... کیا تم عید کے بعد چلی جاؤ گی؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں۔" فارحہ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر.....!" اس نے اپنا رخ شایان کی طرف کر لیا۔ شایان دلچسپی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"میں واپس ضرور آؤں گی کیونکہ اب اگلی ساری عیدیں مجھے اسی گھر میں کرنا ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا اور نیچے چلی گئی۔

اب اس کے چہرے پر چھپے اقرار کے سارے رنگوں کو وہ جان گیا تھا۔

وہ نیچے آیا تو ٹی وی پر چاند نظر آنے کا اعلان ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ عید کے بعد فارحہ کو اس گھر میں بہو بنا کر لانے کا پروگرام فائنل ہو چکا ہے۔ اب ان دونوں کے ایک ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اس کی زندگی میں بہار کے رنگ پھر سے لوٹ آئے تھے۔

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

گل رعنا خان ..... گجرات

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزگار اور اپنے لیے دعا کیا کریں۔ شوہر صدقہ دیتے رہا کریں۔

جمیل ..... سرگودھا

جواب: سورۃ فرقان کی آیت نمبر 74 اور 3 مرتبہ سورۃ یٰسین اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ صرف یہ 2 وظائف جاری رکھیں صدقہ دیں رکاوٹ ختم ہوگی۔ اللہ آپ کے لیے آسانی فرمائے۔

شازیہ فاروق ..... رحیم یار خان

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1: آپ اثرات زدہ اور شکی ہیں۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزگار کے لیے۔

بعد نماز عشاء سورۃ فلق' سورۃ الناس 41,41 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے پورے جسم پر دم کریں۔

مسئلہ نمبر 3: شادی کے لیے خود استخارہ کریں پھر کوئی فیصلہ کریں۔

مسئلہ نمبر 4: والدہ سورۃ فاتحہ پڑھا کریں کثرت سے۔ باوضو رہا کریں۔

ق ..... گجرات

جواب: والدہ خود پڑھیں روزانہ سورۃ العصر 41 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اعجاز کے سرہانے کھڑے ہو کر جب وہ نیند میں ہو۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔

نوکری کے لیے سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف بعد نماز عشاء۔

بشریٰ دین محمد ..... راولپنڈی

جواب: بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز عشاء سورۃ فلق سورۃ الناس 1,1 تسبیح روزانہ۔ رکاوٹ بندش ختم کرنے کے لیے بہن خود کرے یا والدہ۔

شبانہ عرفان ..... قصور

جواب:۔ وننزل من القرآن ماھو شفاء و رحمۃ اللمومنین۔ روزانہ قرآن پڑھیں۔ جتنا بھی پڑھیں۔ پانی پہ پھونک کر پئیں۔ انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

طاہرہ ساجد ..... نیو کراچی

جواب:۔ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد 21,21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

علاج کرائیں۔

ماہیر ظفر ..... گجرات

جواب:۔ سورۃ قریش بعد نماز عشاء 21 مرتبہ روزانہ۔ اول وآخر درود شریف۔ 3,3 مرتبہ۔ کامیابی کے لیے۔

ہر نماز کے بعد سر پہ ہاتھ رکھ کر یا قوی 11 مرتبہ پڑھا کریں۔

نازیہ خالد ..... گوجرانوالہ

جواب:۔ سورۃ العصر روزانہ سرہانے کھڑے ہو کر 21 مرتبہ پڑھا کریں جب بچہ سو جائے۔

عائشہ زاھد ..... لاہور

جواب:۔ گھر میں جنات ہیں۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 1,1 تسبیح روزانہ۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اپنے اوپر دم کیا کریں۔

طاہرہ جبیں ..... راولپنڈی

جواب:۔ سورۃ اخلاص' سورۃ الفلق'

سورۃ الناس 11،11 مرتبہ صبح و شام پانی پر دم کر کے پیا کریں، روزانہ۔ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔ بھائی کو بھی پلائیں۔

شمائلہ رفیق ...... سمندری

جواب:۔سورۃ فرقان والا وظیفہ جاری رکھیں۔ ساتھ ہی بعد نماز عشاء سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی 1،1 تسبیح بھی کریں۔ بندش سخت ہے رشتے آتے ہیں تو رکاوٹ آجاتی ہے۔ صدقہ دیں گوشت کا ہر ہفتہ۔

جن کا مسئلہ ہے ان کا نام مع والدہ کے نام کے ساتھ بتائیں۔

مسرت جبین ...... چیچہ وطنی

جواب:۔سورۃ مزمل 3 مرتبہ چینی پر دم کرلیں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔ گھر کے لڑائی جھگڑے کے لیے۔

سورۃ القریش 111 مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ تنویر خود پڑھے اپنے کام کے لیے روزانہ۔

نوید پر تعویذات ہیں، علاج کروائیں۔

ت س ...... کوھاٹ

جواب:۔(۱) آیات شفا 101 مرتبہ تیل پر دم کرلیں اور روزانہ مالش کریں۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

(۲) سورۃ القریش 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف، روزانہ۔ جائیداد/ کاروبار/ امتحان تینوں کے لیے دعا کریں۔

بی بی شمائلہ ...... گوجرانوالہ

جواب: رشتہ کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان کی آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

سورۃ عبس بعد نماز عشاء 3 مرتبہ پڑھا کریں۔ پانی پر دم کر کے پورے گھر میں چھڑکاؤ کریں (حمام کے علاوہ)

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کر دیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے اگست ۲۰۱۴ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پذیر ہیں ....

بیاضِ دل

میمونہ رومان

biazdill@aanchal.com.pk

نیہا رضوان......کراچی

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یارسول اللہ
خدا کا کر لیا ہم نے نظارہ یارسول اللہ
خدا کا وہ نہیں ہوتا، خدا اس کا نہیں ہوتا
جسے ہوتا نہیں آتا تمہارا یا رسول اللہ

ارم کمال......فیصل آباد

کہاں آ کے رکنے تھے راستے کہاں موڑ تھا اسے بھول جا
وہ جو مل گیا اسے یاد رکھ جو نہیں ملا اسے بھول جا
وہ تیرے نصیب کی بارشیں کسی اور چھت پہ برس گئیں
دل بے خبر میری بات سن، اسے بھول جا، اسے بھول جا

کشش یاسین......محمد پور دیوان

زندگی اس کی جس کی موت پہ زمانہ افسوس کرے اقبال
یوں تو ہر شخص آتا ہے دنیا میں مرنے کے لیے

ماہ رخ سیال......سرگودھا

میں گریزاں ہوں محبت سے تو سب کچھ ہیں
ورنہ ہے کون جو چاہت کا طلبگار نہیں
میں تو سرتاپا محبت ہوں مگر پھر بھی
مجھے اس لفظ محبت کا اعتبار نہیں

شانا چالا......بھلوال

دل تو کیا چیز ہے ہم روح میں اترے ہوتے
تم نے چاہا ہی نہیں چاہنے والوں کی طرح

ایمان بٹ......لودھراں

ہمارے شہر آ جاؤ سدا برسات رہتی ہے
کبھی بادل برستے ہیں کبھی آنکھیں برستی ہیں

شبانہ امین راجپوت......کوٹ رادھا کشن

نہ دید ہے نہ سخن اب نہ حرف ہے نہ پیام
کوئی بھی حیلۂ تسکین نہیں اور آس بہت ہے
امید یار، نظر کا مزاج، درد کا رنگ
تم آج کچھ بھی نہ پوچھو کہ دل اداس بہت ہے

طیبہ طاہرہ طوبیٰ ...... صبور شریف

چلے آؤ کہ پھر سے اجنبی ہو کر ملیں
تم میرا نام پوچھو میں تمہارا حال پوچھوں

نورین مسکان......ڈسکہ

وہاں تک ساتھ چلتے ہیں جہاں تک ساتھ ممکن ہے
جہاں حالات بدلیں گے وہاں تم بھی بدل جانا

فصیحہ آصف خان......ملتان

اس جگ کی عجب ریت ہے
کسی کی ہار کسی کی جیت ہے
دل کو زخم زخم کرے جو
کہتے اس کو پریت ہے

ایمن مبارک......کنڈیاں خاص

لگتا ہے آج ہر تعلق مٹ گیا فرہاد
اس نے مجھے دیکھا مگر پہچانا نہیں

نورین لطیف......ٹوبہ ٹیک سنگھ

بس یہی عادت اس کی مجھے اچھی لگتی ہے
اداس کر کے کہتا ہے ناراض تو نہیں ہو نا!

حافظ میرا...... 157 ای بی

اک نظر مجھے دیکھ کر آزاد کر دے محسن
کہ میں آج تک تیری پہلی نگاہ کی قید میں ہوں

آنسہ شبیر......ڈوگہ گجرات

وہ بولے محبت کا سمندر بہت گہرا ہوتا ہے
ہم نے بھی کہہ دیا ڈوبنے والے سوچا نہیں کرتے

فریدہ فری یوسف زئی......لاہور

جو ہو سکے تو بھلا دینا رنجشیں دل کی
کہ محبت کا تقاضا ہے درگزر کر دینا
تیرے طرز تغافل سے کیا گلہ ہمیں
شاید ہمیں ہی آتا نہیں دلوں میں گھر کرنا

طیبہ......اٹک

بدلا یوں رنگ اس نے کہ حیرت ہوئی مجھے
گرگٹ کو مات دے گئی فطرت جناب کی

صدف مختار، مریم مختار...... یوسال منصور

تُو نے دیکھا ہے کبھی ایک نظر شام کے بعد
کتنے چپ چاپ سے لگتے ہیں شجر شام کے بعد
تُو ہے سورج تجھے کہاں معلوم رات کا دکھ
تُو کسی روز میرے گھر میں اتر تُو شام کے بعد

فریحہ شبیر...... شادیوال

میں تیرے ذکر کے زندان میں مقید ہوکر
ایک دیوانِ سخن ایسا قلم بند کروں
جو سنے اس میں تیری دید کی خواہش جاگے
جو پڑھے تیری اسیری کا بہانہ ڈھونڈے

دلکش مریم...... چنیوٹ

اس نے چھوڑا ایسے موڑ پر دلکش
جب مجھ کو ساتھ نبھانا آ گیا تھا

فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال گجرات

ہماری استقامت زمانہ خوب جانتا ہے
نہ ہم نے منزلیں بدلیں نہ ہم نے دوست بدلے ہیں

شگفتہ خان...... بھلوال

پھر کہاں حساب رہتا ہے
پیار جب بے حساب ہوجائے

رابعہ مبارک...... چوکی

کل اس کی آنکھوں نے کیا زندہ گفتگو کی تھی
گماں تک نہ ہوا کہ وہ بچھڑنے والا ہے

اقراء وکیل...... للیانی سرگودھا

بھیگی آنکھوں والی لڑکی
میری طرف جب دیکھتی ہے تو
من میں جل تھل کر جاتی ہے
مجھ کو پاگل کر جاتی ہے

سائرہ حبیب الرحمٰن اوڈ...... عبدالحکیم

شاید کبھی خلوص کو منزل نہ مل سکے
وابستہ ہے مفاد ہر اک دوستی کے ساتھ

عائشہ پرویز...... کراچی

بس وہ لہجہ بدلتے گئے اور ہم اجنبی ہوتے گئے

ناہید شبیر رانا...... رحمان گڑھ

ہم نے جسے چاہا وہ دور ہوگیا
چاہتوں کا یہ عجب دستور ہوگیا
خوشیاں نہ مل سکیں تو غم کو عزیز جانا
غم بھی اسی خوشی میں مغرور ہوگیا

منیبہ نواز...... صبور شریف

بھول بیٹھے ہو ہمیں یا نظر انداز کررہے ہو دوست
تم خوش ہو ہمیں بھول کر تو صدا خوش رہو

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

لڑتے تھے جس کی سائے کی تقسیم پر کبھی
حدت بڑھی تو جل گیا وہ سائبان ہی

عظمیٰ فرید...... ڈی آئی خان

وفا کی لاج میں منالیتے تو اچھا تھا
انا کی جنگ میں اکثر جدائی جیت جاتی ہے

سادیہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

بھول جانا اسے مشکل تو نہیں ہے فیضی
مگر آسان کام بھی ہم سے بھلا کہاں ہوتے ہیں؟

مہر گل...... اورنگی ٹاؤن کراچی

اپنے آپ میں بیٹھے بیٹھے گم ہوجاتا ہوں
اب میں اکثر میں نہیں رہتا تم ہوجاتا ہوں

فائزہ اینڈ الفت عباسی...... ہارون آباد چناری

پرندوں جیسی فطرت تھی اس کی میرے دل میں
جب یہ نکل آئے تو آشیانہ ہی بدل ڈالا

امبر گل...... جھڈو سندھ

بھرا رہے تیری خوشبو سے تیرا صحن چمن
بس اک موسم عنبر فشاں گزرتا رہے

ماریہ الماس...... ہارون آباد

چاہت کی بے بسی کا یہ قصہ ہے مختصر
دل نے سکوں نہ پایا کبھی دل لگی کے بعد

زرمین گل...... منڈھیالہ چٹھہ

وجہ پوچھنے کا تو موقع نہ ملا سمجھ نہیں آتی مجھے محبت کی کہانی اے دوست

سجدہ خدا کو کرتے ہیں اور مانگتے انسان کو ہیں
نفیسہ حبیب......لودھراں

شعور نے آنکھ کھولی تو مسلماں کو جھکا پایا
عقل نے پوچھا عروج سے یہ زوال کس طرح آیا
قرآن نے کہا مجھ پر عمل چھوڑ دیا تھا
سنت بولی اسلام سے دوری کا مزا پایا
نوشین اقبال نوشی......گاؤں بدر مرجان

سبز جنگل میں پرندوں کے ٹھکانوں میں کہیں
وقت لے آیا ہمیں گزرے زمانوں میں کہیں
ہم بھی ہو سکتے ہیں تاریخ کے اوراق میں ہم
مل بھی سکتے ہیں مگر تازہ فسانوں میں کہیں
مدیحہ اشفاق......گجرات

جل جاتا ہوں میں تم کو یوں سب پر مہرباں ہوتا دیکھ کر
یوں خیانت نہ کیا کرو تم امانت ہو میری
سائرہ شاہین......ٹکونڈی

اس کی تصویر میرے دل پر اس طرح ہے نقش
کہ جس طرح آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنا
نجمہ بخش......اوکاڑہ

ذرا دیکھ تو دروازے پر دستک کون دیتا ہے
محبت ہو تو کہنا یہاں اب ہم نہیں رہتے
ہمشیرہ حافظ رؤف علی......چونیاں

اسلام کا ہم سکہ دنیا میں بٹھادیں گے
توحید کی دنیا میں اک دھوم مچادیں گے
اسلام زمانے میں دبنے کو نہیں آیا
تاریخ میں یہ مضمون ہم تم کو دکھا دیں گے
دیا خان......میانوالی

یہ بھول ہے اس کی کہ آغاز گفتگو ہم کریں گے
ہم تو خود سے بھی روٹھ جائیں تو صدیوں خاموش رہتے ہیں
ماریہ چوہدری......واجل

میری یادوں سے بچ نکلو وعدہ ہے تم سے
میں دنیا سے کہہ دوں گی کمی میری وفا میں کی ہے
عطیہ......جہلم

دلوں میں فرق آجائے تو اتنا یاد رکھنا تم
دلیلیں منتیں اور فلسفے بے کار جاتے ہیں
کوثر ناز......حیدرآباد

ہم پر ذرا سی تنگ دستی کیا آن ٹھہری دوست
تم نے تو لہجے کی مٹھاس ہی کہیں رکھ چھوڑی
عشا نور بلوچ......نواب شاہ

کون جیتے گا اس سے باتوں میں
جس کی آنکھیں بھی کلام کرتی ہوں
نازش مجید گورنج......ملیر

مر جائے تو بڑھ جاتی ہے انسان کی قیمت
زندہ رہیں تو جینے کی سزا دیتے ہیں لوگ
مریم اقبال......شرقپور شریف

مجھے حیرت ہے میرے پاس کچھ بھی نہیں بچتا
میں اپنی ذات سے جب بھی تمہیں تفریق کرتا ہوں
ثمرین کنول......کراچی

کہہ رہی ہے فضا کی خاموشی
ان دنوں تم اداس ہو شاید
طلعت نظامی......کراچی

جن پتھروں کو عطا کی ہم نے دھڑکن
ان کو جب زباں ملی تو ہم پر برس پڑے
نزہت جبین......ملیر کراچی

وقت ملے تو پڑھنا مجھے ضرور
میں نایاب الجھنوں کی مکمل کتاب ہوں
صوفیہ نازنی گل......گوجر گڑھی مردان

درختوں کو اجڑتے ہوئے دیکھا تو بہت تھا
یوں ہم بھی اجڑ جائیں گے سوچا بھی نہ تھا
نیلم شہزادی......کوٹ مومن

اب تو کر لیجیے سماعت قصۂ عشق میر کا محسن
آہ تک تو آ گیا ہے مختصر کرتے کرتے

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

کھجوری کھویا بھری بالز

اجزاء

کھجور	آدھا کلو
چینی	حسب ذائقہ
الائچی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
دودھ	دو کپ
کھویا	ایک پاؤ
ناریل پاؤڈر	ایک کپ

ترکیب:۔

کھجوروں کی گٹھلیاں نکال کر صاف کرلیں اور چوپر میں پیس لیں۔ ایک ساس پین میں کھجور کا آمیزہ دودھ اور الائچی پاؤڈر ڈال کر پکائیں۔ دودھ خشک ہوجائے تو چمچے سے اچھی طرح مکس کرکے اور ٹھنڈا کرلیں کھوئے میں چاہیں تو تھوڑی پسی چینی ملا کر اس کی چھوٹی بالز بنالیں۔ اب کھوئے کی بالز پر کھجور آمیزہ لپیٹ کر دوبارہ اسے بالز کی شیپ دے دیں اور ناریل میں رول کردیں ٹھنڈا کرکے افطار کے وقت سرو کریں۔

نرگس...... کراچی

چھولے چاٹ

اجزاء:۔

چھولے	ایک پاؤ (رات کو بھگودیں)
سوڈا	آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا	آدھا کپ (چوپ کرلیں)
ہری مرچیں	تین عدد (چوپ کرلیں)
پیاز	ایک عدد (کاٹ لیں)
املی	ایک کپ (بھگودیں اور بیج نکال کر پیسٹ الگ کرلیں)
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ	ایک چائے کا چمچ (کٹی ہوئی)
زیرہ	ایک کھانے کا چمچ (کٹا ہوا)
چاٹ مصالحہ	حسب ذائقہ
چینی	ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر	ایک کپ (چوکور کاٹ لیں)

ترکیب:۔

چھولوں میں سوڈا ڈال کر رات کو بھگودیں۔ اس کے بعد چھولوں میں سے سوڈا کا پانی نکال کر دوسرا پانی اور نمک ڈال کر چھولوں کو ابال لیں۔ گل جائیں تو اس کا بچا ہوا پانی نتھار کر چھولوں میں املی کا پیسٹ، نمک، کٹی ہوئی لال مرچیں، زیرہ، چینی اچھی طرح مکس کردیں۔ ٹماٹر، ہرا دھنیا اور ہری مرچیں ڈال کر مکس کریں۔ ڈش میں چھولے نکال کر اوپر سے چاٹ مصالحہ چھڑک کر پیش کریں۔

عائشہ سلیم...... کراچی

مرچوں کے پکوڑے

اجزاء:۔

ہری مرچیں (بڑی والی)	ایک پاؤ
تیل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ
چاٹ مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
کھٹائی پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
بیسن	ایک کپ

ترکیب:۔

مرچوں کو دھو کر چیرا لگا کر اس میں نمک، چاٹ مصالحہ اور کھٹائی پاؤڈر مکس کرکے بھردیں۔ بیسن میں نمک، لال مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، میٹھا سوڈا، زیرہ پاؤڈر ملا کر پانی سے پھینٹ لیں۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں۔ مرچوں کو بیسن کے آمیزے میں ڈپ کرکے تیل میں ڈال کر درمیانی آنچ پر فرائی کریں۔ ٹشو پیپر پر نکال لیں۔ میٹھی چٹنی، ہری چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

بینش ارسلان...... لاہور

دال مونگ کے دہی بڑے

اجزاء:

دہی بڑا مکس — ایک پیکٹ
نمک — حسب ذائقہ
چاٹ مصالحہ — حسب ذائقہ

ترکیب:

بیسن، چاٹ مصالحہ اور دہی بڑا مکس ایک پیالے میں ڈالیں۔ اس میں تھوڑا پانی ملا کر پھینٹ لیں اور گرم تیل میں پکوڑے فرائی کرلیں۔ پانی میں تھوڑا نمک ملا کر رکھیں۔ پکوڑے ٹھنڈے ہو جائیں تو نمک کے پانی میں ڈالیں تھوڑی دیر بعد پکوڑے نکال کر ہاتھ سے دبا دبا کر پانی نکال دیں۔ ڈش میں رکھیں۔ دہی میں چینی ملا کر پھینٹ لیں اور پکوڑوں پر ڈالیں۔ اوپر سے دہی بڑا چاٹ مصالحہ چھڑک دیں۔ مزے دار مونگ کی دال کے دہی بڑے تیار ہیں۔ افطار کے وقت سرو کریں۔

کنول..... ملتان

پوٹلی سموسہ

اجزاء:

قیمہ — آدھا کلو
پیاز — دو عدد
ٹماٹر — دو عدد
لہسن ادرک پیسٹ — ایک کھانے کا چمچ
نمک — حسب ذائقہ
لال مرچ (کٹی ہوئی) — آدھا چائے کا چمچ
سیاہ مرچ (کٹی ہوئی) — آدھا چائے کا چمچ
تیل — دو کھانے کے چمچ
زیرہ (کٹا ہوا) — ایک چائے کا چمچ
پودینہ، ہری مرچیں — چار کھانے کے چمچے (چوپ کیا ہوا)

سموسے کے لیے

میدہ — دو کپ
نمک — حسب ذائقہ
گھی — دو کھانے کے چمچ
اجوائن — آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:

سوس پین میں تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر فرائی کرلیں۔ قیمہ، لہسن ادرک پیسٹ نمک، کٹی لال مرچیں اور سیاہ مرچیں ڈال کر بھون لیں۔ اس کے بعد ڈھکن ڈھک کر پکائیں۔ آخر میں پودینہ، ہری مرچ، زیرہ ڈال کر مکس کرکے آمیزے کو ٹھنڈا کرلیں [illegible] میں نمک، گھی، اجوائن ڈالیں اور مکس کرکے پا[illegible] سخت آٹا گوندھ لیں اور ڈھک کر رکھیں۔ گندھے ہوئے [illegible] کی بڑی سی روٹی بیل لیں اور کٹر سے گول [illegible] سائز کی پوریاں کاٹ لیں۔ اس پر قیمہ رکھیں [illegible] کی شکل دے کر گرم تیل میں ڈیپ فرائی کرکے [illegible] چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

مہک آفتاب..... کراچی

کوفتہ مصالحہ کرسپی بریڈ سلائس

اجزاء:

قیمہ — ایک پاؤ
چاول — تین کھانے کے چمچ
پیاز (چوکور کٹی ہوئی) — دو عدد
ہرا دھنیا — ایک کھانے کا [illegible]
لہسن — پیسٹ ایک کھانے کا چمچ
پودینہ (کٹا ہوا) — ایک کھانے کا چمچ
نمک — حسب ذائقہ
سیاہ مرچ پاؤڈر — آدھا چائے کا چمچ
دار چینی (پسی ہوئی) — آدھا چائے کا چمچ
انڈے — چار عدد
میدہ — آدھا کپ
بیکنگ پاؤڈر — [illegible] کا چمچ
تیل (تلنے کے لیے) — حسب ضرورت

ترکیب:

چاولوں میں پانی ڈال کر [illegible]
پودینہ، نمک، پیاز، ہرا مصالحہ [illegible]

ایک نان اسٹک پین میں ایک کپ پانی ڈال کر گرم کریں۔ آنچ دھیمی کر کے تیار کیے ہوئے کوفتے ڈالیں اور بیس منٹ پکنے کے بعد اتار لیں۔ اور ٹھنڈا کرلیں انڈے، میدہ، بیکنگ پاؤڈر میں تھوڑا سا نمک اور پانی ملا کر آمیزہ تیار کرلیں۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں۔ تیار کیے ہوئے کوفتے آمیزے میں ڈبوئیں اور دھیمی آنچ پر سنہرا ہونے تک فرائی کریں چلی گارلک ساس کے ساتھ سرو کریں۔

عروسہ عمران..... چیچہ وطنی

آلو کی چاٹ

اجزا:-

آلو	آدھا کلو
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
زیرہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
چاٹ مصالحہ پاؤڈر	ڈھائی چائے کا چمچ
املی کا پیسٹ	آدھا کپ
پودینہ	آدھا کپ
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	تین عدد
لیموں کا رس	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:-

آلو کو ابال کر چوکور کاٹ لیں۔ اس کے بعد آلو میں نمک، لال مرچ، زیرہ پاؤڈر، چاٹ مصالحہ پاؤڈر، املی کا پیسٹ، پودینہ، ہری مرچیں اور لیموں کا رس مکس کردیں۔ مزیدار آلو کی چاٹ تیار ہے سرو کریں افطاری کی یہ چٹ پٹی ڈش آپ کو ضرور پسند آئے گی۔

صنم..... جھنگ

کچے قیمے کے کباب

اجزا:-

قیمہ	آدھا کلو
پیاز	آدھا کپ (تل کر براؤن کرلیں)
لہسن ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
بیسن (بھون لیں)	چار کھانے کے چمچ
انڈا	ایک عدد
ہرا دھنیا (چوپ کرلیں)	دو کھانے کے چمچ
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	دو عدد
پیاز (باریک چوپ کی ہوئی)	آدھا کپ
پپیتا پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
ثابت لال مرچیں	تین عدد
ثابت دھنیا	ایک چائے کا چمچ
ثابت زیرہ	ایک چائے کا چمچ
لونگ	چار عدد
دارچینی	ایک عدد
چھوٹی الائچی	تین عدد
بڑی الائچی	ایک عدد

ترکیب:-

ثابت لال مرچیں، ثابت دھنیا، ثابت زیرہ، سیاہ مرچ پاؤڈر، دارچینی، چھوٹی الائچی اور بڑی الائچی کو بھون کر پیس لیں۔ قیمے میں براؤن کی ہوئی پیاز، لہسن، ادرک پیسٹ، بیسن، انڈا، ہرا دھنیا، ہری مرچیں، نمک، پیاز، پپیتا پیسٹ اور بھون کر پیسا ہوا مصالحہ ڈال کر مکس کر کے آدھا گھنٹہ میرینیٹ ہونے کے لیے چھوڑ دیں۔ اب آمیزے کے چھوٹے چھوٹے کباب بنا کر تھوڑے تیل میں فرائی کریں۔ مزے دار کچے قیمے کے کباب تیار ہیں۔ ہری چٹنی، پیاز اور روٹی کے ساتھ سرو کریں۔

مہرین سجاد..... کراچی

آلو بخارے کا شربت

اجزا:-

آلو بخارے	500 گرام
چینی	

انے کا زرد رنگ	ڈیڑھ گرام
نس	چند قطرے

ترکیب:۔

آلو بخارے اچھی طرح دھو کر صاف کر لیں۔ آدھا ر پانی میں آلو بخارے ڈال کر رات بھر کے لیے چھوڑ یں۔ صبح کو اسی پانی میں آلو بخاروں کو ابال لیں۔ دو ر جوش آنے کے بعد چولہے سے اتار لیں۔ چھلکے اور ٹھلی نکال کر پھینک دیں۔ اب اس رس میں چینی ملا ر پکائیں۔ ایک تار کی چاشنی تیار ہو جائے تو ایسنس ور زرد رنگ بھی ملا دیں اور چمچ چلا کر سب کچھ اچھی رح ملا لیں۔ پھر اتار کر ٹھنڈا کر لیں اور صاف بوتل یں بھر لیں۔

حنا فرحان...... لاہور

مکس فروٹ اسکواش

اجزاء:۔

نگترے کا رس	ایک کپ
یموں کا رس	ایک کپ
اناس کا رس	ایک کپ
نگور کا رس	ایک کپ
پانی	تین کپ
چینی	آٹھ کپ
نمک	آدھا چھوٹا چمچ
پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ	چوتھائی چھوٹا چمچ

ترکیب:۔

لیموں، سنگترے، اناناس اور انگور کے رس کو ایک ساتھ ملا کر باریک کپڑے سے چھان لیں۔ چینی کو پانی میں حل کریں۔ پانی کو بھی باریک کپڑے سے چھان لیں چینی والے پانی سے ایک تار کی چاشنی بنائیں چاشنی ٹھنڈی کر لیں۔ رس، چاشنی اور نمک کو اچھی طرح سے ملائیں۔ ٹھنڈے مرکب میں آدھا کپ پانی میں پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ گھول کر ملائیں۔ تیار اسکواش کو بوتلوں میں

ام نور...... کراچی

اسپائسی چکن ڈرم اسٹک

اشیاء:

چکن ڈرم اسٹک	آٹھ عدد
ادرک لہسن پیسٹ	دو کھانے کے چمچے
ہلدی، نمک	حسب ضرورت
سرخ مرچ	ایک چائے کا چمچہ
سرکہ	آدھا کپ
گرم مسالا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچے
ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچے
سیاہ مرچیں (موٹی پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچہ
آئل	حسب ضرورت

ترکیب:

ڈرم اسٹک میں ادرک لہسن پیسٹ ہلدی، سرخ مرچ پاؤڈر، نمک، سرکہ اور گرم مسالا پاؤڈر ملا کر تین گھنٹے کے لیے دم کر کے اسے آئل میں ہلکی آنچ پر شیلو فرائی کر لیں۔ جب براؤن ہو جائے اور آدھی گل جائے تو اس میں لیموں کا رس اور ہرا دھنیا ڈال کر پکائیں آخر میں کٹی ہوئی سیاہ مرچیں ڈال کر دو سے تین منٹ پکائیں۔ کیچپ کے ساتھ سرو کریں۔

نزہت جبین...... کراچی

کریمی چکن سینڈوچ

اجزاء:

چکن	ایک پیالی
نوڈلز	ایک پیالی (ابال لیں)
کٹی لال مرچ	آدھا چائے کا چمچ
زیرہ بھنا ہوا	ایک چائے کا چمچ
مسٹرڈ پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
سویا ساس	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ

پنیر کدوکش کیا ہوا	دو کھانے کے چمچ
تیل (سلائس پر لگانے کے لیے)	دو کھانے کے چمچ
ڈبل روٹی سلائس	آٹھ عدد

ترکیب!

چکن کی بوٹیاں کالی مرچ چٹکی نمک کے ساتھ ابال کر ریشہ کر لیں۔ اب نوڈلز بھی ابال کر ٹھنڈے کر لیں۔ ایک بڑے پیالے میں چکن نوڈلز اور تمام مسالے ملا لیں۔ پنیر آخر میں ملا لیں۔ ڈبل روٹی کے سلائس کے کنارے چاروں طرف سے نکال دیں۔ اب ایک سلائس پر آمیزہ لگائیں اور دوسرا اس کے اوپر رکھیں۔ باہری طرف برش سے تیل لگا دیں۔ اب اس تیار شدہ سینڈوچ کو سینڈوچ میکر میں بیک کر لیں۔ بہت ہی مزے دار کرسپی سینڈوچ گرم گرم تیار ہیں۔ سینڈوچ میکر کے بغیر بھی آپ سلائس کی فلنگ کر کے چھری سے دو حصوں میں کاٹ کے سینڈوچ بنا سکتی ہیں۔

صائمہ اسحاق علی۔ کراچی

کھٹے چنے

اشیاء:

آدھا کلو چنے	رات بھر کے لیے بھگو دیں
پیاز	تین عدد باریک کٹے ہوئے
سرخ مرچ	آدھا چائے کا چمچ
ادرک لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
املی کا رس	آدھی پیالی
سفید زیرہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
ہری مرچ	تین عدد
انار دانہ عرق	آدھی پیالی

ترکیب

چنوں میں چھ سات پیالی پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر چڑھا دیں اور ساتھ ہی تمام مسالے اس میں ڈال دیں اور تین گھنٹے تک پکنے دیں۔ جب پانی سوکھ جائے چنے گل

اس میں ہری مرچ ڈال کر بگھار دیں اور مزے سے چنوں کا لطف اٹھائیں۔

طلعت نظامی..... کراچی

چائنیز سلاد

اشیاء:

چکن	ایک کپ ابلی ہوئی (باریک ریشے کر لیں)
سفید چنے	ایک کپ (ابلے ہوئے)
اسپیگھٹی یا نوڈلز	ایک کپ (ابلے ہوئے)
سلاد کے پتے	چار عدد
ہری پیاز	دو عدد
ٹماٹر	ایک عدد (سرخ بڑا)
بریڈ کے سلائس	تین عدد
نیچرل سویا سوس	تین بڑے چمچ
نیچرل ریفائنڈ سالٹ	حسب ذائقہ
مسٹرڈ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
نیچرل سیاہ مرچ	آدھا چائے کا چمچ
نیچرل سفید سرکہ	تین بڑے چمچ
مایونیز	چھ بڑے چمچ
بند گوبھی	ایک کپ (باریک کٹی ہوئی)

ترکیب:

بریڈ کے سلائس کے کنارے کاٹ کر چھوٹے ٹکڑے کر لیں اور ڈیپ فرائی کر لیں اور کاغذ پر نکال کر رکھیں۔ ایک شیشے کے بڑے باؤل میں ابلی ہوئی چکن سفید چنے نوڈلز باریک کٹی ہوئی ہری پیاز بند گوبھی ٹماٹر اور سلاد کے پتے اور بریڈ کے ٹکڑے ملا لیں۔ سلاد سرو کرنے سے پہلے سویا ساس نیچرل ریفائنڈ سالٹ مسٹرڈ پاؤڈر سیاہ مرچ سفید سرکہ مایونیز مکس کر کے سلاد میں کانٹے کی مدد سے اچھی طرح مکس کریں اور کھانے کے لیے پیش کریں۔

ہالہ سلیم..... کراچی

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

موسم گرما میں آئی میک اپ

سال کے جتنے بھی موسم ہیں ان سب کا اثر ہمارے جسم پر پڑتا ہے۔ اس سے کوئی بحث نہیں کہ موسم اچھا ہے یا برا۔ ہوشیاری یہی ہے کہ آپ اچھے موسم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور برے موسم سے خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ آنکھوں کے بارے میں سب کی متفقہ رائے ہے کہ یہ ہمارے جسم کا سب سے نازک اور پرکشش عضو ہے۔ آیئے اس گرمی میں آنکھوں کو محفوظ رکھنے کے حوالے سے آپ کو کچھ کارآمد ٹپس بتاتے ہیں۔

موسم گرما میں سورج خوب آگ برساتا ہے ہوا بھی گرم چلتی ہے اور گرد وغبار کا بھی زور ہوتا ہے اور یہ سب آنکھوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ آپ کو کچھ حفاظتی اقدامات کرنے ہوں گے اگر آپ چاہتی ہیں کہ گرم موسم میں بھی آپ کی آنکھیں تازہ اور زبردست نظر آئیں تو آپ کو آنکھوں کے حوالے سے ذیل میں دیے گئے اقدامات ضرور کرنا چاہیے۔

☆ اپنی آنکھوں کے نیچے حصہ کو چھپا کر رکھیں کیونکہ یہی حصہ بہت حساس ہوتا ہے۔ مطلب آپ کو چشمہ لگانا چاہیے۔

☆ زیادہ فیکٹر والی سن اسکرین کا استعمال کریں اور اسے آنکھوں کے نیچے پپوٹوں پر لگائیں اس کا مقصد یہ ہے کہ گرمیوں میں آپ کی رنگت میں فرق نہ پڑے۔ اس سے آپ کی آنکھوں کے نیچے شکنیں بھی نہیں بنیں گی۔

☆ گرمیوں کے حوالے سے ایک بہت ہی آسان مگر موثر کیئر یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ پانی پیا جائے کیونکہ گرمیوں میں جسم کے ہر عضو کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور آنکھوں کو تو لازمی پانی چاہیے کیونکہ یہ ہمیشہ نم رہتی ہیں گرمیوں میں زیادہ پانی پینے سے آنکھوں میں چمک بھی پیدا ہوتی ہے۔

☆ گرمیوں میں آنکھوں کی دیکھ بھال کا مطلب ان کی صفائی ستھرائی ہے۔ صاف پانی سے آنکھوں کو پانچ سے چھ مرتبہ روزانہ دھوئیں۔ اگر آپ آنکھوں کے حوالے سے مزید سکون چاہتی ہیں تو عرق گلاب کا استعمال کریں یہ بہت پرانا اور آزمودہ نسخہ ہے اور بہت کارآمد اور موثر بھی۔ عرق گلاب ایک اینٹی بیکٹیریل ٹانک کے طور پر کام آتا ہے اور آنکھوں کو تازگی بخشتا ہے۔

☆ آنکھوں کو آرام پہنچانے اور ان کے نیچے سیاہ حلقے کو ختم کرنے میں کھیرا بھی اپنے اندر جادوئی اثر رکھتا ہے۔ سونے سے قبل آنکھوں پر کھیرے کے سلائس رکھیں اور اس کی ٹھنڈک اور تازگی سے لطف اندوز ہوں۔

☆ گرمیوں میں آنکھوں کا میک اپ ہلکے سے ہلکا ہونا چاہیے۔ تیز اور شوخ شیڈ بالکل بھی اچھے نہیں لگیں گے۔ گرمیوں میں آئی میک اپ کے لیے منرل برانڈ میک اپ استعمال کرنا چاہیے کیونکہ یہ قدرتی ہوتے ہیں اور آپ کی آنکھوں کو گرمیوں میں محفوظ اور فریش رکھتے ہیں۔

آئی میک اپ

مشہور بات ہے کہ آنکھیں دل کی کھڑکی ہوتی ہیں مگر جب ان کو میک اپ کرکے خوب صورت بنانے کی بات آتی ہے تو اکثر خواتین اس میں ناکام رہتی ہیں۔ تقریب چھوٹی ہو یا بڑی آنکھیں بہرحال توجہ کا مرکز ہوتی چاہیں کیونکہ ہمارے چہرے پر سب سے پہلے جس چیز کا نوٹس لیا جاتا ہے وہ ہماری آنکھیں ہی تو ہیں۔ آنکھوں کا ہلکا سا میک اپ بھی جادوئی اثر دے سکتا ہے اور آپ کے لک میں اضافہ کرسکتا ہے۔

آئی میک اپ کا اہم مقصد ہوتا ہے آپ کی آنکھوں کو ایک گلیمرس لک دینا مگر اس کے لیے آپ

کے پاس آئی میک اپ کو استعمال کرنے کا ہنر بھی ہونا چاہیے۔ ہم سب شام کی پارٹی کے لیے ایک پرکشش آئی میک اپ چاہتے ہیں مگر اکثر خواتین کو آئی میک اپ کی تکنیک کا پتا نہیں ہوتا۔ ذیل میں اس سلسلے میں سات اقدام کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو آپ کے آئی میک اپ میں کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں۔

تیاری

آئی میک اپ کرنے سے قبل کنسیلر کا استعمال کر کے آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے یا کوئی دانے وغیرہ کا نشان ہے تو اسے خفیہ کرلیں۔ ہر آنکھ کے نیچے کنسیلر کے تین ڈاٹ لگائیں اور ان کو اندرونی کنارے سے بلینڈ کرتے ہوئے بیرونی کنارے تک آجائیں تاوقت یہ کہ یہ برابر ہوجائے اور بالکل نظر نہ آئے۔

آئی بیس

اگر آپ چاہتی ہیں کہ آئی میک اپ کئی گھنٹوں تک اصل حالت میں برقرار رہے تو دونوں پپوٹوں پر آئی بیس لگائیں اور ان کو اچھی طرح سے بلینڈ کرلیں۔

آئی شیڈو

آئی میک اپ کرتے وقت یہ بہت ضروری ہے کہ آپ درست کلر اور شیڈز کا انتخاب کریں اور ان کو اپنے ڈریس کے ساتھ ہم آہنگ کریں۔ آنکھوں کو پرکشش بنانے کے لیے عموماً تھری ٹونڈ آئی شیڈو کا استعمال کیا جاتا ہے بہترین طریقہ یہ ہے کہ لائٹ کلر سے میک اپ کا آغاز کریں جو آپ کی جلد کے ٹون سے میچ کرتا ہوا ہو۔ اسے پپوٹوں پر اس طرح استعمال کریں کہ اسٹروک بھنوؤں کی طرف جاکر ختم ہو۔ اس کے بعد پپوٹوں کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک میڈیم کلر آئی شیڈو لگائیں اور کریز میں اس سے تھوڑا استعمال کریں۔ آئی میک اپ کو نیچرل لک دینے کے لیے ہر کلر کو اچھی طرح بلینڈ کرلیں۔

آئی لائنر

بہترین آئی میک ٹپس یہ ہے کہ ڈارک شیڈ کو بطور آئی لائنر استعمال کیا جائے محض بلیک اور براؤن آئی لائنر کے ذریعے بھی ایک شاندار آئی لائنز تخلیق کرسکتی ہیں۔ آئی لائنر بھی زیادہ تاثر انگیز بنتی اور نظر آتی ہے جب ان کو پلکوں سے قریب تر لگایا جاتا ہے اور اندرونی کنارے سے بیرونی کنارے کی طرف لگایا جانا چاہیے۔

ہائی لائٹر

ہائی لائٹر کے ذریعے آئی میک اپ کو مزید زندگی ملتی ہے اور یہ اور واضح ہوجاتا ہے بطور ہائی لائٹ شیڈ کا استعمال کیا جائے اور اسے اندرونی کنارے پر زیادہ نمایاں کیا جائے۔ اسی شیڈ کو بھنوؤں کی ہڈی پر بھی تھوڑا سا لگالینا چاہیے۔

کرلنگ

آئی میک اپ اور زیادہ پرکشش پلکوں کو کرل کر کے بنایا جاسکتا ہے اور ان کو اور زیادہ نمایاں بھی کیا جاسکتا ہے۔ کرلر کو چند سیکنڈ کے لیے بلوڈرائر سے گرم کریں اور احتیاط سے اسے پلکوں پر کرل کرنے کے لیے استعمال کریں۔

مسکارا

آئی میک اپ کا آخری مرحلہ مسکارے کا استعمال ہے اور اسے اوپر اور نیچے دونوں پلکوں پر لگاتا ہے۔ مسکارے کی ڈنڈی کو بہت ہوشیاری سے آگے پیچھے کر کے استعمال کریں اور اپنا آئی میک اپ مکمل کریں۔

فاریہ بتول...... سیالکوٹ

نیرنگ خیال

ایمن وقار

ماہِ صیام

یہ رب کا لطف و انعام ہے
آیا ماہِ صیام ہے.....!
ارض و سماں پہ
نور ہے
ہر کوئی شاد
اور مسرور ہے
آیا ماہِ صیام ہے!
رحمتوں کے در کھلے
عبادتوں کے ثمر ملے
ذرہ برابر نیکی کا
ستر گنا اجر ملے
آیا ماہِ صیام ہے!
مسجد کی بہاریں
لوٹ آ گئیں
تراویح کی محافل
لوٹ آ گئیں
بچے بھی جھوم کر
کہتے ہیں
سحر و افطار کی
رونق لوٹ آئی
آیا ماہِ صیام ہے!
پہلے دس دن
بارانِ رحمت
اس کے آگے ہے
اذنِ مغفرت
آخری عشرہ ہے
دوزخ سے نجات
ساتھ میں ہے
شب قدر کی رات
گناہگاروں نہ گھبراؤ
رب سے اب تم
بخشش پاؤ!
آیا ماہِ صیام ہے!
یہ رب کا لطف و انعام ہے!

ندا فاطمہ.....کراچی

غزل

گل رنگ نظاروں سے بہاروں کی حدوں تک
چرچا ہے ترا چاند ستاروں کی حدوں تک
دیکھا ہے ترے حسن کا چڑھتا ہوا سورج
خوش بو کے جزیروں سے گلابوں کی حدوں تک
منظر ہے تری دید کا آنکھوں میں ہماری
پہرہ ہے تری یاد کا خوابوں کی حدوں تک
جلتے ہیں دیئے تیرے اشارے سے سر شام
چلتا ہے ترا جادو ہواؤں کی حدوں تک
اک عمر گزاری ہے محبت میں تمہاری
ڈھونڈا ہے تجھے ہم نے سرابوں کی حدوں تک
تسخیر حکیم اس کو کیا پیار سے ہم نے
چاہا تھا جسے ہم نے وفاؤں کی حدوں تک

حکیم خان حکیم.....اٹک

نظم

کچھ لوگ بہت یاد آتے ہیں
پھولوں پہ جب شبنم پڑتی ہے
ساون کی جھڑی جب لگتی ہے
یا دور چمن میں پھولوں کے
کوئی کوئل نغمہ گاتی ہے
یا بادِ صبا پھر چپکے سے
دھیمی سرگوشی کرتی ہے
یا تیز آندھی میں بھی کہیں
وفا کا دیپ جو جلتا ہے
یا پھر گہری خاموشی میں
کوئی پتہ ہی سرکتا ہے
یا پھر گاؤں کی گلیوں سے
کوئی بے بس شخص گزرتا ہے
جب سونے سونے آنگن میں
کوئی تنہا خود سے الجھتا ہے

جب رم جھم برستی بارش میں
اک دھندلا نقش ابھرتا ہے
یا پچھڑوں کی دھڑکن ہی
کبھی پاگل سی ہو جاتی ہے
یا اس بھیڑ میں دنیا کی
کوئی خواہش ہی کھو جاتی ہے
یا بھولے بھٹکے پنچھی ہی گھروں کو لوٹ کے جاتے ہیں
کچھ لوگ بہت یاد آتے ہیں
کچھ لوگ بہت یاد آتے ہیں

عافیہ رفیق عائی ..... ننکانہ صاحب

ادھورے خواب

دریچہ قلب پہ تیرے آشنا
قدموں کی آہٹ .....
دلیز چشم پہ تیرے وصل کے
ادھورے خواب .....
منتشر سانسوں کی بے چین ساعتیں .....
شب کے تنہا لمحوں میں
ادھورے بکھرے خوابوں کی طرح .....
ادھورا مجھ کو کر رہے ہیں
جیسے خواب زندگی نگل رہے ہیں
ادھورے لوگ مر رہے ہیں

سامعہ ملک پرویز ..... خانپور ہزارہ

من موہنے خواب

سنو پگلی!
ان سے بچ کے رہو کہ
یہ کچی عمر کے خواب بڑے ظالم ہوتے ہیں
کبھی ہنساتے ہیں
کبھی رلاتے ہیں
رنگین نظاروں سے بھرپور ہوتے ہیں
کچھ سنے سنے سے
کچھ بکھرے بکھرے سے
بہت سہانے ہوتے ہیں
برسات کے موسم کی طرح
بہت پرکشش لگتے ہیں
نرالے اچھوتے اور منفرد سے ہیں
مگر جب ٹوٹتے ہیں
تو اپنی میٹھی تلوار سے
بڑا گہرا زخم لگاتے ہیں

سویرا فلک ..... کراچی

غزل

نگاہ یار میں سرتاب شباب لگتا ہے
کبھی چراغ کبھی آفتاب لگتا ہے
ملا ہے شرف اسے دل گداز ہونے کا
ستم ظریف ہے ایسا کہ خواب لگتا ہے
ترا گلہ کہ جسے تو بجا سمجھتا ہے
مرا گماں کہ مجھے بھی حباب لگتا ہے
یہ چاند ڈوب کے بادل سے جب نکلتا ہے
کبھی حجاب کبھی بے حجاب لگتا ہے
جگر کہوں جو غزل تجھ سے دل شکستہ پہ
تو جان کر بھی نہیں اضطراب لگتا ہے
ذرا سی رات کی شب غم خیال جائیں گے
فراق یار میں جینا عذاب لگتا ہے

فیاض احمد خیال

ڈرون

ڈھلتی دھوپ
زردی کرنیں
سنسان سی راہیں
خاموش فضائیں
بولتے پنچھی
شام اندھیری
گھر کی وہ لڑکی
راہ میں اکیلی
کچھ ڈری سی .....!
کچھ سہمی سی .....!
گھر تھا جس کا
بہت ہی پیارا
گرا ہے جس پہ
آگ کا دھارا
کیا تھا بگاڑا .....؟
اس نے تمہارا

جس کا تم نے
گھر ہے اجاڑا.....!!

صدیقہ خان..... باغ آزاد کشمیر

بے بسی

وقت کی روانی میں
عشق کی کہانی میں
زیست اک قیامت ہے
اور اس قیامت میں
ساتھ ڈھیر سے ڈھیر سے اس کا
رگوں میں منجمد
خون کی مانند دوڑتا
کبھی دھوپ سی زندگی کو
سیاہ سا بخشتا ہے
تو کبھی وحشت کے لاحاصل
سفر کا ہم سفر بنتا ہے
دھوپ اور چھاؤں کے
اس کھیل میں
جھلستی میں
دور نکل آئی ہوں
اس قدر دور کہ
اب واپسی کا راستہ
خوابوں کی دھول ہے
اور اس دھول کی خاک
میرے چہرے پر لپٹی
میرے حال پہ مسکرائی ہے
اور دور افق پہ جگمگاتا
دشت کا تنہا چاند
مجھے بے بسی سے تکتا ہے.....!

میرا غزل صدیقی..... کراچی

نظم

ڈھونڈنے سے جب خدا ملتا ہے
پھر کیوں میں فانی جہاں ڈھونڈوں
خدا کا گھر ہی کافی ہے میرے لیے
پھر کیوں میں اپنا مکاں ڈھونڈوں
اس کی یاد جو ازل سے ہے میرے دل میں
پھر کیوں میں انجانے مہماں ڈھونڈوں
مرے دل میں ہے پر پھر بھی دور ہوں اس سے
پھر کیوں میں نہ اسے پریشاں ڈھونڈوں
وہ سب سے پیار کرتا ہے بے حد و بے حساب
پھر کیوں میں اپنے لیے جان جاں ڈھونڈوں
اس کی یاد ہی دولت افضل ہے ہمدم
پھر کیوں میں ساز و ساماں ڈھونڈوں

وقاص خان ہمدم

تم آ نہ سکے

رات ڈھلنے لگی
چاند ڈھلنے لگا
سوچ کا ہر زاویہ
رخ بدلنے لگا
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں
صبح نو کی آمد کا پیغام لے کر
میری زلفوں سے خوشبو چراتی ہوئی
گل و گلزار کو مہکانے چلیں
اور چڑیاں.....؟
میرے آنگن کے اک گھنے پیڑ پر
چہچہانے لگیں
اور ہم.....!
رت جگوں کے مسافر
ہر شب کی طرح
خوابوں، خیالوں کی اوڑھے ردا
سوچتے ہی رہے
تم بے وفا تو نہیں شاید مجبور ہو
کبھی تو تڑپتے دل کی کوئی بھی صدا سن نہ پائے کبھی
ہم پگھلتے رہے
رات ڈھلتی رہی
چاند جلتا رہا
دل پگھلتا رہا
وعدہ کر کے صنم ہم کھا کے قسم
نبھا نہ سکے
ہم تڑپتے رہے تم آ نہ سکے

سیدہ حیا عباس..... تلہ گنگ

نظم

میرے مولا
میری زیست کے وہ لمحات
جو تیری یاد سے غافل گزرے
بے بسی رنج و ملال کا اظہار
اشک کی صورت تم سے معافی کا طلبگار
تجھے تیری رحیمی کا واسطہ
کر دے معاف شانِ کریمی کا واسطہ
کہ
میرے نفس کو پاک کر دے
قلب و نظر کو روشن کر دے
بس میرے مولا اتنی سی ہے التجا
کر دے معاف مجھے بس اتنی سی ہے دعا

آنسہ شبیر..... ڈوگہ گجرات

غزل

مجھے کیا پڑی کوئی مشکل ہے
جب سوچ ہی دریا کا حاصل ہے
بنا کے گھروندے توڑ رہا ہوں
دور سمندر ہے قریب ساحل ہے
اے اجنبی تم اجنبی ہی رہنا
فسانہ غم میرا حالِ دل ہے
نگاہیں جھکی ہیں مسکرا رہے ہو
جیسے زہر میں امرت شامل ہے
وفائیں انکی ہی بھولی ہیں
جو مسیحا ہے وہی قاتل ہے
سرِ راہ اک حادثہ دیکھا میں نے
وہ اب تک مجھ سے غافل ہے
سیف وہ پریوں میں رہتی ہوگی
وہی تو اس کی اصل منزل ہے

سیف الاسلام..... لیاقت آباد کراچی

نظم

اس عشق کے دریا میں
اگر تم ڈوبنا چاہو
تو تم کو انتباہ ہے کہ
ذرا انجام پر بھی تم
فقط اک نظر تو کر لو
ذرا معلوم تو کر لو
کہ یہ جو عشق ہے اس کا
تو دریا بھی سمندر ہے
یہ گہرا بھی ہے اور
دلدل کی طرح بھی ہے
اگر یہ کھینچ لے تم کو سمج تر موج سے اپنی
تو تم واپسی کا رستہ بھول جاؤ گے
یہ تم کو چھین لے گا جب
تمہارے اپنے پیاروں سے
تو تم پچھتاؤ گے بے حد
مگر کچھ کر نہ پاؤ گے
اگر یہ عشق کا دریا
تمہیں لے ڈوبنے کے بعد
تم کو ساحل نہ پائے تو
بتاؤ کیا کرو گے جب؟
ہمیں معلوم ہے یہ سب
ہمیں الہام ہوا تھا
کہ ہمیں بھی پیار ہوا تھا

شمع ناز شکیل..... کراچی

غزل

بادل گرج رہے ہیں گھٹاؤں کی خیر ہو
ہیں لوگ بے زبان صداؤں کی خیر ہو
طغیانیوں کا خوف ہے دریا میں ان دنوں
سب کچھ اجاڑ جائیں نہ گاؤں کی خیر ہو
کب سے مسافروں کے لیے سائبان ہے
پیپل کے گہرے پیڑ کی چھاؤں کی خیر ہو
سورج دہک رہا ہے بڑی آن بان سے
دھرتی پہ اپنی خنک ہواؤں کی خیر ہو
صحرا نورد چل پڑے ہیں دھوپ اوڑھ کر
تپنے لگی ہے ریت بھی پاؤں کی خیر ہو
روشن کی ہے ہم نے ختم جہالت کی تیرگی
روشن ہے شمع علم ضیاؤں کی خیر ہو
مہلک بیماریوں میں ہیں بچے گھرے ہوئے
عاری ہیں احتیاط سے ماؤں کی خیر ہو

ان کے سروں پر کاش سلامت رہیں سدا
ملت کی بیٹیوں کی رداؤں کی خیر ہو
آنکھوں میں اشتیاق ہے دل میں تڑپ مرے
اس دل ربا کی شوخ اداؤں کی خیر ہو
شاکر نہیں تمیز جب رزق حلال کی
کیسے ہوں مستجاب دعاؤں کی خیر ہو

شاکر نظامی..... سرگودھا

فیصلہ

اپنی زیست کے صفحات سے
ہمارے وجود کا صفحہ
تار تار کر دینا
اپنی دھڑکن
سوچ سے
بوسیدہ محبت کے بوجھ سے
ہمارا خیال کھرچ دینا
ہمارا نام مٹا دینا
جذبے جب سرد پڑ جائیں
ارمان دل سے اتر جائیں
تو رشتے کو
منافقت کے دھاگوں سے
دنیاوی رسموں سے
ملاوٹی باتوں سے
آزاد کر دینا
جذبے جب سرد پڑ جائیں
جانیں بے موت مر جائیں
تو صلح کے رستے پر
پر سکون قدموں سے
واپس پلٹ جانا
ہمارا ساتھ چھوڑ دینا
احساس کی مٹی سے
تعمیر سپنوں کے محلات
مسمار کر دینا
جذبے جب سرد پڑ جائیں
کوئی مجبوری اوڑھ لینا
تعلق جبراً نہیں نبھتے
ہمارا ہاتھ چھوڑ دینا

حمیرا انضا... رحیم یار خان

غزل

تم جاننا چاہتے ہو مجھ سے دنیا کا نصاب
آؤ میں بتاؤں تمہیں پھر آخرت کا حساب
چھو بتاتی ہوں تم کو پس منظر میں حشر کا
ڈرنا بھی تم، لرزنا بھی تم اے لوگو، بے حساب
تم جیتے ہو دنیا میں رب سے ہو کر یوں غافل
پھر روتے ہو اس وقت جب دیتا ہے وہ عذاب
رحمٰن ہے رحیم ہے بے شک کریم ہے
مانگو تو سچی دل سے دے گا وہ بے حساب
دیتے ہو دکھ ہر شخص کو اے لوگوں بے پناہ
ظاہر ہے دے گا کانٹے پھر نہ دے گا وہ گلاب
نہ دیکھ علیہ تو دنیا کی حسن رفاقت
تو راضی کر خدا کو وہ بخشے گا بے حساب.....!

علیہ شمشاد حسین ..... کورنگی، کراچی

نظم

تم نے کہا تھا
پہلی بارش کے پڑتے ہی
لوٹ آؤ گے
ہم اور تم مل کر بھیگیں گے
دیکھو جاناں
کتنی پھواریں بیت چکی ہیں
ساون پھر سے لوٹ آیا ہے
برسوں پہلے کیا تھا تم نے
مجھ سے عہد
نبھاؤ نا
اب تو لوٹ کے آؤ نا

فیاض اسحاق..... سلانوالی

دوست کا پیغام آئے

حنا احمد

dkp@aanchal.com.pk

شاہ گروپ کے نام

السلام علیکم! آج تو شاہ گروپ کے چمکتے تارے کی سالگرہ ہے اور وہ چمکتا تارا ہے ثمرین قیوم۔ مائی بیسٹ فرینڈ یار! دیری گگی 25 کو تم کو آنچل ملے گا اور 25 جولائی کو تمہاری برتھ ڈے ہوگی' صدا مسکراتی رہو زندگی کے سفر میں' خوشیوں کے راستے میں' چاہتوں کے درمیان وہ سب کچھ ملے تم کو جو فجر میں ہے' جو صبح کی ابتداء میں ہے' جو ستاروں کی چمک میں ہے' جو چاندنی رنگ میں ہے' جو پھولوں کی مہک میں ہے اور جو تمہارے دل میں ہے آمین۔ سنو! ثمرین سالگرہ مبارک ہو' جیری' رابی' زوفی' شاہ تالیوں کے ساتھ۔ بی لیٹ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔

لبنیٰ شاہ...... چک سادہ گجرات

پیارے ابو جی کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تو ابو جی آپ کو بہت بہت مبارک ہو کہ آپ عنقریب حج پر جانے والے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ باری تعالیٰ کا لاکھ لاکھ کرم ہے اور مجھے سب سے زیادہ اس بات کی بھی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے میری سالگرہ والے دن آپ کو اور ہم سب کو یہ تحفہ دیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام امت مسلمہ کو اور بالخصوص مجھے اور تمام پیاروں اور دوستوں کو مرنے سے پہلے ایک بار تو مجھے مدینے کی حاضری ضرور نصیب فرمائے آمین ثم آمین...... اور 20 جولائی کو میری امی جان کی برسی ہے تو میری اپنی تمام رائٹرز ریڈرز اور فرینڈ سے درخواست ہے کہ وہ ایک بار سورۃ فاتحہ اور 3 بار سورۃ اخلاص پڑھ کر ان کی مغفرت کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے آمین اور ان تمام دوستوں کی بھی شکر گزار ہوں جو مجھے اپنے پیغامات میں یاد کرتی ہیں۔ میں بھی آپ کی دوستی اور اپنے لیے محبت پر فخر کرتی ہوں' سویٹ نوشی جانو 27 جولائی کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ تمہاری اور میری تمام پریشانیوں کو حل کرے آمین۔

امبر گل...... جھنڈو سندھ

آنگن کی کلیوں کے نام

میرے آنگن کی ننھی منی کلیوں کرن اور صبیحہ تم دونوں کو تمہاری سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ کرے تم دونوں ہمیشہ شاد و آباد رہو اور قدر دان لوگوں میں جاؤ۔ 19 جولائی کو صبیحہ اور کرن کی 30 جولائی کو سالگرہ ہے میں اپنے پیارے آنچل کے توسط سے تم دونوں کو وش کرتی ہوں' تمہارے پاپا جانی اور بھیا راجہ احمد جمال بھی تم دونوں کو بہت بہت مبارک باد دیتے ہیں۔

ارم کمال...... فیصل آباد

عمیر بھائی کے نام

السلام علیکم! کیا حال چال ہے میرے پیارے بھائی 20 اگست کو آپ کی سالگرہ ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو مجھے کیک کھلاؤ پھر گفٹ بھی دوں گی نا بچی۔ بھئی سب سے پہلے وش کرنے کا اعزاز جو حاصل کر رہی ہوں ویسے عمیر بھائی گھر کب تشریف لارہے ہو آپ سے زیادہ آپ کے لیپ ٹاپ کی یاد آتی ہے ہاہاہا۔ اپنا خیال رکھنا بھیا جی اللہ حافظ۔

سعدیہ رمضان سعدی...... صادق آباد

پیارے پاپا کے نام

پیارے پاپا ہمیں آپ سے اتنی محبت ہے کہ جیسے سمندر میں پانی۔ ہم پر ہے ہمیشہ آپ کا سایہ پوری زندگی ہم نے آپ کے ساتھ ہے بتائی۔ آئی لو یو پاپا جانی' آخر میں سب سے کہنا چاہوں گی کہ شب معراج کی رات میرے نانا کی وفات ہوئی تھی تو آپ سب سے گزارش ہے کہ ان کے لیے خاص دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور باقی سب قارئین بہنوں کو سلام۔

عائشہ پرویز...... کراچی

آنچل فرینڈز کے نام

ایس بتول شاہ' طیبہ طاہرہ طوبیٰ' خدیجہ شہزیوال' ریحانہ کوثر...... میرے سوالات پسند کرنے پر آپ کا بہت بہت شکریہ یہ تو آپ دوستوں کی محبت ہے جو کہ میرے سوالات کو پسند کرتی ہیں' میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور تمام آنچل فرینڈز کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے آمین۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

پیاری دوستوں کے نام

میری پیاری سی دوستوں عائشہ ملک' ظلِ ہما' نذل' کول' رباب' سکنی ملک' شاہ زندگی' بادیہ اظفر سب کو میرا سلام۔ کیسی ہو دوستو! اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوشیاں عطا فرمائے آمین۔

سلمیٰ ملک آپ کو اللہ نے عمرہ کی سعادت عطا فرمائی' بہت بہت مبارک ہو۔ چندا مثال جناب آپ کہاں گم ہو؟ حمنہ تمہاری باتیں بہت پیاری ہوتی ہیں لگتے ہو تم اپنا خیال رکھا کرو اور مذل تم بھی کول یار کہاں رہتی ہو؟ ارم نوشی فرح میری بہت ہی پیاری سی کزن شفقت (دیکھ لو مجھے یاد تھا) اور تمام آنچل قارئین' رائٹرز' آنچل اسٹاف اور تمام اہل اسلام کو میری جانب سے رمضان بہت بہت مبارک ہو۔ ام ثمامہ آپ کو میری دوستی قبول نہیں' آپ نے کوئی جواب نہیں دیا' رمضان مبارک' دعاؤں کی طالب۔

صبا نواز بھٹی..... سانگھڑ

شیاں زرگر اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم دوستو! کیسے مزاج ہے سب کے؟ سب سے پہلے شیاں زرگر آپ کی والدہ کا سن کے بے حد افسوس ہوا۔ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل دے آمین اور سمی خان کیسی ہیں آپ؟ دیکھو میں نے تمہیں آنچل میں یاد کیا' باقی تمام آنچل فرینڈ کو سلام اور ہاں مشرف ریاض آپ کا نام بہت اچھا لگا اس کا معنی کیا ہے؟ اور تمام آنچل فرینڈز اینڈ آنچل اسٹاف کو رمضان مبارک ہو۔

نورین لطیف..... ٹوبہ ٹیک سنگھ

پیارے بھائی جان کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں میرے پرنس بھیا! 19 جولائی کو آپ کا برتھ ڈے ہے نا سو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر برادر! حیران نہ ہوں جی یہ ہم ہیں آپ کی لاڈلیاں مریم بٹ' تمثیلہ بٹ' شکیلہ' راحیلہ اینڈ آپ کی سویٹ سی گڑیا ایمن فاطمہ! آپ جانتے ہی ہیں کہ ہمیں ہر سال کچھ نیا ہی سوجھتا ہے تو اس سال ہم نے سوچا کہ آپ کو آنچل کے ذریعے وش کیا جائے۔ ہم سب آپ کو بہت یاد کرتے ہیں آپ شانی' شانی' گڑیا' امی اور ابو جی تو آپ کو ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں۔ اللہ آپ کو آپ کے مشن میں کامیاب کرے اور آپ کو آپ کے اپنے والدین کے لیے خوشیوں کا ذریعہ بنائے۔ 17 جولائی کو میری فرینڈ سدرہ زمان کی سالگرہ ہے' سدرہ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو مائی ڈیئر۔ اقراء مس یو' مس یو' اب اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

مریم بٹ' تمثیلہ بٹ..... صوبتیاں' گجرات

دوستوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل فرینڈز کیسی ہیں سب؟ جن فرینڈز نے مجھے شادی کی مبارک باد دی ان سب کا بہت بہت شکریہ۔ لاڈو ملک کیسی ہو یار! اللہ تمہیں خوش رکھے آمین۔ ارپیہ شاہ تمہیں بھی اللہ پاک خوش رکھے آمین۔ عدیل ڈیئر تمہیں کامیابیاں ملیں اور تم بہت آگے جاؤ' پری چوہدری' جاناں ملک' انیس انصول' ماہ رخ سیال' ریحانہ راجپوت' سادیہ چوہدری' فریحہ شبیر' شاہ زندگی' مدیحہ نورین مہک' سباس گل (نادیہ فاطمہ آنچل میں انٹری دو) صبا نواز بھٹی' کرن شاہ' نازیہ آپی' سمیرا آپی' مریم آپی' کوثر ناز سب کو پیار بھرا اسلام اور کیسی ہیں آپ؟ انا خان آپ کیسی ہو؟ صاحب کو پیار۔ انا خان میں آپ کو بھلا ہی نہیں سکتی جو دل میں بستے ہوں انہیں بھلایا نہیں جاتا۔ شادی کے بعد سے مصروفیت بڑھ گئی ہے۔ سب دوستوں کو اللہ پاک بہت سی خوشیاں نصیب کرے آمین۔

صائمہ سکندر' علی سومرو..... حیدرآباد' سندھ

دل سے وابستہ لوگوں کے نام

السلام علیکم! الہڑی باڈی کیسے ہو سب؟ جی تو آپی راشدہ آپ سنا آنچل پڑھا' کیسا لگا میرا آنچل میں آنا ضرور بتایئے گا۔ آپی عاصمہ آپ کو بھی خوشی ہوئی یقیناً..... تو میرے پیارے پیارے بھائیوں اسامہ' عدیل احمد' سرفراز' الفت احمد' عبداللہ' عمر سب ٹھیک ہو ناں؟ ارے یار بھول گئے آپ اپنی آنٹی ماروی کو؟ ایسا ہی ہوتا ہے اس سنگدل دنیا میں اب جو آنچل کو پڑھے گا اسی کے ساتھ میرا رابطہ ہوگا ورنہ نہیں سمجھے آپ کنجوس لوگ 50 روپے نہیں نکال سکتے جیب سے ساجد بھائی پلیز آپ بھی میرا ساتھ مت چھوڑیئے گا' ورنہ میں ہار جاؤں گی رشتوں کے کھیل میں۔

ماروی یاسمین..... سرگودھا

چاچو وسیم کے نام

السلام علیکم چاچو وسیم اکرم جی! آپ پریشان ہوتے تھے نا دیکھیں اب آپ کا نام آ گیا ہے اور میں تہہ دل سے آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں تک پہنچانے میں میری کتنی مدد کی ہے اگر آپ بھی انکار کر دیتے تو..... اللہ آپ کو لمبی عمر عطا کرے بھئی بڑی بیٹی ہوں ناں تو اس لیے سب سے چھوٹے چاچو کو دعائیں دے رہی ہوں اور ہاں اللہ جلد از جلد آپ کی ٹانگ ٹھیک کر دے آمین۔ میں تمام قارئین و اسٹاف سے اپنے چاچو کی صحت یابی کی دعا کی درخواست کروں گی۔ اس کے بعد

پھوپوؤں کی شادی کے بعد آپ پریشان رہتے ہیں! بھئی خوش رہا کریں نادو نہیں ہیں تو اب میں تو ہوں (چاہے کام چور ہوں ہاہاہا) اب میں آپ کو ایک بات...... چلیں چھوڑیں گنج بخش کے میلے پر بتادوں گی (ہاہاہا) اللہ حافظ۔

نورین مسکان...... وسکہ

عائشہ نور اور کزنز کے نام

ڈیئر عائشہ نور کیسی ہو؟ اوہو پوچھنے کی کیا ضرورت ہے اب تو تم خوش باش ہوگی منگنی جو ہوگئی جناب کی۔ چلو اب ذرا مطلب کی بات کرتے ہیں تمہیں منگنی کی بہت بہت مبارک ہو اور ہاں ساری سلامیاں خود کھا گئی کچھ تو میرا بھی حصہ بنتا تھا جناب! آخر کو تمہاری چھوٹی بہن ہوں۔ یہاں تو منگنیوں کا سیزن اسٹارٹ ہے ارم اور کرن شہزادی کو بھی میری طرف سے مبارک۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو شاد و آباد رکھے بالکل میرے لاڈلے آنچل کی طرح آمین۔

اقصیٰ نگین...... شادیوال گجرات

تمام دوستوں کے نام

السلام علیکم! تمام پڑھنے والوں کو رمضان مبارک اور کنول آپی سعدیہ باجی عاقی فائزہ شگفتہ باجی حذیفہ عصمت آپی صبا آپی سائرہ بھابی عالی بانی آپ سب کو بھی میری طرف سے رمضان مبارک اور بھی جن کے نام رہ گئے ہیں سب کو مبارک۔ اقصیٰ آپی مومنا آپی آپ کو بھی مبارک آپ کا نام رہ گیا تھا اچھا اللہ حافظ۔

ثمن گیلانی این صدیقی...... بنیاں بالا آزاد کشمیر

ساتھیوں کے نام

عظمیٰ شاہین نبیلہ نازش رابعہ رحمان صائمہ طاہر سومرو سونیا کنول نمین نور سحر شاہ طیبہ افضل طیبہ نذیر شمع مسکان شمع فیاض انیقہ ملک صدیقہ خان سباس گل نصیحہ آپی ایس بتول شاہ آپ سب کو میری طرف سے پرخلوص سلام۔ امید واثق ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ نبیلہ ڈیئر کہاں ہو یار آنچل میں انٹری دو۔ طیبہ بہنا آپ نے پکارا اور میں حاضر ہوگئی اور ہاں میرا اصل نام میرا احمد ہے۔ شمع فیاض انشاء اللہ آپ مجھ سے بھی مایوس نہیں ہوں گی۔ صدیقہ خان دیر سے ہی سہی موسٹ ویلکم ایس بتول آپ نے مجھ ناچیز سے دوستی کی لیے ہاتھ بڑھایا بہت اچھا لگا ویلکم ڈیئر! شمع نازشگیل اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی صحت اور لمبی زندگی عطا فرمائے آمین۔ آمنہ امداد سرگودھا دل چھوٹا کیوں کرتی ہو میں ہوں ناں آپ کی دوست اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

ایس انمول...... بھابڑہ شریف

ایس بتول شاہ کے نام

السلام علیکم ڈیئر ایس بتول شاہ کیسی ہیں آپ؟ آپ نے سب کو دوستی کا پیغام دیا جن میں میں بھی شامل تھی تو ڈیئر باقی جواب دیں نہ دیں میں آپ کو جواب دے رہی ہوں مجھے آپ کی دوستی قبول ہے اور آج سے ہم پکی والی دوست ہوگئیں۔ امید کرتی ہوں آپ سدا دوستی نبھائیں گی۔

نادیہ عباس دیا قریشی...... موسیٰ خیل

پیارے شوہر کے نام

دل کے مالک زندگی کی خوشی عمر بھر کا حاصل کل 20 جون کو ہماری شادی کی پانچویں سالگرہ ہے میری دعا ہے کہ ہمارے گزرے خوب صورت پانچ سالوں کی طرح ہماری آئندہ زندگی یونہی محبتوں اور بے پناہ چاہتوں کے سنگ گزرے میری طرف سے آپ کو ہماری شادی کی سالگرہ مبارک ہو اور یہی دعا ہے کہ ہم اپنے ننھے فرشتوں کے ساتھ یونہی خوشیوں بھری زندگی گزاریں۔

شازیہ گل...... جھیر کنڈ

سلوباب اور رابعہ امداد کے نام

سلمان شہزادے سالگرہ مبارک ہو 21 جون کو تمہاری سالگرہ ہے رابعہ تمہیں بھی بہت مبارک ہو۔ ویسے تو ہر سال تم لوگوں کو وش کرتی ہوں مگر اس دفعہ میں نے سوچا کہ آنچل کے ذریعے وش کر کے تم لوگوں کو سرپرائز دوں کیسا لگا سرپرائز؟ تمہاری پہلی سالگرہ ہے سلوباب اللہ تمہیں ڈھیر ساری خوشیاں دیکھنا نصیب فرمائے آمین تمہاری پھوپو۔

آمنہ امداد...... سرگودھا

سویٹ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! فرینڈز کیسی ہو سب ایس بتول شاہ (ایم این گجرات) مجھے آپ کی دوستی قبول ہے فوزیہ سلطانہ بڑی شرارتی گڑیا ہو تم۔ عظمیٰ شاہین جی کچھ زیادہ ہی بزی نہیں ہوگئی ہو کوئی اتا پتا ہی نہیں آپ اور عظمیٰ فرید بھی سسرال جا کے بھول ہی گئی ہے۔ نادیہ یسین کیسی ہو فائقہ سکندر حیات اقصیٰ زرگر سنیاں زرگرز ایس انمول آنسہ شبیر مدیحہ نورین شمع مسکان سارہ چوہدری خنساء عباس روبی علی جاناں (چکوال) آپ کو اسٹارز

گروپ میں شامل ہونے کے لیے پوچھنے کی ضرورت نہیں لگاؤ چھلانگ اور آ جاؤ میں آگے ہی کھڑی ہوں (ہاہاہا)۔ آنچل میں کافی لڑکیاں گمشدہ ہوگئی ہیں' صنم ناز' سمیرا اشتاق' شبانہ امین' کشور بلوچ' انا احب' سمیرا آنچل' چندا شاہ' اُم خان' شگفتہ خان' ہما عارف' مسکان رانی' اسلام اور شمیم ناز صدیقی صاحبہ آپ کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے آپ کہاں ہیں ٹھیک تو ہیں نا آپ۔ یہ سب (گواچی گاویاں) واپس آ جائیں میں بھی بہت بزی رہتی ہوں لیکن جہاں آ جائے نام میرے پیارے آنچل کا تو جی ٹائم ہی ٹائم ہے۔ میرے بھائی ابو بکر کی منگنی ہے مجھے بڑے کام تھے لیکن میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے لکھنے بیٹھ گئی۔ جن بہنوں کے نام رہ گئے ہیں دل سے معذرت اور یار ویسے بھی آپ سب میری دعاؤں میں رہتی ہیں۔ میری دعا ہے کہ آنچل سے وابستہ سب لوگ ہمیشہ خوش اور مسکراتے رہیں اللہ حافظ۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

فرح طاہر اور دوستوں کے نام

السلام علیکم! اللہ جانے آج کتنے مہینوں بعد پھر سے قلم اٹھایا ہے تھینکس ٹو ڈیئر فرح طاہر تم نے مجھے بلایا تو ایک مرتبہ پھر دل میں ہلچل سی مچی۔ کافی عرصہ بعد ڈائجسٹ ہاتھ میں لیا تو پھر سے آنچل کے ساتھ ہی تقاضے نے پر مجبور ہوئی میری پُر خلوص دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں گی۔ اللہ پاک تمہیں کامیاب کرے اور تمہارے قلم کو طاقت دے آمین اور زویا خان کیسی ہو آپ؟! (کراچی سے پنڈی کیسے چلی گئی)۔ سنیعہ مغل شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ دعا ہے تمہاری زندگی بہتر سے بہترین گزرے۔ اس کے علاوہ منا لطیف کیسی ہو؟ آپ سے بات کرکے ہمیشہ اچھا لگتا ہے باقی تمام آنچل پڑھنے والی بہنوں کو سلام و دعا اور اب اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

اُم خان..... KTS ہری پور ہزارہ

دوستوں کے نام

کہاں مصروف ہیں سب؟ کوئی اتہ پتہ ہی نہیں آج کل تو؟ اریبہ شاہ تم ہمارے گھر آئیں مجھے بہت خوشی ہوئی۔ شکریہ۔ تسنیم چوہدری (یو کے) آپ کہاں مصروف ہیں جناب؟ آپ پاکستان جب بھی آئیں ہمارے گھر ضرور آنا۔ شاہ ملک کہاں ہو یار؟ مجھ سے رابطہ کرو۔ بشریٰ باجوہ شادی مبارک ہو۔ عہرت آپی اتنے پاس آ کے بھی دور دور ..... صدف خان تمہارے ساتھ گزارے پل پھر واپس بلاتے ہیں باقی فرینڈز کو سلام۔ کرن شاہ' جانان لالہ' ورملک' انابیہ' آپی فضا' صنم ناز' مہک اعوان' ثنا یاسر' حنا جی جن کے نام رہ گئے سوری۔ میری سسٹر ز فیبہ بٹ' اسماء بٹ تم اچھی ہو اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے آمین اور میری کزنز جنہیں گلہ ہے مجھ سے سوری۔ کزنز میں چاہ کے بھی دوبارہ ویسے نہیں بن سکتی دعا ہے ہمیشہ خوش رہو آمین۔

ایمان بٹ..... لودھراں

پیاری سہیلیوں کے نام

پیاری دوستو گل معراج' نبیلہ عتیق اور حمیرا کیسے مزاج ہیں آج کل؟ سمیعہ اور طوبیٰ جانتی ہوں کہ تم لوگ مجھے بہت یاد کررہی ہوگی میں بھی اتنا ہی تم دونوں کو یاد کرتی ہوں۔ صائمہ باجی کو واضح کرتے ہیں کہ گرمیوں کی چھٹیوں میں چکر لگائیں' نبیلہ صاحبہ آپ تو ایسے غائب ہوئیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ' ہاہاہا۔ پلیز مجھ سے رابطہ کریں۔ شمع ناز شکیل آپ کے لیے دعا ہے کہ جلد از جلد ٹھیک ہو جاؤ' شمع مسکان' شاہ زندگی' مسکان' قصور' امبر گل' طیبہ نذیر' فوزیہ سلطانہ' سیدہ جیا عباس' سادیہ چوہدری' پروین افضل' ڈولفن' مریم صبا نواز' بھٹی' اُم مریم' اُم ثمامہ' نزہت جبیں ضیاء' نادیہ کنول نازی' سمیرا غزل صدیقی' اُم اقصیٰ' نادیہ یاسمین' بشریٰ باجوہ' نادیہ فاطمہ رضوی' ارم کمال' نوشین اقبال نوشی' آپ سب اپنی فرینڈز میں مجھے بھی شامل کرلیں' تمام پڑھنے والوں کو سلام اور فی امان اللہ۔

شیریں گل..... ٹمن

آنچل کرنز اور نیلم شرافت کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہیں سب کے؟ ویسے تو گرمی زوروں پر ہے بھئی برداشت کرو اگر یہ گرمی نہ آئے تو مزے مزے کے آم بھی نہ آئیں ہاہاہا۔ شمع مسکان' مدیحہ نورین' سیدہ جیا' فریحہ شبیر' سمیرا عبیر اور طیبہ نذیر میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور طیبہ نذیر 23 جولائی کو آپ کی سالگرہ ہے بہت مبارک ہو اور سمیرا میرا لیٹر پسند آیا شکریہ۔ نیلم کیسی ہو؟ اب تو دلی خواہش پوری ہوگئی نا اللہ حافظ۔

کرن ملک..... جتوئی

پیاری صفا اختر کے نام

ڈیئر فرینڈ ہمیشہ سادہ رہو (ہاہاہا)۔ میرا مطلب ہے سدا خوش رہو ہنستی مسکراتی رہو۔ زیادہ شوخی ہونے کی ضرورت نہیں' 22 جولائی کو تمہاری سالگرہ ہے میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو دیکھو تمہیں آنچل کے ذریعے وش کررہی ہوں' ہماری

اتنی قسمت کہاں اور ہاں گفٹ کیا لوگی۔ منہ بند رکھو بدتمیز لڑکی آنچل کے ذریعے وش کردیا یہ گفٹ کم ہے کیا۔ اب جلدی سے کیک اور رس ملائی تیار رکھو۔ ہائے میرے منہ میں پانی آگیا' اواس نہ رہا کرو مجھے بہت برا لگتا ہے اوکے۔ آخر میں تمہاری کالج فرینڈز حرا' صدف' عائشہ کو میرا سلام۔ یار تم بھی آنا اس لو کی برتھ ڈے پہ بہت مزہ آئے گا۔ اوکے جی ٹاٹا اپنا بہت خیال رکھنا اور دعاؤں میں ہمیشہ اس ناچیز کو بھی یاد رکھنا اللہ حافظ۔

فاطمہ منظور..... رندھیر

پیاری سی دوستوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز سب سے پہلے تو میں اپنی بہت ہی پیاری دوست راحیلہ کو یہ کہنا چاہتی ہوں' یار بہت یاد آتی ہو تم۔ اس کے بعد وہ تمام فرینڈز جو میرا بہت ساخیال رکھتی ہیں۔ مجھے میری پریشانیوں میں سہارا دیا' حوصلہ دیا۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ ڈھیروں خوشیاں عطا کرے آمین۔ مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' پلیز اللہ حافظ۔

ندا اعجاز..... گوجر خان

پیاری سسٹر نورین لطیف کے نام

ہائے کیسی ہو چھوٹی بہناں! میری آنچل میں انٹری کی وجہ جانتی ہو کیا..... نہیں ناں..... آؤ یار! تم تو سوچنے لگ گئی ہو۔ میری پیاری سویٹ چٹکیٹی چٹنی سی بہن کی برتھ ڈے..... وش کرنے کے لیے آنچل سے بیسٹ کچھ نہیں لگا' پرپی سسٹر کیسا لگا میرا وش کرنا۔ میں آپ کا جنم دن بھول کیسے سکتی ہوں سوچو ذرا تم؟! آشی خان اور سمی خان کی طرف سے آپ کو سالگرہ مبارک ہو' سدا خوش رہو' صرف اپنے خرچے پر..... کوئی گفٹ نہیں دے گا ہاہاہا۔

سمی خان..... ٹوبہ ٹیک سنگھ' گرو

پھولوں کے نام

کھلتے ہوئے رنگ برنگے پھولو! کیا حال ہے آپ سب کا گرمیوں کی چھٹیاں خوب مزے کی گزر رہی ہوں گی۔ خوب ہلا گلا ہو رہا ہوگا' طیبہ نذیر' انا احب' سویرا' چوہدری شاہ زندگی' جیا عباس' گل ہما' نوشین اقبال اور دیگر قارئین آنچل جناب کوئی لفٹ ہی نہیں اور بھائی وقاص آپ کو منگنی بہت بہت مبارک ہو آخر آپ نے اپنے لیے انجینئر لڑکی ڈھونڈ ہی لی۔ سویرا تم کراچی کی سیر کررہی ہو میرے لیے بہت سی چیزیں لانا' رمضان کی بھی بہت بہت مبارک ہو سب کو اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک..... برنالی

پیارے سے احسن (بلو) کے نام

جان سے پیارے بلو کیا حال ہے مجھے معلوم ہے کہ تمہیں اپنی برتھ ڈے ہمیشہ یاد رہتی ہے گفٹ کے لیے گفٹ بھی یادگار ہوتے ہیں لیکن آنچل میں لکھے یہ لفظ اور بھی یادگار ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تمہاری زندگی میں اتنی خوشیاں بھر دے جتنے آسمان پر ستارے اور دنیا میں پانی کے قطرے بلکہ ان سے بھی زیادہ خوشیاں تمہاری منتظر ہوں آمین اور اپنے امی ابو کی امیدوں پر پورا اترو۔ 22 جولائی کو تم پورے دس سال کے ہوجاؤ گے اللہ تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے امی اور ابو کو سلام اور باقی تینوں چڑیوں کو پیار۔ تمہاری خوشیوں اور تمہارے لیے دعا گو تمہاری پیاری!

رملہ نمل جہلم

مدیحہ کنول سرور' انیس بتول شاہ' سیدہ جیا عباس کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہیں آپ کے؟ مدیحہ کنول تم نے چاچو کے لیے دعائے مغفرت کی جزاک اللہ۔ مدیحہ تم نے بالکل ٹھیک سنا ہے میرا شہر چھوکی واقعی پھولوں کا شہر ہے میرے شہر میں پاکستان کی سب سے بڑی نرسری موجود ہے جو کہ ہمارے لیے اعزاز کی بات ہے۔ سیدہ جیا عباس شادی بہت بہت مبارک ہو اللہ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔ مدیحہ کنول انیس بتول یہی دعا ہیں آپ کی لیے بھی اور اس کے علاوہ خوش رہیں ہنستی رہیں آباد رہیں اللہ حافظ۔

فائزہ بھٹی..... چھوکی

آنچل دوستوں کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے پورے پاکستان کو رمضان کا بابرکت مہینہ بہت بہت مبارک ہو میری فرینڈز طیبہ' ارم' سمیرا شاہ' نادیہ کامران' نازیہ کنول' سمیرا شریف طور' ام مریم' انا احب' ام ثمامہ کو رمضان کی بہت بہت مبارک باد قبول ہو۔

طیبہ شیریں..... کوٹ خدا بخش

پروین افضل اور دوستوں کے نام

پروین جی آداب آپ ہمیشہ اسی طرح خوش وخرم رہیں اور دوسروں کو بھی ہنساتی رہیں اپنے انداز گفتگو سے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ابو کی مغفرت فرمائے۔ بنارس کیسی ہو؟ سائیکالوجی کے پیپر کی تیاری اچھی سی کرنا اور ہاں مبارک باد..... پتا ہے کیوں؟ میں نے خواب میں دیکھا تم پاس ہوگئی ہو (ہاہاہا)۔ دوسری فرینڈز

کے بارے میں دیکھنے لگی تھی کیا؟ تم کھل گئی صوبیہ تم کیسی ہو؟ نوشابہ زیادہ کھالیا کرو ہمارے گروپ کی سب سے چھوٹی بچی لگتی ہو تم تو آفرینش تم پیپر والے دن جلدی آنا۔ فروا جناب پہنچنے کی تو ٹریٹ نہیں لی میں نے مگر اب تمہاری منگنی کی ضرور لینی ہے اور اب جلدی سے شادی بھی کرلو (ہاہاہا)۔ اب منشی تمہاری باری تمہیں تو ڈبل ڈبل مبارکاں بی ایڈ کرنے کی اور منگنی کی بھی اب شادی کی مبارک باد تب دوں گی جب مٹھائی بھیجو گی ہاہاہا۔ خیر اب تو تم تھوڑے ہی دنوں کی مہمان ہو پھر چلی جاؤ گی پیا دیس۔ طوبیٰ مریم کالج کے بعد تو آپ دونوں ایسے غائب ہوئی ہو جیسے بکری کے سر سے سینگ ہاہاہا۔ بکری اس لیے لکھا کیونکہ اس کے تو سینگ ہی نہیں ہوتے۔ منشی کی شادی میں آنا اور کے رمشاء مہوش شفق سب کیسی ہو۔ میمونہ تم کیسی ہو؟ حنا مشتاق آصف اور اقراء شاہد نوشین آپ کو بھی سلام۔ اقراء جب آگے کہیں ایڈمیشن لینے لگی تو بتانا اور آخر میں مس فوزیہ آپ کو بہت بہت سلام یو آر گریٹ ٹیچر اللہ پاک آپ کو ہر امتحان میں کامیابی عطا فرمائے الحفیظ الامان۔

منیبہ نواز...... جھبور شریف

لولی فرینڈز کے نام

مائی سویٹ فرینڈ عمارہ 8 جولائی کو تمہارا برتھ ڈے ہے اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے آمین۔ لولی فرینڈ بختیاور! امید ہے تم فٹ فاٹ ہی ہوگی تم مجھے بہت پیاری لگتی ہو سنگی پلیز باقی فرینڈز غصہ نہ کرنا جویریہ کیوٹ فرینڈ کیسی ہو؟ تم نے تھرڈ پوزیشن لی ہے اللہ تمہیں ہمیشہ کامیاب کرے آمین۔ سویٹ حرا میری طرح خوش رہو، یاد رہو اپنے تجربے پر آمنہ تم بہت بڑی ہو پلیز ہمیشہ بڑی ہی رہنا۔ فرینڈز کوئی غلطی ہوگئی ہو تو کوئی گلہ شکوہ آپ سے بھی تو ہوتی ہی ہے آپ کی سویٹ فرینڈ۔

عظمیٰ بٹ...... سمندری

آنچل فرینڈز کے نام

اسلام علیکم! آنچل پڑھتے ہوئے یقیناً سب کو بہت عرصہ ہوگیا ہے ویسے تو آنچل میں لکھنے والے بہت ہیں لیکن چند ہستیاں ایسی ہیں جو ہمیں بہت پسند ہیں ان کے چٹ پٹے تبصرے ہوں یا پھر دکھ بھری شاعری ہمیں بہت اٹریکٹ کرتی ہے جن میں فوزیہ ثمر کائنات صدیقہ خان AK شمع مسکان چندا مثال پروین افضل شاہین اور ایسے بہت سے نام ہیں۔ آسیہ نے ہمیں ایک کہانی سنائی تھی اس کہانی کی رائٹر کا نام منزہ بخاری ہے ہیرو کا نام شاہو اور اس کی بہن کا نام فلک ناز تھا اگر کسی کو کہانی یاد آگئی ہو تو پلیز پلیز ہمیں اس کہانی کا نام اور کس سال اور مہینے میں شائع ہوئی تھی بتادیں پلیز۔ کالج فرینڈز یہ بہت بے وفا ہو کبھی بات تو کرلیا کرو۔ فرح اعوان کیسی ہو تم؟ پیپر کی تیاری کیسی ہے؟ فرح ناز آج کل کچھ کام کاج کیا کرو ہوتی۔ مریم خضری ثریا شائستہ تم سب کے لیے دعا ہے کہ تمہارے پیپر بہت اچھے ہوں۔

الفت اینڈ فائزہ عباسی...... چناری آزاد کشمیر

امبر گل اور شمع مسکان کے نام

اسلام علیکم! آنچل سے وابستگی چند ماہ قبل ہی ہوئی ہے اس لیے مجھے تم دونوں کی تاریخ پیدائش نہیں معلوم اب معلوم ہوا کہ 21 مئی کو امبر گل کی سالگرہ تھی بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ امبر میری بھی کی حیات نہیں ماں کے چلے جانے کا دکھ سمجھ سکتی ہوں۔ ڈیئر شمع مسکان تمہاری آمد ہوا کے خوشگوار جھونکے کی سی ہوتی ہے جس سلسلے میں تم اور امبر گل ہوتی ہو وہ میری اول ترجیح ہوتا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ناں کہ آنچل کے توسط سے مجھے اتنی پیاری پیاری سہیلیاں مل جائیں گی تو قسم سے میں بہت پہلے سے آنچل سے وابستہ ہوجاتی۔ شکریہ پروین کہ آپ نے مجھے یاد رکھا باقی تمام بہنوں کو بھی سلام۔ فوزیہ سلطانہ تاج نازیہ آنسہ شمیم ارم کمال ثانیہ مغل صدف سلیمان شورکوٹ حبیبہ نذیر آمنہ امداد میر گل دعا گل شاہ زندگی دلکش مریم (دلکش وادی کی مریم) حافظہ سمیرا NBI سادیہ چوہدری فریحہ شبیر فائزہ بلال اقراء جام پور عائشہ پرویز سیدہ حیا عباس اور جو رہ گئی ہیں انہیں سلام و دعا و پیار اور رائٹرز ریڈرز جیسے نازیہ کنول نازی سباس گل ام ثمامہ سمیرا غزل صدیقی تم کو سلام۔ میری ڈیٹ آف برتھ 25 نومبر ہے ہاہاہا۔ تم بھی مجھے وش کروانا اگلے مہینے آنچل میں جواب ضرور دینا۔

عائشہ خان...... ٹنڈو محمد خان

یادگار لمحے

جویریہ سالک
yaadgar@aanchal.com pk

حدیث نبویؐ

”حضرت انسؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں۔فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کو سب سے زیادہ ہو دوسرے یہ کہ صرف اللہ کے لیے کسی سے دوستی رکھے تیسرے یہ کہ دوبارہ کافر بننا اسے اتنا ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا۔“

(البخاری باب حلاوۃ الایمان)

غضب کی یادداشت

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ نے دربار رسالت میں حدیثیں یاد نہ رہنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ ”اپنی چادر پھیلاؤ“ انہوں نے حکم کی تعمیل کی پھر آپ نے اپنے دونوں خالی ہاتھ ان کی چادر میں ڈال کر فرمایا کہ چادر سمیٹ لو حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد میرا حافظہ اتنا قوی ہو گیا کہ کسی بات کو ایک دفعہ سن لینے کے بعد کبھی نہیں بھولا۔معجزہ نبویؐ کی بدولت حضرت کی قوت حافظہ اس قدر تیز ہوئی کہ وہ حفظ حدیث کے سلسلے میں سب پر بازی لے گئے ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث مروی ہیں ایک مرتبہ مروان کے گورنر نے ان کے حافظے کا امتحان لینا چاہا اور ان کو اپنے گھر مدعو کیا اور احادیث بیان کرنے کی فرمائش کی پھر اپنے کاتب ابو غیر کو پردے کے پیچھے بٹھا دیا کہ جو بھی حدیث سنو وہ فوراً لکھ لو چنانچہ ایسے ہی ہوا تقریباً سال بعد گورنر مروان نے پھر وہی احادیث کی فرمائش کی اور کاتب کو ہدایت کردی کہ حضرت ابو ہریرہ کے بیان کردہ الفاظ کا مقابلہ سابقہ تحریر شدہ الفاظ سے کرنا اور حیرت انگیز طور پر حضرت ابو ہریرہ نے وہی احادیث بیان کیں بعد میں موازنہ کیا تو پتا چلا کہ ان میں ایک حرف کی کمی نہ تھی سبحان اللہ۔

شمائلہ رفیق..... سمندری

روزہ

کسی آدمی سے کہا گیا ”تو کمزور ہے روزہ تجھے اور بھی کمزور کردے گا۔“ اس نے جواب دیا ”اس بھوک کو اس دن کی بھوک سے بچنے کے لیے برداشت کررہا ہوں کیونکہ اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا آخرت کے عذاب سے آسان تر ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔“ فرمان نبی اکرم صلی علیہ وسلم ہے ”روزہ دنیا کی آفات کے لیے ڈھال ہے اور آخرت کے عذاب سے رکاوٹ ہے۔“

روزہ انسان کی ظاہری اور باطنی تعمیر ہے اللہ کی نعمتوں کا شکر ہے فقراء پر خیرات ہے۔خوف خدا میں گریہ اور خشوع وخضوع میں اضافہ ہے التجا کا ذریعہ ہے۔انکساری کا سبب ہے گناہوں کی تخفیف ہے نیکیوں میں اضافہ ہے۔اعمال بد سے نجات کا وسیلہ ہے یہ تو محض چند فوائد ہیں روزے کے فوائد واثرات قلمبند کرنا وہ بھی چند لفظوں میں..... ممکن نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس ماہ مبارک کی برکات سے فیض یاب فرمائے آمین۔

سیدہ وجیا عباس..... تلہ گنگ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک دعا

اے خدا..... اے خدا
اے رحیم وکریم وغنی..... اے خدا
ان کو ہر اک خطا کی معافی ملے
کہ درست اور غلط میں کہاں فرق ہے
اور کیا فرق ہے
یہ نہیں جانتے..... یہ نہیں جانتے

امجد اسلام امجد

امبر گل..... جھڈو سندھ

چغل خور

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک ضرورت مند کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امداد چاہی۔ اتفاق

سے ان دونوں بزرگ کا ہاتھ تنگ تھا لہٰذا انہوں نے معذرت کرلی۔ اس شخص کو بزرگ کی بات کا یقین نہ آیا اور بدگمانی کرتے مکان سے باہر نکلتے ہی انہیں بُرا بھلا کہنا شروع کردیا۔ اتفاق سے بزرگ کا ایک مرید اس طرف سے گزرا اس نے اپنے مرشد کی شان میں گستاخانہ باتیں سنیں تو اس شخص کی تمام باتیں اور دیدہ دہنی کا سارا حال مرشد کو کہہ سنایا۔

مرشد نے فرمایا ”اصل تکلیف تو ہمیں تُو نے پہنچائی ہے وہ ہمارے بارے میں جو کچھ بھی کہہ رہا تھا اس سے ہمیں بالکل آگاہی نہ تھی لیکن تُو نے آگاہ کردیا تیری مثال تو ایسی ہے ایک دشمن نے ہماری طرف تیر پھینکا جو ہم تک پہنچنے سے پہلے گر گیا تھا تُو وہ تیر ہمارے پاس اٹھالیا اور ہمارے پہلو میں چبھو رہا ہے۔“ شیخ سعدی نے دراصل اس حکایت میں چغل خوری کی مذمت کی ہے۔

ایمان رضوان..... کراچی

ذرا سوچیے.....!

○ بات یہ ہے کہ کوئی بات نئی نہیں نئی کیسے ہو آسمان وہی زمین وہی پانی وہی ہوا وہی سورج اور چاند وہی ستارے وہی..... وہی بلبل وہی گل وہی شمع وگل..... وہی آپ نے اپنی طرف سے ایک نئی بات کی پھر پتا چلا کہ یہ کوئی کہہ چکا ہے۔ حقیقت ایک ہی ہے جو بھی حقیقت بتائے گا ظاہر ہے ملتی جلتی ہی ہوگی۔

○ تم چاہتے ہو کہ تمہارا رعب و دبدبہ ہو ٹھیک ہے پھر خاموش ہوجاؤ لیکن خاموشی کے پیچھے خزانہ چھپا ہونا چاہیے۔ پہاڑوں کی کتنی ہیبت ہے وہ خاموش ہیں صحرا کا رعب ہے وجہ خاموشی۔ تم قبرستان سے ڈرتے ہو وہاں تو مردے ہیں تمہیں کیا کہیں گے کچھ نہیں مگر خوف کہ وہاں خاموشی ہے۔

○ سوچنے کی بات کہ آدم اور حوا کا لباس شیطان نے اتروادیا جب وہ بے لباس ہوئے تو اللہ نے انہیں زمین پر بھیج دیا۔ اب وہ پھر سے تمہارا لباس چھین رہا ہے لباس کم نظر آتا ہے جسم زیادہ۔ آدم تو جنت سے نیچے زمین پر آگئے تھے تم زمین سے کدھر جاؤ گے؟ اس کے نیچے دوزخ ہے پاتال ہے۔

○ زندگی میں بعض دفعہ ہمیں پتا نہیں چلتا کہ ہم تاریکی سے باہر آرہے ہیں یا تاریکی میں داخل ہورہے ہیں اندھیرے میں سمت کا پتا نہیں چلتا مگر آسمان اور زمین کا پتا ضرور چل جاتا ہے بلکہ ہر حال میں چلتا ہے۔ سر اٹھانے پر آسمان ہوتا ہے نظر آئے یا نہ آئے سر جھکانے پر زمین ہی ہوتی ہے دکھائی دے یا نہ دے مگر زندگی میں سفر کرنے کے لیے صرف چار سمتوں کی ہی ضرورت پڑتی ہے۔ آگے پیچھے دائیں بائیں پانچویں سمت پیروں کے نیچے ہوتی ہے وہاں زمین نہ ہو تو پھر پاتال آجاتا ہے۔ پاتال میں پہنچنے کے بعد کسی سمت کی ضرورت نہیں رہتی چھٹی سمت سر سے اوپر ہوتی ہے وہاں جایا ہی نہیں جاسکتا۔ وہاں اللہ ہوتا ہے آنکھوں سے نظر آنے والا مگر دلوں کی ہر دھڑکن خون کی گردش ہر آنے جانے والے سانس حلق سے اترنے والے ہر نوالہ کے ساتھ محسوس ہونے والا۔

از..... پیر کامل

فاطمہ مصطفیٰ..... سرگودھا

نوعمر شاعر کی بینک ڈکیتی

ایک نوعمر شاعر بینک میں ڈاکا ڈالنے گیا اور عرض کیا.....!

تقدیر میں جو ہے وہی ملے گا
کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا
اپنے کچھ خواب میری آنکھوں سے نکال دو
جو کچھ بھی ہے جلدی سے اس بیگ میں ڈال دو
بہت کوشش کرتا ہوں تیری یاد کو بھلانے کی
کوئی ہوشیاری مت کرنا پولیس کو بلانے کی
دل کا آنگن تیرے بن ویران پڑا ہے
جلدی کرو باہر غالب پریشان کھڑا ہے

سلمیٰ نعیم گل..... کراچی

حرام کھانے کے نقصانات

پہلا نقصان یہ ہے کہ حرام کھانے سے

انسان کے دل سے نور نکل جاتا ہے
دوسرا نقصان یہ ہے کہ حرام کھانے سے
طبیعت کے اندر سستی اور کاہلی پیدا ہو جاتی ہے
تیسرا نقصان یہ ہے کہ انسان کے دل میں
بُرے بُرے جذبات اور خیالات پیدا ہوتے ہیں
چوتھا نقصان یہ ہے کہ نیک کام کی طرف سے
انسان کی طبیعت ہٹ جاتی ہے

مدثرہ ضیاء..... کوٹ شاکر

دعا

ایک شخص نے زندگی میں پہلی مرتبہ روزہ رکھا' دن بڑی مشکل سے گزرا' شام کو جب افطار کا وقت ہونے لگا تو مولوی صاحب نے کہا۔ "آج رمضان المبارک کا پہلا روزہ ہے آپ جو دعا مانگیں گے قبول ہوگی۔" وہ شخص فوراً بولا۔ "مولوی صاحب دعا کیجئے کل عید ہو۔"

فیض اسحاق مہانہ..... سلانوالی

انسان کی مثال

علامہ رومیؒ نے فرمایا۔ "دنیا پانی کی طرح ہے اور انسان کی مثال کشتی جیسی ہے اگر ایک کشتی آپ پانی کے بغیر چلانا چاہیں تو وہ نہیں چل سکتی۔ پانی کے لیے کشتی ضروری ہے اسی طرح انسان دنیا کے مال ومتاع کے بغیر اور کھائے کمائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ پانی کشتی کے لیے اس وقت تک فائدہ مند ہے جب تک یہ پانی کشتی کے اردگرد اور نیچے ہے اگر یہ پانی کشتی کے اندر گھس آئے تو وہ کشتی کو ڈبو دے گا تو فرماتے ہیں کہ دنیا جب تک انسان کے اردگرد اور اس کے چاروں طرف ہے اس وقت یہ اس کے لیے بہترین سرمایہ زندگی ہے جس روز یہ دنیا اردگرد سے ہٹ کر دل کی کشتی میں اس طرح داخل ہوگیا کہ اس کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دنیا تم کو تباہ کر رہی ہے لہٰذا دنیا کو دل کی کشتی میں داخل نہ ہونے دو ورنہ دین و دنیا دونوں میں تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔"

سلمیٰ حبیب..... اسلام آباد

موتی جیسے الفاظ

زندگی کی خوب صورتی رشتوں سے ہے اور رشتے تب ہی قائم رہتے ہیں جب ہم ایک معمولی سی مسکراہٹ اور ہلکی سی معذرت سے سب کچھ نظر انداز کر دیتے ہیں بس خوش رہیے اپنوں کو خوش رکھیے اور خوشیاں بانٹئے۔"

عمارہ شاہ..... کوہاٹ

انمول موتی

- غصہ انسان کو بہت سی باتوں سے غافل رکھتا ہے
- کسی ایسی خواہش کے پیچھے بھاگنا فضول ہے جس کے نہ پورا ہونے کا گمان ہو
- سفر میں یقین کو ہمسفر بنایا جائے تو منزل مل ہی جاتی ہے۔
- اعتبار دلانے کی کوشش بھی اعتبار نہیں دلا سکتی جب تک آپ خود قابل اعتبار نہ ہوں۔
- کل اور آج میں فرق کا ذمہ دار انسان خود ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت کا ثبوت ہے۔
- ایک سوال اپنے حل کے لیے ایک سے زیادہ کلیے رکھتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر سوال کے لیے ایک کلیہ درست ثابت ہو۔
- انسان کے چند الفاظ اسے دوسروں کی نظروں سے گرا دیتے ہیں اور چند دلوں پر راج کرواتے ہیں۔
- کسی کو معاف کرنا جتنا مشکل ہے اتنا سکون بخش بھی ہے۔

عائشہ نور..... شادیوال' گجرات

خطرہ

بس میں کافی بھیڑ تھی ایک سیٹ پر بہت موٹا آدمی بیٹھا تھا' قریب ہی ایک بچہ کھڑا تھا اس نے بچے سے کہا۔
"آؤ منے میری گود میں بیٹھ جاؤ ورنہ تم گر جاؤ گے۔"
"نہیں جناب!" بچے نے جواب دیا۔ "گر گیا تو بس ہی میں گروں گا نہ لیکن آپ کی گود میں بیٹھ گیا اور آپ نے سانس لیا تو میں دور بس کے باہر سڑک پر جا گروں گا۔"

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

کام کی باتیں

+ خوش رہنا چاہتے ہو تو معاف کرنے میں جلدی کرو۔

+ اگر چاہتے ہو کہ کبھی تنہا نہ رہو تو دوستوں کی غلطیوں پر درگزر کرو۔

+ اگر چاہتے ہو کہ سب تم سے محبت کریں تو غصہ پی لیا کرو اور درود پڑھا کرو۔

+ اگر چاہتے ہو کہ سب تمہاری دل سے عزت کریں تو لہجے میں مٹھاس پیدا کرلو۔

+ اللہ کے ہر فیصلے پر مطمئن رہو کیونکہ اللہ وہ نہیں دیتا جو آپ کو اچھا لگتا ہے بلکہ وہ دیتا ہے جو آپ کے لیے اچھا ہوتا ہے۔

+ ہر ایک کی سنو اور ہر ایک سے سیکھو کیونکہ ہر کوئی سب کچھ نہیں جانتا لیکن ہر ایک کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہے۔

ثمین..... چنیوٹ

گناہ

+ جس گناہ سے عمر کم ہوتی ہے وہ ماں سے بدسلوکی ہے۔

+ جس گناہ سے انسان پر لعنت ہوتی ہے وہ جھوٹ ہے۔

+ جس گناہ سے دنیا میں ہی پکڑ ہوتی ہے وہ ظلم ہے۔

+ جس گناہ سے رزق تنگ ہوتا ہے وہ زنا ہے۔

+ جس گناہ سے پوری انسانیت تباہ ہوتی ہے وہ قتل ہے۔

+ جس گناہ سے نعمتیں چھن جاتی ہیں وہ تکبر ہے۔

+ جس گناہ سے دعائیں قبول نہیں ہوتی وہ حرام خوری ہے۔

+ جس گناہ سے جنت حرام ہوجاتی ہے وہ شرک ہے۔

رخسانہ اسماعیل..... تونسہ شریف

محبت..... مضامین کی نظر سے

اسلامیات..... ہر ایک سے بے غرض محبت عبادت ہے۔

اردو..... محبت، بے وفائی کا کھیل ہے۔

حساب..... خوشی + غم کا نام = محبت۔

فزکس..... دو دلوں کے درمیان قوت کشش پیدا کرتی ہے۔

کیمسٹری..... محبت دلوں کی بونڈنگ کا نام ہے۔

بائنی..... محبت اک ایسا پودا ہے جو ان بدن بڑھتا چلا جاتا ہے کبھی نہیں مرجھاتا۔

انگلش..... Love is ever lasting

عائشہ پرویز..... کراچی

اقوال حضرت ابوبکر صدیق

● زبان کو شکوے سے روک لو خوش رہو گے۔

● گناہ جوان کا بھی اگرچہ بد ہے لیکن بوڑھے کا بدتر ہے۔

● گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔

● بدبخت ہے وہ شخص جو خود تو مرجائے لیکن اس کا گناہ نہ مرے۔

● جس دل پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جان لے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

● مصیبت میں صبر کرنا مشکل کام ہے مگر صبر کے ثواب کو ضائع نہ ہونے دینا مشکل ترین ہے۔

● مجھے نئے کپڑوں میں دفن نہ کیا جائے کیونکہ کپڑوں کے مستحق وہ ہیں جو زندہ اور برہنہ ہیں۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

یہ کہاں تک سچ ہے

● شادی وہ رومانی ناول ہے۔ جس کے ہیرو ہیروئن پہلا باب شروع ہوتے ہی مرجاتے ہیں۔

● بیسویں صدی میں ہم روپے کے بغیر نہیں رہ سکتے

البتہ دماغ کے بغیر بخوشی رہ سکتے ہیں۔
● کامیاب ترین شادی کرنے کے لیے آئیڈیل ترین عمر ستر سال ہے کیونکہ بعض ممالک میں انسان کی طبعی عمر اتنی ہی بتائی گئی ہے۔
● نفرت کرنے لگو تو زندگی سے بالکل مت کرو کیونکہ جیتے جی اس سے چھٹکارا حاصل نہیں ہوسکتا۔
● اب آوارہ گرد لوگ برقع پوش کا تعاقب نہیں کرتے وہ جان گئے ہیں کہ آج کل کوئی بھی اچھی صورت زیر نقاب آنا پسند نہیں کرتی۔
● جھوٹ بولنے پر جہنم میں عورتوں کی نسبت مرد زیادہ جائیں گے کیونکہ عورتیں وکالت کے پیشے میں ابھی ذرا کم ہی آئی ہیں۔
● شوہر بیوی کی طرف داری دو صورتوں میں کرتا ہے جب اسے بیوی اچھی لگتی ہو یا پھر اپنی عافیت اچھی لگے۔
ارم کمال...... فیصل آباد

میری ماں

ایک شخص کی بیوی وفات پا گئی اس کا ایک ہی بیٹا تھا اس شخص نے دوسری شادی کرلی اور اپنے بیٹے سے پوچھا۔
''بیٹا تمہاری اس ماں میں اور اُس ماں میں کیا فرق ہے؟''
بیٹے نے جواب دیا ''میری پہلی ماں جھوٹی تھی اور یہ سچی ہے۔''
باپ نے حیرت سے پوچھا ''وہ کیسے؟''
بیٹے نے جواب دیا ''پہلے جب میں شرارت کرتا تھا تو میری ماں کہتی تھی کہ تجھے کھانا نہیں دوں گی میں شرارت کرتا ماں پھر بھی مجھے ڈھونڈ کر لاتی اور کھانا کھلاتی اور آج میں تین دن سے بھوکا ہوں۔''
سعدیہ رمضان سعدی...... صادق آباد

سائیکالوجی تحقیق کے مطابق

● اگر کوئی چھوٹی چھوٹی باتوں پر رو پڑتا ہے تو وہ معصوم اور نرم دل ہے۔
● اگر کوئی چھوٹی چھوٹی اور خوب صورت باتوں پر بھی غصہ کرے تو اسے پیار کی ضرورت ہے۔
● اگر کوئی اصل نارمل طریقے سے کھائے تو وہ پریشان ہے۔
● اگر کوئی رو نہیں سکتا تو وہ کمزور ہے۔
● اگر کوئی شخص بہت زیادہ ہنستا ہے حتیٰ کہ فضول باتوں پر بھی ہنستا ہے تو وہ بہت تنہا ہے لیکن اندر سے بہت گہرا ہے۔
لوگوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔
فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

دلچسپ معلومات

● ایک رات کی نیند میں انسان ساڑھے چھ ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔
● انسانی جسم میں ساڑھے تین کروڑ مسام ہوتے ہیں جن سے پسینہ خارج ہوتا ہے۔
● جنوبی افریقہ میں ایک مکڑی پائی جاتی ہے جو پرندوں کا شکار کرتی ہے۔
● چیل سورج کی طرف ایک گھنٹہ دیکھ سکتی ہے۔
● چین میں ایک ایسا پھول ہے جس کا رنگ رات میں سفید اور سورج نکلتے ہی سرخ ہوجاتا ہے۔
نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

کچھ باتیں پھولوں سی

○ کتنی دکھ کی بات ہوتی ہے ناں جب ہم کسی پر اندھوں کی طرح اعتبار کریں اور وہ یہ واقعی ثابت کردے کہ ہم حقیقتاً اندھے ہیں۔
○ کسی کے کہنے سے کوئی اپنا نہیں ہوتا اپنا وہ ہوتا ہے جس کے لیے دل میں جگہ ہو اور دل میں جگہ بھی اسی کے لیے ہوتی ہے جو اپنا ہوتا ہے۔
○ معاف کردو انہیں جنہیں تم بھول نہیں سکتے یا بھول جاؤ انہیں جنہیں تم معاف نہیں کرسکتے۔
○ زندگی کی سب سے بڑی ہار کسی کی آنکھوں میں آنسو آپ کی وجہ سے اور زندگی کی سب سے بڑی جیت کسی کی آنکھوں میں آنسو ہوں صرف آپ کے لیے۔
○ زندگی میں جب تم کسی سے محبت کرو تو اس سے ذرا

بھی محبت مت مانگو کیونکہ تم نے محبت کی ہے تجارت نہیں۔

○ زندگی برباد کرنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں پھر بھی پتا نہیں کیوں دل کو محبت ہی پسند آتی ہے۔

○ رونے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی صرف وجہ ہوتی ہے اور اگر یہی وجہ دل میں بس جائے تو انسان کہیں بھی رو سکتا ہے۔

سمیرا تعبیر...... سرگودھا

سنہرے اصول

○ زندگی میں جو چاہو حاصل کرلو بس اتنا خیال رکھنا کہ آپ کی منزل کا راستہ کبھی لوگوں کے دلوں کو توڑتے ہوئے نہ گزرے۔

○ کسی بھی وجہ سے گناہ نہ کرنا کیونکہ وجہ ختم ہوجائے گی لیکن گناہ نہیں اور ہر نیکی کے لیے تکلیف اٹھالیا کرو کیونکہ تکلیف ختم ہوجائے لیکن نیکی نہیں۔

○ اپنے دوست کی عزت کرو اس لیے نہیں کہ وہ تمہارے عیب جانتا ہے اس لیے کہ وہ تمہارے عیبوں سے واقف ہونے کے باوجود تم کو دوست مانتا ہے۔

○ غلطی مان لینا اور گناہ چھوڑنے میں کبھی دیر مت کرو کیونکہ سفر جتنا طویل ہوتا جائے واپسی اتنی ہی دشوار ہوجاتی ہے۔

لیلیٰ شاہ...... چک سادہ گجرات

اقوال واصف علی واصف

□ پریشانی حالات سے نہیں خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔

□ جتنے تم اللہ پر راضی ہو اللہ اتنا ہی تم پر راضی ہے۔

□ غصہ ایسا شہر ہے جو مستقبل کو بکرا بنا کر کھا جاتا ہے۔

□ توبہ اگر منظور ہوجائے تو گناہ کی یاد باقی نہیں رہتی۔

□ مذہب علم نہیں عمل ہے۔

□ بدی کا اگر موقعہ ملے اور بدی نہ کریں تو یہ بہت بڑی نیکی ہے۔

□ شادی دولت سے نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے۔

□ دولت عزت نہیں خوف پیدا کرتی ہے۔

شمز ابلوچ...... جھنگ

آپ بھی جانئے کہ اکثر مرد......!

□ لمبے قد والے 98 فیصد مرد ذہین ہوتے ہیں۔

□ بھاری جسم اور چھوٹے قد والے 99 فیصد سست اور کاہل ہوتے ہیں۔

□ کشادہ چہرے اور گندمی رنگت والے 80 فیصد کی سوچ وسیع ہوتی ہے۔

□ گول چہرے اور چھوٹے کانوں والے 98 فیصد بے وقوف ہوتے ہیں۔

□ لمبا چہرہ اور چھوٹے سر والے کی 95 فیصد سوچ محدود ہوتی ہے۔

□ چھوٹی آنکھوں والے 99 فیصد بغض رکھتے ہیں۔

□ سبز آنکھوں والے 96 فیصد خود کو فوقیت دینے کے عادی ہوتے ہیں۔

□ بڑی اور کالی آنکھوں والے 90 فیصد صاف گو ہوتے ہیں۔

□ گوری رنگت اور ستواں ناک والے 75 فیصد اپنی من مانی کرتے ہیں۔

□ سانولے اور درمیانے قد والے 90 فیصد ڈرپوک ہوتے ہیں۔

خدیجۃ الکبریٰ مقامی...... کھڈیاں خاص قصور

کامیاب

ایک شخص نے بس میں بیٹھے ہوئے مایوس اور افسردہ شخص کو دیکھ کر باتوں باتوں میں کہا۔ "مجھے لگتا ہے کہ جیسے آپ نے زندگی میں عشق کیا اور ناکام ہوگئے۔"

وہ شخص جھلا کر بولا "میں نے زندگی میں ایک ہی بار عشق کیا تھا اور وہ بھی بدقسمتی سے کامیاب ہوگیا تھا۔"

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

aayna@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ابتدا ہے اس پروردگار کے پاک نام سے جو وحدہ لاشریک ہے۔ جولائی کا شمارہ بطور رمضان نمبر پیش خدمت ہے ماہ رمضان کی آمد آمد ہے اللہ تعالیٰ اس بابرکت مہینے کے صدقے ہمارے وطن عزیز پر اپنا رحم فرمائے اور ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب۔

مہر گل...... کراچی۔ شہلا جی آداب عرض...... ارے بھئی دروازہ تو کھولیں اوہ مائی گاڈ اتنی گرمی لوڈشیڈنگ اور بزم آئینہ میں اتنی بھیڑ...... بھئی بس تھوڑا سا آگے سرک جائیں ہم بہت اسمارٹ ہیں اندر آ ہی جائیں گے۔ تھینک یو شہلا آپی کہ آپ نے ہمیں بلایا ورنہ ہم تو بے ہوش ہونے ہی والے تھے۔ اس مرتبہ پنک رنگ کے ملبوس اور سبزے کے پس منظر میں صدف جی بہت پیاری لگیں مگر ایک درخواست ہے کہ ٹائٹل گرل ذرا اسمارٹ لیا کریں۔ حمد باری تعالیٰ بہت ہی دلکش تھی نعت رسول ﷺ بھی مہکی ہوئی تھی۔ مالک یوم الدین سے قیامت کی نشانیوں سے متعلق مزید آگاہی ملی۔ فرزانہ زوباش، ریحانہ اور نفیسہ چاروں بہنیں چہکتی ہوئی لگیں اور لبوں پر مسکان بکھیر گئیں۔ شہلا جی دو مہینے بعد آئی ہوں کسر تو نکالنے دیں جی۔ "برف کے آنسو" بہترین تھی۔ "بھیگی پلکوں پر" کا اختتام بہت تشنہ ہوا اقراء جی اتنا مستقل پن ایک دم سے شیری کا سائیکو ہونا اور پھر ٹھیک ہو کر معافی طلب کر لینا حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا اور آپ تو اتنی نامور مصنفہ ہیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں یہ کیا ولید کے بابا اور شہوار کے بابا جانی مل کر بھی آشنائیت سے محروم ہیں۔ "مجھے ہے حکم اذاں" زبردست جی اب اریب کو عقل آئی ناں اور سکندر کو شناخت مل گئی۔ تنزیل جب فاطمہ بن گئی ہے تو عباس اسے مسلم کیوں نہیں گردانتا فاطمہ کے بالکل قابل نہیں ہے یہ عباس عجیب سائیکو کیس۔ فاخرہ کے لیے یہی کہوں گی بہترین! گداگری کے موضوع پر تو بہت سی کہانیاں لکھی جاچکیں مگر آپ نے بہت حساس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ والدین کو واقعی بڑے ہوتے بچوں کے سامنے احتیاط کرنی چاہیے بیچاری پپو تو بے مول لٹ گئی۔ "اعتبار محبت" کچھ خاص نہ لگی ہر ایک نے مناہل کو قصور وار ٹھہرا دیا اور پھر راشد کا سوری کہنا قتل کرو اور کہہ دو سوری۔ "تیرے انتظار کا موسم" ایسے بھی ہیں پچھ... "ابر نیساں" بہترین کاوش تھی۔ "محرومی کا سفر" لیبر ڈے کے حوالے سے خاص الخاص تحریر تھی۔ امبر گل، آنسہ شبیر، پروین افضل، سیدہ حیا اور خدیجہ حیدر کا انتخاب دل کو چھو گیا۔ رخسانہ جی بھی زبردست رہیں یخنی پلاؤ میں "آلو...... آدھا کلو" دیکھ کر ہم بہت ہنسے بعد ازاں پتا چلا وہ آلو تھا۔ نازیہ تیجر اور جویریہ کی غزلیں دلکش تھیں رب راکھا۔

☆ مہر ڈیئر! بزم آئینہ میں خوش آمدید گمی ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے شکر ہے کہ تم آلو اور الو میں فرق جان گئیں اگر یونہی ٹرائی کرتیں تو واقعی الو بن جاتیں بہرحال تمہارا جامع تبصرہ پسند آیا۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! امید ہے خوش باش ہوں گی گرمیاں انجوائے کر رہی ہوں گی۔ اب آتی ہوں آنچل کی جانب سرورق سویا سویا تھا ماڈل کی آنکھیں سو کر اٹھنے کی کہانی سنا رہی تھیں۔ دانش کدہ میں قیامت سے متعلق باتیں پڑھ کر روح تھرا اٹھی۔ ہمارا آنچل میں ریحانہ یاسمین اور نفیسہ سرفراز کا تعارف متاثر کر گیا بہنوں کی عدالت میں نازی آپی سے آ گئے تے چھا گئے او۔ "بھیگی پلکوں پر" کی آخری قسط تشنگی چھوڑ گئی پری اور طغرل کا کردار اہم تھا شیری کو عبرتناک سزا ملنی چاہیے تھی اسے ایسے ہی نہیں چھوڑنا چاہیے تھا بہرحال معافی مانگ کر بھی وہ دوسرے کا برا ہی ہے۔ اقراء صغیر احمد کا یہ ناول مدتوں ذہن کی کتاب میں رہے گا اتنے اچھے ناول پر میری طرف سے بہت بہت مبارک

باد۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں مصطفیٰ کو چاہیے کہ شہوار کو بالکل نظر انداز کرے تب شاید شہوار کو عقل آئے جبکہ مجھے ولید پر بہت غصہ آتا ہے وہ انا کو بلاوجہ تنگ کیوں کررہا ہے اسے انا کو کوئی خوش رنگ اقرار محبت کا لمحہ ضرور پکڑانا چاہیے کن رہے ہو ولید کیونکہ ہمیں انا بہت پیاری ہے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" میں فاطمہ کی مصیبتوں کا کب اختتام ہوگا؟ شکر ہے سکندر کو اس کی شناخت ملی اب لاریب بی بی کو الٹی گنتی شروع کردینی چاہیے بے چارے سکندر کو بہت ستایا ہے۔ فراز کو چاہیے اریبہ کو معاف کردے۔ "وہی ایک لمحہ زیست کا" میں فاخرہ گل نے بہت ہی نازک معاملات کو اپنے قلم سے بیان کیا ہے دوسرے حصے کا بے چینی سے انتظار ہے۔ "اعتبار محبت" میں اشہد کی آنکھوں کی پٹی کسی تیسرے کے کہنے پر ہی کھلی۔ "تیرے انتظار کا موسم" میں سکینہ کا انتظار تو انتظار ہی رہا ویسے شہروز کیا اتنا بھلکڑ تھا کہ نہ اسے سکینہ دکھی اور نہ آئی تو دگاؤں یہ بات کچھ ہضم نہیں ہوئی۔ "ایسے بھی ہیں کچھ مہرباں" بہت ہی اچھوتی اور زبردست تحریر تھی۔ ہم بھی ایسے ہی کچھ مہربان کے عاشق ہیں جو ہمیں زندگی کی شاہراہ پر مصیبتوں پریشانیوں سے نبٹنے کا گر بتاتے ہیں۔ "گلاب لمحوں کی چاندنی" میں علینہ اپنے مخلص دوست کے باعث بروقت سنبھل گئی۔ "ابر نیساں" میں دنیا کی چمک دمک میں کھو کر زینی نے ممتا کے ابر نیساں سے خود کو محروم کردیا، نئی کونپلیں میں "محرومی کا سفر" نے دل کو لرزا کے رکھ دیا، معاشرے میں دوغلی منافقت بڑھتی جارہی ہے۔ بیاض دل میں رخسانہ اسماعیل، فرزانہ محمد دین ثریا اور سیدہ جیا عباس کے اشعار اے ون رہے۔ ڈش مقابلہ میں ایرانی بریانی اور آسٹریلین ٹلس سویٹ فانٹ بنانے کے لیے تیاری شروع کردی۔ "بیوٹی گائیڈ" سے اچھی اچھی ٹپس نوٹ کرلیں۔ غزلیات میں شگفتہ خان، نسیم سکینہ صدف، مسز نگہت غفار، ندیحہ سردار اور جویریہ خان کی غزلیں سب سے بھی اوپر رہیں۔ دوست کا پیغام آئے تمام آنچل فرینڈز کے خوشبودار مہکتے ہوئے پیغامات پڑھ کر دل ہپی ہپی ہوگیا۔ یادگار لمحے میں عالیہ شمشاد حسین، صدف مختار اور ہنی ایمان کی مراسلات بہت ہی ایمان افروز رہے۔ آئینہ میں سب کے تبصرے ایک سے بڑھ کر ایک تھے ہم سے پوچھئے میں شگفتہ ریاض، ثوبیہ کوثر اور ریحانہ کوثر کے سوالات اور شائمہ باجی کے جوابات نے ہنسا ہنسا کر پیٹ میں درد کردیا بقیہ تمام سلسلے بھی اچھے تھے اب اجازت زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔

☆ارم ڈیئر! تفصیلی تبصرہ کرنے اور آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

مسکان جاوید..... کوٹ سماہہ۔ السلام علیکم! سرگوشیاں کا بغور مطالعہ کیا بلاشبہ قیصرآرا دھواں دھار لکھتی ہیں اور ہمیشہ سچ لکھتی ہیں۔ قمر الدین احمد انجم کی نعت بہت اچھی تھی پھر میں نے جلدی سے اپنا نام ڈھونڈنے کی کوشش کی یہ کیا مجھے اپنا نام کہیں بھی نظر نہیں آیا یوں بوجھل دل کے ساتھ دوست کا پیغام آئے میں پہنچ گئی نام دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ آنچل میں اقرا صغیر جی نے "جگنی چلوں پر" کا اینڈ بالآخر کرہی دیا لگتا ہے آخری قسط جلدی جلدی سمیٹنے کی کوشش کی ہے آخری قسط نے دل پر کوئی اچھا تاثر نہیں دیا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" ہر ماہ ہمیں مزا دے جاتی ہے ویل ڈن۔ "مجھے ہے حکم اذاں" میں بہترین موڑ آیا ہے آپی جی آپ کے ناول کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ "برف کے آنسو" ارے سندس میں نے آپ کے بارے میں کیا سوچا اور آپ کیا نکلے اگر میرے سامنے ہوتے تو فوراً شوٹ کردیتی۔ نادیہ فاطمہ کا مکمل ناول سپرہٹ تھا، فاخرہ گل اور ندا قاطمہ کے ناولٹ اے ون تھے۔ افسانوں میں سب کی کاوش بہت اچھی تھی، بہنوں کی عدالت میں نازیہ کنول نازی کے جوابات نے چار چاند لگادیئے۔ غزلوں میں صبا گل، زریحہ شبیر، شگفتہ خان، مسز نگہت غفار (کی غزل ہو شعر ہو یا کوئی پیغام بہت زیادہ ودھیا ہوتا ہے) نوشین اقبال نوشی، جویریہ خان، فریدہ خانم سب کی غزلیں ٹاپ پر تھیں۔ یادگار لمحے میں سب نے ایک سے بڑھ کر ایک لکھا، بیاض دل میں فرزانہ محمد دین ثریا، فراز احمد غلام محی الدین، حرا رمضان، صدف مختار، عائشہ پرویز، سیدہ جیا عباس آپ سب کے شعر بہت بہت اچھے تھے والسلام۔

☆ ڈیئر مسکان! امید ہے آئینے میں اپنا عکس جھلملاتا دیکھ کر ہونٹوں پر بھی دلفریب مسکان آ ٹھہری ہوگی خوش آمدید۔

خدیجہ رانا مقامی...... کھڈیاں خاص۔ السلام علیکم! سب سے پہلے حمد ونعت سے دل وجان کو معطر کرتے ہوئے دانش کدہ پر پہنچے۔ دانش کدہ سے علم وحدیت کے موتی چن کر "بھیگی پلکوں پر" آ گئے ناول کا اینڈ ہمیشہ یاد رہے گا' کچھ یوں ہوا میں نے پیاز فرائی کرنے کے لیے رکھ دی' ابھی آنچل لے آئی اور ہم بھیگی پلکوں پر ایسے کھوئے کہ پیاز جلنے کے سیاہ دھوئیں کے مرغولے بھی نظر نہیں آئے آگے مت پوچھو کیا ہوا۔ "برف کے آنسو" نازی آپی نے بہت اچھا لکھا' زرنگار کو چاہیے سندان کو خوب سزا دے' شکر ہے عائزہ سندان سے بچ گئی۔ عائزہ کو تو زعیم ٹھیک کر ہی دے گا' زرنگاریاں کی بجائے دولت کی پیچھے بھاگ رہی ہے۔ فاخرہ گل نے بھی خوب لکھا' جانی جیسے بچوں کی اصلاح نہ کی جائے تو وہ بڑے ہو کر معاشرے کا ناسور بن جاتے ہیں' پپو کا چند سکے دکان سے لے کر آنا اور خوش ہونا یہاں سے کہانی میں کچھ جھول سا نظر آیا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" بھی اچھا جا رہا ہے' مجھے لگتا ہے شہوار اور انا کے درمیان کوئی رشتہ ہے۔ "اعتبار محبت" نادیہ فاطمہ نے بھی بس ٹھیک ہی لکھا' یقین ہی نہیں آیا کوئی ماں اپنی سگی اولاد کے ساتھ برا رویہ برت سکتی ہے جب کہ منائل بے قصور ہے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" وقاص کو تو موت ہی آ جانی چاہیے تھی' لگتا ہے وقاص اب سدھر جائے گا' فاطمہ کا خود کو ڈی گریڈ کرنا اچھا نہیں لگا۔ "ابر نیساں" نداقاطمہ واقعی ہمارے معاشرے کا یہ سب سے بڑا المیہ ہے کہ غیر کی رسموں کی تقلید میں ہم اپنی والدین کی بے غرض سچی بے لوث محبت کو کھو دیتے ہیں۔ ماہ زیب کا دولت کے پیچھے بھاگنا اور اپنے گھر کے جہاں اس کا بچپن گزرا تھا' گھٹن زدہ کہنا' اپنے گھر سے تو بچپن کی یادیں وابستہ ہوتی ہیں لیکن وہ بات سچ ہے نا کہ انسان کو اگر اس کی اوقات سے زیادہ ملے تو وہ مزید اور کی رٹ لگائے جاتا ہے۔ "کورا کاغذ" (زینب اصغر) کچھ خاص متاثر نہ کر سکی' وہی عام سی بات۔ "محرومی کا سفر" نے آنکھوں کو آنسوؤں سے لبریز کر دیا۔ ایسی این جی اوز تو آگ میں جھونکنے کے لائق ہیں جو صرف زبانی کلامی وعدوں تک محدود ہوں' لائن بنائیے باری باری آئیے یہ قانون بھی صرف غریبوں پر لاگو ہوتا ہے' بھئی ان بے چاروں کے پاس نوٹوں کی گڈیاں جو نہیں ہوتیں' کسی نے یونہی تو نہیں کہا جس کی لاٹھی اس کی بھینس' اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

ثمینہ ناز دیشانی...... فتح جنگ' اٹک۔ السلام علیکم! جون کا آنچل' چلچلاتی گرمی میں 29 مئی کو ملا' ناول جون کے ہے' میں گرمی میں پرسکون' میں دیکھ رہی ہے' ادھر ہم گرمی سے شرابور ہو چکے ہیں۔ آغاز سرگوشیاں سے کیا' پڑھ کر غم زدہ ہو گئے۔ "حمد ونعت" اپنی سریلی آواز میں پڑھ کر درد جواب آں' دانش کدہ میں' ایک بے حس والدین پڑھی تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اللہ ہمیں قیامت کے عذاب سے بچائے آمین۔ ہمارا آنچل' فرزانہ کرمانی' زوبا' خان' نفیسہ سرفراز اور ریحانہ یاسمین سے ملاقات ہوئی۔ بہنوں کی عدالت میں نازیہ کنول نازی سے ملاقات ہوئی۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء جی آپ نے اتنی جلدی اینڈ کر دیا' ہمارے ذہن میں تھا کہ پری کو شیری اغواء کرے گا اور پھر اس کے ساتھ زبردستی نکاح کرے گا پھر...... خیر اچھا اینڈ ہوا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا اطور کا ناول بہت زبردست چل رہا ہے' ایسا لگ رہا ہے کہ ولید شہوار کا بھائی ہے' مصطفیٰ اور عباس کا کردار مجھے بہت پسند آیا۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم کا ناول فرسٹ کلاس چل رہا ہے' فاطمہ بے چاری کا امتحان ابھی تک ختم نہیں ہو رہا ہے۔ "برف کے آنسو" نازیہ کنول نازی زبردست چل رہا ہے' تیسری قسط کا انتظار کرنا پڑے گا۔ "وہی لمحہ زیست کا" (فاخرہ گل) پڑھ رہی تھی پھر یہ کیا یہ تو نامکمل ہے اگلی قسط کا انتظار کرنا پڑے گا۔ "ابر نیساں" نداقاطمہ کا ناولٹ پڑھا اچھا لگا۔ افسانوں میں "تیرے انتظار کا موسم" نزہت جبیں ضیاء کا افسانہ اچھا لگا۔ مستقل سلسلے کی جانب چلے روحانی مسائل' آپ کی شخصیت' آپ کی صحت' ڈش مقابلہ' ہومیو کارنر سے مستفید ہوئے۔ آئینہ کی طرف لپکے' جبیں خان کا تبصرہ پسند آیا۔

کائنات عابد...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! جی تو آنچل ہمیشہ کی طرح بیسٹ تھا۔ "مجھے ہے حکم اذاں" آپی اس بار ناول بہت زبردست تھا مزا آ گیا فاطمہ اور عباس کی شادی ہوئی اور پلیز ام مریم آپی ایمان کو ٹھیک کردیں۔ سمیرا آپی کا ناول بھی اچھا جارہا ہے بس جلدی سے شہوار کی رخصتی کردیں اور دریہ کا پتا صاف کردیں۔ "اعتبار محبت" بھی اچھا ناول تھا۔ "ابرنیساں" بھی زبردست تھا ماہ زیب پر بہت غصہ آیا اسے اپنے ماں باپ کا ذرا خیال نہ آیا' کتنی بے حس ہے وہ۔ "بہنوں کی عدالت" میں نازیہ آپی کو پاکر دل گارڈن گارڈن ہوگیا قسم سے۔ نازیہ آپی کا ناول "برف کے آنسو" اچھا جارہا ہے بس جلدی سے ختم ہوجائے اور پھر ان کا نیا ناول پڑھنے کو ملے۔ "بھیگی پلکوں پر" کی اینڈنگ بھی پچی پچی ہوئی بڑا مزا آیا ناول پڑھ کے۔ بیاض دل میں نادیہ عباس دیا قریشی کا شعر دل کو چھو گیا یادگار لمحے بھی بیسٹ تھے۔ تبصرے بھی کے اچھی تھے۔ غزلوں میں مریم اکرم کی غزل بہت کمال کی تھی کتنا اچھی لکھا تھا۔ ہمارا آنچل میں فرزانہ اکرم کا تعارف اچھا لگا اللہ تعالیٰ آنچل کو یونہی ترقی دے آمین۔

☆ کائنات ڈیئر! ہماری دعائیں آپ کے ہمراہ ہیں ہمیشہ کامیاب وکامران رہو...... آمین۔

ارم مصطفی...... طور جہلم۔ السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے آنچل 28 کو ملا ٹائٹل اچھا تھا۔ ہم نے قیصر آرا آپی کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد ونعت سے مستفید ہوئے پھر ہم نے سیدھی چھلانگ لگائی "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف' سمیرا آپی یو آر گریٹ اور پلیز آپی شہوار کو تھوڑی عقل سے نواز دیں اور دونوں کی جلدی رخصتی کردیں' آپی یہ دریہ کو تو کہیں بھیج دیں اور پلیز اب جلدی سے تابندہ بوا کے ماضی کو کھول دیں تاکہ ہمیں بھی کچھ چین ملے۔ نازی آپی کے جوابات بہت پسند آئے' مستقل سلسلے بھی بہت اچھے تھے افسانے اور ناولٹ بہت اچھے تھے۔ نئی کونپلیں میں شازیہ فاروق آپ نے بہت اچھا لکھا۔ ہمیں دوسروں کے غم کو اپنا غم سمجھنا چاہیے' اچھا اجازت دیں۔ اللہ حافظ۔

☆ ارم ڈیئر! خوش آمدید۔

حافظہ سمیرا...... 157 این بی۔ السلام علیکم! تمام قارئین کو ہمارا محبت بھرا سلام قبول ہو طویل غیر حاضری کے بعد آج پھر قلم پکڑے لکھنے بیٹھ گئے۔ پلیز ماڈل کے سر پہ آنچل اوڑھا دیا کریں' حمد ونعت سے فیض یاب ہوتے ہی "بھیگی پلکوں پر" جا پہنچے آخری قسط دیکھ کر دل بے چین ہوگیا۔ اقرا آپی شیری اتنا خبیث آپ نے اسے ایک جھٹکے میں ہی سیدھا کردیا۔ باقی سب اچھا رہا' سمیرا آپی ولید کے تیور مجھے اچھے نہیں لگ رہے اگر یہ کاشف کے ساتھ اتوالو ہوگیا تو نا بے چاری کا کیا بنے گا (کچھ رحم کریں) اب ایاز آزاد ہو کر کیا کرتا ہے یہ تو اگلی قسط پڑھ کر ہی پتا چلے گا۔ بابا جی کا ماضی میں ضیاء لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق ضرور رہا ہے پلیز ذرا جلدی سے ظاہر کردیں (صبر نہیں ہورہا)۔ مریم آپی آپ نے سکندر کو ان کے اپنوں سے ملا دیا اور اب اریب کو بھی اس کی اہمیت کا احساس ہورہا ہے۔ سیدو میں کو تو اچھی خاصی سزا دینا' ابراہیم احمد کی بہن نندلی سی ہوگی (ہے ناں)۔ نازی آپی آپ بہت گریٹ ہیں پلیز یہ ناول اتنا لمبا مت کیجیے گا۔ آپی فاخرہ گل آپ نے بھی بہت اچھا لکھا اور یہ بے چاری پچو سے کیا کروا دیا (افسوس)۔ "ایسے بھی ہیں کچھ مہرباں" نے تو دل لوٹ لیا ام ثمامہ آپ بہت آگے جائیں گی ان شاءاللہ۔ "کورا کاغذ" ایک سبق آموز تحریر تھی خصوصاً آج کل کی پولیس فورس کے لیے۔ باقی افسانے بھی اچھے تھے۔ بیاض دل میں عائشہ اور شفاعت کے شعر زیادہ پسند آئے۔ دوست کے نام پیغام آنے میں ہم اپنا نام ہی ڈھونڈتے رہے۔ یادگار لمحے واقعی ہمارے کچھ لمحوں کو یادگار بنا گئے حافظہ فوزیہ اور اقصیٰ شمس کے تبصرے پسند آئے۔ سمیرا آپی آپ سے کچھ عجیب سی انسیت محسوس ہوتی ہے۔ ارم کمال آپ کے سوال اور آپی کے جواب دلچسپ لگے اور پھر کام کی باتیں پڑھتے ہوئے اپنے بہت سے کام یاد آ گئے اس لیے اب اجازت چاہتی ہوں اس دعا کے

ساتھ کہ اللہ آنچل کو مزید ترقی دے اور یہ ہمیشہ ہمارے سروں پر سایہ فگن رہے آمین۔

سعدیہ رمضان سعدی...... صادق آباد۔ السلام علیکم! آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں اب آتے ہیں پیارے آنچل کی طرف...... واؤ آنی اپنے آنچل کی تو کیا ہی بات ہے سب رائٹرز غضب کا لکھتی ہیں۔ مجھے آنچل کی ہر ایک تحریر سے پیار ہے اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین اللہ حافظ۔

☆سعدی ڈیئر! خوش آمدید اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

روما شہزادی' ثمن وقاص' قمر قاسم...... گجرات۔ سب سے پہلے حمد و نعت پڑھنے کے بعد ہم اپنے پسندیدہ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پر پہنچے اس میں ولید اور انا' مصطفی اور شہوار کا کپل بیسٹ جارہا ہے۔ شہوار کو اپنی ضد اب چھوڑ دینی چاہیے اور پلیز اب ولید اور انا کو الگ مت کیجیے گا۔ ہمیں لگتا ہے یا تو شہوار ولید کی بہن ہے یا پھر اس کا ان کی فیملی سے کوئی تعلق ہے۔ نازیہ کنول نازی کا ناول "برف کے آنسو" بیسٹ جارہا ہے اس کے بعد "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم کا ناول بھی اچھا جارہا ہے۔ باقی بھی سب سلسلے اچھے ہیں اللہ حافظ۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم پاکستان! ایک بے حد گرم دن کے اختتام پر آنچل نے اپنا دیدار کروایا سب سے پہلی نظر سرورق پر پڑی پھر سرگوشیاں پڑھیں آنی جی کاش آپ کی طرح ہمارے ملک کے حکمران بھی سوچنا شروع کردیں پڑھنے کا باقاعدہ آغاز نازی کے انٹرویو سے کیا' ملاقات اچھی رہی۔ "ٹوٹا ہوا تارا" شہوار سدھر جاؤ کیوں مصطفی سے تھپڑ کھانے کا ارادہ ہے تم اور انا تو بعض دفعہ بالکل عجیب ہوجاتی ہو میری مانو تو جو پیسے تم لوگوں نے احسن بھائی سے بٹورے ہیں ان سے سائیکاٹرسٹ سے ایک ملاقات کرلو۔ ولید اس پر تم اچھے لگے ہو' کیئر کرتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہو' کاشفہ کو کوئی مار دو اس میں کیا رکھا ہے رابعہ تم عادلہ کی باتوں میں بالکل نہیں آنا' سمجھیں۔ "بھیگی پلکوں پر" اور ہماری جانے سب سے کی گئی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اقرا جی نے آخر کہانی ختم کر ہی دی بہت شکریہ اقرا! "مجھے ہے حکم اذاں" ارے ریب اب تو عقل کرلو لگتا ہے تم بھی شہوار لوگوں کے قبیلے سے تعلق رکھتی ہو۔ سکندر صاحب اللہ کا نام لے کر اپنا کام شروع کردو لو وقاص صاحب مرتے مرتے پھر بچ گئے ایمان کدھر غائب ہو' عباس صاحب اپنی ناکامیوں کا بدلہ فاطمہ سے کیوں لے رہے ہو؟ ابراہیم ویری گڈ لگے رہو ویسے ام مریم اس کہانی میں پہلے جیسا چارم باقی نہیں رہا' کیا خیال ہے؟ "برف کے آنسو" نازیہ آپ کی کہانی کا وہی دیہاتی مرد اور شہری لڑکی' کتنی یکسانیت پائی جاتی ہے آپ کی بعض کہانیوں میں۔ ویسے مجموعی طور پر کہانی اچھی تھی۔ "وہی ایک لمحہ زیست کا" فاخرہ گل کی کہانی نے اچھا تاثر قائم کیا۔ "اعتبار محبت" مزہ دے گئی اشعر تمہیں اس طرح کا برتاؤ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ افسانے سارے ہی اچھے رہے۔ "ہمارا آنچل" زوباش خان اللہ پاک تمہاری آرمی والی خواہش ضرور پوری کرے آمین۔ بیاض دل' فراز احمد غلام محی الدین' صدف مختار' عائشہ حسین کے شعر اچھے لگے۔ غزلیں نظمیں میں سباس گل' شگفتہ خان' مسرت غفار' جویریہ خان' فریدہ خانم نے اچھا لکھا۔ "یادگار لمحے" عفت شمشاد حسین' ارم کمال' لیلیٰ شاہ نے اچھا لکھا۔ "آئینہ" عائشہ پرویز' وجیہہ خان' قنوت ہاشمی نے اچھا لکھا۔ شمع نازشکیل شعر پسند کرنے کا شکریہ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ پاک اس ملک اور اس کے باسیوں پر اپنی رحمتوں کا نزول کرے آمین اللہ حافظ۔

نجمہ فردوس رانا...... مانگٹ۔ میں پہلی دفعہ شرکت کررہی ہوں' مجھے اقرا صغیر احمد کے ناول "بھیگی پلکوں پر" نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا' پہلے کہانی کو اتنا آہستہ آہستہ چلایا اور جب کہانی سپرہٹ ہوئی ایک دم سے ختم ہوگئی' شیری کو صرف اتنی سی سزا اور یہ ماہ رخ اور گلفام کہاں غائب ہوگئے؟ اور یہ جا تو کہانی میں سے ایسے غائب ہوئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ غائب ہوتے ہیں' بس اینڈ اچھا ہی تھا پر کہانی کی طرح سپرہٹ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ عمیرا شریف طور

کا "ٹوٹا ہوا تارا" زبردست جارہا ہے سمیرا آپی ذرا ولید کا دماغ درست کردو آپی یہ شہوار اُف میرا دل چاہتا ہے کہ اسے ایک آدھ تھپڑ لگا ہی دوں شہوار اور مصطفیٰ میرے فیورٹ کردار ہیں اور یہ شہوار آتی بھی کی اکڑ اور مغروری اچھی نہیں ہوتی۔ واہ نازی آپی زبردست بہت اچھے موضوع پر قلم اٹھایا ہے اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

٭٭ بجمہ خیر بزم آئینہ میں خوش آمدید۔

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش۔ السلام علیکم! کافی عرصے کے بعد آنچل کا میں حاضری دی ہے آنچل سرورق بہت اچھا تھا سب سے پہلے سرگوشیاں اس کے بعد اقراء صغیر احمد کا ناول "بھیگی پلکوں پر" پڑھا بہت بہت مبارک ہو ناول کا اینڈ بہت اچھا ہوا۔ شیری کو اچھے طریقے سے سب مل گیا اس کے بعد "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھا پلیز ام مریم تھوڑا زیادہ لکھا کریں نا کیوں کہ جیسے ہی پڑھنا شروع کرو تو ختم اس دفعہ تو کوئی مزا نہیں آیا۔ "برف کے آنسو" نازیہ کنول نازی سبق آموز ناول ہے۔ "اعتبار محبت" نادیہ فاطمہ رضوی بہت اچھے اور بیسٹ طریقے سے لکھا گیا ہے منا بل کا کردار بہت پسند آیا۔ باقی کہانیاں بھی بہت زبردست تھیں ہمارے آنچل میں سب کا تعارف پسند آیا اللہ تعالیٰ آنچل کو ترقی دے مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا سب کو رمضان کی بہت بہت مبارک ہو والسلام۔

رملہ ایمل...... جہلم۔ السلام علیکم! حمد و نعت سے مستفید ہونے کے بعد اپنے پسندیدہ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف دوڑ لگائی مگر افسوس کہ سمیرا اس کا سرا کوئی ہاتھ لگنے نہیں دے رہی کم از کم اب بابا صاحب کا راز ختم ہو جانا چاہیے تھا چلیے ہم پھر بھی قبول کرتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے "بھیگی پلکوں پر" کا اتنا سادہ سا اینڈ تھا۔ بہنوں کی عدالت میں نازیہ جی سے مل کر اچھا لگا نازی آپی یہ کیا محبت کے ہر سوال پر جواب کول..... آپ کی حاضر دماغی کو داد دیتی ہوں۔ ام مریم لاریب کو سکندر سے جدا مت کیجیے گا اور زندگی کو اس کی منزل تک پہنچا دیجیے گا کیوں کہ زندگی کی لگن بھی سچی ہے باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح زبردست تھے۔

منیبہ نواز...... صبور شریف۔ السلام علیکم! بات ہو جائے اس ماہ کے آنچل کی تو 29 کو شمارہ ملا۔ ٹائٹل خوب صورت تھی سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف دوڑ لگائی روشانے اور احسن کی شادی ہوگئی یہ بہت اچھا ہوا۔ ولید اور نانا کے درمیان اب کوئی جھگڑا نہیں ہونا چاہیے ایاز کی ضمانت ہوگئی اب وہ ضرور کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا کرے گا۔ ویسے ناول بہت ہی زبردست جارہا ہے کیپ اٹ اپ سمیرا جی یو آر گریٹ۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء جی کچھ مزا نہیں آیا ناول کا اینڈ ہو گیا ایک دم سے اور پتا ہی نہیں چلا ویسے آپ کو بہت بہت مبارک اب کسی اچھے سے ناول کے ساتھ دوبارہ آنچل میں حاضر ہوئیے گا۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم آپی گریٹ بہت ہی عمدہ انداز سکندر کو اب اس کا حق مل ہی جانے گا اور لاریب کو شکر ہے عقل تو آئی دنیا یہ دوست آپ بس ابھی تک اتنا ہی پڑھا صبح پریکٹیکل بھی ہے او کے اللہ حافظ۔

شازیہ اسلم...... خانیوال۔ تتلی جیسی لڑکیوں کو موتی کیوٹ سی آنٹیوں اور شہلا آپی کو شازیہ کی طرف سے سلام۔ مجھے پتا ہے آپ سب مجھے بھول گئی ہوگی خیر چھوڑو جون کا آنچل تو ایک دم بیسٹ تھا وہ اس لیے کہ اس میں میری موسٹ فیورٹ رائٹر یعنی کہ نازیہ کنول نازی کا انٹرویو جو تھا۔ "بھیگی پلکوں پر" مبارک مبارک اینڈ اچھا ہوا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" ویسے مجھے لگتا ہے شہوار مصطفیٰ کی کزن ہوگی (میرا مائنڈ تو یہی کہتا ہے باقی سمیرا آپی بہتر جانیں)۔ مجھے لگتا ہے "حکم اذاں" ایک دو اقساط میں ختم ہو جائے گا (ایم رائٹ؟) "اعتبار محبت" نادیہ فاطمہ رضوی کا اچھا ناول تھا وہ کافی دنوں کے بعد نظر آئی ہیں لیکن وہ کہتے ہیں نہ دیر آید درست آید۔ باقی سب نے بھی بہت اچھا لکھا خاص کر "ایسے بھی کچھ مہرباں" ام ثمامہ نے آنچل شروع سے لے کر اینڈ تک دلوں میں اتر جانے والا تھا اللہ حافظ۔

مسز نگہت غفار...... کراچی۔ السلام علیکم! اس ماہ کا رسالہ خوب صورت ٹائٹل لیے تھا حسب عادت

سرگوشیاں سنیں اور لبوں پہ یہ دعا آ گئی کہ رب العزت ہم سب کو نیکی اور بھلائی کے راستے پر چلائے۔ حمد باری تعالیٰ نعت رسول مقبول دونوں مقدس تحریروں کو باادب پڑھتے ہوئے آگے بڑھے تو معتبر و مقدس تحریر "مالک یوم الدین" اس کی باقی تحریر کا انتظار ہے۔ نازیہ کنول نازی "جنوں کی عدالت" میں جواب دیتی ہوئی بہت اچھی لگیں۔ افسانوں میں "بھیگی پلکوں پر" اقرا صغیر احمد نے بے حد خوب صورت تحریر لکھی ہے۔ "وہی ایک لمحہ زیست کا" فاخرہ جی آپ کہاں ہیں مجھے اکثر مخاطب کرتی تھیں میں بھی آپ کو یاد کرتی تھی آپ کی یہ تحریر بہت خوب صورت لگی ماشاء اللہ زور قلم اور زیادہ۔ "اعتبار محبت" نادیہ فاطمہ رضوی ویل ڈن۔ منابل کو اس کی منزل مل گئی۔ ام مریم کہانی کی اگلی قسط کا انتظار ہے۔ "ایسے بھی ہیں کچھ مہرباں" ام ثمامہ نے بے حد خوب صورت تحریر لکھی۔ "کورا کاغذ" زینب اصغر نے مختصر مگر بڑی ہی پُر اثر تحریر لکھی۔ یادگار لمحے میں عنبر شمشاد، سباس گل، ارم کمال، رملہ کمل، حافظہ سمیرا، حبیبہ نذیر کی تحریر پسند آئیں۔ غزلوں اور نظموں میں نازی کنول، سباس گل، نسیم سکینہ، ریاض حسین، نوشین اقبال، راشدہ ترین، مریم اکرم، فریدہ خانم کی تحریریں پسند آئیں۔ بیاض دل، سمیرا راجا، پروین افضل، سمیرا غزل، صدف مختار، پارس شاہ۔ اب اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

ثناء اجالا...... بھلوال۔ السلام علیکم شہلا جی! کیسی ہیں آپ سرگوشیاں پڑھیں، جگمگاتیں جھرتے الفاظ انداز و شیرینی ونڈر فل پھر دانش کدہ پڑھے پلیز 4 صفحات کو زیادہ کریں، بہت سکون ملتا ہے دانش کدہ پڑھ کر انکل مشتاق احمد قریشی صاحب بہت بہت شکریہ عقل کے بند پردے کھولنے کے لیے۔ پھر نازیہ جی کے سوالات و جوابات پڑھے "برف کے آنسو" مائی گاڈ سب کو اپنی اپنی فکر ہے افسانے ٹھیک تھے۔ اقرا جی کے لیے خط لکھا ہے یہ کیا اتنی جلدی اینڈ کردیا آپ پری اور طغرل کی شادی ہی دکھا دیتیں شیری کو عقل آ گئی بڑی بات ہے۔ پلیز اب آنچل سے غائب نہ ہو جانا وقتاً فوقتاً حاضری دیتی رہنا او کے اللہ حافظ۔

عائشہ خان...... ٹنڈو محمد خان۔ السلام علیکم! بڑی بے صبری سے آنچل کا انتظار تھا، ٹائٹل اچھا لگا سب سے پہلے فہرست میں شازیہ کا نام پڑھ کر "خوشی کا سفر" بڑھے کیا بہت زبردست لکھا شازیہ مجھے تو اتنی خوشی ہو رہی جیسے میرا افسانہ شائع ہو گیا ہے۔ "بھیگی پلکوں پر" جلدی جلدی پڑھنا شروع کیا کہ عادل کیا کرتی ہے، دعا تھی کہ پری شیری کے ناپاک عزائم سے محفوظ رہے اور اللہ نے اسے محفوظ رکھا کہانی اچھی لگی۔ جنوں کی عدالت قلمی سفر کے مختصر سے عرصے میں بے پناہ شہرت پانے والی نازیہ کنول نازی کو پڑھنے کا شرف آنچل میں حاصل ہوا۔ آپ کتنے پیار سے ہر بات کا جواب دیتی ہیں میں تو آپ کی فین ہو گئی۔ فیصل آباد سے مدیحہ گل نے جو سوالات کیے وہ جنوں کی عدالت نہیں سپریم کورٹ لگ رہا تھا۔ ہمارا آنچل میں چاروں کے تعارف پسند آئے خاص طور پر نفیسہ سرفراز کا۔ ہم سے پوچھیے میں تمام سوال و جواب اچھے لگے۔ دوست کے پیغام آئے میں تمام ہی بہت اچھے لگے تو بیہ کوثر کا چٹنی منی کالی کورومال پیش کرنا اچھا لگا ہاہاہا۔

جانو ڈیئر عاشی! آپ دیگر تحاریر پر بھی تو اپنا تبصرہ قلمبند کرتیں بہرحال شریک محفل رہیے گا۔

فاطمہ منظور...... سمبڑیال۔ "بھیگی پلکوں پر" مزہ دے گئی ویل ڈن اقرا آپی جی۔ "اعتبار محبت" بھی بہت اچھی رہی اس میں اشعر نام بہت پیارا تھا ام مریم آپی فاسٹ اینڈ کریں اب۔ نازیہ آپی کا ناول "برف کے آنسو" بھی اچھا ہے۔ "ہمارا آنچل" میں تعارف سب کے ہی اچھے تھے لیکن فرزانہ اکرم کا تعارف پڑھ کے مزہ آ گیا فرزانہ اکرم جی آپ میری کسن بن جاؤ۔ زوباش خان یہ باادب باملاحظہ ہوشیار ہائے میں مرجاواں یہ بھی اچھا ڈائیلاگ ہے اللہ حافظ۔

ابرش زیست مکرم آفریدی...... ہٹیاں بالا، آزاد کشمیر۔ السلام علیکم! ادبی رسالے میں لکھنے کے لیے آج پہلی بار قلم اٹھایا آنچل ایک بہترین تفریحی ادبی رسالہ ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے سبق بھی سکھاتا

ہے جیسے "بھیگی پلکوں پر" کے ایک کریکٹر صباحت بیگم کے رویے کو دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر یاد آتا ہے

خطائیں دیکھ کر بھی وہ عطائیں کم نہیں کرتا
سمجھ میں یہ نہیں آتا وہ اتنا مہرباں کیوں ہے

"ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا شریف طور کی ادبی صلاحیتوں کا ایک بہترین شاہکار ہے مگر اس کو اتنی زیادہ طوالت نہ دی جائے۔ شہوار کو بھی ذرا اس کے رویے کی سزا دیں ویسے یقیناً ولید روشی اور شہوار بہن بھائی ہوں گے اب بہترین ناولٹ "مجھے ہے حکم اذاں" کی بات کرتے ہیں۔ لگتا ہے کہ ابراہیم احمد تو مسلہ فاطمہ کا بھائی ہوگا۔ آنچل کے تمام لکھاریوں کی کوشش بہترین ہے اللہ نگہبان۔

☆ ابرش ڈیئر! خوش آمدید۔

ندا اعجاز...... گوجر خان۔ آنچل کے تمام اسٹاف اور تمام قارئین کو میری طرف سے السلام علیکم! اس ماہ آنچل کا ٹائٹل بالکل اچھا نہیں لگا لیکن "بھیگی پلکوں پر" کا اینڈ بہت اچھا لگا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" اور "مجھے ہے حکم اذاں" دونوں ناول زبردست ہیں۔ نازیہ آپی کا "برف کے آنسو" بہت مزے کا ناول ہے بلکہ پورے کا پورا آنچل ہی بہت مزے کا ہے اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

ایمن مبارک مقامی...... کھڈیاں خاص۔ السلام علیکم! ہم سے پوچھنے میں مجھے چھوٹی گڑیا کا خطاب دیا مجھے بہت اچھا لگا' آپی ہماری رسائی تو صرف یادگار لمحوں تک ہی ہے باقی رسالے کے ورق پلٹنے پر ہمیں گھوریاں مفت ملتی ہیں۔ اپیا کا کہنا ہے باقی ساتویں سے پڑھنا اور ہم ٹھہرے ابھی پانچویں کلاس کے مسافر۔ سب سے پہلے نام محمد ﷺ سے فیض یاب ہو کر نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ سے منور ہو کر سباس گل کا دعائیہ قطعہ اپنی ڈائری کی زینت بنایا۔ نیت کا اثر (صرف مختار) نے نوشیرواں کا قصہ لکھا میں نے اپنی کتاب میں پڑھا تھا' اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے ہمارے ٹوٹکے (اقراء آفرین فائزہ بلال) دونوں آنٹیوں نے ہمیں خوب ہنسایا' آپی جوک تو مجھے سمجھ ہی نہیں آتے البتہ اقوال زریں سارے ذہن نشین کر لیتی ہوں' اچھا آپی اللہ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔

☆ ایمی گڑیا! خوش آمدید۔

شزا بلوچ...... جھنگ۔ ہائے سویٹو کیسی ہیں آپ؟ اس بار آنچل 27 کو ملا ٹائٹل بالکل بھی پسند نہیں آیا (سوری)۔ جون کی فرسٹ ویک میں ایگزامز اسٹارٹ ہو رہے ہیں سو سارا ڈائجسٹ تو نہیں پڑھ پائی۔ "برف کے آنسو" بہت اچھی اسٹوری ہے لیکن عائزہ نے جو حرکت کی وہ بہت غلط بات ہے' اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور ریان نے اس سے بڑھ کر غلط قدم اٹھایا جو عورت اپنے شوہر کو دھوکہ دے سکتی ہے کیا وہ کل ریان کو نہیں دے سکتی اور سندان حسن اب پتا نہیں اپنے ضمیر کی چوٹ برداشت کر پائے گا کہ نہیں چلو آگے دیکھتے ہیں ہوتا ہے کیا۔ یادگار لمحے میں اقراء آفرین فائزہ بلال کے ٹوٹکوں نے خوب ہنسایا' آپ لوگوں کے کھٹے میٹھے تعارف کا شدت سے انتظار رہے گا۔ دلچسپ حقائق' حافظہ سمیرا کافی دلچسپ لگے کام کی باتیں بھی کام کی تھیں' جوک سارے اچھے تھے۔ باقی سب لولی گرلز نے بہت اچھا لکھا' سبھی کے لیے میری بیسٹ وشز۔

☆ اس دعا کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شہر رمضان کا احترام کرنے اور قرآنی احکامات پر عمل کرنے والا بنادے آمین۔

تم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

شزا بلوچ...... جھنگ

س: ہائے میں پھر آگئی۔

ج: اُف اللہ آپ نے پھر سے اتنی زحمت کرلی۔

س: شعر کا جواب دیں

تیری یادوں کے بھول جانے تک
مار ڈالے گا تیرا یاد آنا

ج: دنیا میں اب خلوص ہے بس مصلحت کا نام
بے لوث دوستی کے زمانے گزر گئے

س: 6 جون کو پہلا پیپر ہے کوئی اچھی سی دعا دے دیں۔

ج: بغیر نقل کے اپنی عقل سے اچھے نمبروں سے پاس ہوجاؤ آمین۔

سعدیہ رمضان سعدی...... صادق آباد

س: آپی ہمیں ہر وقت ہنسی کے دورے پڑے رہتے ہیں ہر کسی سے ہماری عزت ہوجاتی ہے کوئی علاج بتادیں کیا کریں؟

ج: اپنی بتیسی نکلوادو بس۔

س: بڑے بے آبرو ہوکے تیرے کوچے سے نکلے کیوں کہ آپ ہمیں اپنی محفل میں جگہ نہیں دیتیں؟

ج: کہاں نکلے جناب آپ تو ہمارے کوچے میں ہی چپک گئی ہیں۔

س: اچھی سی دعا سے رخصت کریں؟

ج: جگ جگ جیو۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: ماہ رمضان میں مجھے سحری کے لیے اٹھنے کے لیے الارم لگانے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے میاں جانی خراٹے اتنے زور دار لیتے ہیں کہ میری آنکھ کھل جاتی ہے میری بات پہ آپ کو یقین آیا یا نہیں؟

ج: ان کے گلے میں ایک عدد ڈھول ڈال دینا تاکہ اہل محلہ بھی سحری میں جاگ جائے۔

س: ماہ رمضان میں میرا دل کرتا ہے کہ......؟

ج: جلدی سے عید کا چاند نظر آجائے۔

س: رمضان کے مہینے میں میرے میاں جانی عصر کے بعد مجھ پر کیوں برستے ہیں؟

ج: سحری میں انہیں ایک عدد سلائس دو گی تو وہ تو گرجیں گے بھی اور برسیں گے بھی۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: السلام علیکم! آپی رمضان مبارک۔

ج: وعلیکم السلام! آپ کو بھی ماہ صیام مبارک۔

س: آپی کبھی کبھی زندگی سے ڈر لگنے لگتا ہے کیوں؟

ج: ایسے کام مت کیا کرو تاکہ اماں کی ڈانٹ کا خوف ستائے۔

س: آپی شعر کا جواب شعر سے دیں؟

تنہائی کے صحرا میں مجھے چھوڑ گئے سب
دعویٰ سنا کرتے تھے بہت ہمسفری کے

ج: وفا شناس، شگفتہ مزاج، وہ گلاب چہرے
سوچ زمانہ لے گئی جانے کہاں ان کو

سیدہ حیا عباس...... تلہ گنگ

س: رمضان میں ایمان بکتا ہے سامان کے ہمراہ کیا اسی لیے مہنگائی ہوجاتی ہے؟

ج: ہمارے ملک میں بارہ ماہ ہی ایمان بکتا ہے اب یہ رمضان سے کیا مشروط۔

س: سسرال میں پہلی عید ہے میاں جی شاپ پر معروف ہوتے ہیں، کیسے مناؤں عید؟

ج: ابھی عید آنے تو دو پھر میاں جی بمع عیدی آجائیں گے۔

س: یہ اکثر لوگوں کو روزہ لگتا ہے اتنا تو بتادیں لگتا کہاں ہے میں تو سوچ سوچ کر ہار گئی جی؟

ج: تم سوچ سوچ کر خود کو بوڑھا مت کرو جس کو لگتا ہے اس کو لگنے دو بس......

س: عشق حقیقی صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب ہو ایسا دعا کریں؟
ج: آمین سدا مسکراتی رہو۔

نورین لطیف..... ٹوبہ ٹیک سنگھ
س: آپی جی آپ نے مجھے سالگرہ وش نہیں کی کیوں؟
ج: کیک لے کر آتیں تو ضرور کرتے۔
س: آپی جی انسان کی اپنی بھی کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں پھر اسے بے وفا کیوں کہا جاتا ہے؟
ج: بے وفائی بے سبب نہیں ہوتی
ہر بات کی وجہ نہیں ہوتی
س: آپی آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگتا تو بتادو نوانٹری کا بورڈ کیوں لگا دیا میرے لیے؟
ج: تم چشمہ لگا کر دیکھتی تو ایسا کوئی بورڈ نظر ہی نہ آتا۔

مدیحہ نورین مہک..... برنالی
س: گرمی سے بچنے کا کوئی نیا طریقہ بتائیں؟
ج: گرما گرم پانی سے نہاؤ اور لحاف میں گھس جاؤ۔
س: آخر لوڈشیڈنگ گرمی میں ہی کیوں زیادہ ہوتی ہے؟
ج: گرمی میں ہی نہیں اب تو سردی گرمی ہر سیزن میں دستیاب ہے یہ لوڈشیڈنگ۔
س: جی چاہتا ہے کہ واپڈا والوں کو.......؟
ج: کال کوٹھری میں بند کردیں۔
س: کسی کو قابو کرنے کا طریقہ کیا ہے؟
ج: پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں کس جن کو قابو کرنا ہے۔

رخسانہ اسماعیل..... ٹونسہ شریف
س: آپی پانی گیلا کیوں ہے آسمان نیلا کیوں ہے؟
ج: پہلے تم یہ بتاؤ تمہارا دماغ ڈھیلا کیوں ہے؟
س: آپی وہ ہر روز میرے خواب میں آ کر مجھے ڈراتا ہے؟
ج: اور تمہاری صورت دیکھ کر پھر خود ہی چیختا ہوا بھاگ بھی جاتا ہے۔

س: آپی فائزہ بیوٹی کریم لگائی فیس فریش صندل بھی لگائی پھر بھی رنگ گورا نہیں ہوتا؟
ج: ٹینشن مت لو تمہیں کون سا گوروں کے دیس جانا ہے پیا دیس ہی تو جانا ہے ناں مس کومل۔

ارم کمال..... فیصل آباد
س: باجی 440 والٹ کا جھٹکا کب لگتا ہے؟
ج: جب پیا جی اچانک سے سامنے آ جائے اور تو بغیر میک اپ کے ہو تب۔
س: آنے سے اس کے آئے بہار بھلا کس کے؟
ج: ماہ رمضان کے۔
س: دل کے شیشے میں بال آ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟
ج: تو بچوں کو بال واپس کرو تمہاری کھیلنے کی عمر گزر چکی ہے ناں اب۔
س: دکان کا دروازہ اندر کی طرف کھلتا ہے گھر کا دروازہ باہر کی طرف کھلتا ہے دل کا دروازہ کس طرف کھلتا ہے؟
ج: دروازہ کھول کر دیکھ لو زور سے گرو گی پھر پتا چل جائے گا۔
س: چار دن کی چاندنی کے بعد اندھیری رات کیوں ہوتی ہے؟
ج: آج تو کل تو صرف لمبی اور اندھیری رات ہے چار دن کی چاندنی تو کھو گئی ہے ناں اب۔ منجانب کے ای ایس سی۔

فوزیہ سلطانہ..... تونسہ شریف
س: شمائلہ آنی آپ کا دماغ گرم کرنے کے لیے ہم ایک بار پھر حاضر خدمت ہیں کہیے کیسی لگی سواری باد بہاری؟
ج: مس باد بہاری آپ کی گدھے کی سواری اور یہ تیاری لاجواب ہے۔
س: شمائلہ آنی آپ کا کالم پڑھ کر ناں مجھے کچھ کچھ ہوتا ہے بھلا کیا؟
ج: پیٹ میں درد اٹھ بنس کر.......

س: شمائلہ آنٹی پتا ہے نئی خبر لائی ہوں آپ کے لیے گرمیاں آچکی ہیں (کب کی) ؟ اے سی تو چلانا شروع کردیجیے بادشاہو؟
ج: یہاں اے سی بی سی پی سی سب چلتا ہے، بی بی۔

عائشہ عمر...... فیصل آباد
س: سلام آپی آپ کی طرف کیا خیر خبر ہے؟
ج: اللہ کا کرم ہے اور خبر کے لیے خبر کی دنیا پر نظر ڈالو۔
س: لوڈشیڈنگ پر کیا کہیں گی کوئی مصرعہ ہو جائے؟
ج: اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے
س: اُف اللہ...... یہ اتنی گرمی کہاں سے آ گئی ہے؟
ج: بس یہ سب آپ کے غلط اعمال کی سزا ہے۔

ندا اعجاز...... گوجر خان
س: آپی! کیسی ہیں آپ؟ مجھے یاد کیا یا نہیں؟
ج: ہاں بہت یاد کیا خوش فہم لوگوں خوش ہو جاؤ اب۔
س: آپی آج کل عجب وحشت کا موسم سوار ہے دل پر کیا کروں؟
ج: برف کی سل سے لپٹ کے سو جاؤ تو موسم خود بخود خوشگوار ہو جائے گا اور وحشت بھی دور۔
س: آپی کوئی پیاری سی دعا دیں جس سے دل خوش ہو جائے؟
ج: سدا خوش رہو۔

صباسحر مقامی...... قصور
س: سلام آپی! پہلی بار آ رہی ہوں آمد کیسی لگی؟
ج: پہلی آمد پر خوش آمدید۔
س: آپی ہم عید کے بعد کراچی آ رہے ہیں تو آپ سے بھی مل جائیں؟
ج: ذرا دیکھ بھال کر آنا یہاں کے حالات تو معلوم ہیں ناں......
س: ایڈوانس میں رمضان مبارک۔
ج: آپ کو بھی ماہ صیام مبارک۔

س: آپی آپ رمضان میں لنچ میں کیا کیا لیتی ہیں؟
ج: لیتے تو بہت کچھ ہیں لنچ کے لیے نہیں بلکہ افطاری کے لیے کیا سمجھیں۔

عائشہ خان...... مظفر محمد خان
س: ہمارے سیاستدان کب سنجیدہ ہوں گے؟
ج: سنجیدہ ہی تو ہیں عوام کو تنگ کرنے میں۔
س: آپ کی نظر میں سب سے مخلص سیاستدان کون ہے؟
ج: چراغ تو کیا سورج لے کر بھی ڈھونڈنے نکلیں تو آج کل ملنا مشکل ہے۔
س: دینا ملک کا ارادہ کسی پارٹی کو جوائن کرنے کا؟
ج: شادی خانہ آبادی پارٹی جوائن کر چکی ہیں وہ۔

عائشہ اور اقصیٰ...... شادیوال گجرات
س: محاورہ درست کریں "گدھا کیا جانے جامن کا سواد"
ج: عائشہ اور اقصیٰ کیا جانے ادرک کا سواد۔
س: ہاں جی اس بار رمضان کے بارے میں کیا جذبات ہیں؟
ج: شکر ہے رب العالمین کا اس نے ایک بار پھر ہمیں یہ مبارک مہینہ نصیب کر دیا۔
س: آپ کا نک نیم کیا ہے؟
ج: ابھی رکھیں گے تو آپ کے پاس بھی اندراج کرا دیں گے۔

لیلیٰ شاہ...... چک سادہ گجرات
س: شمی آپی بس مختصراً کہنا آنکھیں ترس گئی ہیں تیرے دیدار کو؟
ج: کہہ دوں گی لیکن یہ بجلی پھر بھی نہیں آئے گی۔
س: کوئی اچھی سی دعا میرے اور میرے آرمی بھائیوں کے لیے؟
ج: جگ جگ جیو وطن کا نام روشن کرو۔

❀

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا

انیجہ سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ عمر 29 سال ہے اور موٹاپا بہت ہے۔ دوست کا مسئلہ ہے کہ سر میں اتنی خشکی ہے کہ کانوں تک آتی ہے۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ دوست کے لیے HAIR GROWER منگا لیں 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔

رالف سوات سے لکھتی ہیں کہ سر میں بہت خشکی ہے بال بہت جھڑ رہے ہیں کوئی علاج بتائیں کہ خشکی ختم ہو اور بال گرنا بند ہوں اور بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہو جائیں۔

محترمہ آپ مبلغ 600 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

عبدالرحمٰن کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرا قد بہت چھوٹا ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ CLC PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

اقراٗ شہزادی حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے نسوانی حسن کی کمی ہے کوئی اچھا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABAL SERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل نام پتا اور مطلوبہ دوا کا نام بریسٹ بیوٹی ضرور لکھیں۔

محمد رشید سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ 900 روپے کا منی آرڈر کیا تھا مگر دوا نہیں ملی۔

محترم آپ کا منی آرڈر 18-03-14 کو موصول ہوا تھا دوا رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعے ارسال کردی گئی تھی جو 28-03-14 کو واپس آ گئی پتا نامکمل تھا آپ مکمل نام پتے سے آگاہ فرمائیں۔

سجاد ہری پور سے لکھتے ہیں کہ مجھے سرعت انزال کی شکایت ہے شادی شدہ ہوں کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

تصور حسین جھنگ سے لکھتے ہیں کہ مجھے پسینہ بہت زیادہ آتا ہے ایک جوڑا ایک دن ہی پہنتا ہوں خراب ہو جاتا ہے۔

محترم آپ JABORANDI 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مہوش گل ہری پور سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن پیٹ بہت بڑھ گیا ہے ماہانہ اخراج کئی ماہ بعد ہوتا ہے پانی کی شدید شکایت ہے۔

محترمہ آپ PITUTRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عروشہ گل حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہانہ نظام کی خرابی ہے کئی کئی ماہ نہیں ہوتا موٹاپا بھی ہے۔

محترمہ آپ SENECIO 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ

پیا کریں جب ماہانہ نظام نارمل ہوجائے تو دوا چھوڑ دیں۔

صبا گوارہ سے لکھتی ہیں کہ میرے بریسٹ میں سخت گھٹلی ہے آپ نے فلکر یا فلور تجویز کی تھی اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

امبر انوار ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گررہے ہیں سر کی جلد نظر آرہی ہے۔

محترمہ آپ BIOPLASGEN 1 کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

محمد وقاص اسلم جڑانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میری نظر کمزور ہوگئی ہے۔

محترم آپ CINIRARIA DROPS روزانہ آنکھوں میں ڈالیں انشاء اللہ نمبر کم ہوجائے گا۔

سجاد اسلم جڑانوالہ سے لکھتے ہیں میری عمر 17 سال ہے میرے بال سفید ہوگئے ہیں کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ JABORANDI-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

سعدیہ بازنو ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ مجھے سیلان الرحم کی شکایت ہے۔

محترمہ آپ BORAX30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

آمنہ سعید لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال جڑ سے اترتے ہیں گنجی ہوتی جارہی ہوں۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے پتے پر ارسال کردیں 6.5 بوتل استعمال کرنا ہوں گی آپ کے بال لمبے گھنے خوب صورت ہوجائیں گے۔

سدرہ بتول آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت زیادہ گرتے ہیں پتلے بھی ہیں۔

محترمہ آپ میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں مسئلہ حل ہوجائے گا۔

صبا امجد گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میں ہیئر گروور استعمال کرچکی ہوں مجھے بہت فائدہ ہوا ہے مزید منی آرڈر کررہی ہوں مجھے کتنی بوتل استعمال کرنا ہوں گی۔

محترمہ آپ دوا جاری رکھیں ہیئر گروور کی 5،4 بوتل استعمال کرنا ہوں گی۔

آسیہ شفیع ٹھٹھہ سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام ختم ہوچکا ہے عمر 38 سال ہے کوئی دوا بتائیں کہ ماہانہ نظام درست ہوجائے۔

محترمہ آپ GOSSI PIUM-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اللہ بہتر کرے گا۔

مشعل آفتاب راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرا رنگ گورا تھا جوڈیم ہمیں نہ ملی۔

محترمہ IODUM-IM ہی اس کا علاج ہے اور بہن کی فکر نہ کریں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

ثمینہ بہاولنگر سے لکھتی ہیں کہ پیدائشی طور پر سانس کا مسئلہ ہے بہت پریشان رہتی ہوں ٹی بی کا بھی علاج ہوچکا ہے۔

محترمہ آپ NATRUM SULPH 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔ انشاء اللہ آپ کو شفا حاصل ہوگی۔

جمیل الدین فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ CALCCARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ

پیا کریں۔

عبدالسلام سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ میرے بائیں گردہ میں پتھری ہے درد ہوتا ہے کبھی پیشاب میں تکلیف ہوتی ہے۔

محترم آپ BERBARIS VULG-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

راشدہ تبسم ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پہ بال ہیں بہت برے لگتے ہیں۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پہ ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

رشیدہ بیگم سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری دوست نے آپ کے کلینک سے نیا فارمولا APHRODITE منگوایا تھا۔ اس کے بال ختم ہوگئے ہیں مجھے بھی VP کردیں۔

محترمہ آپ کو 900 روپے کا منی آرڈر کرنا ہے VP نہیں بھیجتے معذرت چاہتے ہیں۔

فہیم احمد قریشی سکھر سے لکھتے ہیں کہ مجھے پرسٹیٹ کی شکایت ہے بہت زیادہ تکلیف ہے پیشاب رک جاتا ہے۔

محترم آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاءاللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

عدنان بھٹی لاہور سے لکھتے ہیں کہ سخت تکلیف کی حالت میں خط لکھ رہا ہوں شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ LYCOPODIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سدرہ کنول ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں کہ بچوں کو دودھ پلانے سے شیپ خراب ہوگیا ہے جھریاں پڑ گئی ہیں لٹک گئے ہیں۔

محترمہ آپ JODUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پہ ارسال کردیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے قدرتی حسن وخوب صورتی بحال ہوگی۔

ممتاز احمد جہلم سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ SALIXNIGRA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

دلشاد خان پشاور سے لکھتے ہیں کہ رات سوتے میں کپڑے خراب ہوجاتے ہیں بہت پریشان ہوں کسی برے فعل میں بھی نہیں ہوں۔

محترم آپ SALIX NIGRA30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مختار بٹ اوکاڑہ سے لکھتے ہیں کہ غلط عادت کا شکار ہوں چھوڑنا چاہتا ہوں۔

محترم آپ USTILAGO Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نور احمد وزیرآباد سے لکھتے ہیں کہ آنچل میں آپ کی صحت کا سلسلہ انتہائی قابل تحسین ہے صاف ستھرے ادب کے ساتھ ہماری بیماریوں کا علاج بھی تجویز ہوجاتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی پائے ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ میرا بھی ایک مسئلہ ہے شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ LEDUMPAL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ممتاز احمد قادری کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ CALC PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

سعیدہ خانم سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت زیادہ ہے وزن کم کرنے کے لیے کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے سے پہلے لیں۔

محمود عدنان ملتان سے لکھتے ہیں کہ آپ نے مرد حضرات کی کمزوری دور کرنے کے لیے بھی کوئی دوا نہیں لکھی ہم جیسے مردوں کا بھی خیال کریں۔

محترم آپ AGNUSCAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

قمر فاطمہ نیازی قصور سے لکھتی ہیں کہ میرا سینہ بہت بھاری ہے بہت برا لگتا ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CHEMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے سائز اینڈ شیپ نارمل ہوجائے گا۔

کلثوم خان ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے حسن نسواں کی کمی ہے بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ SABALSERULATTA Q کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں۔ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں آپ کو BREAST BEAUTY گھر پہنچ جائے گا آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

شہزین قریشی جہلم سے لکھتی ہیں کہ مجھے اقار جنٹ آف یوٹرس کی شکایت ہے۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

محمد خان بھکر سے لکھتے ہیں کہ میرا بچہ جب اسکول سے گھر آتا ہے سر درد کی شکایت کرتا ہے۔

محترم آپ NATRUMMUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مسز رشید قریشی لکھتی ہیں کہ میرے شوہر کا مسئلہ ہے کہ خراٹے بہت آتے ہیں اس کی وجہ سے میں سو نہیں سکتی۔

محترمہ آپ ان کو STRAMONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا:

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی۔ 75850 فون نمبر:0213-6997054

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

روزہ اور صحت

قرآن پاک میں کہا گیا ہے کہ ”اگر تم سمجھو تو تمہارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزے رکھو۔“ (سورۃ البقرۃ)

آج سے چندرہ سو سال پہلے بتایا جا چکا ہے کہ روزے رکھو یہی تمہارے حق میں اچھا ہے۔ روزہ نا صرف اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے بلکہ زمانہ قدیم سے شریعت الٰہی کا جزو لازم رہا ہے چونکہ تمام انبیا علیہ السلام کے مذاہب میں اسے فرض کی حیثیت سے شامل کیا گیا۔ لہٰذا اس سے یہ بات واضح ہے کہ دین اسلام کی فطرت اور اس کے طریقہ تربیت میں کوئی نہ کوئی مناسبت ضرور ہے۔ سال بھر میں ایک ماہ کے لیے جسم کے غیر معمولی نظام تربیت میں جس میں انسان کم از کم 720 گھنٹوں تک مسلسل ایک نظم وضبط کی حالت میں رہتا ہے اللہ رب العزت کی بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں جنہیں سمجھنا عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے اگر ہم دور حاضر کے سائنسی تناظر میں دیکھیں تو یہ بات باآسانی سمجھ جاتی۔ ہے کہ روزہ کس طرح ہمارے لیے اچھا ہے اور ہمیں اپنی صحت کو بہتر بنانے میں مدد دیتا ہے؟

روزے کے ذریعے جگر کو چار سے چھ گھنٹوں تک آرام مل جاتا ہے یہ آرام، روزے کے بغیر قطعی ناممکن ہے کیونکہ بے حد معمولی مقدار کی خوراک یہاں تک کہ ایک گرام کے دسویں حصے کے برابر بھی اگر معدے میں داخل ہو جائے تو پورا نظام ہضم کام کرنا شروع کر دیتا ہے اور جگر فوراً مصروف ہو جاتا ہے۔

انسانی معدہ روزے کے ذریعے جو بھی اثرات حاصل کرتا ہے وہ بے حد فائدہ مند ہوتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے معدے سے نکلنے والی رطوبتیں بھی بہتر طور پر متوازن ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ سے روزے کے دوران تیزابیت جمع نہیں ہوتی اگرچہ عام قسم کی بھوک سے یہ بڑھ جاتی ہے لیکن روزے کی نیت اور مقصد کے تحت تیزابیت کی پیداوار رک جاتی ہے اس طریقے سے معدے کے پٹھے اور رطوبت پیدا کرنے والے خلیے رمضان کے مہینے میں آرام کی حالت میں چلے جاتے ہیں۔

روزہ آنتوں کو بھی آرام اور توانائی فراہم کرتا ہے روزے کے دوران ان کو نئی توانائی اور تازگی حاصل ہوتی ہے اس طرح ہم ان تمام بیماریوں کے حملوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں جو ہاضمے کی نالیوں میں ہو سکتے ہیں۔

ہمارے اعصابی نظام پر بھی روزہ اثر انداز ہوتا ہے روزے کے دوران اعصابی نظام مکمل سکون اور آرام کی حالت میں ہوتا ہے۔ عبادت کی بجاآوری سے حاصل شدہ تسکین ہماری تمام کدورتوں اور غصے کو دور کرتی ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ خشوع وخضوع اور اللہ رب العزت کی مرضی کے سامنے سرنگوں ہونے کی وجہ سے ہماری پریشانی بھی تحلیل ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح دور حاضر کے مسائل جو اعصابی دباؤ کی صورت میں ہوتے ہیں۔ تقریباً مکمل طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔

روزے کے دوران خون پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روزے کے دوران خون کی رفتار میں کمی ہو جاتی ہے۔ یہ اثر دل کو انتہائی فائدہ مند آرام مہیا کرتا ہے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ خلیوں کے درمیان مائع کی مقدار میں کمی کی وجہ سے مسلز یعنی پٹھوں پر دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ پٹھوں پر دباؤ یا عام فہم زبان میں Musculer Preasure انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے روزے کے دوران Musculer Preasure ہمیشہ کم سطح پر ہوتا ہے یعنی اس وقت دل آرام یا ریسٹ کی صورت میں ہوتا ہے۔ رمضان میں مسلسل تیس دنوں تک روزے رکھنے سے جسم پر پورے سال چڑھنے والا یہ Musculer Preasure بتدریج ہو کر نارمل لیول تک آجاتا ہے جو صحت کے لیے کسی کرشمے سے ہرگز کم نہیں۔ روزے میں بطور خاص افطار کے وقت کے نزدیک خون میں موجود مضر صحت چکنائی غذائیت کے تمام ذرے تحلیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔ اس طرح خون کی شریانوں کی دیواروں پر چربی یا دیگر مضر صحت غذائی اجزا جم نہیں پاتے اس طرح شریانیں سخت ہونے سے محفوظ رہتی ہیں۔ چنانچہ دور جدید کی انتہائی خطرناک بیماریوں جن میں شریانوں کی دیواروں کی سختی نمایاں ہے

یہ روزہ وتی ہے۔

ب سے اہم اثر خلیوں کے درمیان اور

ـدونی سیال مادوں کے درمیان توازن کو قائم

ت پر ہے چونکہ روزے کے دوران یہ سیال مقدار میں کم ہوجاتے ہیں۔ اس لیے خلیوں کے عمل میں بڑی حد تک سکون پیدا ہوجاتا ہے۔ جو جسم کی رطوبت کے متواتر اخراج کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان کو بھی صرف روزے کے ذریعے آرام اور سکون ملتا ہے۔ جس سے ان کی صحت مندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ روزے کا سب سے اہم اثر خلیوں پر مرتب ہوتا ہے۔

خون تشکیل میں بھی روزے کی حکمت پوشیدہ ہے۔ خون ہڈیوں کے گودے میں بنتا ہے جب بھی جسم کو خون کی ضرورت پڑتی ہے ایک خود کار نظام ہڈی کے گودے کو حرکت پذیر کردیتا ہے کمزور اور سست افراد میں یہ گودا غیر اثر پذیر حالت میں ہوجاتا ہے لیکن روزہ رکھ کر بھرپور طریقے سے عبادات کی بجا آوری کے نتیجے میں نظام جسمانی خصوصاً دوران خون انتہائی تیز ہوجاتا ہے جو ذہنی و جسمانی قوت میں اضافے کا اہم محرک تصور کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کمزور افراد روزہ رکھ کر آسانی سے اپنے اندر زیادہ خون پیدا کرسکتا ہے۔ اسی طرح روزہ رکھ کر ایک کمزور اور دبلا پتلا شخص اپنا وزن بڑھا بھی سکتا ہے تو دوسری طرف فربہ لوگ روزہ رکھ کر اپنا وزن کم بھی کرسکتے ہیں یعنی روزہ محض ایک روح پرور عبادت ہی نہیں بلکہ ایک بہترین جسمانی ورزش بھی ہے۔

روزہ بہترین ڈائٹ پلان

تین دن کے مسلسل روزے جسم کے وزن کو کنٹرول کرتے ہیں۔ لہٰذا موٹے لوگوں کے لیے یہ وزن کم کرنے کا سنہری موقع ہوتا ہے اور دبلے پتلے افراد کی بحالی صحت کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔

جدید دور میں اکثر افراد وزن کی زیادتی کا شکار ہوکر مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ جس کی بنا پر انہیں وزن کم کرنے کے لیے ڈائٹنگ کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے خصوصاً خواتین میں یہ مسائل بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ روزے کے ذریعے سے ہم اپنے جسم کو بہترین ڈائٹنگ کروا سکتے ہیں کیونکہ اس سے ہماری قوت ارادی مضبوط ہوتی ہے اور زیادہ کھانے کی خواہش کنٹرول ہوتی ہے معدہ بھی سکڑ جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ تھوڑی غذا پر بھی اکتفا کرلیتا ہے گویا روزہ رکھنا صحت کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔ رمضان المبارک کے علاوہ بھی روزے رکھے جاسکتے ہیں اور روزے اسی طرز اپنا کر ڈائٹنگ بھی کرسکتے ہیں۔

روزہ صحت مند رہنے کے لیے ایک قدرتی ذریعہ ہے کیونکہ روزے میں ہر مرض کے لیے شفا ہے۔ قدرت نے روزے کو صحت مندی کے لیے ٹانک کے مانند اہم قرار دیا ہے۔ پیارے نبی کریم ﷺ نے روزے کے طبی فوائد کے ضمن میں ارشاد فرمایا ہے کہ "روزہ رکھو تو صحت مند رہو گے۔" دوسری جگہ ارشاد ہے "ہر چیز کی ایک صفائی ہوتی ہے اور جسم کی صفائی روزہ ہے۔

کیونکہ روزے کے ذریعے سے انسان اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پاتے ہوئے گناہوں سے کنارہ کش ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ذہنی آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا دل و ضمیر زندہ ہوجاتا ہے اور وہ نیک کاموں میں سرگرم و مشغول ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ چھ سے آٹھ گھنٹے بھوکا رہنے سے اسے فقر و فاقہ میں مبتلا تنگ دست اور غریب لوگوں کے احساسات و جذبات کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے اور دل ان کی مدد کرنے اور ان کے ساتھ ہمدردی، محبت اور شفقت کا برتاؤ کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ الغرض روزہ انسان کو جسمانی و روحانی لحاظ سے تندرست رکھنے میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ بغیر کسی شرعی عذر کے رمضان المبارک کے روزے نہ چھوڑیں۔ کیونکہ یہ خالق کائنات کی طرف سے انسانیت کے لیے عظیم تحفہ ہے۔ لہٰذا اس کی قدر کریں تاکہ دونوں جہانوں (دنیا و آخرت) میں کامیاب وکامران اور سرخرو ہوسکیں۔

عنبر فاطمہ ... کراچی